وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوحٰى ۝

اہلِ ایمان مرد و خواتین نیز برادرانِ وطن کو روزانہ کی زندگی میں
نشانِ راہ بتانے والی احادیثِ مبارکہ کا

مجموعہ

تعلیم الحدیث

حصہ اول، دوم، سوم

مع عربی متن و ترجمہ اور مختصر تشریح

مرتب

مفسرِ قرآن حضرت مولانا عبد الکریم پاریکھ صاحب مدظلہ العالی ناگپوری

فرید بُک ڈپو (پرائیویٹ) لمیٹڈ
۴۲۲ مٹیا محل اردو مارکیٹ جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶
فون آفس : ۳۲۷۹۹۹۸ ۳۲۶۵۳۰۶ رہائش : ۳۲۶۲۳۸۶

باسمہ تعالیٰ

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ○

(قرآن)

اہل ایمان مرد و خواتین نیز برادران وطن کو روزانہ کی زندگی میں
نشان راہ بتانے والی احادیث مبارکہ کا

مجموعہ

تعلیم الحدیث

مع

عربی متن و ترجمہ اور مختصر تشریح

حصہ اول

مُرَتِّب

مفسر قرآن حضرت مولانا **عبدالکریم پاریکھ** صاحب مدظلہ العالی۔ ناگپور۔۸

ناشر

فرید بکڈپو (پرائیویٹ) لمٹیڈ ۴۲۲ مٹیا محل اردو مارکیٹ جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶

فون آفس ۳۲۷۹۹۹۸، ۳۲۶۵۴۰۶۔ رہائش۔ ۳۲۶۴۸۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Phones 322864, 72336. 330020 Fax
Abul Hasan Ali Nadwi
P. O. BOX No. 93. NADWATUL ULAMA,
LUCKNOW—226 007. U. P. (INDIA)

أبو الحسن علي الحسني الندوي
ندوۃ العلماء، لکھنؤ، ہند

تاریخ:

Ref:

الحمد للہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ ۔ اما بعد!

یہ ایک اظہار حقیقت، ادائے دین کے اعتراف فضل اور اس کے شکر کی بنیاد پر لکھا جا رہا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے محب مکرم و رفیق محترم مولانا عبدالکریم پاریکھ سے اپنی کتاب محبوب و معظم (قرآن مجید) کی بڑی خدمت لی، انہوں نے اس کی براہ راست خدمت و اس کی ترجمانی کی اور اپنی دعوتی تقاریر و خطابات میں بھی اس کو بنیاد بنایا، اور اردو زبان کے علاوہ ملک کی دوسری زبانوں میں بھی اس کی ترجمانی کی اور اس کو وسیع پیمانہ پر مقبولیت حاصل ہوئی، اور یہ توفیق جو بہت کم لوگوں کو ملتی ہے۔ حدیث شریف کو بھی اپنے غور و فکر اور ترجمانی و تشریح کا موضوع بنایا، اور تعلیم القرآن کے نام سے ایک اور مجموعہ تیار کیا جس سے مسلم و غیر مسلم دونوں فائدہ اٹھا سکتے ہیں، چونکہ وہ ایک طویل و مسلسل دعوتی اسفار، تبلیغی اجتماعات کے سلسلہ میں دعوتی و تبلیغی کام میں مسلمانوں اور حقیقت پسند غیر مسلموں کی ذہنیت سے واقف ہیں، ان سے خطاب کی بنا پر دونوں طبقوں کی نفسیات، افراد کی فکر اور ذہن سے واقف ہیں، اس لئے انہوں نے اپنی اس کتاب میں بہت ایسے عنوانات پر قلم فرسائی کی اور دعوت فکر دی، جو مجموعی طور پر قرآن کا اصول اور عالمانہ و مخلصانہ ذوق سے تعلق رکھنے والوں کی نظر سے اس کتاب میں بھی قابل

اس طرح یہ کتاب بعض تعارف و معلومات ... تمام ... حدیث شریف کے بارے میں ... اور ...
واقف ... ہوں گے ...
ہدایات و تعلیمات ...
اور ... زیادہ سے زیادہ نفع پہنچائے ... وما ذلک علی اللہ بعزیز

ابوالحسن علی ندوی

۱۷ صفر ۱۴۱۸ھ

۲۳ جون ۱۹۹۷ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أبو الحسن علي الحسني الندوي

ندوة العلماء - لكهنؤ - الهند

محب و رفیق گرامی قدر مولانا ... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

... کتاب علم الحدیث ...
...
...
اور ...

والسلام
دعاگو و طالب دعا
ابوالحسن علی ندوی

۱۷ صفر ۱۴۱۸ھ
۲۳ جون ۱۹۹۷ء

ابوالحسن علی ندوی

۱۷،صفر ۱۴۱۸ھ

۲۳،جون ۱۹۹۷ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ابوالحسن علی الحسنی الندوی

ندوۃ العلماء۔ لکھنو۔ الھند

محب ورفیق گرامی قدر مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب۔ السلام علیکم ورحمت اللہ۔

گرامی نامہ ملا جس میں آپ نے اپنی گرانقدر کتاب ''تعلیم الحدیث'' پر کچھ لکھنے اور اظہار خیال کرنے کی سعادت وعزت بخشی، باوجود شدید مصروفیت اور ضعف صحت کے اس موضوع کی عظمت اور آپ کی محبت کی بنا پر ایک اچھا خاصہ ''پیش لفظ'' لکھ دیا۔ حضرت صاحب کے ہاتھ اندور بھیجا جارہا ہے، خدا کرے پسند آئے اور آپ دعائے خیر سے یاد فرمائیں۔

والسلام

دعا گو مطالب دعا

ابوالحسن علی ندوی

۱۷۔۲۔۱۴۱۸ھ

۲۳،جون ۹۷ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

Phones 323864,372336, Fax330020

ابوالحسن علی الحسنی الندوی

ندوۃ العلماء

AbulHasanAliNadvi

P.O.BOX NO. 93, NADWATUL ULAMA,

LUCKNOW. 226007. U.P. (INDIA)

التاریخ: ۱۷ صفر المظفر ۱۴۱۸ھ Date:23.06.1997

الحمدلله والصلاۃ علیٰ رسول الله امابعد!

ایک اظہار حقیقت خدمت دین کے اعتراف فضل اور تشکر کی بنیاد پر لکھا جاتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالےٰ نے محب مکرم ورفیق محترم مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب سے اپنی کتاب محبوب ومعظم (قرآن مجید) کی بڑی خدمت لی، انہوں نے اس کی براہ راست بھی خدمت و اشاعت وترجمانی کی اور اپنی دینی دعوت، تقاریر وخطبات میں بھی اس کو بنیاد بنایا، اور اردو زبان کے علاوہ ملک کی دوسری زبانوں میں بھی اس کی ترجمانی کی اور اس کو پیش کیا۔

یہ نعمت بالائے نعمت اور یہ توفیق جدید ومزید ہے کہ انہوں نے حدیث شریف کو بھی اپنے غور وتفکر اور ترجمانی وتشریح کا موضوع بنایا اور ''تعلیم الحدیث'' کے نام سے ایک ایسا مجموعہ تیار کیا جس سے مسلم وغیر مسلم دونوں فائدہ اٹھا سکتے ہیں، چونکہ وہ اپنے طویل ومسلسل دعوتی اسفار ''پیام انسانیت'' کے سلسلہ میں اعلیٰ تعلیم یافتہ مسلمانوں اور حقیقت پسند غیر مسلموں سے خطاب کی بنا پر دونوں طبقوں کی نفسیات، طریق فکر، اور ذہن سے واقف ہیں، اس لیے انہوں نے اپنی اس کتاب میں بہت سے ایسے عنوانات پر قلم فرسائی کی اور دعوت فکر دی جو محدود مدرسی ماحول اور عالمانہ ومدرسانہ مشاغل سے تعلق رکھنے والوں کی نظر اس پر نہیں جاتی،

اس طرح یہ کتاب محض تعارف ومعلومات ہی نہیں، عام پڑھے لکھوں کو حدیث شریف کے بارے میں دعوت فکر دیتی ہے اور اس کے ان پہلوؤں سے واقف کراتی ہے جو عام طور پر مدرسوں، داعیوں اور مقرروں کے بیانات وتعلیمات میں نہیں آتے، اللہ تعالیٰ اس سعی کو مقبول ومشکور بنائے اور اس سے زیادہ سے زیادہ نفع پہنچائے۔ وما ذلك علی الله بعزیز۔

ابوالحسن علی ندوی

۱۷/۲/۱۴۱۸ھ

PHONE :
FAX :

Tauheedul Muslimeen Trust (Regd.)
(A non-Profit Organisation for Educational and Charitable Purposes)

توحید المسلمین ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

Immambara Ghufran Maa ·b, Maulana Kalbe Husain Marg.
LUCKNOW - 226 003 - U.P. (India)

باسمہٖ

مجموعہ تعلیم الحدیث ـ حصہ اول

پیشِ نظر کتاب جو متوسط تقطیع کے ۱۸۱ صفحات پر محیط ہے حضرت مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب کی کاوش کا ثمرہ ہے۔ جناب مولانا مفسر قرآن کی حیثیت سے شہرت و عظمت کے مالک ہیں اور اب کتاب کے ساتھ سنت کی طرف متوجہ ہوئے ہیں اور اس شان سے کہ احادیث نبوی کی پیش کش بھی اس طرح کی ہے کہ ہر طبقے کے اردو داں کے لئے نفع رساں ہے۔

متنِ حدیث کے ساتھ۔ ترجمہ اور بیشتر موارد پر تشریحی نوٹ دے کے مضمرات پر گفتگو کر کے اطلاع و افہام کو پر اثر بنایا گیا ہے۔

کتاب ویسے حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی صاحب کے تمہیدی کلمات اور جناب مفتی محمد اسحاق قاسمی صاحب کے پیش لفظ سے مزین ہے۔ لیکن خود مرتب معظم نے اپنے منصوبے پر روشنی نہیں ڈالی ہے جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ اس جلد اول کے بعد ہم کتنی اور جلدوں کا انتظار کریں۔

زیر نظر جلد میں افتتاحیہ لکھتے ہوئے حدیث شریف کی اہمیت و ضرورت کا اس طرح بیان فرمایا ہے کہ کتاب و سنت کے باہمی ترابط سمجھنے میں خاص مدد ملتی ہے۔ کاغذ و طباعت اعلیٰ درجہ کی ہے۔ کتابت جلی قلم سے جس سے بچے بوڑھے یکساں مستفید ہو سکتے ہیں۔ پروف ریڈنگ بھی اچھی ہوئی ہے۔

فقط

(سید کلب صادق)

Tauheedul Muslimeen Trust (Regd.) توحید المسلمین ٹرسٹ (رجسٹرڈ)
(A non-profit Organisation for Educational and charitable purposes)
Immambara Ghufran Maa'b, Maulana Kalbe Husain Marg,
LUCKNOW - 226 003 - U.P. (India)

طبقہ اہل تشیع کے بلند مقام عالم دین اور آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے نائب صدر

جناب مولانا سید کلب صادق صاحب مدظلہ کا

"تعلیم الحدیث" پر گرانقدر تبصرہ

بسمہ سبحانہ

مجموعہ تعلیم الحدیث۔ حصہ اول

پیش نظر کتاب جو متوسط تقطیع کے 181 صفحات پر محیط ہے حضرت مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب کی کاوش کا ثمرہ ہے۔ جناب مولانا مفسر قرآن کی حیثیت سے شہرت وعظمت کے مالک ہیں اور اب کتاب کے ساتھ سنت کی طرف متوجہ ہوئے ہیں اور اس شان سے کہ احادیث بندی کی پیش کش بھی اس طرح کی ہے کہ ہر طبقے کے اردوداں کے لئے فیض رساں ہے۔

متن حدیث کے ساتھ ترجمہ اور بیشتر موارد پر تشریحی نوٹ دے کے مضمرات پر گفتگو کر کے اطلاع وافہام کو پر ثمر بنایا گیا ہے۔

کتاب ویسے حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی صاحب کے تمہیدی کلمات اور جناب مفتی محمد اسحاق قاسمی صاحب کے پیش لفظ سے مزین ہے لیکن خود مرتب معظم نے اپنے منصوبے پر روشنی نہیں ڈالی ہے جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ اس جلد اول کے بعد ہم کتنی اور جلدوں کا انتظار کریں۔

زیر نظر جلد میں افتتاحیہ لکھ کے حدیث شریف کی اہمیت وضرورت کا اس طرح بیان فرمانا ہے کہ کتاب وسنت کے باہمی ربط سمجھنے میں خاص مدد ملتی ہے۔

کاغذ وطباعت اعلیٰ درجہ کی ہے۔ کتابت جلی قلم ہے جس سے بچے، بوڑھے یکساں مستفید ہو سکتے ہیں۔ پروف بینی بھی اچھی ہوئی ہے۔

فقط (سید کلب صادق)

فہرست مضامین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پیش لفظ

تعلیم الحدیث کی ضرورت

احادیث رسولؐ پر مرتب کی ہوئی بہت سی مایہ ناز کتابیں منظر عام پر آتی رہیں اور علوم نبوت سے بہرہ ور ہونے والوں کی علمی تشنگی دور کر کے انھیں سیراب کرتی رہیں۔

ضروریات دین اور تقاضۂ اسلام کو پورا کرنے کے لئے علماء کرام ومحدثین عظام نے سنت رسولؐ کے بحر ناپید کنارے وہ انمول جواہر نکال کر لوگوں کے سامنے پیش کئے جس سے فیضیاب ہوکر طالبان علم کے قلوب روشن ومنور ہوئے۔

وقت گذرتا رہا، حالات تبدیل ہوتے رہے، زمانہ انقلاب کی صدائیں بلند کرتا رہا۔حتیٰ کہ اب وہ وقت بھی آیا کہ لوگ کتاب اللہ کی حصول تعلیم سے دور اور سنت رسولؐ کی بجا آوری سے غافل ہوئے۔علوم نبوت ومعرفت سے کنارہ کشی کی وجہ سے امت کی پستی کا یہ عالم ہوا کہ تقاضۂ ایمان کو کما حقہ ادا کرنے کی بات تو بہت دور ہے ضروریات دین کے لبادہ کو بھی اپنے تن سے اتار پھینکا۔رسومات مخترعہ اور بدعات کو اپنا کر بے جا لہوولعب اور قبر پرستی جیسی ضلالت و گمراہی کے گڑھے میں جا گرے۔

امت کا درد رکھنے والا

اس لئے ضرورت تھی کہ لوگوں کو تعلیم کتاب اللہ سے آگاہ کرتے ہوئے ان کے عقائد کو درست کرنے کے بعد، لوگوں کی کم علمی وکم فہمی کو دیکھتے ہوئے ان کے سامنے مسائل واحکامات کی باریکیاں پیش کرنے کے بجائے سنت رسولؐ کے وہ مقدس نمونے اور آپؐ کے وہ مبارک اقوال پیش کئے جائیں جو ان کے ایمان کو تقویت دینے کا سبب، جذبۂ عمل پیدا کرنے کا ذریعہ اور رضائے الٰہی کے حصول کے ضامن ہوں۔

چنانچہ رب العالمین نے محض اپنے فضل وکرم سے ایک ایسے مخلص بندے کو اس کارخیر کی انجام دہی کے لئے قبول فرمایا جو صف تجارت میں اپنے حسن معاملہ کی وجہ سے نہایت مقبول ہونے کے باوجود امت کے راہ راست پر آنے اور ان کے عقائد واعمال کی اصلاح ودرستگی کے لئے ہمہ وقت کوشاں رہتے ہیں۔

اور جن کی زندگی کے بیشتر اوقات علماء، وصلحاء، وسلف صالحین کی بابرکت صحبت سے فیضیاب ہونے میں گذرے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ عالم اسلام کے مشہور مفکر، عالم ربانی وحقانی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہم العالی کے خصوصی تربیت یافتہ اور ان کے خلیفۂ مجاز ہونے والی وہ ذات گرامی مشہور ترجمان القرآن وداعی الی اللہ حضرت مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب مدظلہ العالی کی ہے۔

جن کی بے انتہا محنتوں اور کثیر جدوجہد کی بنیاد پر سہل الفہم وکثیر العلم والی متعدد احادیث رسولؐ پر مشتمل ایک کتاب ''تعلیم الحدیث'' کے نام سے مرتب ہوئی۔ جو حضورؐ کے اقوال واسوۂ حسنہ کا حسین گلدستہ ہے۔ جس کے پڑھنے سے آپ کو تازگی وفرحت حاصل ہوگی جو دلوں کو سکون بخشنے والی، دینی معلومات میں اور ایمانی حرارت میں اضافہ کرنے والی ہے۔

الوداع

رب تعالیٰ کے حضور دست دعا دراز کرتا ہوں کہ اس کتاب کے مؤلف کو تا مدت مدید امت کے سر پر سایہ فگن رکھے۔ اور ان کی مقدس صحبت سے لوگوں کو مستفیض ہونے کی توفیق عنایت فرمائے اور ان سے راضی ہوجائے۔

اور اس کتاب کے پڑھنے والوں اور اس سے عبرت حاصل کرنے والوں کے سینوں کو علوم نبوت کے حصول کے لئے کھول دے اور ان کے قلوب کو احادیث مبارکہ کی نورانی کرنوں سے منور فرمائے۔ اور اس کتاب کے شائع کرنے میں ہر فرد کی محنت کو قبول فرما کر ان کو اجر جزیل عطا فرمائے۔

دعا گو۔ ناچیز بندہ (مولانا مفتی) محمد اسحٰق قاسمی عفی عنہ

افتتاحیہ

حدیث شریف کی اہمیت وضرورت

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

ترجمہ: ''یقیناً تم سب کے لئے اللہ کے رسولؐ کے ہر ایک عمل میں بہت ہی اچھا نمونہ موجود ہے۔''

(33۔الاحزاب، آیت: 21)

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ﴿80﴾

ترجمہ: ''جس نے رسولؐ کا حکم مانا اس نے دراصل اللہ کا حکم مان لیا اور جو الٹا پھر گیا تو ہم نے آپ کو ان کی نگرانی کے لئے تو بھیجا نہیں ہے۔''

(4۔النساء، آیت: 80)

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿69﴾

ترجمہ: ''اور جو لوگ اللہ اور رسول کے حکم پر چلتے رہتے ہیں وہ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا جیسے نبی، صدیق، شہید ہونے والے اور نیک لوگ اور یہ کیا خوب اچھے ساتھی اور رفیق ہیں۔''

(4۔النساء، آیت: 69)

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ط

ترجمہ: ''جو بھی رسول ہم نے بھیجا تو اللہ کا یہ فرمان اس کے ساتھ تھا کہ اس کی اطاعت کی جائے۔''

(4۔النساء، آیت: 64)

(A) پہلا انسان اللہ کا نبی

اللہ نے جس انسان کو سب سے اول اول زمین پر اتارا وہ اللہ کے نبی حضرت آدمؑ تھے، موجودہ انسانی نسل تمام کی تمام حضرت آدمؑ کی اولاد ہے، پیغمبر زادوں سے آباد اس دنیا میں جب بھی بگاڑ آیا اللہ نے اپنے نبیوں اور رسولوں کے ذریعہ اس بگاڑ کو درست کرنے کا انتظام فرمایا۔ اللہ نے اپنے نبیوں پر کتابیں حق کی بنیاد پر اتاریں۔

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً ۗ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۖ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ

ترجمہ: ''پہلے وقت میں سب لوگ ایک ہی طریقہ پر تھے اور ان کی ایک ہی واحد امت تھی پھر جب ان میں بگاڑ ہوا تو اللہ نے انھیں میں سے اپنے نبیوں کو کھڑا کیا جو نیکی پر بشارت سناتے تھے اور برے کاموں پر اللہ سے ڈرنے کی لوگوں کو تلقین کرتے تھے اور اللہ ان نبیوں کے ساتھ حق کی بنیاد پر اپنی کتابوں کو بھی نازل فرماتا رہا تاکہ لوگوں کے درمیان جو اختلاف ہو چکا ہے اس کا فیصلہ ان آسمانی کتابوں سے بتا دیا جائے۔''

(2۔البقرہ، آیت: 213)

(B) نمونہ زندگی

اللہ نے اپنی کتابوں کے ذریعہ قانون الٰہی، اپنی مرضیات اور احکامات نازل فرمائے اور ان احکامات کو

اللہ کے پیغمبروں نے خود اپنی زندگی میں لاگو کر دکھایا اور عام انسانوں کو بھی اپنی نمونہ والی زندگی کے ذریعہ صراط مستقیم پر چلنے کا طریقہ بتایا اسی کو قرآن مجید کی اصطلاح میں ''اسوۂ حسنہ'' کہا گیا ہے۔ جیسا کہ اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

ترجمہ: ''یقیناً تم سب کے لئے اللہ کے رسول کے ہر عمل میں بہت ہی اچھا نمونہ موجود ہے۔''

(33۔الاحزاب، آیت: 21)

(C) حدیث سنت رسولؐ ہے

اللہ رب العزت کے پیغمبر کا نمونۂ زندگی دو طرح سے محفوظ ہوتا ہے، ایک اللہ کی کتاب سے دوسرا یہ کہ نبی کی زندگی میں جو لوگ اس کے آس پاس ایمان لا کر جمع ہوئے وہ نبی کی باتیں سن کر اور نبی کے اعمال دیکھ کر اور اپنی زندگی کے معاملات کو حل کرنے کے لئے نبی سے سوالات کرتے۔ نبی سے اللہ کے احکام اور اس کی مرضی معلوم کرتے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ لوگ اپنی یادداشت، تحریروں اور اپنے عمل میں اسے محفوظ کر لیتے اسی کا نام حدیث ہے۔

(D) تحفیظ حدیث رسولؐ

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری پر رب کائنات نے آپؐ پر کتاب نازل فرمائی جسے ''قرآن مجید'' کہا جاتا ہے اور آج تک سینوں اور سفینوں میں محفوظ ہو کر تلاوت، حفظ و قرأت، نماز، تراویح، درس و تدریس میں رواں دواں ہے۔ دوسری جانب حدیث شریف میں رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے تمام واقعات کا آجانا اور حدیث شریف کی تحفیظ کی ذمہ داری امت پر ڈالی گئی کہ وہ اللہ کے

آخری نبیؐ کے تمام اقوال کو سنتی رہے، مانتی رہے اور اپنے عمل میں لائے نیز ایک سے دوسرے تک پہنچانے کا سلسلہ جاری رکھے۔ اس قدرتی سلسلہ میں اللہ رب العزت کی بڑی مدد شامل حال رہی اور صحابہؓ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور اکرم ﷺ کے اقوال وافعال طور طریقے کی ہر بات چاہے وہ خوشی اور ناخوشی کی ہو رنج وغم کی ہو سکھ دکھ کی ہو فتح وکامیابی کی ہو غرض جو کچھ دیکھا یا سنا سب کا سب اپنی یادداشت میں محفوظ رکھا اور یہ سب مقدس باتیں حدیث رسولؐ کے عنوان سے دنیا میں شہرت پائیں۔

(E) ایک سوال

دور نبوت میں لوگوں نے وسیع انسانی زندگی کے بہت سے مسائل حل کرنے کے لئے حضور اکرمؐ سے سوالات بھی کئے اسی قسم کا ایک سوال وجواب قرآن مجید کے بیان میں پڑھیے۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ﴿42﴾ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ﴿43﴾ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ﴿44﴾ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰىهَا ﴿45﴾ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا ﴿46﴾

ترجمہ: ''آپ سے پوچھتے ہیں کہ قیامت کب ہوگی؟ سوتم کو کیا کام کہ وہ کب ہوگی۔ اس قیامت کے علم کی انتہا کا حوالہ تمہارے رب کی طرف ہے۔ تم تو ڈر سنانے والے ہو اس شخص کو جسے قیامت کا کھٹکا لگا ہو۔ جب یہ لوگ قیامت کے دن کو دیکھ لیں گے تو انھیں ایسا لگے گا کہ دنیا میں ایک شام یا ایک صبح سے زیادہ نہیں رہے تھے۔''

(79۔النازعات، آیت: 42-46)

حشر میں آدمی بے لباس (F)

لوگوں نے قیامت کے بارے میں سوال کیا تھا اور اس کا جواب اللہ نے نازل فرمادیا پھر بھی بیشمار سوالات لوگوں کے ذہنوں میں آنا قدرتی بات تھی مثلاً قرب قیامت کا زمانہ کیا ہوگا کیسا ہوگا؟ قیامت کی نشانیاں اور اس کے آثار کیا ہوں گے؟

قیامت میں اور کیا کیا کیفیتیں ظاہر ہوں گی؟ قبر سے جب مردے اٹھیں گے تو وہ لباس پہنے ہوں گے یا بے لباس ہوں گے۔ ظاہر بات ہے ان سوالات کا جواب اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا نبی اور پیغمبر ہی دے سکتا ہے اور نبی بھی اتنا ہی بتا سکتا ہے جتنا اللہ تعالیٰ اس پر ظاہر فرمادے۔ تو سنا جائے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا جیسا کہ حسب ذیل حدیث شریف میں آیا ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحْشَرُوْنَ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ فَقَالَ اَلْاَمْرُ اَشَدُّ مِنْ اَنْ يُّهِمَّهُمْ ذَاكَ ۔ (بخاری شریف کتاب الرقاق باب کیف الحشر)

ترجمہ: ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن لوگ ننگے پاؤں، برہنہ جسم، مرجھائے بدن جمع کئے جائیں گے، حضرت عائشہؓ نے (تعجب سے) پوچھا اس صورت میں تو مرد اور عورتیں ایک دوسرے کو اچانک بے حجاب دیکھ لیں گے۔ نبی ﷺ نے فرمایا قیامت کی ہولناکی اتنی سخت ہوگی کہ کسی کو کسی کی طرف دیکھنے کا ہوش نہیں ہوگا۔''

حدیث کے تحفظ کی ذمہ داری امت پر (G)

اللہ تعالیٰ نے رسولؐ پر قرآن نازل فرمایا اس میں رسول اللہ ﷺ کے حالات زندگی اور احکامات الٰہی

پر عمل بنیادی طور پر آ گیا۔ لیکن خاتم النبیینؐ کی پاکیزہ زندگی کے ہر چھوٹے بڑے معاملات اور اس وقت کے لوگوں کے سوالات اور ان کے جوابات نبیؐ نے ارشاد فرمائے سنت قائمہ کے تحت آپؐ نے جو کچھ فرمایا آپ کی پسند ناپسند آپؐ کے اقوال و افعال اور فیصلے بلکہ آپؐ کی پاکیزہ زندگی کے جملہ معاملات سب کے سب اگر تفصیل سے قرآن مجید میں نازل فرمادیئے جاتے تو قرآن مجید کا موجودہ مصحف ہے اس سے پچاس یا سو گنا زیادہ ضخیم صحف تیار ہوتا اور عوام کے لئے اس کا پڑھنا پڑھانا، حفظ کرنا لکھنا بتانا اور اتنی جلدوں کو ہاتھ میں لئے رہنا، سنبھالنا سب کچھ مشکل ہوتا۔ اس سبب سے دعوت ایمانی پر جو جماعت دور اول میں تشکیل پائی وہاں سے اب تک حدیث شریف کی حفاظت کے سلسلہ کو امت کے ذریعہ جاری کرایا گیا۔

اگر ایسا نہ ہوتا تو آج ہمارے لئے اپنے دینی نظام میں اور سماجی زندگی میں قرآن مجید کے احکامات کی تفصیل اور عملی نمونہ معلوم کرنا مشکل ہوتا اس لئے رب تعالیٰ کے قانون فطرت کے تحت حضرت محمدؐ نے صحابہؓ کے ذریعہ حدیث شریف کا چلن جاری کرنے کے لئے یہ حکم دیا کہ بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ آیَۃً (مجھ سے ہدایت کی کوئی بھی بات سنو تو دوسروں تک پہنچادو)۔

اس فرمان محمدی کے ذریعہ امت پر تدوین حدیث کی ذمہ داری ڈالی گئی اور یہ امت الحمدللہ علم حدیث کے تحفظ کا اب تک سبب بنی ہوئی ہے جس کی وجہ سے امت کی تروتازگی میں آج تک کوئی فرق نہیں آنے پایا۔

(H) قرآن وسنت میں کوئی جدائی نہیں

اب یہ سمجھنے میں کسی کو دشواری نہ ہونی چاہئے کہ قرآن اور حدیث یا احکام القرآن اور سنت رسولؐ میں کوئی تفریق اور جدائی مطلق نہیں ہے صرف دونوں کے عربی متن الگ الگ محفوظ ہیں جو دو سمندروں کی طرح ایک ساتھ مل کر چلنے کے باوجود بھی ایک دوسرے میں خلط ملط اور گڈمڈ نہیں ہوئے۔

حسب ذیل آیات سے ان کے ایک دوسرے سے نہ ملنے پر مثالیں دی جاسکتی ہیں۔

(1) وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿53﴾

ترجمہ: ''ایک حد فاصل بیچ میں رکھ دی کہ دونوں کو ملنے سے روک بنائے رکھے۔''

(25۔الفرقان، آیت: 53)

(2) وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ؕ

ترجمہ: ''اور دو سمندروں کے بیچ آڑ ڈال دی۔''

(27۔النمل، آیت: 61)

(I) ایک دریا کے دو کنارے

قرآن وحدیث کا متن اور الفاظ الگ الگ ہیں اس کے باوجود دونوں میں حکم اور عمل کے اعتبار سے کوئی جدائی اور تفریق نہیں ہے بلکہ ساتھ ساتھ مل کر چلتے ہیں لیکن ایک دوسرے میں خلط ملط نہیں ہوتے قدرت کا یہی منظر سمندروں میں بھی دیکھ لیجئے ایک کا پانی میٹھا دوسرے کا پانی کھارا اور نمکین، رنگ اور ذائقہ دونوں کا الگ الگ، ایک ساتھ ہو کر دونوں دریا کا پانی بہتا ہے لیکن پانی کا ایک قطرہ بھی دوسرے سمندر کے پانی سے ملنے نہیں پاتا۔

اس تمثیل سے ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ قرآن مجید کے متن میں ایک لفظ بھی وحی الٰہی کے سوا داخل نہ ہونے پایا اور نہ آئندہ داخل ہوسکے گا قرآن مجید کی کسی ایک آیت میں بھی حدیث کا کوئی ایک لفظ ملنے نہیں پایا اور نہ ہی کوئی حدیث قرآن مجید میں داخل کی جاسکی۔ گو قرآن مجید اور حدیث شریف دونوں ہی عربی زبان میں ہیں۔ ایک کی عربی عرش عظیم سے آئی ہے اور حدیث شریف کی عربی زمین والوں کی عربی ہے جو انسانوں میں سب سے عالی مرتبت حضرت محمد ﷺ کی زبان مبارک سے ادا ہوئی ہے جسے صحابہ کرامؓ نے اپنے عمل اور اپنی یادداشت و تحریر میں منضبط کرکے بعد کے لوگوں تک پہنچایا۔

اس طرح صحابہ کرامؓ اور محدثین و راویان حدیث کو بھی دین کی تحفیظ میں اللہ کے رسول کا انصار بن جانے کا شرف حاصل ہوا۔ یہ سمجھ لینا چاہئے کہ جو شخص تفصیلی طور پر دین جاننا چاہے اسے حدیث شریف کے ذخیرہ کی طرف رجوع کرنا ہی پڑے گا۔ اور حدیث النبی کی طرف رجوع کرنے سے قرآن مجید کسی کے ہاتھ سے چھوٹے گا نہیں جیسے ہمارے زمانے کے بعض پڑھے لکھے جاہل جو منکرین حدیث کے نام سے مشہور ہیں اور یہ بات چلارہے ہیں کہ حدیث ضروری نہیں ہے ایسے لوگوں کے ہاتھ سے سمندر کا ایک کنارا تو کیا دونوں کنارے چھوٹ گئے اور ان کی کشتی ڈوب کر رہی۔ اللہ ہم سب کو انکار حدیث کے فتنہ سے محفوظ رکھے۔

(J) آسمانی کتاب کے حروف اور سورتوں کی تعداد

یہاں پر قرآن مجید کے تعلق سے بھی کچھ معروضات پیش نظر رکھیں وہ یہ کہ جس میں تیرہ سال مکی زندگی ہے اور بقیہ دس سال مدنی زندگی رہی۔ تیرہ سالہ مکی زندگی میں دو تہائی سے زیادہ قرآن شریف نازل ہوا اور دس سالہ مدنی زندگی میں بقیہ قرآن مجید نازل ہوا اس طرح پورے ۲۳ تیئس سال میں مکمل دستور

حیات قرآن پاک کی شکل میں نازل ہوا۔ کتاب اللہ میں کل چھ ہزار دو سو سینتیس (6237) آیات ہیں اور ایک سو چودہ (114) سورتیں ہیں۔ بعض سورتیں بہت طویل ہیں جیسے سورہ البقرہ، سورہ الانعام، سورہ النساء، سورہ الاعراف وغیرہ اور بعض اوسط درجہ کی سورتیں ہیں جیسے سورہ النمل، سورہ یوسف، سورہ الرعد اور سورہ ابراہیم وغیرہ اور کچھ ایسی بھی ہیں کہ جن میں صرف تین یا چار آیات ہیں جیسے سورہ الکوثر، سورہ العصر، سورہ قریش، سورہ الاخلاص وغیرہ۔

یہ چھوٹے چھوٹے سائز کی سورتیں ہیں کہ امت کا ہر طبقہ مرد عورت، بچہ بوڑھا، مزدور تاجر کسان وغیرہ سب پڑھ سکیں، سمجھ سکیں اور اپنی نمازوں میں آسانی سے پڑھ سکیں، ایسی عظیم الشان مفید ترین سہل اور آسان سے آسان کتاب اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر نازل فرمائی۔

(K) قرآن پڑھ پڑھ کر سنایا

اس وقت چونکہ ہمارا موضوع حدیث رسولؐ ہے اور حدیث پاک کے متعلق ہم کچھ لکھنا چاہتے ہیں لیکن اس سے پہلے عرض کردیں کہ نبی کریم ﷺ نے اللہ کے دیئے ہوئے دستور حیات قرآن کے مطابق زندگی گذاری اور اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی قرآن کی تعلیم دی اور قرآن پڑھ پڑھ کر آپ لوگوں کو سناتے تھے مثلاً قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔

اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِيْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَيْءٍ ۡ وَّاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (91)

ترجمہ: ''آپؐ اعلان کردیجئے کہ مجھے تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر کے رب کی عبادت کرتا رہوں جس نے اس شہر کو ادب کے لائق محترم بنایا ہے اور سب چیزیں اسی ایک مالک کی ملکیت ہیں اور مجھے یہ

بھی حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کا مسلم بندہ بن کر رہوں۔"

(27۔سورہ نمل، آیت: 91)

اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ لوگوں کو قرآن مجید پڑھ پڑھ کر سناتے تھے۔

قرآن مجید میں بیشتر آیتیں ہیں جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ لوگوں کو قرآن پڑھ کر سناتے تھے۔

سورہ الاعراف کے آخری رکوع میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿204﴾

ترجمہ: "اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے بڑے غور سے سنو اور چپ رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔"

(7۔سورہ الاعراف، آیت: 204)

سورہ بنی اسرائیل میں رب تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے

وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ﴿45﴾

ترجمہ: "اور جب آپ قرآن پڑھ کر سناتے ہو تب آپ کے اور ان لوگوں کے بیچ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہم نظر نہ آنے والا ایک پردہ ڈال دیتے ہیں۔

(17۔بنی اسرائیل، آیت: 204)

سورہ یونس میں رب تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے

قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿16﴾

ترجمہ: "آپ کہہ دو کہ اگر اللہ چاہتا کہ میں یہ قرآن تم پر نہ پڑھوں تو میں نہیں پڑھ سکتا تھا، اور نہ تم کو وہ

اس کی خبر دیتا، کیونکہ میں تو اس کے پہلے بھی عمر کا ایک حصہ تم میں رہ چکا ہوں کیا پھر بھی تم کو عقل نہیں۔"

(10۔سورۂ یونس، آیت: 16)

حدتو یہ ہے کہ سورۂ الاحقاف میں رب تعالیٰ فرماتے ہیں

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿29﴾

ترجمہ: "اور جب ہم نے جناتوں کی ایک جماعت کا رخ پھیر کر آپ کی طرف ان کو پہنچادیا تو بڑے دھیان سے قرآن سنتے رہے، جب ان کے ساتھ اور جنّ بھی حاضر ہوئے تو آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ خاموش رہو جب قرآن کا پڑھنا ہو چکا تو اپنی قوم کی طرف واپس ہوئے کہ ان کو بھی اس نعمت کی اطلاع کریں۔"

(46۔الاحقاف، آیت: 29)

حج کے موسم میں رسول اللہ ﷺ ایک دن شہر مکہ سے باہر فجر کی نماز اپنے چند صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ پڑھا رہے تھے اس وقت بہت سے جِنّات آپ کی قرأت سن گئے۔ اور بہت متاثر ہو کر اپنی قوم کو اس کی خبر دی اور بعد میں جناتوں کے کئی وفد حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے اور ایمان لائے۔ معلوم ہوا جناتوں کی یہ ٹولی فطرت سلیمہ پر ہوگی کہ پہلے پہل قرآن مجید سنتے ہی ان کے دل میں ایمان اتر گیا۔

(L) ایک سوال؟

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا نبی کریم ﷺ نے اپنی تمام عمر شریف صرف قرآن مجید ہی پڑھا ہوگا اور اپنے صحابہ کرامؓ اور اس دور کے لوگوں کو صرف قرآن ہی سنایا ہوگا، کیا قرآن کے مطابق فیصلے نہیں کیئے ہوں گے، ضرور بالضرور آپؐ نے تمام قضیوں کے فیصلے کلام الٰہی کے مطابق ہی کیئے ہیں اور قرآن مجید کو انسانی زندگی پر لاگو بھی کیا اور صحابہ کرامؓ کی تربیت بھی کلام الٰہی کے مطابق فرمادی۔

آپؐ نے نکاح کیئے آپؐ کو اولادیں بھی ہوئیں۔ آپؐ بازاروں میں چلتے پھرتے بھی تھے کھانا بھی کھاتے پانی بھی پیتے تھے۔ اور آپؐ کے بیوی بچوں کی وفات بھی ہوئی اور آپؐ کی بھی وفات ہوئی۔ آپؐ کی مکمل حیات طیبہ جو دعوت ایمان پر تھی اس میں آپؐ نے قرآن مجید پڑھ کر سنایا اور اس کے احکامات کو انسانی زندگی پر لاگو کیا اور اسی کے مطابق انسانی زندگی کو گویا قانون الٰہی کے شکنجے میں جکڑ دیا۔ آپؐ کی حیات مبارکہ ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والوں کے لئے مشعل راہ اور اسوۂ حسنہ ہے۔ تجارت کے شعبہ سے تعلق رکھنے والا ہو کاروباری ہو یا مزدور یا بادشاہ ہو یا قیدی ہو، یتیم و بے سہارا ہو گویا کہ انسانی زندگی میں آپؐ کی حیات مبارکہ مشعل راہ ہے۔ جس نے آپؐ کی حیات طیبہ کے مطابق زندگی گذاری کامیاب وکامران ہوا اور جس نے اس کے خلاف راہ پکڑی وہ نامراد ٹھہرا۔

نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کو اللہ جل شانہٗ نے ہر دور سے گذارا، آپؐ نے یتیمی کا کرب بھی دیکھا اور اپنوں کا ظلم بھی سہا۔ شعب ابی طالب میں قید و بند کی زندگی بھی گذاری، دکھ درد بھی اٹھایا گویا آپؐ کی حیات طیبہ پوری انسانی زندگی پر گھیرا ڈالتی ہے۔ یہ ایک پوائنٹ ہے جب تک کہ نبی کو ان تمام ادوار سے نہ گذارا جائے جس دور سے عام انسان گذرتے ہیں تو پھر امت کے لئے اپنے نبیؐ کی

زندگی کا ہر پہلو کس طرح اجاگر ہوگا؟

آقائے نامدار جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ کے اقوال وافعال اور صحابہؓ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے تمام وہ افعال جنہیں کرتے ہوئے دیکھ کر آپؐ نے خوشی کا اظہار فرمایا یا خاموش رہے اور وہ کام جن کو کرتے دیکھ کر آپؐ نے ناراضگی ظاہر فرمائی۔ یہ تمام اقوال وافعال حدیث شریف کے ریکارڈ میں موجود ہیں۔

(M) نزول قرآن کے ساتھ جو واقعات ہوئے

مثال کے طور پر جب آپؐ پر پہلی مرتبہ وحی نازل ہوئی تو اس وقت کیا واقعات پیش آئے اور حضرت خدیجہ الکبریٰؓ جب آپؐ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جنہوں نے عیسائیت قبول کرلی تھی اور صحف سماویہ کا مطالعہ کیا تھا اور اہل تورات اور اہل انجیل سے ان کی نشست و برخاست تھی، تو انہوں نے آپؐ کے متعلق کیا کہا، اور آپؐ نے ان سے کیا پوچھا، ان تمام واقعات کو ریکارڈ میں لانا تدوین حدیث کہلاتا ہے۔

نبی کرم جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپؐ کی تمام باتیں جو آپؐ فرماتے تھے اسی کے مطابق کبھی چمڑے پر کبھی کاغذ پر لکھ دیا کرتے اور یاد بھی کرلیا کرتے تھے جو آج ذخیرۂ حدیث کی شکل میں موجود ہے۔

سبھی ایمان والے بھائی بہنوں سے میں بڑے ادب سے عرض کرتا ہوں کہ حدیث رسولؐ کو دین میں

سند کے طور پر اگر تسلیم نہ کریں تو دین کا سانچا ڈھانچا ادھورا رہ جائے گا مجھے امید ہے کہ اس تمہید سے دین میں حدیث کی اہمیت اور اس کے مقام کو سمجھنے میں مدد ملے گی حضور اکرمؐ کی حیات طیبہ کے دو دور ہیں ایک مکی اور دوسرا مدنی جن کی تفصیلات میں دین وایمان اور اسلامی زندگی کے بہت سے اصول اور راز پوشیدہ اور مضمر ہیں۔

مثال کے طور پر حضور اکرمؐ کو کن حالات میں مکہ چھوڑ کر مدینہ کے لئے روانہ ہونا پڑا، سفر ہجرت میں کیا واقعات پیش آئے اور اللہ کے نبیؐ کا کیا طرز عمل رہا، آپؐ نے مدینہ پہنچ کر کس طرح انصار ومہاجرین میں بھائی چارہ قائم فرمایا، مسجد نبوی کی تعمیر فرمائی۔ پنج وقتہ نمازوں کا انتظام واہتمام نیز اس کے مفصل احکامات قیام رکوع وسجود اور قعود کی ترتیب، رکعات نماز کی تعداد، اذان اور اقامت، روزہ، حج، زکوٰۃ کے متعلق احکامات اور اس تعلق سے صحابہ کرامؓ کے سوالات اور جوابات، انسانی زندگی کی ضروریات کے بارے میں احکامات بتانا، سماجی، معاشرتی، انتظامی معاملات میں دین اسلام کے نقطۂ نظر کو بیان فرمانا، اخلاقی تعلیم دینا جیسے والدین رشتہ دار، پڑوسی محتاج مسکین، اولاد، بیوی، رفیق سفر اور مسافر وغیرہ کے حقوق بتلانا اور سکھانا، بازار اور گھر میں آنے جانے، کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے، جان پہچان والوں، دوستوں اور اجنبیوں سے معاملات اور ملاقات کے طور طریقے سلام ودعا کا طریقہ وغیرہ، ان تمام ضروریات کی تفصیل اور ان کے واضح احکامات، عملی نمونے، امت کو حدیث شریف کے ذخیرہ میں ملیں گے۔

صاحب قرآن حضرت محمد ﷺ کی ذات پاک پر کتاب اللہ کے نزول کے سبب زمین پر انسانی زندگی کے لئے ایک اجمالی خاکہ بن گیا اور اس کی روشنی میں حضور اکرمؐ کے ذریعہ انسانی زندگی کا جو نقشہ بنا وہ

حدیث کی شکل میں منضبط ہوکر عملی نمونہ بنا۔ اس طرح قرآن مجید کی چھاؤں میں زمینی زندگی کا الٰہی قانون نبیؐ کی سنت قائمہ کی تصویر میں محفوظ ہوگیا۔

(N) قرآن مجید کی چھاؤں میں

حضور اکرمؐ گھر تشریف لے جاتے، ازواج مطہرات سے گفتگو فرماتے، ان کے گھریلو کام کاج میں دلچسپی لیتے، خیریت پوچھتے، کبھی کھانے پینے کی کوئی چیز طلب فرماتے، ازواج مطہرات کی ضروریات کا خیال رکھتے، ان کی دلجوئی فرماتے، کبھی کسی بیوی صاحبہ کے یہاں کچھ کھالیتے یا نوش فرمالیتے، جیسے کہ ایک مرتبہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ نے "ثرید" پیش فرمایا۔ اور ایک مرتبہ آپؐ نے ام المؤمنین زینبؓ کے حجرہ میں شہد نوش فرمایا اور سورہ تحریم کی ابتدائی آیات میں جس واقعہ کی طرف اشارہ ہے وہ واقعہ پیش آیا۔ اسی طرح ایک صحابیہ خاتون حضرت خولہؓ بنت ثعلبہ کا واقعہ ظہار میں حضور اکرمؐ سے سوال کرنا اسی موقع پر سورۃ المجادلہ نازل ہوئی اور ظہار کے بارے میں مفصل احکام معلوم ہوئے۔ یہ اور اس طرح کے بیشمار واقعات کا تحریر میں یادداشت یا عمل میں محفوظ ہوجانا یہ سب ذخیرۂ احادیث کے دائرہ میں آتی ہیں۔

دنیا میں اب حدیث کی تدوین اور حدیث شریف کا ذخیرہ خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کی امت کے سوا اور کسی کے پاس نہیں ہے۔ نزول قرآن اور حضورؐ کی بعثت سے تقریباً چھ سو برس پہلے حضرت عیسیٰؑ کی بعثت ہوئی تھی اور ان پر آسمانی کتاب انجیل نازل فرمائی گئی تھی مگر ہمارے مسیحی دوستوں نے انجیل مقدس میں اتنی زبردست تحریف اور تبدیلی کی جس کے سبب حضرت عیسیٰؑ کے اقوال و افعال اور انجیل اس طرح الگ الگ محفوظ نہ رہ سکے جس طرح آج قرآن مجید اور حدیث رسولؐ علیحدہ علیحدہ امت محمدؐ

کے پاس ایک دریا کے دو کناروں کی طرح محفوظ ہیں۔

(O) ایک لطیف نکتہ

قرآن مجید ایک معجزہ ہے جس کی عربی زبان عرب معاشرہ میں بولی جانے والی عربی زبان سے بہت ہی اعلیٰ اور بلند ہے، نزول قرآن کے وقت بہت سے عرب قبائل، نیز یہودی اور عیسائی بھی عربی زبان بولتے لکھتے تھے اور اب بھی بولتے اور لکھتے ہیں۔ مگر ان سب کی عربی اور قرآن مجید کی عربی میں اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ آسمان و زمین کے درمیان ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

قرآن مجید کی عربی زبان ''عربی مبین'' ہے اس کا تعلق آسمانوں سے ہے عرش عظیم سے ہے لوح محفوظ سے ہے اور جبرئیلؑ کے توسط سے دنیا میں آئی ہوئی ہونے کے سبب ایک عجیب لطف دینے اور بے انتہا مٹھاس والی زبان ہے۔ سلیس اور سادہ ہونے کے باوجود معانی کے لحاظ سے اس کا ایک ایک لفظ اپنے دامن میں سمندر لئے ہوئے ہے۔

(P) ایک اور مثال

اس کی دوسری مثال حدیث شریف کی عربی زبان ہے جو خاتم النبیین سید المرسلین حضرت محمد ﷺ کی زبان مبارک سے الفاظ ادا ہوئے۔ اللہ رب العزت کے حکم اور مرضی کے مطابق دین اسلام کی تشریح، اور عبادات و معاملات لین دین رہن سہن، مجرموں کو سزائیں جاری کرنے انسانی زندگی میں پیش آنے والے معاملات و واقعات کے بارے میں لوگوں کے سوالات کے جوابات، بیماروں کی تیمارداری، مزاج پرسی بچوں کی تعلیم و تربیت اور پرورش سے متعلق احکامات و ہدایات غرض آپؐ نے اپنی ترسٹھ سالہ

پوری زندگی میں دین کی جو تشریح اور توضیح فرمائی۔ نیز کاروبار تجارت بیوپار اور انسانی زندگی کے ہزار ہا ہزار معاملات و مسائل کے احکام بیان کرنے میں محمد رسول اللہ ﷺ نے جو زبان استعمال فرمائی۔ اور اس زمانہ کے لوگوں نے اسے حفظ کیا اور اپنی یادداشت میں محفوظ کیا اور رائٹنگ میں منضبط کیا اسی کو حدیث پاک کے نام سے ہم جانتے ہیں اور یہ پورا ذخیرہ صحیح بخاری شریف، صحیح مسلم شریف، سنن ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ، موطا امام مالک، موطا امام محمد، صحیفہ ھمام بن منبہ، طحاوی شریف اور ان کے علاوہ دوسری بہت سی حدیث کی کتابوں میں حدیث شریف کا بہت بڑا ذخیرہ کتابی شکل میں موجود ہے۔

(Q) ایک ہی زبان کے طرز میں حد فاصل

اگر اہل علم اس پر غور کریں تو ساری دنیا کے اہل علم اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ قرآن مجید کی زبان اور حدیث شریف کی زبان میں بھی ایک حد فاصل ہے۔ قرآن مجید کی زبان عربی ہوتے ہوئے بھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آسمانی ہے اور حدیث شریف کی عربی زبان زمینی ہوتے ہوئے بھی زمین والوں کی عربی زبان سے بہت بلند اور اعلیٰ ہے کیونکہ سلطان کائنات کے قاصد اور پیغمبر کی زبان سے یہ الفاظ ادا ہوئے ہیں۔ جس کے قلب مبارک پر وحی الٰہی ہوتی تھی اور نَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا کے تحت وحی آتی وہ جس پر قرآن مجید کا نزول ہوا ہو ظاہر ہے کہ اس کی عربی زمین کی ہوتے ہوئے بھی اس کا تعلق ایک درجہ میں آسمان سے ہو گیا ہے۔ آج کے زمانہ میں آپ عربی لٹریچر عربی مصنفین کی کتابیں عربی اخبارات پڑھ لیجئے غرض عرب معاشرہ میں اس وقت جو عربی زبان رائج ہے اور نزول قرآن کے وقت جو عربی بولی جاتی تھی اس میں اور حدیث کی زبان میں بھی بڑا فرق ہے، یقینی طور پر یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ ایک رسول اعظمؐ کی زبان ہے اور ایک عام بولنے چالنے والوں کی زبان ہے۔

زبان ایک ہی ہے یعنی "عربی" مگر ایک آسمان، عرش عظیم اور لوح محفوظ سے تعلق رکھتی ہے اور رسول اکرمؐ سے تعلق رکھتی ہے، اور تیسری عام انسانوں کی عربی زبان ہے۔ یہ بین اور واضح فرق دیکھنا ہو تو قرآن مجید، حدیث شریف اور عام انسانوں کے لکھے عربی مضامین، لٹریچر اور کتابیں دیکھ لیں اور پڑھ لیں یہاں تک کہ دور اول میں جو لوگ قرآن مجید اور پیغمبر اعظم محمدؐ پر صدق دل سے ایمان لائے یعنی صحابہ کرامؓ جو رسول اللہؐ سے قریبی تعلق رکھنے والے تھے ان کی زبان بھی اپنا ایک الگ مقام رکھتی ہے اور عوام کی عربی زبان سے بہت بلند و اعلیٰ ہے اور یہ رسولؐ کی زبان مبارک سے براہ راست نکلنے والے الفاظ کی سماعت سے یہ فیض انھیں حاصل ہوا، اور قرآن و حدیث کا عکس جمیل ان کی زبان پر بھی خوب سے خوب تر پڑا، یہ ایک ایسا فرق مراتب ہے جسے ہر وہ شخص ملحوظ رکھے گا جو قرآن مجید، احادیث رسولؐ اور صحابہؓ کے اقوال و ملفوظات نیز عام عرب مصنفین کی کتابوں سے واقفیت رکھتا ہو تو اسے ان کے بیچ حد فاصل اور فرق نظر آئے گا۔

(R) ہدایت کے ایک دریا کے دو کناروں کا مشاہدہ کیجئے۔

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا (68)

ترجمہ: "اور رحمٰن کے بندوں کی یہ صفت بھی خوب ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود سے دعا نہیں کرتے اور اللہ نے جس جان کو مار ڈالنا حرام قرار دیا ہے اسے ناحق قتل نہیں کرتے اور زنا بدکاری نہیں کرتے اور جو کوئی ایسے سنگین جرم کرے تو اس نے بڑا گناہ اپنے سر لے لیا۔"

(25۔الفرقان، آیت: 68)

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِؓ قَالَ سَاَلْتُ اَوْ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الذَّنْبِ عِنْدَ اللّٰهِ اَكْبَرُ

قَالَ اَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَّھُوَ خَلَقَکَ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ ثُمَّ اَنْ تَقْتُلَ وَلَدَکَ خَشْیَۃَ اَنْ یَّطْعَمَ مَعَکَ قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ ثُمَّ اَنْ تُزَانِیَ بِحَلِیْلَۃِ جَارِکَ ۔ (بخاری شریف جلددوم) (کتاب التفسیر: باب قولہ والذین لایدعون مع اللّٰہ)

ترجمہ: ''عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ میں نے یا کسی اور نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ کونسا گناہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا ہے، آپؐ نے فرمایا کہ تو کسی کو اللہ کا شریک بنائے جب کہ اللہ ہی نے تجھ کو پیدا کیا۔ پوچھا گیا اس کے بعد کونسا گناہ آپؐ نے فرمایا یہ کہ تو اپنی اولاد کو اس ڈر سے مار ڈالے کہ اس کو کھلانا پلانا پڑے گا۔ میں نے پوچھا پھر کونسا گناہ آپؐ نے فرمایا کہ اپنے پڑوسی کی بیوی سے حرام کاری کرنا۔''

اِنَّ سَعْیَکُمْ لَشَتّٰی ﴿4﴾ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی ﴿5﴾ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی ﴿6﴾ فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْیُسْرٰی ﴿7﴾ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰی ﴿8﴾ وَکَذَّبَ بِالْحُسْنٰی ﴿9﴾ فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْعُسْرٰی ﴿10﴾

ترجمہ: ''بیشک تم سب کی کوشش الگ الگ قسم کی ہے۔ پھر جس نے اللہ کے لئے دیا اور بچ کر چلا بھلی بات کو سچ مانا پھر تو ہم اس کو سہولت اور آسانی کر دیں گے۔ جس نے بخیلی کی اور لاپرواہی کی اور نیک بات کو جھٹلاتا رہا پھر تو ہم اس کو دھیرے سے تنگی میں ڈھکیل دیں گے۔''

(92۔اللیل، آیت: 10-4)

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْکُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَقَدْ کُتِبَ مَقْعَدُہٗ مِنَ النَّارِ وَمَقْعَدُہٗ مِنَ الْجَنَّۃِ فَقَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَفَلَا نَتَّکِلُ عَلٰی کِتَابِنَا وَنَدَعُ الْعَمَلَ قَالَ اِعْمَلُوْا فَکُلٌّ مُیَسَّرٌ لِّمَا خُلِقَ لَہٗ فَاَمَّا مَنْ کَانَ مِنْ اَھْلِ السَّعَادَۃِ فَیُیَسَّرُ لِعَمَلِ اَھْلِ السَّعَادَۃِ وَاَمَّا مَنْ کَانَ

مِنْ اَهْلِ الشَّقَآءِ فَيُيَسَّرُ لِعَمَلِ اَهْلِ الشَّقَاوَةِ ۔ (بخاری شریف جلد دوم)

(کتاب التفسیر : باب قولہ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى)

ترجمہ: ''نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے ہر شخص کا ٹھکانہ لکھ دیا گیا ہے چاہے جنت میں ہو یا دوزخ میں لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ پھر اپنے (قسمت کے) لکھے پر ہم صبر کر کے بیٹھے کیوں نہ رہیں نیک عمل کرنا چھوڑ کیوں نہ دیں۔ آپؐ نے فرمایا نہیں بلکہ عمل کیے جاؤ جو لوگ نیک بخت لکھے گئے ہیں ان کو نیکوں جیسے اعمال کرنے کی توفیق ملتی ہے۔ اور جو بد بخت لکھے گئے ہیں وہ بدکاروں جیسے اعمال کرتے ہیں۔''

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ

ترجمہ: ''متوجہ ہو کر اپنا رخ یک سوئی کے ساتھ دین حنیف کی طرف کر لو، یہی اللہ کی بنائی ہوئی فطرت کے مطابق ہے اور اسی فطرت پر انسان کو اللہ نے پیدا فرمایا ہے، اللہ کے بنائے کو کسی نے بدلنا نہیں یہی مضبوط اور انتظام والا دین ہے۔''

(30۔الروم، آیت: 30)

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ اِلَّا يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ اَوْ يُنَصِّرَانِهٖ اَوْ يُمَجِّسَانِهٖ ۔ (بخاری شریف جلد دوم) (کتاب التفسیر : باب قولہ لاتبدیل الخلق اللہ)

ترجمہ: ''رسول اللہؐ نے فرمایا ہر بچہ (آدمی) فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی یا آتش پرست بنا ڈالتے ہیں۔''

ہدایت کے ایک دریا کے دو کناروں کا ہم نے آپ کو چند آیات قرآنی اور اس مضمون پر مشتمل رسول پاکؐ کی حدیث مبارکہ کا مختصر مشاہدہ کرایا ان سطور کے لکھنے والوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ وہ ہم سب کو قرآن مجید کی زبان کی عظمت واہمیت اور صاحب قرآن حضرت محمد ﷺ کے اقوال مبارکہ کی عظمت کو جاننے اور سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہؐ دونوں کی زبان عربی ہونے کے باوجود ایک دریا کے دو کناروں کی طرح پوری انسانیت کے سامنے یہ نقشہ پیش کرتی ہے کہ کلام اللہ لوح محفوظ سے محمد رسول اللہؐ کے قلب مبارک پر نازل فرمایا ہوا خالص کلام الٰہی ہے جو وحی کے ذریعہ نازل ہوا۔ اور وحی کے سوا کوئی ایک لفظ بھی پورے قرآن مجید میں داخل نہیں ہونے پایا۔ حتیٰ کہ خود صاحب قرآن حضرت محمدؐ کے اقوال، افعال اور احکامات جو ہمارے سامنے اسوۂ حسنہ یعنی نمونۂ زندگی کا پورا سانچہ ڈھانچہ پیش کرتے ہیں ان میں کا ایک لفظ بھی قرآن مجید میں شامل نہیں ہونے پایا۔

اب ہم کتاب کے اصل مقصد "تعلیم الحدیث" کی طرف رجوع کرتے ہیں اور ذخیرۂ حدیث میں سے بہت اہم اور ضروری احادیث پاک کا تذکرہ آپ کے سامنے لاویں گے جو دنیا اور آخرت کی زندگی کے لئے نہایت ہی اہم ہیں۔

عبدالکریم پاریکھ

Abdul Karim Parekh

Lakadganj Nagpur-8

(M.S.) India

Ph: 768 075, 762 756 (Office)

Fax: 761219

صحاح ستہ اور حدیث شریف کی دوسری

مشہور اور مستند کتابوں سے منتخب

کر کے جمع کی گئی احادیث مع ترجمہ

اور مختصر تشریح۔

(1) ایمان کا ذائقہ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَاقَ طَعْمَ الْاِیْمَانِ مَنْ رَضِیَ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا ۔ (مشکوٰۃ شریف: کتاب الایمان)

ترجمہ: ''رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس شخص نے ایمان کا ذائقہ چکھ لیا جو اللہ کو اپنا رب، اسلام کو دین اور محمدؐ کو اپنا رسول مان کر راضی ہو گیا۔''

اس حدیث میں اللہ کے رسولؐ نے تین بنیادی باتیں ارشاد فرمادی ہیں کہ جو کوئی بھی ان تینوں باتوں کو دل سے مان کر راضی ہو گیا اس نے ایمان کی لذت وحلاوت حاصل کرلی۔ بس تو مومن کو چاہئے کہ عقیدہ کی مضبوطی کے ساتھ شرح صدر یعنی کھلے دل ودماغ سے ان تینوں باتوں کو قبول کرے اور زبان سے ظاہر کرے اور ان کے تقاضہ کے مطابق عمل بھی کرے اور اسی پر راضی بھی رہے۔

(2) جنت والے اعمال

اَتَی اَعْرَابِیٌّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دُلَّنِیْ علی عَمَلٍ اِذَا عَمِلْتُہٗ دَخَلْتُ الْجَنَّۃَ قَالَ تَعْبُدُ اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُ بِہٖ شَیْئًا وَّتُقِیْمُ الصَّلٰوۃَ الْمَکْتُوْبَۃَ وَتُؤَدِّی الزَّکٰوۃَ الْمَفْرُوْضَۃَ وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ ۔ (مشکوٰۃ: کتاب الایمان)

ترجمہ: ''رسول اللہؐ کے پاس دیہات کا رہنے والا ایک شخص آیا اور کہا کہ مجھے ایسا عمل بتایئے کہ جب میں اسے کرلوں تو مجھے جنت میں داخلہ مل جائے، آپؐ نے فرمایا کہ اللہ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراو، پانچ وقت کی نماز جو تم پر فرض کی گئی ہے اسے ادا کرو اور زکوۃ جو تم پر فرض ہے اس کی ادائیگی برابر کرتے رہو اور رمضان مہینے کا روزہ رکھو۔''

حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ ہر قسم کے شرک سے بچتے ہوئے صرف اللہ کی عبادت کی جائے۔ پانچ وقت کی فرض نمازیں ہر حال میں برابر پابندی کے ساتھ ادا کی جائیں، جب کسی پر زکوۃ فرض ہو جائے تو اللہ کی رضا کے لئے اس کی ادائیگی کی جائے اور قرآن مجید کے نزول کی یاد میں اللہ کو راضی کرنے کے لئے اس کے حکم کے مطابق رمضان مہینہ کا روزہ رکھا جائے، اس حدیث کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ قرآن مجید اور احادیث میں دوسرے جو اعمال موجود ہیں ان پر عمل نہ کیا جائے بلکہ ان بڑے بڑے اعمال کے ساتھ قرآن وحدیث میں موجود تمام حکموں پر عمل کرنا لازم اور ضروری ہے۔

(3) اللہ سے ملاقات

قَالَ النَّبِیُّ صَلَی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰہِ اَحَبَّ اللّٰہُ لِقَاءَ ہٗ وَمَنْ کَرِہَ لِقَاءَ اللّٰہِ کَرِہَ اللّٰہُ لِقَائَہٗ۔ (ترمذی جلد دوم باب من احب لقاء اللہ)

ترجمہ: ”نبیؐ نے فرمایا جو اللہ سے ملنا پسند کرے اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنا پسند کرتے ہیں اور جو اللہ کی ملاقات کو ناپسند کرے اللہ بھی اس سے ملنا پسند نہیں فرماتے۔“

تشریح

اللہ کی ملاقات کا خواہشمند ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جو موت سے ہمکنار ہونے کی فکر میں برابر لگا رہتا ہو اور آخرت کے لئے نیک اعمال کا ذخیرہ رکھتا ہو ورنہ بدکار و نافرمان اور مشرک کبھی بھی موت کی تمنا نہیں کرتے اس لئے اللہ کی اطاعت اور رسولؐ کی فرماں برداری کرتے ہوئے نیک اعمال کرتے رہنا چاہئے تا کہ اللہ کی ملاقات کی خواہش پیدا ہو اور اللہ بھی اس سے ملنا پسند کرے۔

(4) ایک ڈراؤنی جگہ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَارَاَیْتُ مَنْظَرًا قَطُّ اِلَّا الْقَبْرُ اَفْظَعُ مِنْہُ ۔

(ترمذی جلددوم باب: ماجاء فی ذکر الموت)

ترجمہ: ’’رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ قبر سے بڑھ کر گھبراہٹ اور سختی میں کوئی جگہ میں نے نہیں دیکھی۔‘‘

تشریح

حدیث پاک کا مفہوم یہ ہے کہ مرنے والا اگر اللہ کا نافرمان ہو تو قبر اس کو سختی سے دبائے گی کہ میت کی دائیں اور بائیں کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جائیں گی۔ اور عذاب کے فرشتے اس پر مسلط کردیئے جائیں گے اور بے نمازی پر ایک اژدہا عذاب دینے کے لئے مقرر کردیا جائے گا اس لئے قبر سے بڑھ کر کوئی ڈراؤنی جگہ نہیں۔ اللہ ہم سب کو قبر کے عذاب سے بچائے۔ آمین۔

(5) اللہ کے ڈر سے رویا نجات پا گیا

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَایَلِجُ النَّارَ رَجُلٌ بَکیٰ مِنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ ۔

(ترمذی جلددوم باب ماجاء فی فضل البکاء)

ترجمہ: ’’رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ دوزخ میں وہ شخص داخل نہ ہوگا جو اللہ کے ڈر سے رویا۔‘‘

تشریح

ظاہر بات ہے جو اللہ کے ڈر سے روئے گا وہ خواہشات نفس کی پیروی کرنے سے رکے گا شرک جیسے گناہوں سے تو بہت دور، چھوٹے چھوٹے گناہوں کے ارتکاب سے بھی دور بھاگے گا۔ لہٰذا ایسے شخص کا ٹھکانہ جنت کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے۔

(6) چار بڑے گناہ

ذَکَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْکَبَائِرَ فَقَالَ الشِّرْکُ بِاللّٰہِ وَقَتْلُ النَّفْسِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ فَقَالَ اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِاَکْبَرِ الْکَبَائِرِ قَالَ قَوْلُ الزُّوْرِ اَوْ شَھَادَۃُ الزُّوْرِ۔

(مسلم شریف۔ کتاب الایمان باب الکبائر واکبرھا)

ترجمہ: ''رسول اللہؐ نے کبیرہ گناہوں کا تذکرہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ (1) اللہ کے ساتھ شرک کرنا (2) ناحق خون کرنا (3) ماں باپ کی نافرمانی کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ پھر فرمایا کہ کیا میں تمہیں اس سے بھی بڑا گناہ نہ بتاؤں۔ فرمایا کہ جھوٹ بولنا یا جھوٹی گواہی دینا۔''

اس حدیث میں بڑے بڑے گناہوں میں سے چار بڑے بڑے گناہوں کا تذکرہ ہے ایک شرک باللہ ہے دوسرے ناحق خون کرنا تیسرے ماں باپ کی نافرمانی کرنا چوتھے جھوٹ بولنا اور جھوٹی گواہی دینا۔ یہ چاروں ہی کام حرام اور کبیرہ گناہ ہیں۔

شرک کے معنی سمجھنا ضروری ہے اس کے سمجھنے اور صحیح طور پر جاننے کے لئے ہم تو عرض کرتے ہیں کہ کسی عالم ربانی کے ترجمہ سے قرآن مجید پڑھنا شروع کریں اور جہاں جہاں شرک کا لفظ آئے پنسل سے نشان لگادیں اور ان سب آیتوں کو یکجا کر کے ان پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ شرک کیا ہے، شرک صرف یہی نہیں کہ کوئی شخص یہ کہے کہ اللہ دو ہیں، یہ تو کھلا ہوا شرک ہے ہی جس میں دنیا کی مشرک قومیں پھنسی ہوئی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ شرک کی ان قسموں کو جاننا بھی ضروری ہے جو اہل ایمان یا ایمان کی دعویدار قوموں میں پائی جاتی ہیں جیسے کہ اللہ کے کسی نیک بندے کو اللہ کی صفات اور حق بندگی میں شریک مانا جائے ان کی قبروں اور مزاروں پر سجدہ کیا جائے ان کے نام کی نذر و نیاز مانی جائے یا اللہ کے نیک اور صالح بندوں کو روزی دینے والا، اولاد دینے والا، شفاء و تندرستی دینے والا مشکلات اور مصیبتوں میں مدد کرنے والا مانا جائے۔

کسی نبی یا ولی کو اللہ کا بیٹا مانا جائے یا کسی نیک خاتون کو اللہ کی بیوی بنا دیں یا کسی پیغمبر اور ولی بندے کے بارے میں یہ خیال کیا جائے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایسا دباؤ اور زور رکھتے ہیں کہ وہ جو چاہیں اللہ سے زور زبردستی کر کے منوالیں، کسی نیک اور صالح بندے کو اللہ کا وزیر، پیشکار ماننا یہ سب شرک ہی ہیں۔

قرآن مجید اور حدیث شریف کا بغور مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شہرت عزت اور لوگوں کے دکھاوے کے لئے نیک اعمال کرنا بھی شرک ہے لہٰذا اعمال صالحہ کرتے وقت صرف اللہ کی رضا اور خوشنودی ہی مقصود ہونا چاہئے۔

اللہ وحدہٗ لاشریک کی ذات ہر قسم کے عیب سے پاک ہے اور تمام صفات حسنہ (اچھے اچھے نام) اسی کے ہیں۔ گناہوں کو معاف کرنے والا، دعاؤں کو سننے والا مغفرت کرنے والا روزی دینے والا، شفاء دینے والا صرف اللہ ہی ہے۔ مشکل کشا، حاجت روا وہی ہے، پیدا کرنا مارنا، عزت دینا ذلت دینا اللہ ہی کے قبضہ میں ہے، حشر و حساب کا وہ تنہا مالک ہے اس کے قانون عدل کے مطابق جو جنتی ہوگا جنت میں جائے گا جو دوزخی ہوگا وہ دوزخ میں جائے گا، کوئی نبی اور ولی کسی جہنمی کو جہنم میں جانے سے بچا نہیں سکے گا۔

حضرت ابراہیمؑ اپنے والد کو نہیں چھڑا سکے۔ حضرت نوحؑ اپنے بیوی بیٹے کو نہ بچا سکے، حضرت لوطؑ اپنی بیوی کو اللہ کے عذاب سے نہ چھڑا سکے، تو کوئی ولی یا پیر اپنے مرید یا اپنے چاہنے والے کو کیسے بچا سکتے ہیں۔ فرعون کی بیوی فرعون جیسے کافر اور منکر کی بیوی ہونے کے باوجود اپنے صحیح سچے ایمان اور صحیح عقیدہ رکھنے کے سبب اللہ کے فضل کی مستحق ہوگی اور جنت میں داخل ہوگی۔

یہ ساری تفصیلات ہمیں قرآن مجید سے معلوم ہوتی ہیں۔ اور بھی بہت سارے واقعات احکامات قرآن

مجید میں ہیں جن سے ہمیں شرک کی تفصیل اور حقیقت معلوم ہوتی ہے، جھاڑ، پہاڑ، ستارے سورج چاند، پتھر کی مورتیوں کو حاجت روا مشکل کشا ماننا ان کی بندگی کرنا شرک ہے۔

انبیاء اولیاء، پیروں فقیروں کی قبروں مزارات کو سجدہ کرنا منتیں ماننا اپنی ضروریات کی ان سے دعا کرنا یہ بھی شرک ہے۔ جس میں ہندوستان پاکستان اور بنگلہ دیش کے بہت سارے مسلمان پھنسے ہوئے ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ ﴿106﴾

ترجمہ: ''اور لوگوں کی اکثریت کا یہ حال ہے کہ اللہ پر ایمان بھی رکھتے ہیں اور ساتھ میں شرک بھی کرتے ہیں۔''

(12۔ یوسف، آیت: 106)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ بہت سے لوگ اللہ پر ایمان بھی لاتے ہیں اور ساتھ ساتھ شرک بھی کرتے ہیں۔ حدیث شریف میں شرک کے علاوہ ناحق خون کرنا قتل کرنا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا، جھوٹ بولنا جھوٹی گواہی دینا بھی بڑے گناہ بتائے گئے ہیں۔ ان سے بھی ہر مومن کو دور رہنا چاہیے۔

(7) منافق کی علامت

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلٰثٌ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ۔

(صحیح مسلم شریف جلد اول) (كتاب الايمان: باب بيان خصال المنافق)

ترجمہ: ''ابوھریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہؐ نے فرمایا منافق کی نشانیاں تین ہیں (1) بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے (2) وعدہ کرتا ہے تو اس کے خلاف کرتا ہے (3) اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرتا ہے۔''

اور دوسری روایات میں چوتھی چیز کا بھی ذکر ہے وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ (جب بحث و مباحثہ کرے تو گالی گلوج کرتا ہے) یہ چار چیزیں جس شخص کے اندر پائی جائیں وہ منافق ہوگا۔ یعنی جب وہ جھوٹ بولتا ہے اور امانت میں خیانت اور بددیانتی کرتا ہے اور اس کے اندر وعدہ خلافی کی بری عادت بھی پائی جاتی ہے تو اس نے اللہ کی فرماں برداری اور اطاعت کا وعدہ کیا ہے اسے کیا پورا کرے گا۔ زبان سے اپنے آپ کو اہل ایمان کہتا ہے مگر عمل سے نافرمان اور منافق ہے۔

جو باتیں منافق کی علامت کے طور پر بیان کی گئی ہیں ان میں سے کچھ یا سب کی سب اس زمانہ کے بہت سے ایسے لوگوں میں پائی جاتی ہیں جو اہل ایمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ لہٰذا ہم اہل ایمان کو چوکنے رہنے کی ضرورت ہے اور حدیث میں بیان کی گئی نفاق کی ان علامتوں سے دور رہنے کی کوشش کرنا بھی ضروری ہے۔

(8) شرک اور جادو سے بچو

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِجْتَنِبُوا الْمُوْبِقَاتِ الشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَالسِّحْرُ۔

صحیح بخاری (كِتَابُ الطِّبِ۔ بَابُ الشِّرْكُ وَالسِّحْرُ مِنَ الْمُوْبِقَاتِ)

ترجمہ: ''رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا ہلاک کرنے والے گناہوں یعنی شرک باللہ اور جادو سے بچو۔''

حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ شرک اور جادوگری دونوں انسان کی دنیا و آخرت برباد کرنے والے

ہیں، شرک کی وضاحت تو ہم نے حدیث (6) کے تحت کر دی ہے یہاں ہم سحر اور جادو کے تعلق سے تفصیل عرض کریں گے۔

جاننا چاہئے کہ جادو کا علم سیکھنا اور سکھانا حرام ہے۔ جادو شیطانی اور سفلی علم سے تعلق رکھتا ہے اور اللہ کی ناراضگی کا سبب ہے۔ جادو سے لگتے ہوئے جنتر منتر اور چھو چھا بھی ہے ٹونے ٹوٹکے گنڈے فلیتے اور بزرگوں کے نام کے کڑے اور چھلے، کان کی بالیاں اس طرح کی اور بہت ساری چیزیں ہندوستان اور اس سے ملے جلے ملکوں میں پائی جاتی ہیں، بعض جاہل نادان اور اللہ تعالیٰ سے بے خوف مسلمان بھی اس حرام کام میں لگے ہوئے ہیں۔

جادو سیکھنے اور سکھانے والے بعض تو ایسے بھی ہیں جو ناپاک غلیظ سب کھا جاتے ہیں، پاخانہ بھی کھاتے ہیں، پیشاب پیتے ہیں، قبرستان میں مردوں کے گوشت اور ہڈیاں چبا جاتے ہیں شیطانی اور شرکیہ کلمات کا ورد کرتے ہیں۔ جس سے بد روحیں گمراہ جن ان کے ساتھ ہو جاتے ہیں اور شیطان بھی ان کے معاون ہوتے ہوں گے جادو کی ایک قسم تو یہ ہوئی جو نہایت گندی اور پلید ہے۔

جادو کی ایک قسم وہ بھی ہے جو یہودیوں میں چل پڑی تھی۔ یہ جادوگری بھی بڑی عجیب وغریب ہے کہ اس کے ذریعہ عورت مرد کے درمیان جدائی ڈالتے اور لوگوں کے بیچ بہت سارے فتنے اور جھگڑے کھڑے کر دیتے تھے، جادو کی ایک شکل وہ بھی ہے جسے حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں جادوگروں نے فرعون کے اکسانے پر بتایا تھا، بہر حال جادو ایک علم ضرور ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے جادو کو حرام بتایا اور اللہ کے تمام نبیوں نے اس کے حرام ہونے کا اعلان کیا، اس کا سیکھنا سکھانا اور اس کو بولنا بتانا اور اس پر عمل کرنا کرانا لوگوں کو اس سے پریشان کرنا سب حرام ہے اور ایسے لوگ دوزخ کو اپنا ٹھکانا بنانے والے ہیں۔

اس کی مزید تفصیل کے لئے ہم چاہیں گے کہ قرآن مجید میں جادو کے بارے میں جو آیتیں آئی ہیں۔
نیز قرآن مجید میں اور حدیث شریف میں سحر اور جادو سے بچاؤ کے لئے جو آیات اور دعائیں ہیں ان
سب کو یہاں تفصیل سے درج کردیا جائے۔

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ
كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۤ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ۭ
وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۭ فَيَتَعَلَّمُوْنَ
مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ۭ وَمَا هُمْ بِضَاۗرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا
بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّھُمْ وَلَا يَنْفَعُھُمْ ۭ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ
مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ڜ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَھُمْ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ 102
وَلَوْ اَنَّھُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ 103

ترجمہ: ”اور انہوں نے اتباع کیا ان باتوں کا جس کا چرچا شیاطین صفت لوگ سلطنت سلیمانی کا نام لے کر بتایا کرتے تھے۔ یہ کفریہ بات سلیمان نے کبھی نہیں کہی۔ لیکن شیاطین ہی یہ کفر کرتے تھے کہ لوگوں کو جادوگری کی تعلیم دیتے تھے اور ان باتوں کی طرف بھی یہود خوب لپکے ہیں جو شہر بابل میں دو فرشتوں پر اترا ہوا بتاتے تھے اور وہ دونوں تو ایسا علم سکھاتے تھے کہ اول تو کہہ دیتے، دیکھو ہمارا وجود ایک امتحان ہے تو تم کہیں کافر نہ ہو جائیو! پس پھر سیکھ لیتے ان دونوں سے ایک علم اور اس کا استعمال یوں کرتے کہ جدائی ڈالتے کسی مرد اور اس کی بیوی کے درمیان اور بغیر اذن الٰہی کے یہ لوگ اس ذریعہ سے کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے، اور کچھ ایسا علم سیکھ بیٹھے جو ان کے لئے ضرر کا باعث ہے اور اس میں ان کو نفع مطلق نہیں اور وہ یہ جانتے بھی ہیں کہ جو اس طرح کی جادو کی چیزیں سیکھے گا آخرت میں اس کا کچھ بھی حصہ نہیں رہا۔ کتنی بری چیز ہے جسے خریدنے میں انہوں نے اپنی جان داؤ پر لگادی۔ اور اگر یہ

لوگ ایمان لاتے اوران بیہودہ باتوں کے (جادوٹونے) اختیار کرنے کے بجائے تقویٰ اختیار کرتے تو اللہ کے یہاں بہتر معاوضہ پاتے۔کاش کہ یہ عقل سے کام لیتے۔"

(2۔البقرہ، آیت: 102,103)

یہود کو خدا نے کتاب کا وارث بنایا تھا۔اس کتاب پر عمل کر کے وہ تمام دنیا کے لوگوں پر فضیلت حاصل کر سکتے تھے۔مگر بجائے علم کتاب کے ان میں سے مکار صفت لوگوں نے اور ہلکٹ قسم کے مذہبی پیشواؤں نے جادو منتر کا علم سیکھنا سکھانا جاری کر رکھا تھا۔

جادو کے متعلق آج تک انسانی معاشرے میں اچھا خیال قائم نہیں ہو سکا کیونکہ اللہ نے انسان میں سمجھ بوجھ کا جو فطری مادہ رکھا ہے اور انسان کے لاشعور میں سچائی کا جتنا مخفی عنصر موجود ہے اس کی موجودگی میں روئے زمین پر جادو کا علم چند سفلی قسم کے لوگوں کو چھوڑ کر کسی کے نزدیک بھی فضیلت کی وجہ نہ بن سکتا۔علم چاہے کسی بھی قسم کا ہو سائنس فن طب، علم کلام، جغرافیہ،نفسیات علم نباتات، حیاتیات وغیرہ جتنے بھی انسان نے ایجاد کئے ہیں اس میں خدائی رہنمائی سے اسے خوب فضیلت حاصل رہی۔اور آج بھی کوئی قوم کسی علم میں آگے بڑھتی ہوئی نظر آتی ہے تو یہ علم انسانی معاشرے میں ان کے لئے فضیلت اور بڑائی کا سبب بن جاتا ہے۔لیکن جادو ٹونے، ٹوٹکے، چھو چھا، جنتر منتر وغیرہ کا سفلی علم کبھی بھی انسانی دنیا میں علمی فضیلت کا معیار نہ بن سکا۔

اور عموماً اس طرح کے علوم کے ماہرین دنیا میں بھیک مانگنے والے مداریوں اور شعبدہ باز لوگوں کی سی ذلیل وخوار زندگی بسر کرتے آرہے ہیں۔مگر انبیاء ورسل کے ممبروں پر بیٹھنے والے یہودی علماء نے کتاب چھوڑ کر علم سحر سیکھا۔یہود کا رجحان جب جادو ٹونے کی طرف ہوا تو عام انسانی معاشرے میں

پائے جانے والے سچائی کے وجدان کی نسبت سے ان کے سامنے یہ سوال بار بار آتا رہا کہ اہل کتاب ہوکر یہ کیا ڈھونگ رچا رہے ہو؟ دین و مذہب کی باتیں کرنے والے کتاب، وحی والہام کے علوم کا چرچا کرنے والے ہوکر جادو کے علوم سے دنیا فتح کرنے نکلے ہو اس طرح کی آوازیں یہود کے مذہبی تقدس کو اکثر چیلنج کرتی ہوئی سننے میں آتیں۔

اس موقع پر ان مذہبی مداریوں نے ایک اور افسانہ گھڑ نکالا کہ حضرت سلیمانؑ کی ساری سلطنت جادو پر قائم تھی۔ اور اسی زمانے کے علوم ہمارے پاس ہیں۔ سلیمانؑ خدا کے پیغمبر تھے اور جادو کے علم سے سلیمانؑ کی پیغمبری میں کوئی نقص نہ آسکا تو ہم کو یہ علوم سیکھنے سکھانے میں کس کی مجال ہے کہ ناجائز کہہ سکے۔ اس طرح خود اپنے کالے کرتوتوں کو چھپانے کے لئے بہت سے معاملات میں یہود نے اپنے نبیوں اور بڑے لوگوں کی زندگیوں کو بداخلاقی کے تارکول سے سیاہ کردیا تاکہ آئندہ نسل جب کوئی اعتراض کرے تو کہا جاسکے کہ جناب خدا کے بڑے بڑے بزرگ جب یہ کام کرتے تھے تو ہم تم کو کرنے میں کیا حرج ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں حضرت سلیمانؑ کی حیات طیبہ کو صاف طور پر الگ کر کے بتایا کہ جادو کفریہ علم ہے اور سلیمانؑ نے کبھی کفر نہیں کیا۔ البتہ جن و شیاطین اور انسان کا ملا جلا معاشرہ پہلی بار حضرت سلیمانؑ کے دور اقتدار میں وجود میں آیا اس وقت شیاطین اور جنات اور بعض خبیث انسان اپنی دھاک جمانے کو یہ چرچا کرتے کہ سلیمانؑ کو اتنی زبردست قوت ہمارے جادو کے بل پر حاصل ہے۔ یاد رہے کہ حضرت سلیمانؑ نے جس طرح انسانوں پر حکومت کی ہے اسی طرح جنات اور شیاطین پر بھی اور ہر ایک سے اس کی طاقت کی مناسبت سے آپ نے کام لیا ہے۔ بعض شیاطین سے دیگیں بنواتے جو ہزاروں انسان مل کر نہ بنا سکیں۔ بعض کو سمندر میں غوطے لگواتے، زنجیروں میں باندھ کر رکھتے اور ان سے بڑی بڑی عمارتیں بھی

تعمیر کرواتے ، اس طرح زمین پر ایک مرتبہ آدم کی فضیلت پھر قائم ہوگئی کہ خدا نے جو تسخیر کی طاقت انسان کو دی ہے اگر قدرت اس کا ساتھ دے تو وہ اس طاقت سے ساری مخلوق کو قابو میں کر سکتا ہے۔

دوسری بات بابل میں ہاروت و ماروت سے متعلق ہے۔ یہود کا بڑا گروہ بابل کی اسیری کے زمانے میں یہ علم سیکھنے لگا تھا۔ خود اہل کتاب تھے مگر کتاب کو جانتے نہیں تھے۔ بابل میں جادو کا اتنا زور تھا کہ کسی کی جوان بہو بیٹی کو اپنے ساتھ کر لینے میں بدکار لوگ اس علم کا استعمال کرتے ، یہود اہل کتاب تھے جادو کا ان پر جب وار ہوا تو گھبرا گئے۔ خدا کی کتاب جانتے نہیں تھے اور نہ اس کی طاقت سے واقف تھے۔

انھیں یہ بھی پتہ نہیں تھا کہ جادو کا توڑ خود ہمارے پاس کلام الٰہی میں بھی ہو سکتا ہے "لوہے کو لوہا کاٹے" والی کہاوت کے مطابق یہ بھی جادو سیکھنے کی طرف متوجہ ہوئے لیکن اللہ تعالیٰ نے بروقت ان یہود کی رہنمائی کے لئے دو فرشتوں کو بھیج کر ایسا علم ان کے لئے بھیج دیا جو جادو کا توڑ تھا۔ اس طرح پوری قوم جادو کے اثر سے محفوظ ہوگئی مگر یہود نے اسی ہاروت ماروت والے علم کو دوسرے کی بہو بیٹیوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے میں لگا دیا۔ اور اس طرح جادو کا توڑ کرنے والا علم ان یہود کے ہاتھوں پڑ کر غلط راہ میں استعمال ہونے لگا۔ دشمنوں کے شر سے حفاظت کے علم کو ان ظالموں نے گنڈے تعویز اور دھاگے ڈورے میں سمو کر دوسروں کی بیویوں کو اپنے اوپر عاشق کرنے اور پرائی عورتوں سے آنکھ لڑانے میں لگا دیا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی اس حرکت پر انھیں سرزنش فرمائی اور سلیمان و ہاروت و ماروت کو اس فعل قبیح سے بری قرار دیا۔

فن جادوگری میں یہود کی دلچسپی تو بابل کی اسیری کے دور میں شروع ہوئی اور جادو میں جب ان لوگوں

نے مقامی آبادی سے بھی زیادہ استادی دکھانی شروع کی تو حضرت مسیح کے 538 سال قبل شہنشاہ ایران نے یہودی جادوگروں کو ملک بدر کردیا اور پھر جہاں بھی یہ علماء یہود تشریف لے گئے، علم سحر کے تمام نکات عملیات کے طریقے نیز مشکل و جان لیوا تجربے کرا کے ہر ملک کے عوام کو علوم سحر سے سرفراز فرمادیا۔ بائبل میں بھی ان کی جادوگری کا بیان ہے۔

''تیری جادوگری سے سب قومیں گمراہ ہوگئیں'' (مکاشفہ باب 18، آیت: 23)

''انہوں نے اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کو آگ پر چلوایا اور فال گیری سے کام لیا، اور اپنے کو بیچ ڈالا تا کہ خداوند کی نظر میں بدی کر کے اسے غصہ دلائیں اس لئے خداوند اسرائیل سے بہت ناراض ہوا۔''

(سلاطین دوم بات 17، آیت: 17,18)

یہودی کتب کے ان حوالوں سے ہی یہ ثابت ہوا کہ جادوگری کے سبب اللہ بنی اسرائیل پر ناراض ہوا۔ بابل سے اخراج کے بعد حضرت عیسیٰؑ کی بعثت تک یہود نے علم سحر کو ایک قومی فن بنادیا۔ اخلاق، دینیات، معیشت و امور سلطنت سے انھیں اب کوئی دلچسپی نہیں رہی۔

بعثت مسیحؑ کے وقت یہود رومی سلطنت کے غلام تھے اور اسی غلامانہ ذہنیت کی جادوگر قوم نے حضرت مسیحؑ کے معجزات کو جادو پر غالب دیکھا تو بگڑ گئی، اور قتل مسیح کا پروانہ اپنے آقاؤں سے یعنی رومی عدالت سے لے آئے۔ اب کسی کو یہ سمجھنے میں کوئی دقت نہ ہوگی کہ حضرت عیسیٰؑ کے معجزات تمام انبیاء کے معجزات میں اپنی نوعیت کے اعتبار سے عجیب تھے اور فن طب میں انسان کی ترقی کے آخری حدود کا تعین اور فن سحر میں جادوگری کے توڑ کے لئے بہت ہی بروقت تھے۔

یہی وہ زمانہ تھا کہ ایک جانب فن طب میں یونانیوں کا زور تھا، دوسری جانب فن سحر میں بنی اسرائیل دنیا

کی امامت کررہے تھے۔ ایسے موقع پر حضرت مسیحؑ کو دی گئی نشانیاں موقع کی مناسبت سے نہایت ہی اہم رول ادا کرنے میں کامیاب تھیں۔ کوڑھیوں کو درست کردینا، مادرزاد اندھوں کو بصیرت عطا کردینا، گونگوں کو گویائی عطا کرنا حتٰی کہ اللہ کی اجازت سے مردوں کو زندہ کردینا یہ معجزات عیسوی اتنے زبردست تھے کہ یونانی فن طب مبہوت ہوکر رہ گیا اور یونانی طب فن تو کیا آج کی ترقی یافتہ ادویات (Medicines) (Pharmaceutical) اور سرجری Surgery تک اس کا مقابلہ نہیں کرسکتیں اور نہ آگے بھی کرسکیں گی۔ اسی طرح پاگلوں کو درست کردینا، بدروحوں کو نکال باہر کرنا اور آسیب زدہ لوگوں کو چنگا کردینے سے فن سحر کی کمر ٹوٹ کر رہ گئی۔

بعثت محمدیؐ کے وقت یہود جب حضورؐ کا مقابلہ دلائل سے نہ کرسکے تو خدا کے آخری نبیؐ پر بھی جادو کا وار کرہی دیا۔ مگر یہاں کیا اثر ہونے والا تھا قرآن پاک کی آخری دو سورتیں سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کا نزول ہوا، اور رہتی دنیا تک مسلمانوں کے ہاتھ میں جادو کے توڑ کا قدرتی ہتھیار دیا گیا۔ اس طرح اس علم سحر کو ادھ مرا کردیا گیا، جو تھوڑی بہت سانس اس میں باقی رہی وہ علوم وفنون میں انسان کی آج کی ترقی نے ختم کردی اور اس سفلی علم سے بڑی حد تک ابناء آدم کو قریب قریب چھٹکارا مل گیا۔

مضمون کی مناسبت کے لحاظ سے ہم یہاں ایک بات مسلمانوں کے تعلق سے واضح کردینا چاہیں گے، وہ یہ کہ ہماری شریعت حقہ نے جادو ٹونے کو قطعاً حرام قرار دیا ہے اور اس سفلی علم کا شکار اگر کوئی ہوجائے تو اسے قرآن پاک کی آخری دو سورتیں سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کو یاد رکھنا چاہیے جو تمام قسم کے جنتر منتر نیز شیطانی وسوسوں کے مقابلہ میں خداوند قدوس کی قوت قاہرہ کا ایک زبردست مظہر ہیں۔ کسی بھی شیطانی سازش کے مقابلے میں یہ دونوں سورتیں اہل ایمان کا زبردست ہتھیار ہیں اور کسی طرح کے جادو ٹونے سے انھیں ڈرنے کی مطلق ضرورت نہیں۔

(9) سحر (جادو) کا توڑ

سحر (جادو) ٹونا، ٹوٹکا، ٹھوکا اور سفلی عمل سے متاثر مؤمن مرد عورت بچے اور بچیوں کے لئے ایک سفید بوتل میں پانی بھر کر یہ آیات پڑھ کر دم کرلیں اور فجر کی نماز کے بعد عشاء کی نماز کے بعد تھوڑا تھوڑا یہ پانی پلادیا کریں چہرہ پر اس پانی کا ہلکا چھڑکاؤ بھی کر سکتے ہیں جیسے جیسے پانی ختم ہوتا جائے اس میں صاف ستھرا پانی ملالیں ہوسکے تو اس پانی میں زم زم بھی ملادیں یہ آیات پڑھ کر بدن پر دم بھی کر سکتے ہیں۔

قرآن مجید کی یہ چھیالیس (46) آیات اور آخر میں درج شدہ حدیث پاک کی تین دعائیں سحر (جادو) کا مکمل توڑ ہیں ان کو پڑھ کر بدن پر دم کرنے سے یا دم کئے ہوئے پانی کے پینے سے کسی بھی قسم کے جادو کے اثر سے انشاء اللہ پہلے ہی دن محفوظ ہوجائیں گے۔ اگر جادو کا حملہ بہت شدید ہو تو کسی نیک صالح انسان یا کسی عالم سے یہ آیات اور حدیث شریف کی دعائیں Butter Paper بٹر پیپر پر زعفران سے لکھوالیں اور اس لکھے کاغذ کو دھو کر پانی سفید بوتل میں بھرلیں اور روزانہ بعد نماز فجر اور بعد نماز عشاء تھوڑا تھوڑا پیتے رہیں۔

الحمدللہ قرآن مجید کی آیات اور حدیث شریف کی دعاؤں پر مشتمل یہ نسخہ ہر مرد وعورت اور بچہ بچی کے لئے جس پر جادو کیا گیا ہو مکمل طور پر شفاء حاصل کرنے کا سبب اور ذریعہ ہے، جب تک شفاء حاصل نہ ہو اللہ اور اس کے رسولؐ کے قول پر یقین رکھتے ہوئے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق برابر اس نسخہ کا استعمال کریں۔

آیات اور احادیث پڑھ کر دم کیا ہوا پانی پینے کے بعد تھوڑا سا شہد الگ سے چاٹ لیا کریں پانی میں شہد

نہ ملائیں۔

یہ آیات اور احادیث لکھ کر تعویز بنا کر گلے میں لٹکانا سختی سے منع کرتا ہوں۔

آگے آسیب اور شیاطین وغیرہ کے اثرات سے بچنے کے لئے آیات لکھی گئی ہیں اگر کسی پر آسیب یا شیاطین کے اثرات ہو جائیں تو یہ آیات پڑھ کر اس پر دم کریں انشاء اللہ فائدہ ہوگا۔ اگر شدید اثرات ہوں تو زعفران سے بٹر پیپر یا کسی طشتری پر کسی نیک صالح آدمی سے لکھوا کر لکھا ہوا پیپر یا طشتری بڑے برتن میں رکھ کر دھولیں اور پانی سفید بوتل میں رکھ لیں روزانہ بعد نماز عشاء تھوڑا تھوڑا پانی پی لیا کریں اگر مل سکے تو پانی میں تھوڑا زم زم ملا دیں۔ جیسے جیسے پانی ختم ہوتا جائے مزید اور پانی ملا دیں اور اس وقت تک پیئیں جب تک شفاء نہ ہو اللہ نے چاہا تو بہت جلد شفاء نصیب ہوگی اور سارے اثرات ختم ہو جائیں گے۔

(10) قرآن مجید کی آیات اور احادیث جادو (سحر) کے توڑ کے لئے

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿98﴾ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿99﴾ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ﴿100﴾

ترجمہ: ’’آپ جب جب قرآن پڑھنے لگو تب تب شیطان مردود کے وسوسوں سے بچنے کے لئے اللہ کی پناہ اور سہارا حاصل کر لیا کرو۔ جو لوگ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اللہ پر بھروسہ رکھتے ہیں ایسے لوگوں

پر شیطان کا کوئی وار نہیں چل سکتا۔ شیطان کا قابو صرف ایسے لوگوں پر چلتا ہے جو اس سے دوستی رکھتے ہیں اور شیطان کے ساتھی بن کر اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہیں۔''

(16۔ النحل، آیت: 100-98)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿1﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿2﴾ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ﴿3﴾
اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ﴿4﴾ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ﴿5﴾
صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ﴙ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّیْنَ ﴿7﴾

ترجمہ: ''سب تعریف اللہ کو ہے جو رب ہے سارے جہانوں کا۔ بہت مہربان بار بار رحم کرنے والا۔ مالک ہے انصاف کے دن کا۔ ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ چلا دے ہم کو راہ سیدھی۔ راہ ان لوگوں کی جن پر تو نے انعام فرمایا۔ نہ جن پر غضب ہوا اور نہ بھٹکنے والے۔''

(1۔ سورۂ فاتحہ، آیت: 7-1)

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّیٰطِیْنُ عَلٰی مُلْكِ سُلَیْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَیْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّیٰطِیْنَ
كَفَرُوْا یُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۗ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَیْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ؕ
وَمَا یُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰی یَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ؕ فَیَتَعَلَّمُوْنَ
مِنْهُمَا مَا یُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَیْنَ الْمَرْءِ وَ زَوْجِهٖ ؕ وَمَا هُمْ بِضَآرِّیْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا
بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَیَتَعَلَّمُوْنَ مَا یَضُرُّهُمْ وَلَا یَنْفَعُهُمْ ؕ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ
مَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ؕ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ ؕ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ﴿102﴾

ترجمہ: ''اور لگے ان باتوں کے پیچھے جن کا چرچا شیاطین صفت لوگ سلطنت سلیمانی کا نام لے کر کیا

کرتے تھے اور یہ کفر کی بات سلیمان نے کبھی نہیں کہی لیکن شیاطین ہی یہ کفر کرتے تھے، کہ لوگوں کو جادو گری کی تعلیم دیتے تھے اور یہ کتاب پائے ہوئے لوگ ہو کر بھی ان باتوں کی طرف ٹوٹ پڑے ہیں جیسے شہر بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر اترا ہوا بتاتے تھے حالانکہ وہ دونوں تو ایک ایسا علم سکھاتے تھے کہ اول یہ کہہ دیا کرتے تھے کہ دیکھو ہمارا وجود تو ایک امتحان ہے پھر کہیں تم کافر نہ ہو جائیو تب بھی ان دونوں سے ایک علم سیکھتے اور اس کا غلط استعمال کر کے جدائی ڈالتے کسی آدمی اور اس کی بیوی کے درمیان۔ یہ لوگ خدا کے حکم کے بغیر کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے اور ایسی باتیں سیکھتے سکھاتے جو اُن کے لئے نقصان کا سبب تھیں اور اس میں ان کو مطلق نفع نہیں تھا، اور وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ جو اس طرح جادو کی چیزیں سیکھے گا آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں رہا، کاش انھیں معلوم ہوتا کہ کتنی بری چیز ہے جس کے خریدنے میں انہوں نے اپنی جان بھی داؤ پر لگا دی۔"

(2۔البقرہ، آیت: 102)

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا یَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ﴿255﴾

ترجمہ: "اللہ کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں، وہ صاحب حیات ہے سب کا تھامنے والا ہے۔ اس پر اونگھ اور نیند کبھی طاری نہیں ہوتی، آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اسی کا ہے، کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے حضور سفارش لاسکے، مخلوق کے سامنے جو کچھ ہے اور جو چھپا ہوا ہے سب کچھ اسی کے علم میں ہے، اللہ کے چاہے بغیر اس کے علم میں سے کسی بھی چیز پر یہ لوگ حاوی نہیں ہوسکتے، اس کی کرسی نے سب آسمانوں اور زمین کو گھیرے میں لے رکھا ہے اور ان سب کی نگہبانی کرنے میں وہ کبھی تھکتا

نہیں، وہ بہت عالیشان اور عظیم الشان ہے۔''

(2۔البقرہ، آیت: 255)

الٓمّٓ ﴿1﴾ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ﴿2﴾

ترجمہ: ''الف، لام، میم، معبود تو بس اس ایک اللہ کے سوا کوئی بھی نہیں وہی زندہ اور سب کا تھامنے والا ہے۔''

(3۔آل عمران، آیت: 1,2)

اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ ۪ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿175﴾

ترجمہ: ''دراصل وہ تو شیطان ہے جو اپنے دوستوں کا ڈر بتاتا ہے اگر تم ایمان والے ہو تو ان سے ہرگز مت ڈرو، ڈر اور خوف تو بس مجھ سے ہی رکھنا۔''

(3۔آل عمران، آیت: 175)

اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ﴿11﴾

ترجمہ: ''جب اللہ نے تم پر اونگھ کی چادر ڈھانک دی جس کے سبب تم کو امن ملا یعنی خوف دور ہوا اور آسمان سے پانی بھی برسا دیا تاکہ تم کو پاک صاف کر دے اور شیطان کی گندگی سے تم کو بچا لے اور تمہارے دل آپس میں بندھے اور جڑے رہیں، اور قدم بھی خوب جم جائیں۔''

(8۔الانفال، آیت: 11)

قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ ۙ السِّحْرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ

الْمُفْسِدِيْنَ ﴿81﴾

ترجمہ: ''موسیٰ'' نے فرمایا کہ یہ ہے جادو جو تم لائے ہو بیشک اللہ اس کو بگاڑ کر باطل کر ڈالے گا (اور ملیامیٹ کر ڈالے گا) یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ فسادیوں کے کام کو اصلاح کے مقابلے میں چلنے نہیں دیتا۔''

(10۔یونس، آیت: 81)

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ

ترجمہ: ''اور ہم نے ایمان والوں کے لئے قرآن کو نازل کر کے اس میں ایسی تاثیر رکھی ہے جس میں بیماری کا علاج اور تندرستی ہے۔''

(17۔بنی اسرائیل، آیت: 82)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ الٓمّٓصٓ ○ طٰهٰ ○ يٰسٓ ○ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ○
حٰمٓ ○ عٓسٓقٓ ○ كٓهٰيٰعٓصٓ ○ قٓ ○ نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ○

قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ﴿66﴾

ترجمہ: ''کہا بلکہ تم ہی ڈالو بس جیسے ہی جادوگروں نے اپنا کرتب ڈالا تو ان کی رسیاں اور لاٹھیاں جادو اور نظر بندی کے سبب موسیٰ کے خیال میں ایسی دکھنے لگیں جیسے کہ دوڑتی ہوں۔''

(20۔طٰہٰ، آیت: 66)

وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ﴿97﴾ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ﴿98﴾

ترجمہ: ''اور آپ یوں دعا کرتے رہو کہ اے میرے پروردگار میں پناہ طلب کرتا ہوں، مجھے شیطان کی چھیڑ چھاڑ سے بچا کر اپنی حفاظت میں لے لے، اے میرے رب مجھے تو اس سے بھی بچالے کہ وہ میرے پاس آئیں۔''

(23۔المومنون، آیت: 97,98)

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ (115) فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ (116) وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۗ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ (117) وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ (118)

ترجمہ: ''کیا تم نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ ہم نے تم کو یونہی بے مقصد پیدا کیا تھا اور تم کو ہمارے پاس واپس لوٹ کر نہیں آنا تھا، اللہ بہت بلند اور اعلیٰ ہے، سچا بادشاہ صرف وہی ہے اس کے سوا کوئی دوسرا معبود ہو ہی نہیں سکتا اور عزت والے عرش کا رب بھی صرف وہی ہے جو شخص بھی اللہ کے ساتھ ملا کر کسی اور سے دعا کرے تو اس کی یہ دعا بے دلیل ہے، ایسے آدمی سے اس کے رب کے حضور بڑا سخت حساب لیا جائے گا، ایسے لوگ تو کافر ہو گئے جن کو کبھی کامیابی نہیں مل سکتی، بس آپ دعا کرتے رہو کہ اے میرے رب بخش دے اور رحم فرما اور سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا تو ہی ہے۔''

(23۔المومنون، آیت: 115-118)

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ (1) مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ (2) وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ (3) وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ (4) وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ (5)

ترجمہ: ''کہہ دو کہ میں فلق کے پیدا کرنے والے رب کی پناہ مانگتا ہوں اس کی پیدا کی ہوئی تمام مخلوق

کے شر سے بچنے کے لئے اور اندھیری رات کے شر سے جب وہ سمٹ کر چھا جائے اور گنڈوں میں پھونکنے والیوں کے شر اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے۔''

(113۔سورۃ الفلق)

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ﴿1﴾ مَلِكِ النَّاسِ ﴿2﴾ اِلٰهِ النَّاسِ ﴿3﴾ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ڏ الْخَنَّاسِ ﴿4﴾ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ﴿5﴾ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ ﴿6﴾

ترجمہ: ''کہہ دو میں انسانوں کے رب کی پناہ میں آیا، انسانوں کے بادشاہ کی پناہ میں آیا، تمام انسانوں کے معبود کی پناہ میں آیا، وسوسہ ڈال کر دبک کر چھپ جانے والے خناس کے شر سے بچنے کے لئے میں نے اللہ کا سہارا حاصل کر لیا، جو لوگوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالتا ہے، پھر وہ جناتوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے ان کے شر سے بچنے کے لئے میں اللہ کی پناہ میں آیا۔''

(114۔سورۃ الناس)

اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّمَا اَجِدُ وَ اُحَاذِرُ۔

(حدیث پاک کی ایک دعا)

ترجمہ: ''اللہ کی عزت اور اس کی قدرت وطاقت کی پناہ میں آیا، ہر اس چیز کے شر سے جس کو میں محسوس کرتا ہوں اور جس کا مجھے خطرہ ہو۔''

یَا رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ط کُنْ لِیْ جَارًا مِنْ کُلِّ شَرِّ الشَّیٰطِیْنِ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ وَاَتْبَاعِهِمْ ط اَنْ یَّفْرُطَ عَلَیَّ اَحَدٌ مِنْهُمْ عَزَّ جَارُكَ جَلَّ ثَنَاؤُكَ وَلَآ اِلٰهَ غَیْرُكَ۔

(حدیث میں رسول اللہ ﷺ کی دعا)

ترجمہ: ''اے ساتوں آسمانوں کے رب اور عظمت والے عرش کے رب تو ہو جا میرا مددگار شیطانوں

کے ہر قسم کے شر سے بچنے کے لئے میری مدد فرما چاہے وہ شیاطین انسانوں میں سے ہوں یا جناتوں میں سے ہوں اور ان کے جتنے چیلے چانٹے ہیں ان سب سے تو میری ایسی حفاظت فرما کہ ان میں سے کوئی ایک بھی مجھ پر جھپٹ نہ سکے، عزت اس کو ہے جو تیری پناہ میں آیا۔ تیری تعریف اور بڑائی ظاہر ہے سب پر، تیرے سوا کوئی معبود ہو ہی نہیں سکتا۔"

اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَامَّةٍ وَّعَيْنٍ لَّامَّةٍ ۔

(حدیث پاک میں رسول اللہؐ کی ایک اہم دعا)

ترجمہ: "اللہ کے کامل اور مکمل کلمات کا سہارا لے کر ہر شیطان، زہریلے جانور، زہر والے کیڑے، ہر گھبراہٹ اور خوف کی چیز کے شر سے اور نظر بد سے بچنے کے لئے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔"

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ ۔

(حدیث میں آیا ہوا درود شریف)

ترجمہ: "اے اللہ درود و سلام کا ہدیہ نازل فرما حضرت محمد ﷺ پر جو تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں، اور اس شان کے نبی ہیں کہ تیرے سوا ان کو کسی نے پڑھایا نہیں۔"

(11) آسیب، جن، شیاطین کے شر سے بچنے کے لئے ان آیات کو پڑھ کر دم کریں انشاء اللہ شفاء ہوگی

قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ﴿59﴾

ترجمہ: "آپ ان سے پوچھو کہ کیا ایسا کرنے کا اللہ نے تم کو حکم دیا تھا یا جھوٹ موٹ اللہ پر کچھ بھی

باندھ لیتے ہو۔"

(10۔سورہ یونس، آیت: 59)

قَالَ اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ﴿108﴾

ترجمہ: "اللہ فرمائے گا کہ دھتکارے پھٹکارے اسی میں پڑے رہو اور ہم سے اب سہولت مانگنے کی بات ہی نہ کرنا۔"

(23۔سورۃ المومنون، آیت: 108)

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ۭ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ﴿33﴾

ترجمہ: "اے جنات اور انسان اگر تم سے ہو سکے تو آسمانوں اور زمین کی سرحدوں سے باہر نکل جاؤ نہیں نکل سکو گے مگر اس کے لئے تم کو بڑا زور لگانا پڑے گا۔"

(55۔سورۃ الرحمٰن، آیت: 33)

يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ڏ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ﴿35﴾

ترجمہ: "تم پر آگ کے شعلے اور پگھلا ہوا تانبا چھوڑا جائے گا کہ اس کا مقابلہ نہ کر سکو گے۔"

(55۔سورۃ الرحمٰن، آیت: 35)

قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ﴿34﴾ وَّاِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿35﴾

ترجمہ: "اللہ نے فرمایا کہ تو یہاں سے نکل جا، اب تو مردود ہو گیا، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ انصاف

کے دن تک تجھ پر برابر لعنت برستی رہے گی۔"

(15۔سورۃ الحجر، آیت: 34,35)

قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ ﴿77﴾ وَإِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيٓ إِلَىٰ يَوْمِ الدِّينِ ﴿78﴾

ترجمہ: "رب نے فرمایا نکل جا یہاں سے تجھ پر سنگ باری کرا کے ذلیل کروں گا، اور بیشک میری طرف سے انصاف کے دن تک تجھ پر پھٹکار برستی رہے گی۔"

(38۔سورہ ص، آیت: 77,78)

وَإِنِّيٓ أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَٰنِ الرَّجِيمِ ﴿36﴾

ترجمہ: "اور میں اس مریمؑ کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود کے شر سے بچنے کے لئے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔"

(3۔سورہ آل عمران، آیت: 36)

نوٹ: اللہ کے نام کو سہارا لے کر قرآن مجید کی آیات اور حدیث شریف میں آئی ہوئی دعاؤں کے ذریعہ جادو کا توڑ کرنا ہے۔ تاکہ جس شخص پر جادو کا اثر ہوا سے اللہ تعالیٰ کے حکم سے تندرستی اور شفاء حاصل ہو۔

جاننا چاہئے کہ دوا ہو یا دعا شفاء صرف اللہ کے چاہنے سے حاصل ہوسکتی ہے۔ جادو کے شکار انسان کو دماغی خلل ہو یا اور کوئی بیماری ہو تو اس کا علاج ضرور کرایا جائے۔ اور جادو کے اثر کو ختم کرنے کے لئے اس مضمون میں لکھی ہوئی کلام اللہ شریف اور حدیث پاک کی دعاؤں کا استعمال بھی بتائے ہوئے طریقے کے مطابق کیا جائے اس لئے کہ دعا بھی سنت ہے اور دوا بھی سنت ہے۔

(12) بیعت کی بنیاد

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ حَوْلَہٗ عِصَابَۃٌ مِّنْ اَصْحَابِہٖ بَایِعُوْنِیْ عَلٰی اَنْ لَّاتُشْرِکُوْا بِاللّٰہِ شَیْئًا وَلَا تَسْرِقُوْا وَلَا تَزْنُوْا وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَکُمْ وَلَا تَاْتُوْا بِبُھْتَانٍ تَفْتَرُوْنَہٗ بَیْنَ اَیْدِیْکُمْ وَاَرْجُلِکُمْ وَلَا تَعْصُوْا فِیْ مَعْرُوْفٍ فَمَنْ وَفٰی مِنْکُمْ فَاَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ ۔

(بخاری جلد اول کتاب الایمان باب 11)

ترجمہ: ''رسول اللہؐ کے پاس صحابہؓ کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی اس وقت آپؐ نے ارشاد فرمایا میرے ہاتھ پر بیعت کرو کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرو گے اور نہ چوری کرو گے اور نہ زنا کرو گے نہ اپنی اولاد کو مار ڈالو گے۔ اور اپنے ہاتھ پاؤں کے درمیان کوئی بہتان کھڑا کر کے نہ لاؤ گے اور نیک بات میں نافرمانی نہ کرو گے۔ پھر جو کوئی تم میں یہ اقرار پورا کرے اس کا ثواب اللہ پر ہے۔''

اس حدیث شریف کے مضمون سے ملتی جلتی قرآن مجید کی سورۃ الممتحنہ میں ایک آیت بھی ہے جو ترجمہ کے ساتھ درج ذیل ہے۔

یٰۤاَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَکَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَکَ عَلٰۤی اَنْ لَّا یُشْرِکْنَ بِاللّٰہِ شَیْئًا وَّلَا یَسْرِقْنَ وَلَا یَزْنِیْنَ وَلَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَھُنَّ وَلَا یَاْتِیْنَ بِبُھْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَہٗ بَیْنَ اَیْدِیْھِنَّ وَاَرْجُلِھِنَّ وَلَا یَعْصِیْنَکَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَایِعْھُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَھُنَّ اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿12﴾

ترجمہ: ''اے نبیؐ! جب آپ کے پاس ایمان والی خواتین اس بات پر بیعت کرنے کو حاضر ہوں کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں گی، چوری نہ کریں گی اور بدکاری نہیں کریں گی اور اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی اور اپنے ہاتھ پاؤں کے درمیان کوئی بہتان کھڑا کر کے نہ لائیں گی، اور کسی بھلے کام میں آپؐ

کی نافرمانی نہیں کریں گی تو ان کی بیعت قبول کرلو اور ان کے لئے اللہ سے مغفرت کی درخواست کرو بیشک اللہ مغفرت فرمانے والا رحیم ہے۔"

(60۔سورۃ الممتحنہ، آیت: 12)

آیت شریفہ اور حدیث پاک دونوں سے معلوم ہوا کہ بیعت ایک ضروری چیز ہے اور رسول اللہؐ نے صحابہ کرامؓ اور صحابیات خواتین سے بیعت لی ہے، موجودہ زمانہ میں بیعت کے بارے میں کچھ لوگ منھ چڑاتے ہیں اور اس کو پیری مریدی کے نام سے موسوم کرتے ہیں اس کے دو سبب ہیں ایک یہ ہے کہ لوگ بیعت کی حقیقت اور اس کے معنی سے ناواقف ہونے کی بنا پر اس کے خلاف بولتے ہیں۔

دوسرے یہ کہ بیعت اور پیری مریدی کی لائن میں کچھ ایسے لوگ گھس گئے ہیں جو بہروپئے اور جعلی قسم کے لوگ ہیں نہ انھیں بیعت کی حقیقت معلوم ہے نہ کوئی تقویٰ پرہیزگاری ہے اور نہ ہی کوئی علم ہے اس لئے بیعت کے معاملہ میں اللہ کے کسی ولی بندے کو اچھی طرح جانچ اور پرکھ لینا چاہئے کہ یہ شخص ہمیں اللہ کا سیدھا راستہ بتائے گا اور اس کی صحبت میں رہ کر دین کا صحیح علم حاصل ہوگا اور اللہ کی معرفت حاصل ہوگی تو ایسے شخص سے بیعت کرلینا مفید ہوگا، باقی ڈھونگی اور پیٹ بھرو قسم کے لوگوں سے دور رہنا چاہئے۔

آیت اور حدیث پاک کے الفاظ پر بار بار نظر ڈالیں ترجمہ پر غور کریں انشاءاللہ بیعت کی حقیقت اور اس کا مقصد اصلی آپ سمجھ جائیں گے کہ شرک اور گناہ کبیرہ سے توبہ کرنے یا ان گناہوں سے دور رہنے کا عہد کرنے کا نام بیعت ہے۔

(13) شرک سب سے بڑا گناہ ہے

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ وَلَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ مَاتَ وَيُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ ۔

(مسلم جلد اول، کتاب الایمان، باب الدَّلِیْلُ عَلٰی اَنَّ مَنْ مَاتَ لَایُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَیْئًا)

ترجمہ: ''رسول اللہؐ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ کے ساتھ شرک نہ کرتا ہوا مرا وہ جنت میں داخل ہوگا، اور جو اس حال میں مرا کہ وہ اللہ کے ساتھ شرک کرتا تھا تو وہ جہنم میں داخل ہوگا۔''

اس حدیث شریف میں ہر شخص کو چوکنا کر دیا گیا ہے کہ وہ مرنے سے پہلے اپنا محاسبہ کر لے کہ وہ شرک سے دور ہے یا نہیں شرک کو اس نے چھوڑا یا نہیں اگر وہ شرک سے بچا رہا ہے تو وہ بلاشبہ موت کے بعد جنت میں داخل ہوگا، لیکن اگر کوئی آدمی اس حال میں مرا کہ اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہو تو اس کے بارے میں اللہ کے رسولؐ نے دوزخی ہونے کی بات کہی ہے، حدیث شریف کا پورا مفہوم سمجھنے کے لئے قرآن مجید کی آیات کا سہارا بھی لینا چاہئے، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ

ترجمہ: ''اللہ کبھی ایسے کو نہیں بخشے گا جو اس کے ساتھ کسی کو شریک کرے گا اور اس کے سوا جس کی چاہے گا مغفرت کر دے گا۔''

(4۔النساء، آیت: 48)

حضرت سیدنا مسیح علیہ السلام کی زبان سے ایک قول نکلا جسے قرآن مجید میں نقل کیا گیا ہے۔

اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿72﴾

ترجمہ: ”جس شخص نے بھی اللہ کے ساتھ کسی کو بھی شریک ٹھہرایا تو بس اللہ نے ایسے شخص پر جنت کو حرام کر دیا اور دوزخ کو اس کا ٹھکانہ بنا دیا۔“

(5۔المائدہ، آیت: 72)

قرآن مجید کی چھ نمبر کی سورۂ انعام کے رکوع 10 میں اٹھارہ جلیل القدر نبیوں کے اسماء گرامی شمار کروانے کے بعد انھیں کی طرف اشارہ کر کے ارشاد فرمایا

وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (88)

ترجمہ: ”اور اگر یہ لوگ بھی شرک کرتے تو ضرور ان کے کئے کرائے سب عمل غارت اور برباد ہو جاتے۔“

(6۔الانعام، آیت: 88)

اوپر کی آیات سے اٹھارہ نبیوں کا تذکرہ چلا آ رہا تھا اور ان کی فضیلت بیان کی گئی اس آیت میں بتا دیا کہ اگر یہ نبی اور پیغمبر بھی ذرا سا شرک کرتے تو ان کے سب عمل برباد ہو جاتے تمام انسانوں کو اس آیت میں شرک کے بھیانک جرم ہونے کا خیال دلایا گیا ہے تا کہ ہر کوئی شرک سے اپنا بچاؤ کر لے اور شرک چھوڑ دے ورنہ کوئی نبی اور رسول شرک بھلا کیوں کرے گا جبکہ توحید کے داعی تو نبی اور رسول ہوتے ہیں۔ ہم نادان لوگوں کو اس میں درس نصیحت ہے کہ شرک سے دور رہو ورنہ کوئی عمل بھی کام نہ آئے گا۔ جب بڑے بڑوں کو یہ کہہ دیا تو حقیر چھوٹے لوگوں کی کیا مجال اور حیثیت ہے آیات اور حدیث کے الفاظ اور معانی پر غور کیجئے تو آپ خوب سمجھ جائیں گے کہ شرک کا کیا انجام ہے شرک کیا کیا ہے اس کے بارے میں تھوڑی تفصیل ہم نے حدیث 6 کی تشریح میں لکھ دی ہے وہاں دیکھ لیں۔

(14) دین کا سانچہ ڈھانچہ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْعِلْمُ ثَلَاثَۃٌ آیَۃٌ مُحْکَمَۃٌ، اَوْسُنَّۃٌ قَائِمَۃٌ اَوْفَرِیْضَۃٌ عَادِلَۃٌ وَمَا سِوٰی ذٰلِکَ فَھُوَ فَضْلٌ ۔

ترجمہ: ”رسول اللہؐ نے فرمایا علم کی تین قسمیں ہیں۔ حکم بتانے والی آیات، دین کا سانچہ ڈھانچہ قائم کرنے والی سنتیں، فریضہ عادلہ اور جو اس کے سوا ہے وہ فضل ہے۔“

(1) قرآن مجید کی آیات جو اللہ رب العزت کے احکامات بتانے والی ہیں اور اللہ تعالٰی کی رضا وخوشنودی یا اللہ کی ناراضی اور غضب کے کاموں کی نشاندہی کرنے والی اور بیان کرنے والی ہیں انھیں دھیان میں رکھا جائے۔

(2) نبوی زندگی کے 23 سال میں اللہ کے رسولؐ نے جو حکم فرمایا یا جو کام کر کے امت کو بتایا ان سب پر ایک مؤمن کو اپنی زندگی میں عمل بھی کرنا چاہئے اور جن کاموں سے روکا ان سے رک جانا چاہئے۔ حتٰی کہ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے، کھیتی باڑی، کاروبار، تجارت، کسب معاش، شادی بیاہ، غم وخوشی کے مواقع غرض یہ کہ زندگی کے ہر کام اور ہر عمل میں رسولؐ کی زندگی کا چلتا پھرتا نمونہ جتنا بن سکے ہر مؤمن کی زندگی سے جھلکنے لگے۔

(3) ہر کام میں اعتدال اور بیچ کا طریقہ اختیار کیا جائے یعنی مؤمن جس کام کو کرے عدل وانصاف کے ساتھ اس کا حق ادا کرے، بدسلیقہ بھونڈا پن پھوہڑپن اور گنوارپن وجہالت کا ثبوت اپنے عمل سے پیش نہ کرے۔

(15) نبیؐ کی وصیت فرائض اور قرآن سیکھو

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَالْقُرْآنَ وَعَلِّمُوا النَّاسَ فَاِنِّی مَقْبُوْضٌ۔

(ترمذی جلد اول۔ بَابُ مَاجَاءَ فِی تَعْلِیْمِ الْفَرَائِضِ)

ترجمہ: ''اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا کہ علم فرائض اور قرآن مجید سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ میں وفات پانے والا ہوں (یعنی میں تمہارے درمیان ہمیشہ نہیں رہوں گا)۔''

اس حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امت پر فرض کی ہوئی ہر چیز کا اتنا علم حاصل کرنا جس سے اس کی ادائیگی اچھی طرح ہو جائے۔ جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج قربانی، وراثت وغیرہ کے ضروری احکام۔

اسی طرح قرآن مجید کو پڑھنا تلاوت کرنا، اور اس کے معانی اور ترجمہ کو سمجھنا کم از کم روزانہ رکوع دو رکوع تلاوت کرنا اور ترجمہ کے ساتھ تلاوت کرنے کی کوشش کرنا۔ اور قرآن مجید میں بتائے ہوئے احکامات پر عمل کرنا ضروری ہے۔ نیز دوسروں کو بھی سنانا اور سمجھانا چاہئے تاکہ معاشرہ میں دینداری کا رواج پڑے اور بے دینی کا خاتمہ ہو۔

(16) اطاعت رسول

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُّ اُمَّتِیْ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ اِلَّا مَنْ اَبٰی قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَنْ یَّاْبٰی قَالَ مَنْ اَطَاعَنِیْ دَخَلَ الْجَنَّۃَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ اَبٰی۔

(بخاری۔ کِتَابُ الْاِعْتِصَامِ بِالْکِتَابِ وَالسُّنَّۃِ)

ترجمہ: ''ارشاد فرمایا رسول اللہؐ نے میری سب امت جنت میں داخل ہوگی مگر جس نے قبول نہ کیا اور سرکشی کی ''پوچھا گیا'' کس نے قبول نہ کیا، فرمایا جس نے میری اطاعت کی جنت میں داخل ہوا اور جس نے میری نافرمانی کی پس اس نے قبول نہ کیا۔''

حدیث پاک میں حضور اکرمؐ کی اطاعت کرنے والوں کو جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ اطاعت کا معنی بڑا وسیع اور بہت جامع ہے۔ علماء کرام نے نبی پر ایمان اور آپؐ کی اتباع، محبت اور عظمت کے مجموعہ کا نام اطاعت رکھا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آپؐ پر نازل کی گئی کتاب قرآن مجید اور آپؐ کے قول وفعل پر عمل کرنے کے ساتھ ساتھ دل میں نبیؐ کی محبت اور عظمت بھی ہو، جب تک یہ ساری چیزیں نہ پائی جائیں گی اس وقت تک انسان اللہ کے نبیؐ کی کامل اطاعت سے محروم رہے گا۔

(17) قرآن اور سنت

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّکْتُمْ بِھِمَا کِتَابُ اللّٰہِ وَسُنَّۃُ رَسُوْلِہٖ۔ (مشکوۃ۔ بَابُ الْاِعْتِصَامِ بِالْکِتَابِ وَالسُّنَّۃِ)

ترجمہ: ''نبیؐ نے ارشاد فرمایا میں تم میں دو چیزیں چھوڑ چلا ہوں تم گمراہ نہیں ہوگے جب تک مضبوطی سے ان کو پکڑے رکھو گے کتاب اللہ اور اللہ کے رسول (محمدؐ) کی سنت۔''

حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جب تک کتاب اللہ اور رسول اللہؐ کی سنت تمہاری عملی زندگی میں ہوگی تم کسی غلط راہ پر نہیں جاؤ گے۔ لیکن اگر صرف زبانی طور پر یہ دونوں چیزیں رہیں تم نے ان پر عمل نہیں کیا تو گمراہی کے راستے پر جانا اور شیطان کے شکنجے میں جکڑا جانا یقینی بات ہے۔

اس لئے اپنے ہمیشہ کے دشمن شیطان کے حملے سے بچنے اور گمراہی کے راستے پر نہ جانے کے لئے ضروری ہے کہ قرآن مجید اور سنت رسولؐ کو اپنی عملی زندگی میں لائیں، کتاب اللہ کے احکامات جاننے کے لئے علماء نے دنیا کی تمام مشہور اور اہم زبانوں میں قرآن مجید کے ترجمے لکھے ہیں، اور احادیث کے احکامات معلوم کرنے کے لئے اہل علم نے حدیث کے مجموعے ترجمہ کے ساتھ ترتیب دیئے ہیں۔

(18) اعمال کا جوڑ سنت رسولؐ پر

جَآءَ ثَلٰثَةُ رَهْطٍ اِلٰی اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْئَالُوْنَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اُخْبِرُوْا بِهَا كَاَنَّهُمْ تَقَالُّوْهَا فَقَالُوْا اَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَاَخَّرَ فَقَالَ اَحَدُهُمْ اَمَّا اَنَا فَاُصَلِّى اللَّيْلَ اَبَدًا وَّقَالَ الْاٰخَرُ اَنَا اَصُوْمُ النَّهَارَ اَبَدًا وَّلَا اُفْطِرُ وَقَالَ الْاٰخَرُ اَنَا اَعْتَزِلُ النِّسَآءَ فَلَا اَتَزَوَّجُ اَبَدًا فَجَآءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْهِمْ فَقَالَ اَنْتُمُ الَّذِيْنَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا اَمَا وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَاَتْقَاكُمْ لَهٗ لٰكِنِّيْ اَصُوْمُ وَاُفْطِرُ وَاُصَلِّيْ وَاَرْقُدُ وَاَتَزَوَّجُ النِّسَآءَ فَمَنْ رَّغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ۔

(مشکوۃ۔ بَابُ الْاِعْتِصَامِ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ)

ترجمہ: ”نبیؐ کی ازواج مطہرات (بیویوں) کے پاس تین آدمی آئے اور نبیؐ کی عبادت کے متعلق پوچھا جب ان کو نبیؐ کی عبادت کے بارے میں خبر دی گئی تو انہوں نے اسے کم جانا اور کہنے لگے کہاں ہم اور کہاں حضرت محمدؐ، اللہ نے تو ان کے پہلے اور پچھلے قصور بخش دیئے ہیں ایک نے کہا میں ہمیشہ ساری رات نماز پڑھا کروں گا دوسرے نے کہا میں ہمیشہ دن کو روزہ رکھوں گا اور افطار نہ کروں گا اور تیسرے نے کہا میں عورتوں سے الگ رہوں گا، کبھی نکاح نہ کروں گا۔ نبیؐ ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا تم نے ایسی ایسی باتیں کہی ہیں خبردار اللہ کی قسم میں تمہاری نسبت اللہ سے بہت ڈرتا ہوں لیکن میں روزہ

رکھتا بھی ہوں افطار بھی کرتا ہوں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کیا ہے جس نے میرے طریقے سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں ہے۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کے حقوق اور بندوں کے حقوق کی ادائیگی نبیؐ کے بتائے ہوئے طریقے پر کرنے کا نام دین ہے اور آپؐ کے طریقے سے ہٹ کر عمل کرنے کا نام بدعت اور رہبانیت ہے جو رب العالمین کو مطلوب نہیں ہے، انسان نماز پڑھے، روزے رکھے، جتنے مال پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے اتنے مال کے مالک ہونے پر زکوٰۃ ادا کرے، حج بیت اللہ کے خرچ برداشت کرنے کی طاقت ہو صحت وتندرستی بھی ہو تو حج کے لئے جائے، والدین، بیوی بچے بھائی بہن رشتہ داروں کے حقوق ادا کرے، اس کا نام دین ہے۔

(19) صدقہ جاریہ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ اِنْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهٗ اِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ اَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهٖ اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْا لَهٗ ۔

(مسلم جلد دوم) (كِتَابُ الْوَصِيَّةِ۔ بَابُ مَا يَلْحَقُ الْاِنْسَانَ مِنَ الثَّوَابِ بَعْدَ وَفَاتِهٖ)

ترجمہ: ''اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا جب آدمی مر جاتا ہے تو اس کے عمل کا ثواب بند ہو جاتا ہے مگر تین کاموں کا ثواب جاری رہتا ہے (1) صدقہ جاریہ (2) ایسا علم جس سے لوگوں کو نفع پہنچے (3) نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرے۔''

آدمی اگر اپنے مرنے کے بعد تین چیزیں چھوڑ گیا تو یہ اس کے لئے صدقہ جاریہ ہوں گی لہٰذا ہر مؤمن کو چاہئے کہ مسجد، مدرسہ سرائے تعمیر کرے۔ کنواں کھدوائے یا ان کے باقی رکھنے میں اپنی طاقت وسعت کے مطابق حصہ لے یا اس طرح کا کوئی اور کام ہو جو خلق خدا کے لئے نافع ہو تو اس میں بھی حصہ لے۔ یا

علوم دینیہ وعلوم عصریہ میں کوئی ایسا علمی کام کر جائے جس سے بعد کی نسلیں فائدہ اٹھاتی رہیں۔

تیسرے یہ کہ تعلیم وتربیت اور حسن اخلاق کے قیمتی زیور سے اپنی اولاد کو آراستہ کر جائے جو معاشرہ کا صالح جز بن کر لوگوں کے فائدہ کا سبب وذریعہ بنے۔ اور خود اپنے والدین کے لئے دعاء خیر کرے اور دنیا وآخرت میں والدین کی سرخروئی کا ذریعہ بنے۔

ہم آج کے مسلمان اس حدیث کی روشنی میں غور کریں کہ ہمارا مال کہاں خرچ ہو رہا ہے۔ شادہ بیاہ کی شاہ خرچیاں گھروں کے غیر ضروری قیمتی فرنیچر قبروں پر میلے ٹھیلے باجے گاجے، عرس صندل، کاغذ کے تعزیہ، بیت اللہ اور مسجد نبویؐ کے کاغذی ماڈل طرح طرح کے جلوس میں اپنے خون پسینہ سے کمایا ہوا مال خرچ کرنے والے لوگ خوب سوچ لیں کہ یہ سب ایصال ثواب والے کام ہیں یا آخرت میں عذاب کا ذریعہ تو نہیں بنیں گے؟

(20) ماں باپ کو گالی؟

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْکَبَائِرِ شَتْمُ الرَّجُلِ وَالِدَیْہِ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ھَلْ یَشْتِمُ الرَّجُلُ وَالِدَیْہِ قَالَ نَعَمْ یَسُبُّ الرَّجُلُ اَبَا الرَّجُلِ فَیَسُبُّ اَبَاہُ وَیَسُبُّ اُمَّہٗ فَیَسُبُّ اُمَّہٗ۔

(مسلم شریف) (کِتَابُ الْاِیْمَانِ: بَابُ الْکَبَائِرِ وَ اَکْبَرُھَا)

ترجمہ: ''اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا اپنے ماں باپ کو گالی دینا کبیرہ گناہوں میں سے ہے لوگوں نے کہا یا رسول اللہؐ کیا کوئی اپنے ماں باپ کو گالی دیتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں دیتا ہے اس طرح کہ وہ دوسرے کے باپ کو گالی دیتا ہے پھر وہ دوسرا گالی دیتا ہے اس کے باپ کو اور یہ گالی دیتا ہے دوسرے کی ماں کو پھر وہ دوسرا گالی دیتا ہے اس کی ماں کو۔''

سڑکوں بازاروں، دوکانوں فیکٹریوں اور محلوں میں ایک دوسرے کو ننگی اور فحش گالیاں بوڑھوں جوانوں اور بچوں کے لئے فیشن اور عادت ہوگئی ہے۔ اس پر مزید یہ کہ گالیاں ماں باپ، بیوی، بہن بیٹی جو گھر میں ہیں اور جن کا کوئی قصور نہیں ہے انھیں گالیاں دی جاتی ہیں قصور تو اس کا ہے جس نے آپ کے سامنے غلطی کی ہے اور اس کے ماں باپ وغیرہ کا حوالہ دے کر گالیاں دی جاتی ہیں۔ ایسی فحش اور ننگی گالیاں اس زبان سے جس سے اللہ کا ذکر، قرآن مجید کی تلاوت کی جاتی ہے، نماز پڑھی جاتی ہے اس سے گالیاں دینا کسی طرح بھی مناسب نہیں معلوم ہوتا ہے۔

لہٰذا ضرورت ہے کہ اہل ایمان معاشرہ کو فحش گالیوں سے پاک اور صاف کریں۔ البتہ کبھی بہت ہی غصہ آگیا تو ایسے موقع پر عربی میں ڈانٹ ڈپٹ کے لئے جو مہذب کلمات ملتے ہیں اَنْفُکَ فِی التُّرَابِ (تیری ناک خاک آلود ہو) تَبِکَیْ اُمُّکَ (تیری ماں تجھ پر روئے) یا پھر اردو میں۔ تو بے وقوف ہے، نالائق ہے، گدھا ہے۔ ایسے الفاظ سے دل کی بھڑاس نکال لے اور اگر اس سے بھی بچے تو بہتر ہے لیکن فحش گالیوں کا چلن مطلق بند کرنا چاہئے۔

(21) کسی مشکل میں پھنسے شخص کی مدد کرنا بھی عبادت ہے

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ کُرْبَۃً مِنْ کُرَبِ الدُّنْیَا نَفَّسَ اللّٰہُ عَنْہُ کُرْبَۃً مِنْ کُرَبِ یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ وَمَنْ یَسَّرَ عَلٰی مُعْسِرٍ یَسَّرَ اللّٰہُ عَلَیْہِ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَہُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاللّٰہُ فِیْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَاکَانَ الْعَبْدُ فِیْ عَوْنِ اَخِیْہِ۔

مشکوٰۃ شریف (کتاب العلم) فصل اول

ترجمہ: ''رسول اللہ ؐ نے ارشاد فرمایا جو شخص کسی مسلمان سے دنیا کی سختی دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کی سختیوں کو اس سے دور کرے گا، جس نے کسی تنگدست کے لئے آسانی کی اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس

کے لئے آسانی فرمادے گا۔ جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا، اللہ تعالیٰ بندہ کی مدد فرماتا ہے جب تک بندہ اپنے کسی بھائی کی مدد کرتا ہے۔''

لوگو! اگر تم قیامت کے دن کی سختی سے بچنا چاہتے ہو تو اہل ایمان بھائی جو دنیا کی سختی میں پھنسے ہیں ان پر سخت وقت آپڑا ہے تو ان کی مدد کرو۔ مصیبت اور الجھن سے چھٹکارا دلاؤ۔ حسن سلوک اور اچھے برتاؤ کے اس راستہ پر چل کر تم دنیا و آخرت دونوں کی سختیوں سے بڑی آسانی کے ساتھ گذر جاؤ گے۔

(22) نو (9) باتوں کا حکم

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَرَنِیْ رَبِّیْ بِتِسْعٍ خَشْیَۃِ اللّٰہِ فِی السِّرِّ وَالْعَلَانِیَۃِ وَالْکَلِمَۃِ الْعَدْلِ فِی الْغَضَبِ وَالرِّضَا وَالْقَصْدِ فِی الْفَقْرِ وَالْغِنٰی وَاَنْ اَصِلَ مَنْ قَطَعَنِیْ وَاُعْطِیَ مَنْ حَرَمَنِیْ وَاَعْفُوَ عَمَّنْ ظَلَمَنِیْ وَاَنْ یَّکُوْنَ صَمْتِیْ فِکْرًا وَّنُطْقِیْ ذِکْرًا وَّنَظْرِیْ عِبْرَۃً وَّآمُرَ بِالْعُرْفِ ۔ (مشکوٰۃ شریف جلد دوم) (بَابُ الْبُکَاءِ وَالْخَوْفِ تیسری فصل)

ترجمہ: ''ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ میرے رب نے مجھے نو چیزوں کا حکم دیا ہے (1) ظاہر اور پوشیدگی میں اللہ سے ڈرنا (2) غصہ کی حالت ہو یا رضا کی ہر حال میں سچی بات کہنا (3) محتاجی اور مالداری میں میانہ روی یعنی بیچ کی راہ اختیار کرنا (4) جو مجھ سے کٹے میں اس سے جڑوں (5) اور جو مجھے نہ دے میں اس کو دوں (6) جو مجھ پر ظلم کرے میں اسے معاف کروں (7) میری خاموشی تفکر کی خاموشی ہو میرا بولنا ذکر ہو (8) میری نگاہ عبرت کی نگاہ ہو (9) میں نیکی کا حکم کروں۔''

اس حدیث کے پڑھنے والوں سے گذارش ہے کہ ہو سکے تو اس حدیث کو یاد کرلیں اور معنی بھی اچھی طرح سمجھ لیں، مقررین، واعظین، خطباء اور علماء کرام سے عاجزانہ درخواست ہے کہ اپنی تقاریر اور مواعظ میں موقع کی مناسبت سے اس حدیث کا عربی متن پڑھ کر سنادیں اور معنی بھی بیان فرمادیں، عبارت بھی پر اثر ہے اور معنی بھی ہدایت سے لبریز ہیں۔ غیر مسلموں کے مجمع میں بھی پڑھ کر سنائی جاسکتی ہے، اگر برادران وطن سے شخصی گفتگو اور بات چیت کا اتفاق ہو تو اس وقت بھی انھیں پڑھ کر سنانا دعوتی نقطۂ نظر سے مفید ہے۔

(23) کامل مسلم کون؟

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِتَّقِ الْمَحَارِمَ تَکُنْ اَعْبَدَ النَّاسِ وَارْضَ بِمَا قَسَمَ اللّٰہُ لَکَ تَکُنْ اَغْنَی النَّاسِ وَاَحْسِنْ اِلٰی جَارِکَ تَکُنْ مُؤْمِنًا وَاَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِکَ تَکُنْ مُسْلِمًا وَلَا تُکْثِرِ الضَّحِکَ فَاِنَّ کَثْرَۃَ الضَّحِکِ تُمِیْتُ الْقَلْبَ۔

(ترمذی شریف جلد دوم۔ اَبْوَابُ الزُّھْدِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ)

ترجمہ: ''رسول اللہؐ نے فرمایا کہ (1) حرام سے بچ تو سب سے بڑا عبادت گذار ہوگا۔ (2) اللہ نے جو تیری قسمت میں لکھ دیا ہے اس پر راضی رہ تو سب سے زیادہ مالدار ہوگا۔ (3) اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا برتاؤ کر تو مؤمن ہوگا۔ (4) جو تو اپنے لئے پسند کرتا ہے وہ لوگوں کے لئے بھی پسند کر تو کامل مسلمان ہوگا۔ (5) اور زیادہ نہ ہنس اس لئے کہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔''

صاحب قرآن حضرت محمد ﷺ کی فرمائی ہوئی باتوں میں ہزاروں ہزار اور بیشمار کمالات ہیں۔ حضرتؐ کے کلام میں ایک خاص وصف یہ ہے کہ مختصر جملوں میں امت کو تعلیم اس طرح فرمائی کہ چند

حدیثیں بھی اگر کسی شخص کے ذہن میں بیٹھ جائیں تو اس کی زندگی کا بڑا حصہ ایمان اور اسلام کے نور سے انشاء اللہ بھر جائے گا۔ اسی حدیث کو لے لیجئے جو آپ نے ابھی پڑھی ہے اس کے متن پر دھیان دیجئے اس میں پانچ باتیں کہی گئی ہیں ایک تو یہ کہ حرام سے بچو سب سے بڑے عبادت گذار ہو جاؤ گے۔

دنیا میں عبادت گذار بننے کے لئے بہت سے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں جن کے پاس کوئی آسمانی کتاب اور نبی کا اسوۂ حسنہ (نمونۂ زندگی) نہیں ہے وہ بیچارے بہت سے کام کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا۔ وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِنْ دُوْنِ ذَالِكَ هُمْ لَهَا عَامِلُوْنَ (ہم نے جن کاموں کا حکم دیا تھا ان کاموں کو چھوڑ کر دوسرے کاموں میں مشغول ہو گئے)۔

یعنی جو کام اللہ کی رضا اور خوشی کے تھے اس کی طرف دھیان نہ دیا اور ایسے اعمال میں جو ان کی دنیا اور آخرت برباد کرنے والے تھے اور بے نتیجہ ثابت ہوئے قرآن مجید میں سورۃ الغاشیہ کی آیت 3,4 دیکھئے۔ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ③ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ④ عمل کرتے کرتے تھک کر آئے مگر الٹے مصیبت میں پڑے بھڑکتی آگ میں داخل ہوں گے۔

ہمارے ملک میں ہمارے اہل وطن بھائی ہندو ہی کو دیکھئے کہ سخت سردیوں میں آدھے پونے ننگے ہو کے چار بجے رات سے پانی میں ڈبکیاں لگائیں گے، ایک پاؤں پر کھڑے ہوں گے۔ اس طرح کے بہت سے مشکل اور تھکا دینے والے کام وہ کرتے ہیں، قیمتی چیزیں گھی دودھ ناریل وغیرہ آگ کے الاوے میں جلائیں گے ندیوں نالوں میں روپے پیسے ڈالیں گے۔ لیکن کیا اس میں سے کوئی عمل بھی چاہے وہ کتنا ہی تسلسل کے ساتھ اور کتنی ہی محنت والا ہو اللہ تعالیٰ کے یہاں کوئی نفع دے سکتا ہے؟

معلوم ہوا کہ اللہ ورسولؐ کے حکم کے مطابق کام ہو تو تھوڑے عمل میں بھی نجات ہے۔ نبیؐ کے اس مختصر جملہ پر غور کیجئے کہ فرمایا حرام کام سے بچ جاؤ سب سے بڑے عبادت گذار بن جاؤ گے۔

دوسرے بات اللہ کے رسولؐ نے یہ ارشاد فرمائی کہ اللہ نے جو تیری قسمت میں لکھ دیا اس پر تو راضی ہو جا تو مال اور دنیا کے جھمیلوں سے بے پرواہ ہو جائے گا اور تیرے دل کو بھی تسلی ہو جائے گی کہ جو اللہ نے لکھا تھا وہ ہوا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَاۗدَّ لِفَضْلِهٖ ۭ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (107)

ترجمہ: ''اور اگر اللہ تجھ کو کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو اس کو اللہ کے سوا کوئی دور نہیں کرسکتا اور اگر اللہ یہ ارادہ کرلے کہ تجھ کو نفع پہنچانا ہے تو پھر اس کے فضل کو کوئی بھی رد نہیں کرسکتا اپنے بندوں میں سے جسے جو کچھ دینا چاہتا ہے پہنچا دیتا ہے اور وہی ایک بخشش فرمانے والا مہربان ہے۔''

(10۔یونس، آیت: 107)

تیسری بات حضرتؐ نے یہ ارشاد فرمائی کہ پڑوسی کے ساتھ احسان کرو اچھا برتاؤ کرو۔ پڑوسی کے بھی ہم پر کچھ نہ کچھ احسانات اور بھلائیاں ہوتی ہیں تو هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ (احسان کا بدلہ احسان کے سوا کیا ہوسکتا ہے) کے تحت اس کا بدلہ چکانے کی کوشش کرے، احسان، نیک سلوک، بھلا برتاؤ اور دوسروں کے لئے کچھ کر گذرنے میں ایک مومن کا ہاتھ آگے ہی ہونا چاہئے۔

چوتھی بات حضور اکرمؐ نے یہ ارشاد فرمائی کہ جو تم اپنے لئے پسند کرتے ہو، جو بات تم کو اچھی لگتی ہے یا یہ کہ تمہیں احساس ہے کہ لوگ تمہارے ساتھ ایسا ویوہار کریں یا ایسا لوگ تم کو چاہیں، اتنی میری توقیر کریں یا

ایسی میری قدر کریں۔ یا ایسا میرے ساتھ سلوک کریں، اسی جیسا ہی تم دوسروں کے ساتھ کرو بھی اور کرنا پسند بھی کرو۔ انسان کا یہ عمل اس کے کامل ایمان والا ہونے کی نشانی ہے۔

اللہ کے رسولؐ نے آخری جملے میں ایک کام سے منع فرمایا ہے کہ آدمی زیادہ ہنسے نہیں، کھلکھلا کر خوب ہنسنا، آنکھوں میں پانی نکل آئے اتنا ہنسنا اور بے تکا ہنسنا بات بات پر ہنسنا یہ سب منع ہے اور زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے، تھوڑا مسکرانے اور خوشی کا اظہار کرنے میں حرج نہیں ہے۔ قرآن مجید میں حضرت سلیمانؑ کے بارے میں فرمایا۔

فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا

ترجمہ: ''سلیمانؑ اس (چیونٹی) کے قول کو سن کر مسکرا پڑے۔''

(27۔النمل، آیت: 19)

سورہ ہود میں حضرت ابراہیمؑ کی اہلیہ صاحبہ کے ہنسنے کو نقل فرمایا گیا ہے

وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ (71)

ترجمہ: ''آڑ میں کھڑی ہوئی تھیں یہ باتیں سن کر ہنس پڑیں تب ہم نے اسے اسحٰقؑ کی بشارت دی اور اسحٰقؑ کے بعد یعقوبؑ کی۔''

(11۔ہود، آیت: 71)

معلوم ہوا ہنسنا، مسکرانا، مسرت اور خوشی کا اظہار کرنا فطری تقاضہ ہے اور جائز و مباح بھی ہے اور انبیاء و رسل سے ہنسنا ثابت بھی ہے مگر بہت زیادہ ہنسنا آخرت سے بے پرواہی اور غفلت کا سبب ہے اس لئے کثرت ضحک یعنی زیادہ ہنسنے سے منع فرمایا گیا ہے۔

(24) دل کی تسلی

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ الْغِنٰی عَنْ کَثْرَۃِ الْعَرَضِ وَلٰکِنَّ الْغِنٰی غِنَی النَّفْسِ۔ (مسلم شریف) (بَابُ الْقَنَاعَۃِ وَالْحَثِّ عَلَیْھَا)

ترجمہ: ''رسول اللہؐ نے ارشادفرمایا کہ بہت زیادہ سامان ہونا خوشحال زندگی کا معیار نہیں ہے بلکہ خوشحال زندگی کا معیار دل کی تسلی اور اس کا اطمینان ہے۔''

اس چھوٹی سی حدیث میں رسولؐ نے جو بات ارشاد فرمائی وہ بڑی اہم اور قیمتی ہے کہ بہت زیادہ سازوسامان روپیہ پیسہ خوشحال زندگی کی دلیل نہیں ہے۔ بہت سی بلڈنگیں مکانات بنواتے ہیں اس میں ایسے کانچ اور لکڑیاں لگوائیں ایسے لگوائے ویسے سامان جمع کئے یہ کیا وہ کیا۔ موجودہ زمانے میں اس عاجز نے بعض لوگوں کو دیکھا کہ ان کے باتھ روم پچیس پچیس لاکھ روپے کے ہیں۔ اور کباڑی کی طرح فرنیچر اور سامان جمع کیے ہیں یہ سب چیزیں انسان کو سکون نہیں دے سکتی ہیں اصل غنی یہ ہے کہ ضرورت کے سامان حاصل ہو جائیں اس پر قناعت کرے اور دل اس پر راضی بھی ہو مطمئن بھی ہو۔

(25) قبر کی مٹی

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْکَانَ لِابْنِ آدَمَ وَادِیَانِ مِنْ مَّالٍ لَابْتَغٰی وَادِیًا ثَالِثًا وَلَا یَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ آدَمَ اِلَّا التُّرَابُ ۔ (مسلم شریف جلد اول) (بَابُ کَرَاھَۃِ الْحِرْصِ عَلَی الدُّنْیَا)

ترجمہ: ''نبیؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر انسان کے پاس مال سے بھرے ہوئے دو جنگل ہوں تو وہ تیسرے کی تلاش میں نکل پڑے گا اور آدمی کے پیٹ کو نہیں بھر سکتی مگر قبر کی مٹی۔''

نبیؐ نے مختصر مختصر باتیں ارشاد فرمائی ہیں لیکن وہ ساری دنیا کے انسانوں کی اصلاح اور اپنی حالت درست

کرنے اوراپنے عمل کا محاسبہ کرنے کے لئے کافی ہیں۔ فرمایا کہ اگر ایک ایک انسان کے پاس مال سے بھرے ہوئے دو دو جنگل ہوں تو مال سے بھرے تیسرے جنگل کی تلاش میں لگ جائے گا بعض روایات میں مال سے بھرے چوتھے جنگل کی تلاش میں نکلنے کی بات بھی ہے راویوں نے حضورؐ سے جو بات سنی اسے اپنے اپنے طور پر الفاظ کے کچھ ادل بدل کے ساتھ بیان فرمایا۔

ان ساری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی کے اندر مال کی طلب ہوس لالچ جو ہے اس کی حد بندی ہونی چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ مال حرص اور اس کے جمع کرنے میں ایسا مشغول ہو جائے کہ اللہ رب العالمین اور آخرت سے غافل ہو جائے اور رسولؐ کے نمونہ زندگی اور اسوۂ حسنہ کو پیچھے ڈال دے اور ہر وقت مال ہی مال کی رٹ اور طلب لگی ہو یہ ناپسندیدہ خصلت ہے۔ لیکن اگر مال و دولت کے حصول میں بھی لگا ہے اور اللہ نے اپنے فضل سے وسعت اور کشادگی بھی عطا فرمائی ہے اس کے ساتھ ساتھ اپنے خالق و مالک کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے میں لگا ہے اور اپنے مال و اسباب کو اللہ اور رسولؐ کی اطاعت و بندگی کا ذریعہ بنایا تو یہ عین عبادت ہے۔

حدیث شریف کے آخری جملہ کا مطلب ہے کہ اگر یہ سلسلہ جاری رہا تو آدم کے بیٹے کا پیٹ بھرے گا ہی نہیں بلکہ اور زیادہ اور زیادہ کی تلاش میں لگا ہی رہے گا۔ ہاں جب وہ قبر میں جائے گا اور قبر کی مٹی اس کے پیٹ میں داخل ہوگی تو تب اس کا پیٹ بھرے گا۔

(26) وارثوں کے لئے چھوڑ گئے

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ الْعَبْدُ مَالِیْ مَالِیْ وَاِنَّ مَالَہٗ مِنْ مَّالِہٖ ثَلٰثٌ مَّا اَکَلَ فَاَفْنٰی اَوْ لَبِسَ فَاَبْلٰی اَوْ اَعْطٰی فَاَقْتَنٰی وَمَا سِوٰی ذٰلِکَ فَھُوَ ذَاھِبٌ وَّتَارِکُہٗ لِلنَّاسِ۔

(مسلم جلد دوم۔ کتاب الزہد۔ مشکوۃ کتاب الرقاق)

ترجمہ: ''رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ بندہ کہتا ہے میرا مال، میرا مال، لیکن اس کے مال میں سے اس کے لئے صرف تین چیزیں ہیں۔ (1) جو کھا کر ختم کر ڈالا (2) جو پہن کر پرانا کر دیا (3) جو (اللہ کے راستہ میں) دیا اور جمع کرالیا (اللہ کے پاس) اس کے سوا جو کچھ ہے وہ ختم ہو جانے والا ہے اور لوگوں (وارثوں) کے لئے چھوڑ جانے والا ہے۔''

آدمی جو مال کماتا ہے اور گن گن کر رکھ رہا ہے اور اس پر اپنی ملکیت بتاتا ہے اس کے بارے میں اللہ کے رسولؐ نے فرمایا اس کا مال تو وہی ہے جو کھا کر ختم کر دیا۔ یا پہن کر پرانا کر دیا۔ اور اگر اللہ کی رضا کے کاموں میں خرچ کیا تو اس کا فائدہ اسے آخرت میں ملنے والا ہے۔

وَمَا تُقَدِّمُوا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ

ترجمہ: ''اور جو اپنے لئے آگے بھیجو گے اس سے بہتر حال میں اللہ کے یہاں پالو گے۔''

معلوم ہوا کہ جو کھایا پیا پہنا اوڑھا۔ اور جو اللہ کے حکم کے مطابق خرچ کیا وہ اس آدمی کا ہے۔ باقی مال اپنے ورثاء کے لئے چھوڑ جانے والا ہے۔ اس حدیث کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ ورثاء کے لئے کچھ مال نہ چھوڑا جائے بلکہ مطلب یہ ہے کہ کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے کے ساتھ ساتھ خیر خیرات کے کاموں میں بھی خرچ کرتا رہے جو آخرت میں کام آنے والے ہیں۔

(27) صرف عمل ساتھ گیا

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتْبَعُ الْمَيِّتَ ثَلَاثٌ فَيَرْجِعُ اِثْنَانِ وَيَبْقٰى وَاحِدٌ يَتْبَعُهٗ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ وَعَمَلُهٗ فَيَرْجِعُ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ وَيَبْقٰى عَمَلُهٗ۔

(ترمذی شریف جلد دوم ابواب الزہد)

ترجمہ: ''اللہ کے رسولؐ کا ارشاد ہے کہ میت کے ساتھ (دفن کرنے کے لئے قبر تک) تین چیزیں جاتی ہیں دو چیزیں واپس آجاتی ہیں اور ایک اس کے پاس رہ جاتی ہے۔ (1) گھر کے لوگ رشتہ دار دوست احباب (2) مال (3) عمل۔ گھر کے لوگ رشتہ دار دوست احباب اور مال قبر میں دفن کرنے کے بعد واپس آجاتے ہیں اور صرف عمل باقی رہ جاتا ہے۔''

معلوم ہوا کہ قبر تک میت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں ان میں سے دو واپس آجاتی ہیں اور ایک میت کے ساتھ قبر میں رہ جاتی ہے اور وہ میت کے اچھے برے اعمال ہیں۔ گھر کے لوگ دوست احباب نماز جنازہ اور کفن دفن میں شریک ہوتے ہیں اور گھر واپس آجاتے ہیں۔ میت کا چھوڑا ہوا مال بھی اس مرنے والے ہی کی طرف نسبت کر کے بتاتے اور گناتے ہیں۔ یہ حویلی وہ مکان چھوڑ گیا ہے اتنا نقد ہے اتنا سامان ہے بینک بیلنس ہے وغیرہ وغیرہ تو اس مال نے بھی میت کا ساتھ اس کی زندگی تک دیا قبر میں نہیں گیا، بے چارہ مردہ اکیلے قبر میں دفن ہے، قیامت کے لئے برزخ کی منزل میں رہے گا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مرنے والے کے ساتھ قبر میں کیا چیز گئی، سلام ہو محمدؐ پر کہ فرمایا میت کا عمل اس کے ساتھ گیا، اس لئے ضروری ہے کہ ایمان کے ساتھ ''عمل صالح'' کا ذخیرہ بھی ہو اسی لئے قرآن مجید اور حدیث میں بار بار عمل صالح کی تاکید آئی ہے۔

(28) بھائی کا خالی برتن بھر دے

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَۃٌ وَاِنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ اَنْ تَلْقٰی اَخَاکَ بِوَجْہٍ طَلْقٍ وَاَنْ تُفْرِغَ مِنْ دَلْوِکَ فِیْ اِنَاءِ اَخِیْکَ۔

(ترمذی جلد اول۔ بَابُ مَاجَاءَ فِیْ طَلَاقَۃِ الْوَجْہِ وَحُسْنِ الْبِشْرِ)

ترجمہ: ''رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ ہر نیک کام صدقہ ہے اور نیک کاموں سے یہ بھی ہے کہ اپنے بھائی سے خوشدلی کے ساتھ ملے، اور یہ بھی ایک نیکی ہے کہ تو اپنی ڈول سے اپنے بھائی کے برتن میں پانی ڈال دے۔''

مؤمن کو چاہئے کہ ہر پسندیدہ اور نیک کام کرنے میں آگے بڑھے وہ نیک اور معروف کام چاہے چھوٹا ہو یا بڑا کسی سے ملاقات ہو تو خوشدلی اور بلا کسی ناگواری کے ملے یہ بھی نیک اور بھلی بات ہے۔ کسی کے برتن یا ڈول میں کنویں یا نل وغیرہ سے پانی نکال کر ڈال دینا پانی پلا دینا بھی نیک اور خیر کے کاموں میں سے ہے۔

اس حدیث میں ''بھائی کا خالی برتن بھر دے'' یہ جملہ شاید ایک تمثیل کے طور پر ارشاد فرمایا گیا ہے جس کا ایک وسیع مفہوم یہ ہے کہ بھائی کا برتن کسی بھی اعتبار سے خالی ہو تو اللہ نے اگر حیثیت والا بنایا ہو تو اس کو بھرنے کی کوشش کرو۔ مثلاً مؤمن بھائی کو علم اور سمجھ بوجھ کی کمی ہے تو اس لحاظ سے اس کا برتن خالی ہے، علم اور سمجھ بوجھ کے معاملہ میں اس کی مدد کرو سہارا دو، کسی کو مشورہ کی ضرورت ہے کسی کو مالی اور جسمانی تعاون کی ضرورت ہے تو مشورہ دیجئے اور حیثیت کے مطابق تعاون بھی دیا جائے، یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ مؤمن بھائی کی مدد کے لئے اس کے خالی برتن میں جو کچھ ڈال سکتا ہو ڈالتا جائے۔

(29) مبارک عادتیں

سُئِلَتْ عَائِشَةُ عَنْ خُلُقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ لَمْ يَكُنْ فَاحِشًا وَلَا مُتَفَحِّشًا وَلَا صَخَّابًا فِي الْاَسْوَاقِ وَلَا يَجْزِيْ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ وَلٰكِنْ يَعْفُوْ وَيَصْفَحُ۔

(ترمذی ابواب البر والصلۃ)

ترجمہ: ''حضرت عائشہؓ سے رسول اللہؐ کے اخلاق کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ آپؐ کو نہ فحش (بد اخلاقی کی بات) کہنے کی عادت تھی اور نہ کبھی بھی آپؐ کی زبان مبارک سے بیہودہ باتیں نکلتیں۔ اور نہ آپؐ بازاروں میں شور شرابہ کرتے اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے بلکہ معاف اور درگذر فرمادیتے۔''

اس حدیث شریف میں رسولؐ کے اخلاق فاضلہ کو بیان کیا گیا ہے کہ حضرتؐ نے فحش بات، گالی گلوچ بداخلاقی کی بات زبان سے کبھی بھی کہی نہیں۔ بازاروں میں شور شرابہ چیخنا چلانا زور زور سے بات کرنا بھی کبھی آپؐ نے پسند نہ فرمایا اور برائی کا بدلہ برائی سے نہ دیتے ہوئے درگذر اور معافی سے دیتے۔

ہم جیسے دنیاداروں کو آئے دن گلی کوچوں میں دوکانوں بازاروں میں عام لوگوں سے واسطہ پڑتا ہی رہتا ہے اگر اس حدیث پر ہمارا عمل ہو جائے تو برادران وطن کو اخلاق نبوی کا نمونہ امت کے افراد سے دیکھنے کو ملے گا، اللہ کرے ہماری یہ تمنا پوری ہو کہ ہمارے عمل سے چال ڈھال سے نبیؐ کے اخلاق حسنہ کا نمونہ اہل وطن بھائیوں کے سامنے پیش ہو۔

(30) تکبر اور گھمنڈ کیا ہے؟

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَایَدْخُلُ الْجَنَّۃَ مَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالُ ذَرَّۃٍ مِنْ کِبْرٍ وَلَا یَدْخُلُ النَّارَ مَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالُ ذَرَّۃٍ مِنْ اِیْمَانٍ فَقَالَ رَجُلٌ اِنَّہٗ یُعْجِبُنِیْ اَنْ یَّکُوْنَ ثَوْبِیْ حَسَنًا وَنَعْلِیْ حَسَنًا قَالَ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْجَمَالَ وَلٰکِنَّ الْکِبْرَ مَنْ بَطَرَ الْحَقَّ وَغَمَصَ النَّاسَ۔

(ترمذی باب ماجاء فی الکبر)

ترجمہ: ''نبیؐ نے فرمایا کہ جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر اور گھمنڈ ہوگا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا اور

جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا وہ دوزخ میں داخل نہ ہوگا۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ مجھے یہ بات اچھی لگتی ہے کہ میں اچھا کپڑا اور اچھا جوتا پہنوں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ بھی صفائی و پاکیزگی کو پسند فرماتا ہے لیکن تکبر اور گھمنڈ یہ ہے کہ جس نے حق بات کو رد کر دیا اور لوگوں کو حقیر جانا۔"

جس کے دل میں ذرہ برابر گھمنڈ ہو اس کے دخول جنت کو ناممکن بتایا گیا ہے اور جس کے دل میں ذرہ برابر ایمان ہو وہ دوزخ میں نہ جائے گا اپنی بڑائی آپ جتانا اور لوگوں پر دھونس جمانا، ہر چھوٹے بڑے کام میں اپنی بڑائی اور گھمنڈ ظاہر کرنا ایک ناپسندیدہ اور برا عمل ہے۔ ایک صحابیؓ نے آپؐ سے سوال کیا کہ اچھے کپڑے اچھے جوتے پہننا مجھے پسند ہے اور اچھا لگتا ہے کیا یہ تکبر ہے؟ نبیؐ نے بڑی معتدل اور بر بنائے اور انصاف تعلیم فرمائی کہ اللہ تعالیٰ بھی صفائی طہارت اور پاکیزگی کو پسند فرماتا ہے یعنی ٹھیک ٹھاک ڈھنگ کے اچھے کپڑے اچھے جوتے پہننا گھمنڈ اور تکبر نہیں ہے بلکہ نفاست ہے۔ اور صاف ستھرا پن ہے اور اللہ کو پسند ہے۔ تکبر اور گھمنڈ یہ ہے کہ کوئی شخص سچ اور حق بات کو نہ مانے اور لوگوں کو حقیر و ذلیل جانے۔

(31) رشتے ناطے

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَاتَقَاطَعُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَحَاسَدُوْا وَکُوْنُوْا عِبَادَاللّٰہِ اِخْوَانًا وَلَا یَحِلُّ لِلْمُسْلِمِ اَنْ یَّھْجُرَ اَخَاہُ فَوْقَ ثَلَاثٍ۔

(ترمذی شریف۔ بَابُ مَاجَاءَ فِی الْحَسَدِ)

ترجمہ: "آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ رشتہ داریاں نہ توڑو پیٹھ پیچھے برا مت کہو اور آپس میں بغض اور دشمنی نہ رکھو اور آپس میں ایک دوسرے سے حسد نہ رکھو اور اے اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی

ہو جاؤ اور کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ ناراض ہو کر دوسرے مسلمان سے تین دنوں سے زیادہ سلام کلام بند رکھے۔"

یہ حدیث بھی اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے کہ آسانی سے ہر شخص اس پر عمل کر سکتا ہے بس ہمارا نفس قابو میں ہو اور رسولؐ کی تعلیم و تربیت کی طرف پورا دھیان ہو اور حدیث نبوی سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں تو انشاء اللہ کام بنے گا۔ اس حدیث میں رشتہ داروں سے تعلقات خراب کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ پیٹھ پیچھے کسی کو برا کہنا، دل میں بغض اور دشمنی رکھنا، حسد و جلن رکھنا ان سے بھی لوگوں کو روکا گیا ہے اور اللہ کے سارے بندوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ بھائی بھائی بن کر زندگی گذاریں۔

دنیا میں لوگوں کے بیچ بہت سی ایسی باتیں ہوتی ہیں کہ لوگ ایک دوسرے سے ناراض ہو جاتے ہیں بول چال سلام کلام بند کر دیتے ہیں اس تعلق سے بھی اللہ کے رسول نے ہدایت فرمائی کہ کسی مسلمان سے کسی ناچاقی اور ان بن ہو جائے تو تین دن سے زیادہ سلام کلام بول بات بند نہ کرے بلکہ اس سے پہلے پہلے صلح صفائی کر لے اور بول چال سلام دعا جاری ہو جائے اور دونوں ہی ایک دوسرے سے بات چیت شروع کر دیں۔ مسلمان اس حدیث پر اگر پورے طور پر عمل کرنا شروع کر دیں تو دنیا میں ایک صاف ستھرا اور امن و شانتی سے بھرپور معاشرہ و سماج کے قائم کرنے میں بڑی مدد ملے گی۔

(32) صرف تین دن

اَنَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَایَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ یَّھْجُرَ اَخَاہُ فَوْقَ ثَلَاثٍ یَلْتَقِیَانِ فَیَصُدُّ ھٰذَا وَیَصُدُّ ھٰذَا وَخَیْرُھُمَا الَّذِیْ یَبْدَأُ بِالسَّلَامِ۔

(ترمذی شریف بَابُ مَاجَاءَ فِیْ کَرَاھِیَۃِ الْھَجْرِ)

ترجمہ: ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ کسی مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ بات کرنا بند کردے کہ راستہ میں دونوں اس طرح ملیں کہ ایک دوسرے سے منہ پھیر لیں ان میں بہتر وہ ہوگا جو پہلے سلام کرکے بات چیت کی شروعات کردے۔''

دنیا کی زندگی میں الجھنیں ہوتی رہتی ہیں دو آدمیوں میں اختلاف ہونا بھی ایک ممکن بات ہے لیکن ان میں سے اس شخص کے لئے بڑی بشارت ہے جو سلام سے بات چیت کی شروعات کرکے اختلاف اور جھگڑے کو ختم کردے اور بات چیت میں پہل کرنے والا ہی بہتر اور افضل ہے۔

(33) دوستی اور دشمنی میں سنجیدگی

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْبِبْ حَبِيْبَكَ هَوْنًامَّا عَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ بَغِيْضَكَ يَوْمًامَّا اَبْغِضْ بَغِيْضَكَ هَوْنًامَّا عَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ حَبِيْبَكَ يَوْمًامَّا۔

(ترمذی شریف: بَابٌ فِی الْاِقْتِصَادِ فِی الْحُبِّ وَالْبُغْضِ)

ترجمہ: ''نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ تو اپنے دوست سے اعتدال اور توسط سے دوستی رکھ شاید وہ کبھی تیرا دشمن ہوجائے اور دشمن سے میانہ روی اور سنجیدگی سے دشمنی کر شاید وہ کسی دن تیرا دوست ہوجائے یعنی دوست کی دوستی اور دشمن کی دشمنی پر پورا بھروسہ نہ کر۔''

حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ دوستی اور دشمنی دائمی اور ہمیشہ کے لئے نہیں ہوتی ہیں کبھی نہ کبھی ان کا رخ بدل جاتا ہے، قرآن مجید میں ایک اشارہ بھی دیا گیا ہے کہ

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ط

ترجمہ: ''بہت ممکن ہے کہ اللہ تم میں اور ان لوگوں میں جن سے تم کو دشمنی ہے ان سے دوستی قائم کر دے۔''

(60۔الممتحنہ، آیت: 7)

اس لئے ضروری ہوا کہ دوستی میں بھی اعتدال کا لحاظ رکھا جائے دوستی ہو تو اس میں حد اعتدال سے آگے نہ بڑھیں دشمنی ہو تو بھی حد اعتدال سے آگے نہ جائیں نہ ایسی دوستی ہو کہ اب دونوں ایک جان اور دو بدن ہو جائیں اور ساری قربانیاں ایک دوسرے کے لئے دینے لگیں اور ایک دوسرے سے اپنا کوئی راز پوشیدہ نہ رکھیں۔ اور نہ ہی ایسی دشمنی ہو کہ ہر وقت اپنے دشمن کو تکلیف اور ایذاء دینے کی فکر میں پڑا رہے اور دشمنی کرنے اور تکلیف پہنچانے میں کوئی کسر باقی نہ رکھے بلکہ دوستی اور دشمنی دونوں حالتوں میں اعتدال و انصاف اور بیچ کی راہ اختیار کرنا چاہئے کیا پتہ کہ دوست کب دشمن بن جائے اور دشمن کب دوست ہو جائے۔

(34) بدی کو نیکی سے مٹا دے

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِتَّقِ اللهَ حَيْثُ مَا كُنْتَ وَاَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ ۔ (ترمذی جلد اول)(بَابُ مَاجَاءَ فِي مُعَاشَرَةِ النَّاسِ)

ترجمہ: ''رسول اللہؐ نے فرمایا اللہ سے ڈر تو جہاں کہیں بھی رہے گا اگر تجھ سے برا کام ہو جائے تو اس کے بعد ایک نیک کام ضرور کر لے جو برے کام کو مٹا دے گا اور لوگوں سے حسن اخلاق سے پیش آ۔''

انسان دنیا کے جس حصہ میں بھی رہے ہر جگہ اللہ سے ڈرتا رہے کہ اللہ السمیع العلیم اور السمیع البصیر ہے انسان کی ہر بات کو سنتا بھی ہے جانتا اور دیکھتا بھی ہے۔ اگر شیطان اور نفس کے دھوکہ میں آ کر بھول چوک اور غلطی ہو جائے تو اس کے بعد کوئی نیکی اور عمل صالح کر لے مثال کے طور پر دو رکعت نفل نماز پڑھ

لے قرآن مجید کی تلاوت کر لے، کچھ صدقہ خیرات کرے یا جو بھی نیک کام ہو سکے کرے تا کہ یہ نیکی برائی کو ختم کرنے اور مٹانے کا ذریعہ وسبب بن جائے۔قرآن مجید میں بھی ہے اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ (نیکیوں میں وہ اثر ہے کہ برائیوں کو دور کر دیتی ہیں) تیسری بات حدیث میں یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ لوگوں سے اچھی عادت واخلاق سے پیش آؤ بد کلامی اور تہذیب کے خلاف عادت واخلاق سے دور رہو۔

(35) اپنے آپ کو ذلیل نہ کرو

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَنْبَغِيْ لِلْمُؤْمِنِ اَنْ يُّذِلَّ نَفْسَهٗ قَالُوْا وَكَيْفَ يُذِلُّ نَفْسَهٗ قَالَ يَتَعَرَّضُ مِنَ الْبَلَاءِ مَالَا يُطِيْقُ۔

(ترمذی جلد اول باب ماجاء فی النھی عن سب الریاح)

ترجمہ: ''رسول اللہؐ نے فرمایا کہ مؤمن کے لئے مناسب نہیں کہ وہ اپنے آپ کو ذلیل کرے۔لوگوں نے پوچھا وہ کیونکر ذلیل کرے گا اپنے آپ کو، آپؐ نے فرمایا کہ مؤمن اپنے آپ کو ایسی بلا میں ڈال دے جس کے اٹھانے کی طاقت نہ رکھتا ہو۔''

اللہ کے رسولؐ کی ایک ایک بات آب زر سے لکھے جانے کے لائق اور زر جواہرات سے زیادہ قیمتی ہے لیکن آپؐ کے ارشاد کی صحیح قدر وقیمت یہ ہے کہ امت کا ہر ہر فرد اس پر عمل کرے اس حدیث پاک میں آپؐ نے بڑے نکتہ کی بات ارشاد فرمائی ہے کہ مؤمن اپنے آپ کو ذلیل نہ کرے۔سوچنے کی بات ہے بھلا اپنے آپ کو کون ذلیل کرے گا؟ لیکن حضرت محمدؐ نے بتا دیا کہ لوگ خود کو کس طرح ذلیل کرتے ہیں۔آدمی کسی کام میں لگے جسے وہ کر نہ سکے یا کوئی ایسی ذمہ داری لے لے جسے وہ نبھا نہ سکے اس طرح انسان گویا خود کو ذلیل کرتا ہے قرآن مجید میں بھی ارشاد ہے۔

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا ''کسی آدمی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف دینا اللہ کا دستور نہیں۔''
یعنی اللہ تعالیٰ نے بھی انسان کو اس کی طاقت اور قدرت سے زیادہ عمل کرنے کا مکلف نہیں بنایا ہے۔

(36) دعا اور نیکی میں تاثیر

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَرُدُّ الْقَضَآءَ اِلَّا الدُّعَآءُ وَلَا یَزِیْدُ فِی الْعُمُرِ اِلَّا الْبِرُّ۔

(ترمذی۔ باب ماجاء لایرد القدر الاالدعاء)

ترجمہ: ''حضور اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ قضا (تقدیر) کو دعا کے علاوہ کوئی چیز رد نہیں کر سکتی اور عمر میں زیادتی نیکی ہی کے سبب سے ہوتی ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں جو لکھ دیا ہے اسے کوئی چیز بدل نہیں سکتی البتہ انسان اللہ تعالیٰ سے دعا کرے اور رب تعالیٰ چاہیں تو اس کی دعا کو شرف قبولیت عطا کر کے قضا و قدر کے فیصلے میں کچھ تبدیلی فرما دیں۔

اسی طرح جس شخص کی جتنی عمر طے ہے اتنی ہی عمر اس کو ملے گی اس سے زیادہ نہیں لیکن اگر نیک اور بھلے کاموں میں مشغول ہو اعمال صالحہ پر قائم ہو برائی سے دور ہو تو ایسے شخص کی عمر میں زیادتی ہو سکتی ہے قرآن مجید سورۂ فاطر کی آیت 11 میں ارشاد ہے

وَمَا یُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا یُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرٌ ﴿11﴾

ترجمہ: ''اسی طرح کسی بڑی عمر والے کی عمر بڑھ جانا یا کسی کی عمر کم ہونا یہ سب ایک کتاب (تقدیر) میں لکھے ہوئے کے مطابق انجام پاتے رہتے ہیں یقیناً اللہ کے لئے ایسا انتظام جاری رکھنا مشکل کام نہیں۔''

حدیث کے ساتھ اس آیت پر بھی نظر رہے تو انشاء اللہ کوئی شبہ نہ ہوگا، معلوم ہوا کہ دعا اور نیکی بہت اہم چیزیں ہیں کہ دعا سے قضاوقدر میں تبدیلی ممکن ہے اور بھلائی اور نیکی سے عمر بڑھ سکتی ہے لہٰذا مؤمن کو ان دونوں سے غافل نہ رہنا چاہیے۔

(37) برکت کی دعا

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَتْ اُمِّیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ خَادِمُكَ اَنَسٌ اُدْعُ اللّٰہَ لَہٗ قَالَ اَللّٰھُمَّ اَكْثِرْ مَالَہٗ وَوَلَدَہٗ وَبَارِكْ لَہٗ فِیْمَا اَعْطَیْتَہٗ۔ (بخاری کتاب الدعوات)

ترجمہ: ”حضرت انسؓ نے بیان کیا کہ میری والدہ نے آنحضرتؐ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ انس آپ کا خادم ہے اس کے لئے دعا فرمائیے۔ آپؐ نے دعا کی کہ اے اللہ اس کے مال و دولت میں برکت عطا فرما اور اولاد بھی زیادہ عطا فرما اور اپنی دی ہوئی نعمت میں بھی برکت عطا فرما۔“

دعا کی درخواست اپنے بڑوں سے کرتے رہنا چاہیے، سب بڑوں کے بڑے اللہ کے رسولؐ ہیں ان سے انسؓ کی والدہ نے اپنے بیٹے انسؓ کے لئے دعا کرنے کی درخواست کی، آپؐ نے انھیں مال اور اولاد میں برکت اور زیادتی کی دعا فرمائی۔ معلوم ہوا کہ بڑوں اور بزرگوں سے دعا کی درخواست کرنا سنت ہے اور وہ درخواست کرنے والوں کے حق میں اللہ رب العزت سے خیر و برکت اور بھلائی کی دعا کریں یہ بھی سنت ہے، قرآن مجید میں ارشاد ہے

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿64﴾

ترجمہ: ”ایسے لوگ جو خود پر ظلم کرتے ہیں اگر آپ کے پاس آتے اور اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی

مانگتے اور رسول بھی اللہ کے حضور ان کے حق میں مغفرت کی درخواست کرتے تو یہ لوگ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا اور بڑا مہربان پاتے۔"

(4۔النسآء، آیت: 64)

آج ہمارے درمیان اللہ کے رسول موجود نہیں ہیں لیکن علماء حقانی جو انبیاء کے جانشین ہیں ان سے دعاؤں کی درخواست ہمیں کرنا چاہئے اور جب بندہ خود ہی اپنے لئے دعا کرے یا توبہ واستغفار کرے تو اول و آخر درود شریف ضرور پڑھ لیا کرے اس سے انشاء اللہ دعا اور توبہ واستغفار کے قبولیت کے امکان بڑھ جائیں گے۔

(38) قرآن تجھ پر حجت ہے

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلطُّھُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ تَمْلَأُ الْمِیْزَانَ وَسُبْحٰنَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ تَمْلَاٰنِ مَابَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ وَالصَّلٰوۃُ نُوْرٌ وَالصَّدَقَۃُ بُرْھَانٌ وَالصَّبْرُ ضِیَاءٌ وَالْقُرْاٰنُ حُجَّۃٌ لَّکَ اَوْ عَلَیْکَ کُلُّ النَّاسِ یَغْدُوْ فَبَائِعٌ نَفْسَہٗ فَمُعْتِقُھَا اَوْ مُوْبِقُھَا۔

(مسلم۔کتاب الطہارۃ)

ترجمہ: "نبی اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ پاکی آدھا ایمان ہے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہنے کا ثواب اعمال تولنے کا ترازو بھر دے گا اور سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ دونوں ایک ساتھ کہنے کا اجروثواب اتنا زیادہ ہے کہ اس سے آسمان وزمین کے بیچ کی جگہ بھر جائے گی۔نماز نور ہے، صدقہ دلیل ہے، صبر روشنی ہے اور قرآن مجید تیرے حق میں یا تیری مخالفت میں حجت ہے۔اور ہر آدمی صبح کو اٹھ کر اپنی جان کا سودا کرتا ہے پھر نیک کام کرکے اپنی گردن عذاب سے چھڑا لیتا ہے یا برائی کرکے اپنے کو بربادی میں ڈال دیتا ہے۔"

کیا صاف ستھری اور پاکیزہ تعلیم ہے کہ بدن اور کپڑوں کی اور ظاہری چیزوں کی صفائی ستھرائی اور پاکی کو آدھا ایمان بتایا گیا ہے، لہذا کسی بھی مؤمن کو اس سے غافل نہیں رہنا چاہئے۔

حدیث پاک میں اللہ تعالیٰ کے تعریفی اور پاکی بیان کرنے والے کلمات کے کہنے اور بولنے کا اجروثواب بھی بتایا گیا ہے۔ اس لئے ہر اہل ایمان کو چاہئے کہ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے کھاتے پیتے سوتے جاگتے اپنی زبان پر اللہ کی پاکی اور تعریف بیان کرنے والے کلمات دعاؤں اور تسبیحات کو جاری وساری رکھے۔

نماز کے بارے میں فرمایا گیا کہ وہ نور ہے اور صدقہ دلیل ہے اور قرآن مجید آدمی کے حق میں حجت ہے۔ اس کے دو مطلب ہوسکتے ہیں ایک یہ کہ جو شخص صحیح طور پر قرآن مجید پڑھے اس کے معانی ومطالب کو سمجھے اور اس میں بیان کئے گئے احکام پر عمل کرے تو قرآن اس شخص کی مغفرت اور بخشش کے لئے حجت ہے نجات اور چھٹکارہ کے لئے آخرت میں دلیل وحجت بن جائے گا۔

دوسرا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ قرآن مجید انسان کے خلاف حجت ودلیل بن کر کھڑا ہوگا کہ قرآن مجید کو پڑھا اور سمجھا ہی نہیں یا پڑھا لیکن بے دھیانی سے پڑھا کچھ سمجھا یا نہیں سمجھا عمل بھی نہیں کیا اور اسے اپنے لئے ہدایت عبرت ونصیحت کی کتاب نہیں بنایا تو ایسے شخص کے خلاف قرآن مجید حجت ودلیل ہوگا۔

حدیث پاک کے آخری جملہ میں بتایا گیا ہے لوگ صبح کرتے ہیں تو گویا وہ اپنی جان اور نفس کے سودا کرنے والے ہیں، اب اگر انسان اپنا دن ایسے کاموں اور اعمال ومصروفیت میں گذارتا ہے جو اللہ کی ناراضگی کے نہ ہوں تو اس نے اپنی جان کو آگ سے آزاد کرالیا اور نجات پا گیا۔ اور اگر برے اعمال اور

مشغلہ میں دن گذارتا ہے تو اس کا وقت بھی برباد ہوا اور اپنے آپ کو اس نے جہنم میں گرفتار کرادیا۔ ہر مؤمن کو چاہئے کہ اس حدیث پاک کو اپنی روزمرہ کی زندگی میں بہت دھیان سے اتارنے کی کوشش کرے۔

(39) خودکشی کا انجام

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَتَلَ نَفْسَہٗ بِحَدِیْدَۃٍ فَحَدِیْدَتُہٗ فِیْ یَدِہٖ یَتَوَجَّاُ بِھَا فِیْ بَطْنِہٖ فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ خَالِدًا مُّخَلَّدًا فِیْھَا اَبَدًا وَّمَنْ شَرِبَ سَمًّا فَقَتَلَ نَفْسَہٗ فَھُوَ یَتَحَسَّاہُ فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ خَالِدًا مُّخَلَّدًا فِیْھَا اَبَدًا وَمَنْ تَرَدّٰی مِنْ جَبَلٍ فَقَتَلَ نَفْسَہٗ فَھُوَ یَتَرَدّٰی فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ خَالِدًا مُّخَلَّدًا فِیْھَا اَبَدًا۔ (مسلم، کتاب الایمان۔ باب بیان غلظ تحریم قتل الانسان نفسہ)

ترجمہ: ’’رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنے آپ کو لوہے کے کسی ہتھیار سے مار ڈالے (خودکشی) کرلے تو وہ ہتھیار آخرت میں اس کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ اس کو اپنے پیٹ میں گھونپتا رہے گا جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا اور جو شخص زہر پی کر اپنی جان ہلاک کر ڈالے تو وہ اسی زہر کو جہنم کی آگ میں چوستا رہے گا اور اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔ اور جس نے پہاڑ یا اونچی جگہ سے گر کر جان دے دی تو وہ ہمیشہ گرا کرے گا جہنم کی آگ میں اور ہمیشہ اس کا حال یہی رہے گا۔‘‘

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ خودکشی حرام ہے، کنویں میں گر کر، سمندر میں ڈوب کر، دیوار کے اوپر سے چھلانگ لگا کر، زہر کھا کر، چاقو چھری گھونپ کر، یا کسی اور طریقہ سے اپنے آپ کو مار ڈالا تو وہ اس حدیث میں بیان کی ہوئی سزا کا مستحق ہوگا۔ خودکشی کرنے والا پرلے درجہ کا بے وقوف اور بدھو ہے، کاہل اور نکما ہے حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے اللہ کی مدد طلب کرنے کے بجائے زندگی سے فرار حاصل کرنا چاہتا ہے اپنے ہی ہاتھوں اپنی جان کو برباد کرنے والے کو اس کے انجام پر غور کرنا چاہئے اور درج ذیل تین باتوں پر دھیان دینا چاہئے۔

(1) جس مصیبت اور پریشانی سے بھاگ کر خودکشی کی گئی ہے اگر مرنے کے بعد بھی اس سے بڑھ کر پریشانی سامنے آئے اور آنا ہی ہے تو پھر خودکشی سے کیا فائدہ ہوا۔

(2) دنیا کی کسی نہ کسی حالت سے مجبور ہو کر اس نے خودکشی کی ہے انسان کو دنیا کی زندگی میں جو حالات پیش آتے ہیں وہ ہمیشہ باقی نہیں رہتے بلکہ دیر سویر حالات بدلتے ہیں اور اچھے برے دونوں حالات آتے جاتے رہتے ہیں لیکن اپنے ہاتھوں اپنی جان ہلاک کرنے والا دنیا کی ختم ہو جانے والی حالت سے گھبرا کر اپنے آپ کو مار ڈالا اور آخرت کے ہمیشہ باقی رہنے والے عذاب میں دھر لیا گیا تو یہ بڑے گھاٹے کا سودا ہوا۔

(3) شاید خودکشی کرنے والا یہ سوچتا ہو کہ اس کے بعد میرے حالات بدل جائیں گے مجھے آرام اور سکون مل جائے گا اگر ایسا ہو تو یہ اس کے نفع کا سودا ہوا، مگر اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ ایسا کچھ ہونے والا نہیں ہے۔

اگر کسی کو خودکشی کرنے کا شیطانی وسوسہ آئے تو اسے کسی سمجھدار آدمی سے مشورہ کرنا چاہئے مشورہ کرتے ہی خودکشی کا ارادہ اس کے دل سے انشاء اللہ نکل جائے گا اور خودکشی کر ہی نہیں سکتا یہ بھی خیال رہے کہ جب زندگی میں ایسا کوئی مرحلہ آئے کہ اپنی عقل اور سمجھ سے باہر ہو تو کسی عقلمند اور صاحب سمجھ آدمی سے مشورہ کرلے اور اللہ تعالیٰ سے مدد اور نصرت بھی طلب کرے۔

(40) غسل اور نماز کی برکت

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَأَيْتُمْ لَوْ اَنَّ نَهْرًا بِبَابِ اَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ فِيْهِ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسًا هَلْ يَبْقٰى مِنْ دَرَنِهٖ شَيْءٌ قَالُوْا لَا يَبْقٰى مِنْ دَرَنِهٖ شَيْءٌ قَالَ فَذٰلِكَ مِثْلُ الصَّلَوَاتِ

اَلْخَمْسِ یَمْحُوا اللّٰہُ بِھِنَّ الْخَطَایَا۔

(بخاری)(کِتَابُ مَوَاقِیْتِ الصَّلٰوۃِ بَابُ الصَّلَوٰتِ الْخَمْسِ کَفَّارَۃٌ لِلْخَطَایَا)

ترجمہ: ''رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا بھلا بتاؤ تو اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر پانی کی نہر بہتی ہو وہ ہر روز پانچ بار اس میں نہایا کرے، کیا ہر روز پانچ بار نہانے سے اس کے بدن پر کچھ میل کچیل باقی رہے گا لوگوں نے کہا نہیں ذرا بھی میل نہیں رہے گا آپؐ نے فرمایا بس یہی پانچ وقت کے نمازوں کی مثال ہے اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے گناہ مٹا دے گا۔''

اہل ایمان کے لئے بندگی کا جو نظام اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا اس میں ایک نماز ہے جسے عربی میں ''صلوٰۃ'' کہا گیا ہے۔ اس کی بنیاد طہارت اور پاکیزگی کے اوپر ہے آدمی نے غسل کیا ہو اور پورے طور پر بدن کپڑا نماز پڑھنے کی جگہ صاف ستھری اور پاک ہو۔ نماز کے لئے کھڑے ہونے سے پہلے وضو بھی کرے۔

مشرکانہ طرز بندگی میں بدن کی پاکیزگی اور طہارت کا کوئی تصور ہی نہیں ہے ان کے یہاں صفائی بھلے ہی زیادہ ہوتی ہو لیکن پاکی اور طہارت کا تصور نہیں ہے۔ یہ کہنے میں کوئی حرج نہیں کہ صفائی اور طہارت میں تھوڑا سا فرق ہے۔ حکیم الامت حضرت مولانا تھانویؒ نے فرمایا کہ آئینہ پر گرد اور مٹی لگی ہو اسے پیشاب یا کسی اور ناپاکی سے سنے ہوئے کپڑے سے پونچھا جائے تو آئینہ صاف تو ہو جائے گا لیکن پاک نہیں ہوگا، پاک ہونے کے لئے شرط ہے کہ پاک اور طاہر پانی کے ذریعہ اسے دھویا جائے۔

پس مسلمانوں کو بدن کی پاکی اور صفائی دونوں کا خوب سے خوب خیال رکھنا چاہئے۔ نمازوں کی پابندی کا بھی خیال ہو مؤمن اگر نماز کا پابند ہے تو طہارت غسل وضو کے ذریعہ اسے بدن کی پاکی صفائی حاصل

ہوگی اور نماز پڑھنے سے گناہ بھی معاف ہوتے رہیں گے۔ کسی نماز کے وقت توبہ کی توفیق ہوگئی تو چھوٹے بڑے سب گناہ معاف ہو سکتے ہیں اس طرح نمازی کو بدن اور روح دونوں کی پاکیزگی حاصل ہو جائے گی۔

(41) شرک نہ کر نماز نہ چھوڑ

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّا تُشْرِکْ بِاللّٰہِ شَیْئًا وَّاِنْ قُطِعْتَ وَحُرِّقْتَ وَلَا تَتْرُکْ صَلٰوۃً مَّکْتُوْبَۃً مُّتَعَمِّدًا فَمَنْ تَرَکَہَا مُتَعَمِّدًا فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْہُ الذِّمَّۃُ وَلَا تَشْرَبِ الْخَمْرَ فَاِنَّہٗ مِفْتَاحُ کُلِّ شَرٍّ۔ (مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ)

ترجمہ: ”ارشاد فرمایا نبی کریمؐ نے کسی کو اللہ کا شریک نہ بناؤ اگرچہ تمہاری بوٹی بوٹی کر دی جائے یا تمہیں جلتی ہوئی آگ میں پھینک دیا جائے اور جان بوجھ کر فرض نماز نہ چھوڑو جس نے جان بوجھ کر نماز ترک کی وہ اللہ کے ذمہ سے الگ ہو گیا اور شراب نہ پیو کیونکہ وہ ہر برائی کی جڑ ہے۔“

نبیؐ نے ارشاد فرمایا کہ کسی حال میں شرک نہ کرو چاہے تمہارے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں یا تمہیں جلا دیا جائے، اور پانچ وقت کی نمازوں میں سے بھی کسی ایک نماز کو نہ چھوڑا جائے، جس نے جان بوجھ کر نماز میں سستی اور کاہلی کی غفلت برتی تو حضورؐ کی شفاعت کا مستحق نہ ہوگا۔ اور آپؐ نے اہل ایمان کے لئے دنیا وآخرت کی بھلائی کی دعائیں فرمائی ہیں ان میں اس کا حصہ نہ ہوگا۔

نماز نہ پڑھنے والوں کے لئے قرآن مجید میں ارشاد ہے فَمَا تَنْفَعُہُمْ شَفَاعَۃُ الشّٰفِعِیْنَ (48) (74۔المدثر، آیت: 48) (کسی سفارش کرنے والے کی سفارش بھی ایسے لوگوں کو نفع نہ دے گی۔)

اس حدیث میں شراب کو ہر برائی کا دروازہ کھولنے والا بتایا گیا ہے لہٰذا ہر مسلمان کو شراب سے دور رہنا چاہئے۔

(42) جنت میں داخلے کے پانچ عمل

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِتَّقُوا اللّٰہَ رَبَّکُمْ وَصَلُّوْا خَمْسَکُمْ وَصُوْمُوْا شَہْرَکُمْ وَاَدُّوْا زَکٰوۃَ اَمْوَالِکُمْ وَاَطِیْعُوْا ذَا اَمْرِکُمْ تَدْخُلُوْا جَنَّۃَ رَبِّکُمْ۔

(ترمذی جلد اول، بَابُ مَا ذُکِرَ فِی فَضْلِ الصَّلٰوۃِ)

ترجمہ: ''فرمایا رسول اللہؐ نے ڈرو تم اللہ سے جو تمہارا پروردگار ہے، پانچ وقت کی نماز ادا کرو، رمضان مہینہ کا روزہ رکھو، اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا کرو اور کام چلانے کے لئے جن کو حاکم یا ذمہ دار بنایا گیا ہو ان کا حکم مانو۔ اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔''

اللہ کا تقویٰ اور ڈر و خوف نیک اور اچھا عمل کرنے اور برائیوں سے بچنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے تو ہر حال میں اللہ کا خوف رکھنا چاہئے قرآن وحدیث میں بار بار اللہ سے ڈرنے اور خوف کرنے کی بات کہی گئی ہے، پنجوقتہ نمازوں کو مضبوطی سے پکڑے رہو اور اقامت صلوٰۃ کی پابندی کرو۔ پورے رمضان مہینہ کا روزہ رکھا جائے ہاں مسافر ہو یا ایسا بیمار ہو کہ روزہ نہیں رکھ سکتا تو اور دنوں میں روزہ کی قضا کرے۔ زکوٰۃ فرض ہونے کی مقدار کے مال کا مالک ہو تو زکوٰۃ ادا کرے۔ ''صاحب حکم'' لوگ جو کام چلانے کے لئے مقرر ہوں جیسے چودھری، حاکم وقت عالم، قاضی مفتی یا محلّہ پڑوس کا کوئی نیک سمجھدار آدمی ہو کام اور انتظام چلانے کے لئے اسے ذمی دار بنایا گیا ہو تو اس کی بات مانی جائے اور فرماں برداری کی جائے۔ یہ کام کر لئے تو تمہیں جنت میں داخل ہونے کا سرٹیفکیٹ مل گیا۔

(43) سات اعمال

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَبْعَۃٌ یُظِلُّھُمُ اللّٰہُ فِیْ ظِلِّہٖ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّہٗ اِمَامٌ عَادِلٌ وَّ شَابٌّ نَشَأَ فِیْ عِبَادَۃِ اللّٰہِ وَرَجُلٌ قَلْبُہٗ مُعَلَّقٌ بِالْمَسْجِدِ اِذَا خَرَجَ مِنْہُ حَتّٰی یَعُوْدَ اِلَیْہِ

وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِی اللّٰہِ اجْتَمَعَا عَلَیْہِ وَتَفَرَّقَا عَلَیْہِ وَرَجُلٌ ذَکَرَ اللّٰہَ خَالِیًا فَفَاضَتْ عَیْنَاہُ وَرَجُلٌ دَعَتْہُ امْرَاَۃٌ ذَاتُ حَسَبٍ وَّ جَمَالٍ فَقَالَ اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰہَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَۃٍ فَاَخْفَاھَا حَتّٰی لَاتَعْلَمَ شِمَالُہٗ مَا تُنْفِقُ یَمِیْنُہٗ ۔ (مشکوۃ جلداول، بَابُ الْمَسَاجِدِ وَمَوَاضِعِ الصَّلٰوۃِ)

ترجمہ: ''رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا سات شخص ایسے ہیں کہ اللہ تعالٰی ان کو ایسے وقت اپنے سایہ میں رکھے گا جس دن اس کے سوا کسی کا سایہ نہیں ہوگا۔ (1) انصاف کرنے والا بادشاہ (2) وہ نوجوان جس نے اپنی جوانی اللہ کی عبادت میں گذاری ہو (3) وہ شخص جس کا دل مسجد سے اٹکا ہوا ہو جب مسجد سے نکلتا ہے تو پھر جلد ہی (دوسری نماز کے لئے) واپس آجاتا ہے (4) ایسے دو شخص جو آپس میں اللہ کے لئے محبت رکھتے ہوں اللہ ہی کے لئے جمع ہوتے ہوں اور علیٰحدہ ہوتے ہوں (5) وہ آدمی جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرتا ہو اور اس کی آنکھیں بہہ پڑتی ہوں (6) وہ آدمی کہ اس کو صاحب حسب اور خوبصورت عورت اپنی طرف برے ارادے سے بلاتی ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں (7) ایک وہ آدمی جو اللہ کے لئے صدقہ کرتا ہے اور پھر اس کو چھپاتا ہے یہاں تک کہ اس کا بایاں ہاتھ نہ جانے کہ داہنے نے کیا خرچ کیا ہے۔''

حشر کے میدان میں جبکہ اللہ کے عرش کے سوا کہیں اور چھاؤں نہ ہوگی اور پوری انسانیت حساب دینے کے لئے کھلے میدان میں کھڑی ہوگی اس دن سات قسم کے لوگوں کو اللہ کے عرش کا سایہ نصیب ہوگا جن کو عرش کے سایہ اور چھاؤں میں جگہ ملے گی ان میں سے ایک امام عادل ہے یعنی ایسا بادشاہ اور حاکم جو عدل وانصاف کی بنیاد پر لوگوں کے درمیان حکم جاری کرتا ہو۔

دوسرا وہ شخص کہ جوان ہوتے ہوئے اللہ کی عبادت میں مشغول ہو۔ بڑھاپے میں تو ہر ایک کو آخرت کی فکر لگ جاتی ہے اور یہ خیال بھی بار بار آتا رہتا ہے کہ دنیا اب چھوڑنی ہے لیکن جوانی میں آدمی کچھ زیادہ فکر

نہیں کرتا اسی وجہ سے حدیث پاک میں نوجوان عبادت گذار اور فکر آخرت کرنے والے جوان کو حشر کے دن عرش کے سایہ میں ہونے کی بشارت دی گئی ہے۔ ہمارے نوجوان طبقہ کے لئے بڑی خوشخبری ہے اور دنیا و آخرت سدھارنے کا ذریعہ ہے، خوش قسمت ہیں وہ نوجوان جو توحید کا عقیدہ رکھنے کے ساتھ ساتھ پنجوقتہ نماز صوم رمضان ذکر و تلاوت وغیرہ سے جڑے ہوئے ہیں منکرات و محرمات اور فواحش سے دور ہیں۔

(3) اس شخص کے لئے بھی بشارت ہے جس کا جی مسجد میں اٹکا ہو یعنی ایک نماز سے فارغ ہوا پھر دوسری نماز ادا کرنے کی فکر میں اس کا جی لگا ہوا ہو، ایک نماز ادا کر کے مسجد سے واپس آنے کے بعد دوسرے وقت کے نماز کی ادائیگی کے لئے اس کی طبیعت میں مسلسل تقاضہ ہو۔

(4) میدان محشر میں عرش کا سایہ ان لوگوں کو بھی نصیب ہوگا جو ایک دوسرے سے محض اللہ کے واسطے اور اللہ رب العزت کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے محبت کرتے ہوں۔

(5) تنہائی، خلوت اور اکیلے پن میں اللہ کا ذکر کرنا خاص طور پر رات کے پچھلے پہر میں اٹھنا اور ذکر اللہ نماز و تلاوت میں مشغول ہونے کی بھی بڑی فضیلت ہے۔ قرآن مجید میں متقیوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا

إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذَٰلِكَ مُحْسِنِينَ ﴿16﴾ كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ ﴿17﴾
وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ﴿18﴾

ترجمہ: ''بیشک یہ لوگ اس سے پہلے نیک کاموں میں لگے رہتے تھے۔ رات میں بہت کم سوتے تھے،

رات کی آخری گھڑیوں میں استغفار کیا کرتے تھے۔“

(51۔الذاریات، آیت: 18-16)

معلوم ہوا کہ اہل تقویٰ اور جنتی لوگوں کی صفت ہے نیک کام میں لگے رہنا رات میں کم سونا اور رات کے پچھلے حصہ میں توبہ استغفار کرنا، اس حدیث میں بھی اسی طرف اشارہ ہے کہ خلوت وتنہائی میں اللہ کا ذکر کیا، اللہ کی محبت میں یا اللہ کے خوف سے اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے تو ایسے شخص کو بھی جس دن کہیں سایہ نہ ہوگا عرش کے سایہ میں جگہ ملے گی، تنہائی میں ذکر اللہ کی یہ فضیلت شاید اس لئے ہو کہ آدمی اپنے ذاکر و عابد ہونے کی نمائش کرتا ہوا نہ پھرے۔

(6) وہ شخص بھی عرش کے سایہ میں ہوگا جس کو کسی صاحب جمال اور حسن والی عورت نے گناہ کی دعوت دی لیکن آج تو سڑکوں بازاروں دوکانوں ہر جگہ عورتیں نیم برہنہ آدھے پونے کھلے بدن کے ساتھ اس طرح گھومتی پھرتی ہیں جس سے تاک جھانک دیدہ بازی، نظریں لڑانا گناہ کے کام کی طرف جھکاؤ ہونا عام بات ہوگئی ہے ایسے ماحول میں اہل ایمان کے لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ۭ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ (30)

ترجمہ: ”آپ ایمان والے مردوں سے فرمادو کہ اپنی آنکھوں کی حفاظت میں نگاہ کا بہت خیال رکھیں اور اپنے جسم کے قابل شرم حصوں کی حفاظت کریں۔ اس میں ان کے لئے پاکیزگی اور صاف ستھراپن ہے۔ بیشک اللہ کو ان کے سب کاموں کی خبر ہے۔“

(24۔النور، آیت: 30)

اس کا مطلب ہرگز یہ نہ سمجھا جائے کہ سڑکوں بازاروں میں آنکھ بند کر کے چلا جائے بلکہ اپنی بصیرت اور

نگاہ کی آدمی حفاظت کرے دیدہ بازی تاک جھانک سے دور رہے تاکہ دل میں بھی کچھ غلط خیال پیدا نہ ہو اس طرح عزت و ناموس کی حفاظت رہے گی۔ اہل ایمان بہنیں بھی کسی ضرورت کے تحت کہیں آئیں جائیں تو پردہ کا اہتمام کریں۔

ساتواں وہ شخص ہے کہ کچھ خیر خیرات کرے تو اس کی نمائش کرتا نہ پھرے جہاں تک ہو سکے اس کو مخفی اور پوشیدہ رکھے اس کے معنی یہ بھی نہیں کہ کچھ خیرات دینا ہو اور لوگ بیٹھے ہوں تو انھیں باہر نکال دے پھر دے اور کسی کو کچھ معلوم نہ ہو، اسلامی زندگی فطری اور قدرتی ہے اسی لئے قرآن مجید میں فرمایا اور خوب فرمایا۔

اِنۡ تُبۡدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِیَ ۚ وَاِنۡ تُخۡفُوۡهَا وَتُؤۡتُوۡهَا الۡفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيۡرٌ لَّكُمۡ ؕ

ترجمہ: ''صدقہ اگر ظاہر میں دو تو بھی اچھا ہے اور اگر چھپا کر دو اور حاجت مند کو جا کر پہنچا دو تو یہ تمہارے لئے اور بھی اچھا ہے۔''

(2۔البقرہ، آیت: 271)

دراصل اس حدیث میں صدقہ و خیرات کی نمائش اور دکھاوے سے بچنے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ بہت سے لوگ اپنے صدقات اور نیک کاموں میں خرچ کرنے کی ایسی نمائش کرتے ہیں کہ تصویر کے ساتھ اخبار میں خبر چھپے اور نام کا کتبہ نمایاں جگہ پر لگایا جائے یہ سب نہ ہو۔

بلکہ مال اللہ کا ہے اللہ کی رضا کے لئے خرچ کرے اور جہاں تک ہو سکے مخفی رکھے ظاہر بھی ہو جائے تب بھی کوئی حرج نہیں لیکن نیت اللہ کی رضا حاصل کرنا ہی ہو۔

(44) لعنت کن پر؟

لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ وَالْمُتَّخِذِيْنَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ۔

(ترمذی جلداول، اَبْوَابُ الصَّلٰوة)(بَابُ مَاجَاءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ اَنْ يَّتَّخِذَ عَلَى الْقَبْرِ مَسْجِدًا)

ترجمہ: ''اللہ کے رسولؐ نے لعنت کی قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر، اور جو لوگ قبروں پر چراغ جلائیں اور قبروں کو سجدہ گاہ بنائیں ان پر بھی لعنت کی ہے۔''

(45) کسی نبی کی قبر پر بھی سجدہ جائز نہیں

عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ۔

(بخاری جلداول)(كِتَابُ الْجَنَائِزِ، بَابُ مَايُكْرَهُ مِنْ اِتِّخَاذِ الْمَسَاجِدِ عَلَى الْقُبُوْرِ)

ترجمہ: ''حضرت عائشہؓ روایت فرماتی ہیں کہ جس بیماری میں رسول اللہؐ کی وفات ہوئی اس میں آپ نے فرمایا کہ اللہ یہود اور نصاریٰ پر لعنت کرے کہ انہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ کرنے کی جگہ بنالیا۔''

(46) قبر نبیؐ پر درود شریف

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِيْ سَمِعْتُهُ وَمَنْ صَلّٰى عَلَيَّ نَائِيًا اُبْلِغْتُهُ۔ (مشکوٰۃ شریف)(بَابُ الصَّلٰوةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفَضْلِهَا، تیسری فصل)

ترجمہ: ''نبی اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو کوئی میری قبر پر حاضر ہو کر مجھ پر درود پڑھے تو میں اس کو سنتا ہوں اور جو دور سے بھیجے تو اس کا صلوٰۃ و سلام مجھ تک پہنچایا جاتا ہے۔''

صاحب قرآن حضرت محمدؐ کے اس امت کے ہر مرد وعورت پر انگنت احسانات ہیں، حضرت رسول کریمؐ کے قلب مبارک پر قرآن مجید کا نزول ہوا، اس طرح ہمیں قرآن مجید جیسی ہدایت و برکت والی کتاب ملی، نبیؐ نے اپنے اسوۂ حسنہ کی تعلیم سے ہمیں سرفراز فرمایا دین اسلام کی صحیح شکل بتائی اور دین اسلام کے ایک ایک حکم اور طریقہ کو ہمارے سامنے عملی نمونہ کے طور پر بیان فرمایا کہ اگر ہم مضبوطی سے کتاب وسنت کو پکڑے رہیں تو کبھی گمراہ نہ ہوں گے۔

حضرت محمد رسول اللہؐ کے احسانات کو ایک امتی کس طرح چکا سکتا ہے ایک شکل جو قرآن مجید میں ارشاد فرمائی گئی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿56﴾

ترجمہ: ''اللہ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر رحمت بھیجتے ہیں اے ایمان والو! تم بھی نبیؐ پر رحمت بھیجا کرو اور تم پر لازم ہے کہ ہدیہ درود وسلام جاری رکھتے ہوئے اللہ کے نبی کے تابع فرمان بنے رہو۔''

(33۔الاحزاب، آیت: 56)

ہم پر اللہ کے رسولؐ کے بیشمار احسانات ہیں لہٰذا ہم ان کا تذکرہ کریں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا کریں کہ ہماری طرف سے آپ حضرت محمدؐ پر ہدیۂ درود وسلام بھیجیں۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ جو شخص روضۂ اطہر پر حاضر ہو کر ہدیۂ درود وسلام پڑھتا ہے تو آپؐ خود سنتے ہیں۔ اور جو دور دراز مقامات سے آپؐ پر درود وسلام بھیجتا ہے تو فرشتوں کے ذریعہ اس ہدیۂ درود کو آپ تک پہنچا دیا جاتا ہے۔ لہٰذا ہر مومن مرد عورت کو چاہئے کہ زیادہ سے زیادہ آپؐ پر درود بھیجے روضۂ اطہر پر حاضری ہو تو بہت بہتر ورنہ جہاں کہیں رہے وہاں سے ہی درود بھیجتا رہے۔

(47) حرمین شریفین میں نماز

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةٌ فِیْ مَسْجِدِیْ هٰذَا خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ صَلٰوةٍ فِیْ غَیْرِهٖ مِنَ الْمَسَاجِدِ اِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ ۔

(صحیح مسلم شریف، کتاب الحج) (بَابُ فَضْلِ الصَّلٰوةِ بِمَسْجِدَیْ مَکَّةَ وَ مَدِیْنَةَ)

ترجمہ: ''اللہ کے رسولؐ کا ارشاد ہے کہ ایک نماز پڑھنا میری اس مسجد (مسجد نبوی) میں اور مسجدوں میں پڑھی ہوئی ہزار نمازوں سے افضل ہے ہاں مسجد حرام (کعبہ والی مسجد) میں نماز پڑھنے کا ثواب مسجد نبوی سے بھی زیادہ ہے۔''

یہ حدیث شریف مسجد نبوی کی فضیلت میں وارد ہوئی ہے اللہ تعالیٰ نے اس مسجد کو جو شرف بخشا ہے دس سال تک وحی لے کر حضرت جبریلؑ اس مسجد میں آتے رہے اس مسجد کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کا نام ہی باب جبریل ہے، مسجد نبوی ہی میں قرآن مجید کے مدنی حصہ کی بیشتر آیات کا نزول ہوا۔ اسی مسجد میں اس وقت مسلمانوں کے اجتماعی فیصلے ہوتے تھے۔ لشکر اسلام یہیں سے روانہ ہوتے تھے۔ یہیں قافلے ٹھہرتے تھے آنے والے مہمانوں کے انتظام بھی اسی مسجد میں ہوتے تھے۔

مسجد نبوی کی اس طرح کی بہت سی فضیلتیں اور خصوصیات ہیں۔

حدیث شریف میں اللہ کے رسولؐ نے فرمایا کہ میری اس مسجد میں ایک نماز پڑھنے کا ثواب مسجد حرام کے علاوہ دوسری مساجد میں پڑھی گئی ہزار نمازوں کے ثواب سے زیادہ ہے۔

(48) قدرتی کفارہ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا یُصِیْبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَّصَبٍ وَّلَا وَصَبٍ وَّلَا ھَمٍّ وَّلَا حُزْنٍ وَّلَا اَذًی وَّلَا غَمٍّ حَتَّی الشَّوْکَۃِ یُشَاکُھَا اِلَّا کَفَّرَ اللّٰہُ بِھَا مِنْ خَطَایَاہُ۔

(مشکوٰۃ، بَابُ عِیَادَۃِ الْمَرِیْضِ، فصل اول)

ترجمہ: ''اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان کو جو کوئی رنج، دکھ، فکر اور غم پہنچتا ہے یہاں تک کہ جو کانٹا اس کو چبھ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس شخص کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے یعنی گناہ مٹا دیتا ہے۔''

حدیث پاک میں نبیؐ نے ارشاد فرمایا کہ مؤمن کو جو کوئی تکلیف پہنچتی ہے اس سے اس کے گناہ ختم ہوتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ ہر مسلمان کو سوچنا چاہئے کہ اس پر جو مصیبت پڑتی ہے تو وہ اگر سچا مؤمن اور مسلم ہے تو اسے حدیث پاک میں بشارت دے دی گئی ہے کہ مؤمن کو رنج و غم دکھ تکلیف پہنچے یا فکر و مصیبت ہو یہاں تک کہ اسے کانٹا بھی چبھے تو اللہ تعالیٰ ان پریشانیوں کو اس کے گناہوں کے لئے کفارہ (گناہ کا اتار) بنا دیتا ہے اور اس طرح اس کے گناہ مٹ جاتے ہیں، اس لئے دکھ درد پریشانی کی زندگی میں کوئی ایسا موقع آئے کہ تکلیف اور دکھ درد مصیبت سہے نہ جاتے ہوں ایسے موقع پر جزع فزع کرنا رونا چلانا بے تکی باتیں کرنا ہرگز مناسب نہیں ہے بلکہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ (ہم سب اللہ کے ہیں اور اسی کی طرف پلٹ کر جانے والے ہیں) پڑھے اللہ تعالیٰ سے صبر اور برداشت کرنے کی توفیق مانگے اور اللہ کی ذات سے امید رکھے کہ یا تو یہ میرے لئے کفارۂ گناہ کا سبب ہیں یا پھر یہ کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں درجات کی بلندی کا ذریعہ بنیں گے۔

بہر صورت مؤمن کو صابر و شاکر رہنا چاہئے اور اس آیت کو بھی پیش نظر رکھنا چاہئے۔

قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿51﴾

ترجمہ: ”آپ کہہ دو کہ کوئی مصیبت ہم پر کیا پڑے گی مگر وہ مصیبت تو پڑ کر ہی رہے گی جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ دی ہے وہی ہمارا کام بنانے والا ہے اور ایمان والوں کو اللہ پر بھروسہ کرنا چاہئے۔“

(9۔التوبہ، آیت:51)

اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَايَزَالُ الْبَلَاءُ بِالْمُؤْمِنِ وَالْمُؤْمِنَةِ فِيْ نَفْسِهٖ وَوَلَدِهٖ وَمَالِهٖ حَتّٰى يَلْقَى اللّٰهَ تَعَالٰى وَمَا عَلَيْهِ خَطِيْئَةٌ ۔ (ترمذی شریف جلد دوم، اَبْوَابُ الزُّھْدِ، بَابٌ فِی الصَّبْرِ عَلَی الْبَلَاءِ)

ترجمہ: ”رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ مؤمن مرد اور مؤمن عورت اپنی ذات یا اپنی اولاد یا اپنے مال کے تعلق سے اکثر مصیبت اور تکلیف میں رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے وہ اس حال میں ملتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ باقی نہیں رہتا۔“

اس حدیث میں مؤمن مرد اور مؤمنہ عورت دونوں کے لئے بشارت ہے۔ جان مال اولاد کے بارے میں کوئی تکلیف پریشانی ہو تو یہاں کی پریشانیاں جھیلتے ہوئے دنیا سے جوں توں کر کے نکل جائے تو جب اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا وقت آئے گا اس وقت انشاء اللہ اس مؤمن مرد اور مؤمنہ عورت پر کوئی گناہ باقی نہ رہے گا۔ ایسی حالت میں اس کی اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہوگی۔ درج ذیل آیت پر بھی دھیان رکھا جائے۔

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴿30﴾

ترجمہ: ”اور تم پر جو مصیبت آتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کے کئے ہوئے کاموں کی وجہ سے آتی ہے جبکہ بہت سے گناہ تو وہ معاف فرما دیتا ہے۔“

(42۔الشوریٰ، آیت: 30)

(49) بہادر کون؟

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ الشَّدِیْدُ بِالصُّرْعَۃِ اِنَّمَا الشَّدِیْدُ الَّذِیْ یَمْلِکُ نَفْسَہٗ عِنْدَ الْغَضَبِ ۔ (مسلم شریف، بَابُ فَضْلِ مَنْ یَّمْلِکُ نَفْسَہٗ عِنْدَالْغَضَبِ) (کِتَابُ الْبِرِّ وَالصِّلَۃِ وَالْاَدَبِ)

ترجمہ: ''بہادر وہ نہیں ہے جو کشتی میں غالب آجائے بہادر وہ ہے جو اپنے آپ پر قابو رکھے غصہ کے وقت۔''

تعلیم نبوی میں یہ ارشاد ہے کہ کشتی میں کوئی کسی کو پٹک دے تو وہ بہادر نہیں ہے بلکہ اصل بہادر وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے۔ اگر ہم بازاروں، مسجدوں، گھروں، کھیت کھلیانوں میں اس کا اہتمام کریں کہ اپنے غصہ پر قابو پالیں تو برادران وطن کے سامنے اپنی زندگی کا اچھا نمونہ پیش کر سکتے ہیں۔ قرآن مجید میں بھی ارشاد ہے۔

وَالْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ ط (3۔آل عمران، آیت: 134)

ترجمہ: ''اور غصہ کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کے قصور معاف کرتے ہیں۔''

اگر ہم قرآن وحدیث کی اس تعلیم پر عمل شروع کردیں تو اس سے ہم کو دنیا وآخرت میں فائدہ ہوگا۔ مسلم عوام کو بھی فائدہ ہوگا غیر مسلم بھی اسلام کے بارے میں سوچنے لگیں گے کہ مسلمانوں کے دل کتنے قابو میں ہیں۔

(50) کرنے کے کام

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَطْعِمُوا الْجَائِعَ وَعُوْدُوا الْمَرِیْضَ وَفُکُّوا الْعَانِیَ ۔

(صحیح بخاری جلد دوم، کِتَابُ الْمَرْضٰی) (بَابُ وُجُوْبِ عِیَادَۃِ الْمَرِیْضِ)

ترجمہ: ''آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا (1) بھوکے کو کھانا کھلاؤ (2) بیمار کو پوچھنے کے لئے جاؤ (3) اور قیدی کو قید سے چھڑاؤ۔''

اس حدیث میں تین کام کرنے کے بتائے گئے ہیں بھوکوں کو کھانا کھلانا۔ بیمار کی عیادت اور مزاج پرسی کرنا۔ مریض کی عیادت کرنا صرف یہ نہیں ہے کہ جائے دیکھ آئے یہ بھی اچھی بات ہے لیکن دیکھنے کے ساتھ مریض کی دوادارو علاج معالجہ کا انتظام بھی کرے کوئی کام ہو کر دے دوا لانا ہو لا دے۔ کوئی سہولت پہنچا سکتا ہو تو پہنچا دے کھانے پینے اور پرہیز کے سامان اسباب کا انتظام کرے غرض جیسی مدد کر سکتا ہو کام آسکتا ہو مدد کرے کام آئے۔

تیسری بات یہ ہے کہ کوئی قرض میں یا کسی ناجائز مقدمہ میں گرفتار ہو گیا تو اس کو چھڑانے آزاد کرانے کی کوشش کرے اللہ نے حیثیت دی ہو کچھ پیسہ خرچ کرنے کی ضرورت آجائے تو پیچھے نہ ہٹے قرضدار کے قرض کی ادائیگی کا انتظام کر دے مطلب یہ ہے کہ ہر انسان وقت ضرورت پر ہر انسان کے کام آئے۔

نماز روزہ حج زکوۃ نیک کام تو ہیں بھوکوں کو کھانا کھلانا، بیماروں کی خبر گیری کرنا، قیدیوں کی رہائی اور چھٹکارہ کا انتظام کرنا بھی اللہ کی رضا کے کام ہیں۔

(51) مریض کے لئے دعا

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَتٰى مَرِيْضًا اَوْ اُتِىَ بِهٖ قَالَ اَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ اِشْفِ اَنْتَ الشَّافِىْ لَاشِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَايُغَادِرُ سَقَمًا۔

(صحیح بخاری جلد دوم، کتابُ المرضٰی، بابُ دُعاءِ العائدِ للمَرِیض)

ترجمہ: ''اللہ کے رسولؐ جب کسی بیمار کے پاس (اس کی عیادت کو) جاتے یا بیمار آپ کے پاس لایا جاتا تو آپ اس طرح دعا فرماتے۔ اے انسانوں کے رب تو لوگوں کی بیماری دور کردے، شفاء عطا فرما تیرے سوا کوئی شفاء دینے والا نہیں تو ہی شفاء دینے والا ہے ایسی شفاء کہ کوئی بیماری نہ رہے۔''

قرآن مجید میں حضرت ابراہیم کی دعا ہے وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ (اور جب میں بیمار پڑوں تو اسی کے شفاء عطا فرمانے سے مجھے تندرستی حاصل ہوسکتی ہے)۔ معلوم ہوا کہ انبیاء اور مرسلین کا طریقہ یہ رہا کہ مرض کی نسبت اپنی طرف کرتے ہیں اور شفاء دینے کی نسبت اللہ رب العزت کی طرف کرتے ہیں۔ حدیث شریف میں جو دعا بتائی گئی ہے اسے بھی یاد کرلیں اور بھی بہت ساری دعائیں قرآن مجید اور حدیث شریف میں موجود ہیں انہیں یاد کرلیا جائے مریض خود بھی دم کرے کسی عالم حافظ امام اور نیک آدمی سے بھی پڑھوا کر دم کرائے اللہ نے چاہا تو شفاء نصیب ہوگی۔

ان دعاؤں کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مریض دوا کرانا بند کردے بلکہ یاد رکھنا چاہئے کہ دوا کرانا بھی سنت ہے اور دعا کرنا بھی سنت ہے چنانچہ اللہ کے رسولؐ نے علاج کا طریقہ اور بعض دواؤں کی جو خاصیت بتائی ہے ''طب نبوی'' کے نام سے علماء کرام نے ان کو جمع کرکے مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ لہذا شفاء پانے کے لئے دوا اور دعا دونوں طریقوں کو اپنایا جائے۔

(52) بدن کا درد

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الْعَاصِ اَنَّهٗ شَكٰى اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعًا يَّجِدُهٗ فِىْ جَسَدِهٖ مُنْذُ اَسْلَمَ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَعْ يَدَكَ عَلَى الَّذِىْ يَاْلَمُ مِنْ

جَسَدِكَ وَقُلْ بِسْمِ اللّٰہِ ثَلٰثًا وَّقُلْ سَبْعَ مَرَّاتٍ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ وَقُدْرَتِہٖ مِنْ شَرِّمَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ قَالَ فَفَعَلْتُ فَاَذْھَبَ اللّٰہُ مَا کَانَ بِیْ ۔

(صحیح مسلم، کِتَابُ السَّلَامِ)(بَابُ اسْتِحْبَابِ وَضْعِ یَدِہٖ عَلٰی مَوْضِعِ الْاَلَمِ مَعَ الدُّعَاءِ)

ترجمہ: ''عثمان بن ابی العاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ سے انہوں نے اپنے بدن میں ایک درد کی شکایت کی جسے وہ محسوس کرتے تھے جب سے انہوں نے اسلام قبول کیا تھا آپؐ نے فرمایا تم اپنا ہاتھ درد کی جگہ پر رکھو اور تین بار بِسْمِ اللّٰہِ کہو پھر سات مرتبہ یہ دعا پڑھو اَعُوْذُ بِاللّٰہِ وَقُدْرَتِہٖ مِنْ شَرِّ مَآ اَجِدُ وَاُحَاذِرُ (میں پناہ میں آیا اللہ کی قدرت اور طاقت کے ذریعہ ہر اس چیز کے شر سے جس کو میں اپنے بدن میں پاتا ہوں اور جس کا مجھے خطرہ ہے)۔''

جناب رسول اللہؐ نے ایک صحابیؓ کے درد کی شکایت پر ارشاد فرمایا کہ اپنا ہاتھ درد کی جگہ پر رکھو اور تین مرتبہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھو اور سات مرتبہ یہ دعا پڑھو۔ ''اَعُوْذُ بِاللّٰہِ وَقُدْرَتِہٖ مِنْ شَرِّ مَآ اَجِدُ وَاُحَاذِرُ''۔

اللہ کا شکر ہے کہ حدیث میں آئی ہوئی اس دعا کے پڑھنے سے ان صحابیؓ کو شفاء ملی۔ ہم بھی اگر اس پر عمل کریں تو اللہ کے فضل سے ہمیں بھی شفاء اور صحت ملے گی۔

اس کے علاوہ شیاطین، بدروحوں اور جن وغیرہ سے انسان کو جو تکلیف اور پریشانی لاحق ہوتی ہے اس کے لئے یہ دعا بڑی مفید ہے۔

(53) مغفرت چاہو

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یٰاَیُّھَا النَّاسُ تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ وَاسْتَغْفِرُوْہُ فَاِنِّیْ اَتُوْبُ فِی الْیَوْمِ

مِائَةَ مَرَّةٍ ۔ (مسلم شریف) (کِتَابُ الذِّکْرِ وَالدُّعَاءِ وَالتَّوْبَةِ وَالْاِسْتِغْفَارِ، بَابُ التَّوْحِیدِ)

ترجمہ: ''نبیؐ نے ارشاد فرمایا اے لوگو! توبہ کرو اللہ کی طرف اور اللہ سے اپنے گناہوں کی مغفرت چاہو، ہر دن سو مرتبہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرتا ہوں۔''

اس حدیث شریف میں اللہ کے رسولؐ نے گناہوں سے توبہ واستغفار کی طرف امت کو متوجہ فرمایا کہ لوگ توبہ واستغفار کی کثرت کریں ہر روز اللہ سے اپنے گناہوں اور بھول چوک کی معافی چاہیں۔

توبہ بڑی زبردست اور اہم چیز ہے ایمان اور عمل صالح کے ساتھ سچی توبہ نصیب ہوجائے تو اللہ تعالیٰ برائی کو نیکی سے بدل دیتے ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿70﴾

ترجمہ: ''مگر جو کوئی توبہ کرلے اور ایمان پر قائم رہ کر نیک عمل کرتا رہے تو اللہ ایسے لوگوں کے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کردے گا اور واقعی اللہ تعالیٰ بخشش فرمانے والا اور مہربان ہے۔''

(25۔الفرقان، آیت: 70)

توبہ واستغفار کے ذریعہ گنہگاروں کے لئے بھی بخشش ومغفرت کا دروازہ کھل گیا ہے کہ اگر توبہ کرکے ایمان کے ساتھ نیک عمل پر رہے اور گناہ کے کام سے رکا رہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف کرکے نیکیوں سے بدل دیں گے۔

حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ جب نبیؐ ہر قسم کے گناہوں سے دور رہنے کے باوجود ہر دن سو مرتبہ توبہ و

استغفار کرتے تھے تو امتی کو تو اپنی حالت دیکھتے ہوئے کئی گنا زیادہ استغفار کرنا چاہیے، بہرحال جتنی بار ہو سکے توبہ واستغفار کرتا ہی رہے۔

(54) ننانوے (99) رحمت

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَلَقَ اللّٰهُ مِائَةَ رَحْمَةٍ فَوَضَعَ رَحْمَةً وَاحِدَةً بَيْنَ خَلْقِهٖ يَتَرَاحَمُوْنَ بِهَا وَعِنْدَ اللّٰهِ تِسْعَةٌ وَّتِسْعُوْنَ رَحْمَةً ۔ (ترمذی جلد دوم، ابواب الدعوات)

ترجمہ: ''بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے سو رحمتیں پیدا فرمائیں اور اتاری اس میں سے ایک رحمت اس دنیا میں جس کے سبب لوگ آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں اور اپنے پاس ننانوے رحمتیں رکھی ہیں (یعنی قیامت کے دن ان میں سے اپنے موحد بندوں کو بخشے گا)۔''

یہ حدیث بتاتی ہے کہ آج دنیا میں جو رحم کا جذبہ پایا جاتا ہے ہمارے یہاں تو الحمدللہ رحم کا جذبہ ہے ہی، دوسری قوموں میں بھی تھوڑا بہت پایا جاتا ہے وہ بھی غریبوں کو کھانا کھلاتے ہیں غریبوں کی مدد کرتے ہیں بیماروں کی تیمارداری مزاج پرسی کرتے ہیں اور ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں۔ حدیث شریف سے معلوم ہو رہا ہے کہ رحمت کا یہ پرتو اللہ تعالیٰ نے جو انسانوں پر ڈالا ہے وہ رحمت کے سو حصوں میں سے ایک حصہ ہے باقی رحمت کا ننانوے حصہ اپنے پاس اللہ تعالیٰ نے روک رکھا ہے اگر رحمت کے اسی ایک حصہ کو بھی صحیح طور پر استعمال کیا جائے تو دنیا میں رحم عام ہو جائے گا۔

لیکن آج ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں رحمت ایک فیصد سے بھی کم ہے، دنیا میں ایک فیصد رحمت کے سبب لوگوں میں جو جذبۂ ترحم پایا جاتا ہے اس سے اندازہ لگایا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ننانوے فیصد

رحمت محفوظ ہے اللہ تعالیٰ کتنے مہربان اور رحم والے ہوں گے۔ اس لئے کسی بڑے سے بڑے گنہگار کو اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا چاہئے بلکہ مرنے سے پہلے پہلے توبہ کرلے اور گناہوں کی معافی مانگی جائے۔

(55) اللہ کی حمد کا ثواب

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَیَرْضٰی عَنِ الْعَبْدِ اَنْ یَّأْکُلَ الْاُکْلَۃَ اَوْ یَشْرِبَ الشُّرْبَۃَ فَیَحْمَدُہٗ عَلَیْھَا۔

(ترمذی جلد اول، اَبْوَابُ الْاَطْعِمَۃِ)(بَابٌ فِی الْحَمْدِ عَلَی الطَّعَامِ اِذَا فَرَغَ)

ترجمہ: ''ارشاد فرمایا رسول اللہؐ نے بیشک اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے اپنے بندے سے کہ جب وہ بندہ ایک لقمہ کھانا کھائے یا پانی کو کوئی گھونٹ پئے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد وتعریف کرے۔''

مؤمنو! اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو کہ ایک دانہ بھی کسی کے حلق سے نیچے جانہیں سکتا جب تک اللہ رب العزت کی صفت رزاقیت اس کو سہارا نہ دے اسی طرح اللہ کی اجازت کے بغیر پانی کا ایک گھونٹ بھی کسی کو نہیں مل سکتا اسی لئے اللہ کے رسولؐ نے کھانے پینے کے موقع پر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہنے اور اللہ کی پاکی وحمد بیان کرنے کی طرف امت کو رغبت دلائی ہے۔

اللہ کا شکر ہے کہ اہل ایمان بھائیوں میں اس پر عمل ہے کہ پانی پیتے ہیں تو بِسْمِ اللّٰہِ کہتے ہیں اور پانی پی لینے کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہتے ہیں۔ کھانے میں بھی یہی عمل جاری ہے۔ کھانا کھاتے وقت بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ گونگے بن کر بیٹھتے ہیں اور کھانا کھاتے وقت کچھ بولتے ہی نہیں ہیں اس طرح کھانا کھانا مجھے اچھا نہیں لگتا۔ بلکہ بِسْمِ اللّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، مَاشَاءَ اللّٰہُ، شکر ہے اللہ کا قدرے بلند آواز سے بولتے رہنا چاہئے تاکہ اگر کوئی کھاتے وقت بسم اللہ کہنا بھول گیا ہو تو اسے یاد آجائے۔

بعضوں کے یہاں ایسی رسم ہوتی ہے کہ کھاتے وقت کچھ بولتے ہی نہیں ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کھانا نہیں کھا رہے ہیں بلکہ کوئی عبادت کر رہے ہیں جب کہ حدیث شریف سے معلوم ہو رہا ہے کہ کھانا کھاتے وقت اللہ کی حمد و تعریف اور توصیف بیان کرنا چاہیے۔

اللہ نے کھانے پینے کی جو نعمتیں دی ہیں اس کے کھانے پینے پر بدن کو جو لذت راحت اور خوشی محسوس ہوتی ہے اس کا تقاضہ ہے کہ نعمتوں کے اصل خالق و مالک کی تعریف کی جائے اور شکر ادا کیا جائے۔

(56) جَزَاکَ اللّٰہُ کہیے

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صُنِعَ اِلَیْہِ مَعْرُوْفًا فَقَالَ لِفَاعِلِہٖ "جَزَاکَ اللّٰہُ خَیْرًا" فَقَدْ اَبْلَغَ فِی الثَّنَاءِ۔ (ترمذی، اَبْوَابُ الْبِرِّ وَالصِّلَۃِ، بَابُ مَاجَاءَ فِی الثَّنَاءِ الْمَعْرُوْفِ)

ترجمہ: ''اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا جس کے ساتھ کسی نے احسان کیا اور اس نے محسن (احسان کرنے والے) سے کہا "جَزَاکَ اللّٰہُ خَیْرًا" (اللہ تعالیٰ تجھ کو نیک بدلہ دے) تو اس نے اپنے محسن کی بڑی تعریف اور عزت کی۔''

یہ حدیث پاک بتاتی ہے کہ کوئی شخص ہم پر کوئی چھوٹے سے چھوٹا احسان بھی کرے تو ہم اس پر اسے جزاک اللّٰہ (اللہ تم کو اچھا بدلہ دے) کہیں۔ ہمارے یہاں شکریہ، شکریہ، دھنیواد وغیرہ کے الفاظ ہیں ان میں ''دعا'' کا تاثر بھی نہیں ہے جب کہ حدیث شریف میں بتائے گئے الفاظ اور دعائیہ کلمات موجود ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے یا اس سے بھی بہتر بدلہ دے۔

اس جملے کے کہنے سے احسان کرنے والے کا شکریہ بھی ادا ہو گیا اللہ کا ذکر بھی ہوا اور احسان کرنے والے کے لئے اچھا بدلہ پانے کی دعا بھی ہو گئی۔ یہ ہے اللہ کے رسولؐ کی تعلیم کی فضیلت اور خوبی۔

(57) اللہ مجھے بچا لیجئے

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْهَرَمِ وَالْبُخْلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ۔

(صحیح مسلم، كِتَابُ الذِّكْرِ وَالدُّعَاءِ وَالتَّوْبَةِ وَالْاِسْتِغْفَارِ، بَابُ الدَّعْوَاتِ وَالتَّعَوُّذِ)

ترجمہ: ''رسول اللہؐ دعا فرماتے تھے اے اللہ میں تیری پناہ میں آیا بے چارگی، سستی، بزدلی، کم ہمتی اور ایسے بڑھاپے سے جس میں عقل وہوش جاتا رہے اور کنجوسی سے مجھے اپنی حفاظت میں لے لے، قبر کے عذاب اور زندگی وموت کے فتنہ سے بھی مجھے بچا لیجئے۔''

ہر عام وخاص آدمی پر پریشانی مصیبت الجھن وغیرہ آتی رہتی ہے ان مشکلات میں آسانی اللہ کی پناہ چاہنے کے لئے حدیث شریف کی اس دعا کو یاد کر لینا چاہئے۔ دعا اور اس کا ترجمہ دونوں ہی آپ نے پڑھ بھی لیا کہ بے چارگی، سستی، بزدلی، کم ہمتی سے اللہ تعالیٰ مجھے بچا لیجئے۔ اور ایسا بڑھاپا جس میں مجبوریاں معذوریاں سر پر آپڑی ہیں یہاں تک کہ عقل وہوش بھی جاتا رہے اس سے بھی اپنی حفاظت عطا فرمائے۔

بخیلی اور کنجوسی سے بھی بچنے کی دعا کی گئی ہے، قبر کے عذاب اور زندگی وموت کے فتنہ سے اللہ ہم کو بچائے۔ اچھا تو یہی ہوگا کہ رسولؐ کی بتائی ہوئی اس دعا کو یاد کر لیا جائے اور بار بار جب بھی یاد آجائے پڑھتے رہا کریں۔

(58) چھوٹوں پر شفقت کرو

اِنَّ الْاَقْرَعَ ابْنَ حَابِسٍ اَبْصَرَ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ الْحَسَنَ فَقَالَ اِنَّ لِیْ عَشَرَةً مِّنَ

اَلْوَلَدِ مَا قَبَّلْتُ وَاحِدًا مِنْهُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ۔

(حوالہ مذکورہ بالا)

ترجمہ: ''اقرع بن حابسؓ نے دیکھا کہ رسول اللہؐ پیار کر رہے تھے اپنے نواسے حضرت حسنؓ کو تو بولے اے اللہ کے رسولؐ میرے دس بچے ہیں میں نے ان میں سے کسی کو پیار نہیں کیا۔ آپؐ نے فرمایا جو رحم نہ کرے گا (بچوں، یتیموں اور عاجزوں اور ضعیفوں پر) اللہ بھی اس پر رحم نہ کرے گا۔''

دین اسلام میں بڑوں کی توقیر و عزت کرنے کی اور چھوٹوں پر نرمی اور شفقت کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔

اس حدیث پاک میں چھوٹوں پر شفقت اور نرمی کرنے اور ان سے تعلق اور محبت کے ظاہر کرنے کا عملی نمونہ اللہ کے رسولؐ نے بتایا ہے کہ حضورؐ نے اپنے نواسہ حضرت حسنؓ کو پیار کر رہے تھے ایسے موقع پر دیکھنے میں آیا کہ ایک صحابیؓ نے عرض کیا میرے دس بیٹے ہیں مگر میں نے ان میں سے کسی سے پیار نہیں کیا۔

اللہ کے رسولؐ نے فرمایا جو رحم اور مہربانی نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں فرماتے۔ معلوم ہوا بچوں یتیموں عاجزوں کمزوروں اور ضعیفوں پر رحم کیا جائے اور ان پر ترس کھایا جائے۔

(59) جاسوسی نہ کرو

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِيْثِ وَلَا تَحَسَّسُوْا وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا تَنَاجَشُوْا وَلَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا۔ (بخاری شریف جلد دوم کتاب الادب) (باب يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ)

ترجمہ: ''آنحضرتؐ نے فرمایا بدگمانی سے بچتے رہو بدگمانی سخت جھوٹ ہے اور کسی کی ٹوہ میں نہ پڑو اور جاسوسی نہ کرو کسی کا عیب نہ ٹٹولو، حسد نہ کرو بغض اور دشمنی چھوڑ دو، ایک دوسرے سے ملنا جلنا بند نہ کرو، اللہ کے بندے بن کر بھائی بھائی کی طرح میل ملاپ اور محبت سے رہو۔''

بدگمانی کرنے، جاسوسی کرنے، لوگوں کا عیب ٹٹولنے، حسد کرنے، بغض اور دشمنی رکھنے سے روک کر بھائی بھائی بن کر میل جول اور محبت سے رہنے کی اس حدیث پاک میں تعلیم دی گئی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا ۚ أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ ﴿12﴾

ترجمہ: ''اے ایمان والو! بہت سے گمان سے بچنے کی کوشش کرو، بیشک کوئی گمان تو گناہ بن جاتا ہے ایک دوسرے کے بھید نہ ٹٹولنا، اور پیٹھ پیچھے کسی کی غیبت بھی نہ کرنا کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے اپنے مردار بھائی کا گوشت کھانے کی بات کرنا بھی جب تم کو ناگوار ہے تو پھر اللہ سے ڈرو غیبت چغلی سے توبہ کرو، بیشک اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرماتا ہے اور بہت رحم فرمانے والا بھی ہے۔'' (49۔الحجرات، آیت: 12)

بس قرآن مجید اور حدیث شریف سے صاف صاف معلوم ہو گیا کہ بدگمانی سے بچنا چاہئے اور بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے کسی کا بھید راز یا چھپی ہوئی بات کے ٹٹولنے سے اور اس کی خانگی اور گھریلو چیزوں میں نظر ڈالنے سے اور تجسس کرنے ٹوہ میں رہنے سے بھی روکا گیا ہے۔

کسی کو کمزور دیکھا تو اس سے دشمنی پر آگئے اور کسی کے اندر خوبی نظر آئی تو اس سے بغض اور حسد کرنے لگے یہ بھی منع ہے بلکہ آدمی نارمل اور فطری زندگی گذارے اور اللہ کی ساری مخلوق اور تمام بندے آپس میں ایک دوسرے کے بھائی بھائی بن کر رہیں۔ایک دوسرے کی مدد کریں تعلق ومحبت رکھیں۔

اس تعلیم نبوی کو مسلمانوں میں عام کیا جائے اور غیر مسلموں تک بھی اس دعوت کو پہنچایا جائے تو انشاء اللہ نفع ہوگا اور ساری دنیا امن وسکون اور چین سے بھر جائے گی اور سماج ومعاشرہ میں جو گھٹن اور تکلیف پائی جاتی ہے دور ہو جائے گی۔

(60) ناپسند انسان

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ شَرَّا النَّاسِ مَنْزِلَۃً عِنْدَاللّٰہِ مَنْ تَرَکَہٗ اَوْ وَدَّعَہُ النَّاسُ اِتِّقَاءَ فُحْشِہٖ۔ (بخاری شریف کتاب الادب، باب المداراۃ مع الناس)

ترجمہ: ''اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا اللہ کے نزدیک وہ آدمی سب سے برا ہے جس کی بدزبانی کی وجہ سے لوگ اس سے ملنا جلنا چھوڑ دیں یا اس سے الگ تھلگ رہیں۔''

(61) جنت کی ضمانت

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ یَّضْمَنُ لِیْ مَا بَیْنَ لِحْیَیْہِ وَمَا بَیْنَ رِجْلَیْہِ اَضْمَنُ لَہُ الْجَنَّۃَ۔ (صحیح بخاری) (کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان)

ترجمہ: ''اللہ کے رسولؐ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص ضمانت دے اس چیز کی جو دونوں جبڑوں کے بیچ ہے (زبان کی حفاظت کرے بری باتوں سے) اور اس کی جو دونوں پاؤں کے بیچ ہے (شرمگاہ کو جائز جگہ کے علاوہ سے محفوظ رکھے) تو میں اس کے لئے جنت میں داخلہ کی ضمانت لیتا ہوں۔''

یہ حدیث پاک بہت مختصر اور بڑی جامع ہے آدمی اگر اپنی زبان پر قابو رکھے کیا بولنا ہے اور کیا نہیں بولنا ہے نامۂ اعمال کی ایک ایک سطر لکھنے والا فرشتہ اپنے کام میں برابر لگا ہوا ہے، زبان کو جہاں بھی ذرا بے لگام چھوڑا تو وہ فضول اور بیکار باتوں میں لگ جاتی ہے اللہ کا ارشاد ہے مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ (کوئی ایک لفظ بھی جیسے ہی انسان نے کہا اس کے پہلے ہی چوکس پہرے دار کی نگرانی اس پر قائم ہے)۔

اللہ کا شکر ہے کہ اللہ سے ڈرنے والے لوگ اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرتے ہی ہیں، مسلمانوں کا جو دیندار طبقہ ہے اس کی عزت و عصمت محفوظ ہے پھر بھی پورے معاشرہ پر اگر آپ نگاہ ڈالیں تو بے شرمی اور بے حیائی کے ایسے دروازے سماج میں کھلے ہوئے ہیں کہ راہ چلتے نہ آدمی کی نگاہ محفوظ رہ سکتی ہے اور نہ ہی اس کی نیت محفوظ رہ سکتی ہے اس لئے بار بار آدمی اس طرف توجہ کرے کہ اللہ تعالیٰ زبان اور شرمگاہ کے گناہوں سے ہم کو محفوظ رکھے اور ہم کو خود بھی چوکنا رہنے کی ضرورت ہے۔

(62) جو مر گئے انھیں برا نہ کہو

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتَسُبُّوا الْأَمْوَاتَ فَإِنَّهُمْ قَدْ أَفْضَوْا إِلٰى مَا قَدَّمُوْا۔ (صحیح بخاری، كِتَابُ الرِّقَاقِ، بَابُ سَكَرَاتِ الْمَوْتِ)

ترجمہ: ”نبیؐ نے ارشاد فرمایا جو لوگ وفات پا گئے (مر گئے) ان کو برا نہ کہو انہوں نے جیسے عمل کئے تھے (برے یا بھلے) ویسا بدلہ پانے پہنچ گئے۔“

وفات پائے ہوئے لوگوں کو برا نہ کہو چاہے وہ کیسے بھی ہوں اگر وہ اچھے ہوں گے تو بڑا گناہ ہوا کہ ان کے مرنے کے بعد ان کی برائی کی گئی لیکن اگر وہ برے ہوں تو ان کے عمل کی ہماری کوئی ذمہ داری نہیں

ہے کہ بروں کو برا کہیں، غور کا مقام ہے کہ مسلمانوں کے بعض طبقوں میں سب وشتم کی ایک رسم چل پڑی ہے، بعض تاریخی کتابوں کے پڑھنے کے سبب یا اپنی کم علمی اور غلط سلط معلومات کی وجہ سے صحابہ تابعین محدثین، فقہاء مفسرین کے بارے میں دھوکا کھا گئے اور ان کے بارے میں ایسے ایسے کلمات اور باتیں کہہ گئے جن سے ان کو کوئی تعلق نہ تھا پھر یہ سوچنا چاہئے کہ وہ جیسے بھی تھے اپنے کئے کا بدلہ پانے کے لئے اللہ کے حضور وہ پہنچ گئے اب ان کے مرنے کے بعد ہم ان کی برائی کیوں کریں؟

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿141﴾

ترجمہ: ''وہ ایک جماعت تھی جو گذر گئی ان کی کمائی ان کے لئے اور تمہاری کمائی تمہارے لئے اور ان کے کاموں کی پوچھ تاچھ تم سے نہ ہوگی۔'' (2۔البقرہ، آیت: 141)

صاف بات یہ ہے کہ جو دنیا سے چلے گئے وہ اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے اعمال کی جزاء پانے کے لئے پہنچ گئے ان کے اعمال کے بارے میں اللہ تعالیٰ کو پوری معلومات ہے، اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے دل کے بھیدوں کو بھی جانتا ہے علیم بذات الصدور بھی ہے۔

لہٰذا ہمیں چاہئے کہ لوگوں کی اچھائیاں تو بیان کریں لیکن برائی کرنے سے پرہیز کریں دور رہیں غیبت کر کے بلاوجہ کیوں ہم اپنے سر پر گناہوں کا بوجھ ڈالیں۔

(63) محنت کی کمائی

عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اَكَلَ اَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ اَنْ يَّاكُلَ مِنْ

عَمَلِ یَدَیْهِ وَاِنَّ نَبِیَّ اللهِ دَاوٗدَ عَلَیْهِ السَّلَامُ کَانَ یَاْکُلُ مِنْ عَمَلِ یَدَیْهِ۔

(صحیح بخاری)(کِتَابُ الْبُیُوْعِ، بَابُ کَسْبِ الرَّجُلِ وَعَمَلِهٖ)

ترجمہ: ''رسول اللہؐ نے فرمایا کسی آدمی کے لئے اس سے بہتر کوئی کھانا نہیں کہ اپنے ہاتھ سے محنت کر کے کھائے اور اللہ کے نبی داؤدؑ اپنے ہاتھ سے کما کر کھایا کرتے تھے۔''

قرآن مجید میں ارشاد فرمایا

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَیْدِ ۚ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿17﴾

ترجمہ: ''داؤد کا تذکرہ سناؤ جو ہاتھ کی محنت سے کام کرتے تھے اور ہماری طرف دل سے جھکے رہتے تھے۔''

(38۔ص، آیت: 17)

ایک حدیث میں ارشاد ہے اَلْکَاسِبُ حَبِیْبُ اللهِ (محنت کر کے کما کے کھانے والا اللہ کا محبوب ہے)۔

ہمارے بزرگوں نے بھی الحمدللہ کسب معاش اور حلال روزی کھانے کے لئے چھوٹے بڑے بہت سے کام کئے ہیں۔ کتابت، درزی کا کام، لوہار اور بڑھئی کا کام، جوتے سینے اور گانٹھنے کا کام، کپڑے بیچنے کا کام اس کے علاوہ اور بھی بہت سے کام کئے ہیں، امام ابوحنیفہؒ بزاز (کپڑا بیچنے والے) تھے، امام سرخسیؒ جوتے گانٹھتے تھے، فن قرأت کے مشہور امام حضرت عاصمؒ حداد یعنی لوہار تھے۔ لہٰذا کسب معاش اور حلال روزی کھانے کے لئے چھوٹے یا بڑے حلال اور جائز پیشہ اور کام کے اختیار کرنے میں کسی کو کوئی شرمندگی نہیں ہونی چاہئے بلکہ اسے اچھا اور بہتر سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے محنت کی کمائی کھانے کی توفیق عطا فرمائی۔

(64) مانگنے سے بچا جائے

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِاَنْ یَّحْتَطِبَ اَحَدُکُمْ حُزْمَۃً عَلٰی ظَھْرِہٖ خَیْرٌ مِّنْ اَنْ یَّسْأَلَ اَحَدًا فَیُعْطِیَہٗ اَوْیَمْنَعَہٗ ۔ (حوالہ مذکورہ بالا دیکھئے)

ترجمہ: ''اللہ کے پیغمبر حضرت محمدؐ کا ارشاد ہے کہ تم میں اگر کوئی لکڑیوں کا گٹھا (جنگل سے کاٹ کر) اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے اور لکڑیاں بیچ کر اپنے کھانے پینے کا انتظام کرے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ شخص کسی کے سامنے سوال کا ہاتھ پھیلائے پھر اسے ملے یا نہ ملے۔''

بھیک مانگنے اور سوال کے لئے ہاتھ پھیلانے کے بجائے آدمی کو چاہیۓ کہ محنت مزدوری اور چھوٹے موٹے کام کاج کر کے اپنی روزی حاصل کرنے کی کوشش کرے یہاں تک کہ جنگل سے لکڑیوں کا گٹھا جمع کر کے بازار میں لا کر فروخت کرنا اس سے اپنے کھانے پینے کا انتظام کرنے میں کوئی شرم نہ ہونی چاہیۓ یہ کام بہتر ہے اس بات سے کہ آدمی کسی سے مانگے اور سوال کا ہاتھ پھیلائے اور جس کے سامنے ہاتھ پھیلایا گیا ہے وہ دے یا نہ دے۔ ہاں معذوری اور مجبوری الگ چیز ہے کہ بیماری ہے یا اس طرح کی اچانک کوئی مصیبت اور ضرورت آن پڑی تو اور بات ہے۔

حدیث شریف کی بنیادی تعلیم یہ ہے کہ آدمی ہر چھوٹی بڑی چیز مانگتا نہ پھرے یا مانگ کر کھانے پہننے کو عادت اور پیشہ نہ بنائے بلکہ کوئی نہ کوئی جائز اور حلال کام کر کے اپنی روزی روٹی کمائے اور اہل وعیال کے کھانے پینے کا انتظام کرے۔

مانگنے سے عزت نفس کو بھی دھکا لگتا ہے اور خواہ مخواہ کی ضرورت بھی انسان کی بڑھتی جاتی ہے جو حقیقی اور

فطری ضرورتیں ہیں ان کے انتظام کے ذرائع واسباب اللہ نے پیدا فرمادیئے ہیں البتہ یہ بھی حقیقت ہے کہ بعض حالات میں آدمی ایسا گھر جاتا ہے کہ اسے دست سوال کسی نہ کسی کے سامنے پھیلانے کی ضرورت پڑتی ہی ہے یہ منع تو نہیں ہے لیکن بہتری اور بھلائی اس میں ہے کہ آدمی لوگوں سے مانگنے میں پرہیز کرے۔

آج کے دور میں تو شادی، بیاہ، ختنہ، عقیقہ، چلہ چھٹی کے لئے بھی لوگ چندہ مانگنے نکلتے ہیں یہ بہت بری اور خراب بات ہے بلکہ جتنا آسانی سے ہوسکے خرچ کرے ورنہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ اللہ نے ہماری سطح چھوٹی رکھی ہے اور ہم اپنی بلند سطح کا مظاہرہ کریں اور لوگوں کے چندہ کے پیسے سے ایسا کرنا تو بڑے عیب کی بات ہے اللہ ہم سب کو محفوظ رکھے۔

(65) بہترین ساتھی

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْرُ الْاَصْحَابِ عِنْدَاللّٰہِ خَیْرُھُمْ لِصَاحِبِہٖ وَخَیْرُ الْجِیْرَانِ عِنْدَاللّٰہِ خَیْرُھُمْ لِجَارِہٖ۔

(ترمذی، اَبْوَابُ الْبِرِّ وَالصِّلَۃِ، بَابُ مَاجَآءَ فِی حَقِّ الْجِوَارِ)

ترجمہ: ''ساتھیوں میں بہتر اور اچھا ساتھی اللہ کے نزدیک وہ ہے جو اپنے ساتھی سے بھلائی کا معاملہ کرتا ہو، اور پڑوسیوں میں اللہ کے نزدیک اچھا پڑوسی وہ ہے جو اپنے پڑوسی کے لئے بھلا ہو۔''

(66) باپ کا تحفہ

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَدًا مِنْ نُحْلٍ اَفْضَلَ مِنْ اَدَبٍ حَسَنٍ۔ (ترمذی، اَبْوَابُ الْبِرِّ وَالصِّلَۃِ، بَابُ مَاجَآءَ فِی اَدَبِ الْوَلَدِ)

ترجمہ: ''فرمایا رسول اللہؐ نے کہ کوئی باپ اپنے بیٹے کو سب سے بہتر جو تحفہ دیتا ہے وہ اچھا ڈھنگ اور حسن اخلاق سکھاتا ہے۔''

ایک خاص بات جس کی طرف لوگوں کو تعلیم نبوی میں متوجہ فرمایا گیا ہے وہ ہے اپنے بچوں کی اچھی تربیت کرنا اور اچھے اخلاق و عادات سکھانا اور سماج و معاشرہ نیز انسانیت کے لئے مفید فرد بنانا۔ لیکن آج کا دور ایسا کچھ ہو گیا ہے کہ لوگ اس کی طرف زیادہ توجہ ہی نہیں کرتے۔ بچے اچھے اچھے کپڑے پہنتے ہیں کھیل کود کرتے ہیں دھینگا مشتی کرتے ہیں اسکول جاتے ہیں نہیں بھی جاتے پڑھا نہیں پڑھا کچھ دھیان نہیں دنیا بھر کے اچھے برے مشغلوں میں اپنے آپ کو مشغول رکھتے ہیں اور ماں باپ بچوں کی تعلیم و تربیت کی طرف کچھ زیادہ دھیان نہیں دیتے اگر لوگ اس رسم کو اپناتے رہے تو آگے چل کر معاشرہ میں جو خرابی پیدا ہو گی وہ بڑی خطرناک اور بہت بھیانک ہو گی جس کا کچھ اندازہ اس صدی میں ہم سب کو ہو رہا ہے لہٰذا ماں باپ کو اپنی اولاد کے بارے میں بہت ہی فکر مند ہونا چاہئے، بچوں کا رہن سہن، چلنا پھرنا، سونا جاگنا، نماز تلاوت قرآن مجید، دوست احباب سے ملنا جلنا، بات چیت گفتگو کرنا، تعلیم ان ساری چیزوں کی دیکھ ریکھ کرتے رہنا چاہئے نرمی ملائمت اور پیار محبت سے سمجھاتے بتاتے رہنا چاہئے۔

بچے ہوش حواس سنبھال لیں، چلنے پھرنے کے قابل ہو جائیں تو اپنی کاروباری مصروفیات میں بھی بچوں کو ساتھ رکھیں۔ والدین کو چاہئے کہ ہوٹلوں کلبوں چوک اور بازار اور فالتو مصروفیات میں اپنا وقت گذارنے کے بجائے زیادہ وقت بچوں کے ساتھ گذاریں اور ان کی تعلیم و تربیت میں صرف کریں۔ چونکہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا باپ اپنے بیٹے کو سب سے قیمتی جو تحفہ دیتا ہے وہ حسن اخلاق اور اچھی عادت ہے۔

(67) اچھے نام رکھیں

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تُدْعَوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ بِاَسْمَائِکُمْ وَاَسْمَاءِ اٰبَائِکُمْ فَاَحْسِنُوْا اَسْمَائَکُمْ۔ (ابوداود)

ترجمہ: ''رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن تم اپنے اور اپنے باپ کے نام کے ساتھ پکارے جاؤ گے لہٰذا تم اچھے نام رکھا کرو۔''

حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن لوگ اپنے اور اپنے والد کے نام سے پکارے جائیں گے لہٰذا اچھے نام رکھے جائیں جیسے عبداللہ عبدالرحمٰن عبدالغفار وغیرہ یعنی ایسے نام جس سے بندگی اور عبدیت کا اظہار ہوتا ہو یا انبیاء اور رسولوں کے نام پر نام رکھے جائیں یا ایسے نام رکھے جائیں جن کا تلفظ بھی صحیح ہو اور معنی بھی اچھے نکلتے ہوں۔ صحابہ کرام تابعین محدثین اور اللہ کے نیک اور صالح بندوں کے نام پر نام رکھے جائیں۔ نام رکھتے وقت اس بات کا بھی خاص خیال رکھیں کہ ان ناموں سے شرک وکفر کے معنی نہ پیدا ہوتے ہوں جیسے عبدالعزی، عبدالرسول وغیرہ ہندوستان میں لوگ بہت سے بے تکے اور بے معنی نام رکھتے ہیں جیسے جمن چھکن اچکن ڈھکن گڈو، ببلو، ڈبلو ان سے پرہیز کرنا چاہئے۔ گلاب خاں چمیلی بیگم وغیرہ بھی کوئی برے نام نہیں ہیں لیکن بہت اچھے بھی نہیں ہیں۔

نام رکھتے وقت کسی سمجھدار شخص یا عالم دین یا کسی بزرگ سے معلوم کر کے نام رکھا جائے ویسے خود بھی رکھ سکتے ہیں یا گھر کا کوئی بھی فرد رکھے اس کی اجازت ہے لیکن اوپر لکھی باتوں کی رعایت ضرور کرنا چاہئے چونکہ میدان محشر میں بیشمار لوگ موجود ہوں گے ان کے سامنے جب ان کو ان بے کار قسم کے نام لے کر پکارا جائے گا تو بڑی شرمندگی ہوگی خود دنیا میں بھی جن کے یہ نام ہوتے ہیں وہ اپنا نام بتاتے ہوئے

جھجک اور شرم محسوس کرتے ہیں۔

(68) بیوی کی قدر کرو

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَفْرَکُ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَۃً اِنْ کَرِہَ مِنْھَا خُلُقًا رَضِیَ مِنْھَا آخَرَ۔ (صحیح مسلم)

ترجمہ: ''اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا کسی ایمان والے شوہر کو اپنی ایمان والی بیوی سے نفرت نہیں کرنا چاہئے اگر اس کی کوئی عادت ناپسند ہوگی تو دوسری کوئی عادت پسند بھی ہوگی۔''

نبیؐ چونکہ پوری دنیاء انسانیت کی اصلاح کے لئے تشریف لائے تھے اور زندگی کے ہر گوشہ پر آپ نے روشنی ڈالی ہے اور نورانی بنادیا ہے اس حدیث میں بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی تعلیم دی ہے انسان میں اچھائیاں اور برائیاں ہوتی ہیں، دیکھنا یہ چاہئے کہ بیوی صاحبہ کی بعض باتیں اگر ناپسند ہوں تو بعض باتیں اچھی بھی تو ہوں گی اور خود اپنے اوپر قیاس کرنا چاہئے کہ ہم بھی اللہ کے بندے اور اس کے ماتحت ہیں اگر اللہ تعالیٰ ہم سے ایسا ہی محاسبہ کرنے لگے جیسا ہم اپنی بیوی سے کرتے ہیں تو ہمارا دنیا میں رہنا دشوار ہو جائے گا اس لئے عورتوں کے ساتھ بھلی زندگی گذاری جائے اور انھیں تنگ و پریشان نہ کیا جائے اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْــًٔـا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ﴿19﴾

ترجمہ: ''عورتوں کے ساتھ تو بھلے طریقے سے گذران کرو اگر وہ تم کو اچھی نہ لگیں تب بھی ممکن ہے تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ نے اس میں بہت بھلائی اور خوبی رکھی ہے۔''

(4۔النساء، آیت: 19)

بیوی صاحبہ کی روز روز کی کھٹ کھٹ سے بچوں پر بھی برا اثر پڑتا ہے۔ اس لئے گھر کا ماحول صاف ستھرا سنجیدہ اور پرامن بنائے رکھنا چاہئے مرد چونکہ قوام ہے اسے ان باتوں کے خیال رکھنے میں پہل کرنا چاہئے اور کبھی کچھ نوک جھونک ہو جائے تو پھر پہلے جیسا بہتر ماحول بنانے کے لئے مرد کو بات چیت اور گفتگو میں پہل کرنا چاہئے۔

ہاں منکر ہے ترک صلوٰۃ ہے شرک و بدعت ہے کفر ہے یا ایسی کوئی چیز ہے جو بیوی صاحبہ کی بخشش میں رکاوٹ کا سبب بن سکتی ہے تو اس بارے میں روک ٹوک کرنا چاہئے لیکن اس میں بھی احسن پہلو کا خیال رکھا جائے۔ اناڑیوں کی طرح دھینگا مشتی گالی گلوج مار پیٹ کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے بلکہ گھر کا ماحول اور زیادہ خراب ہوگا۔

(69) نہ دینے پر شرم آتی ہے

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ رَبَّکُمْ حَیٌّ کَرِیْمٌ یَسْتَحِیْ مِنْ عَبْدِہٖ اِذَا رَفَعَ یَدَیْہِ اَنْ یَّرُدَّھُمَا صِفْرًا۔ (ترمذی شریف، اَبْوَابُ الدَّعوات کا آخری باب)

ترجمہ: ”رسول اللہؐ نے فرمایا تمہارا رب بہت حیادار اور سخی ہے جب بندہ اس سے مانگنے کے لئے ہاتھ پھیلاتا ہے تو اس کو شرم آتی ہے کہ ان ہاتھوں کو خالی واپس کرے۔“

بندہ جب اپنے پروردگار کے سامنے ہاتھ اٹھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ بندہ کو خالی ہاتھ لوٹانے میں شرم محسوس کرتے ہیں اسلئے بندے کو بھی تھوڑی شرم کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ سے ایسی چیز مانگے جو بندے کی حالت اور حیثیت کے مطابق ہو مثلاً دین کی سمجھ مانگے، صراط مستقیم کی ہدایت طلب کرے، صبر، تندرستی، قرض سے حفاظت، کافی ہو جانے والی روزی کی دعا کرے، اچھی اور صالح بیوی اور نیک اولاد کی دعا کرے، دنیا کی عزت اور آخرت کی عزت اور آخرت میں مغفرت اور بخشش کی درخواست کرے، موت

کی سختیوں اور عذاب قبر سے بچاؤ کی دعا کرے، حساب کی آسانی، جنت الفردوس میں داخلہ، جہنم سے نجات کی عرضی پیش کرے۔ غرض قرآن وحدیث میں جو جو دعائیں وارد ہوئی ہیں وہ سب دعائیں مانگے یا اس جیسی اور اپنی حیثیت وحالت کا خیال رکھتے ہوئے دعا کرنی چاہئے اور زندگی کی بہت سی واجبی ضرورتیں ہیں ان کے تعلق سے بھی دعا کرتا رہے، بے تکی اور الٹی سیدھی دعائیں مانگنے سے بندہ کو پرہیز کرنا چاہئے۔

دعا میں آدمی اپنی حقیقی ضرورتوں اور سہولتوں کو مانگے اور یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ کچھ دعاؤں کے اثرات اور نتائج دنیا میں ظاہر ہوتے ہیں کہ بندہ نے جو مانگا وہ یا اسی جیسا کچھ مل گیا۔ کبھی دعا کا نتیجہ اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی آنے والی مصیبت تکلیف دکھ درد اس پر سے ہٹا دیا جاتا ہے اور کبھی بندہ کی حالت ومصلحت کی وجہ سے دعا کو آخرت کے لئے ذخیرہ کے طور پر اللہ تعالیٰ محفوظ کر لیتے ہیں اور دنیا میں کچھ نہ ملتے ہوئے آخرت میں دعا کرنے والے کو اجر ملے گا۔

(70) تلاوت میں مشغولیت

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ الرَّبُّ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی مَنْ شَغَلَہُ الْقُرْاٰنُ عَنْ ذِکْرِیْ وَمَسْئَلَتِیْ اَعْطَیْتُہٗ اَفْضَلَ مَا اُعْطِی السَّائِلِیْنَ وَفَضْلُ کَلَامِ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلٰی سَائِرِ الْکَلَامِ کَفَضْلِ اللّٰہِ عَلٰی خَلْقِہٖ۔ (ترمذی شریف، ابواب فضائل القرآن)

ترجمہ: ''رسول اللہ ؐ نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو شخص قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول ہونے کے سبب میرا ذکر نہ کر سکا اور مجھ سے دعا اور سوال نہیں کر سکا تو میں اس کو اس سے بہتر اور افضل عطا کروں گا جو سائلوں اور دعا کرنے والوں کو عطا کرتا ہوں، دوسرے تمام کلاموں پر اللہ کے کلام کو ایسی ہی عظمت وفضیلت حاصل ہے جیسے اپنی مخلوق پر اللہ تعالیٰ کو فضیلت حاصل ہے۔''

اس حدیث پاک میں قرآن مجید کا انتہائی بلند مقام و مرتبہ اور وصف کا ذکر ہے کہ کوئی بندہ قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول ہو اور اس درجہ مشغول ہو کہ دوسرے ذکر و اذکار نہ کر سکے، زیادہ دعا و مناجات نہ کر پائے اور کچھ سوال نہ کر سکے بلکہ قرآن مجید کا علم حاصل کرنے، اسے حفظ کرنے یا اس کے معانی پر تدبر و تفکر میں لگا ہو تو اللہ ایسے شخص کو اس سے بہتر اور افضل چیز عطا فرمائے گا جو سوال کرنے والوں اور دعا کرنے والوں کو دیتا ہے۔

اس حدیث سے اللہ کے رسولؐ کا منشاء یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص اپنی دعا اور ضرورتوں کو مانگنے کے لئے وقت نہ پائے بلکہ قرآن مجید میں ہی اس کا سارا وقت لگا رہے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ محبوب ہے اور اللہ کے ایسے بندے بہت کم ہوتے ہیں لیکن ایسے بندوں کا ہونا بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو مطلوب ہے اس لئے اس حدیث میں ان کی پسندیدگی کا اظہار کیا گیا اور دعا کرنے والوں مانگنے والوں کو جو اللہ دیتے ہیں اس سے افضل اور بہتر دینے کی بات قرآن میں مشغول ہونے والے شخص کے لئے کہی گئی ہے ہم عاصی اور غافل بندے اگر ایسا نہیں کر سکتے تو روزانہ کچھ نہ کچھ قرآن مجید کی تلاوت کر لی جائے پارہ دو پارہ ڈیڑھ پارہ کی تلاوت نہ کر سکے تو رکوع دو رکوع کی تلاوت کر لے اور ترجمہ بھی رکوع دو رکوع کا پڑھیں تقریباً قرآن مجید میں پانچ سو اٹھاون (558) رکوع ہیں اس طرح سال ڈیڑھ سال میں پورے قرآن مجید پر ترجمہ کے ساتھ آپ کی نگاہ انشاء اللہ پڑ جائے گی اور بار بار اس طرح سے قرآن مجید کا دور کرنے سے اللہ تعالیٰ کے احکامات بھی دھیان میں رہیں گے۔

اللہ رب العزت کے کلام ''قرآن مجید'' کو تمام کلاموں پر ایسی ہی فضیلت اور بڑائی حاصل ہے جیسی اللہ تعالیٰ کو تمام مخلوق پر فضل اور بڑائی حاصل ہے۔ اس عاجز کے نزدیک ''کلام اللہ'' کو یہ بھی خصوصیت حاصل ہے کہ قرآن مجید کی ایک ایک آیت اور حرف کے بارے میں پورے دعویٰ کے ساتھ یہ بات کہی

جاسکتی ہے کہ یہ لوح محفوظ سے حضرت جبریل امینؑ نے لے کر اللہ کے حکم سے محمد رسول اللہؐ کے قلب پر نازل کیئے اور ایک ایک لفظ وحرف محمد رسول اللہؐ کی زبان سے ادا ہوا ہے۔

(71) اٹک اٹک کر پڑھنے والے کے لئے دوہرا اجر

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْمَاھِرُ بِالْقُرْآنِ مَعَ السَّفَرَۃِ الْکِرَامِ الْبَرَرَۃِ وَالَّذِیْ یَقْرَءُ الْقُرْآنَ وَیَتَتَعْتَعُ فِیْہِ وَھُوَ عَلَیْہِ شَاقٌّ فَلَہٗ اَجْرَانِ ۔ (صحیح بخاری شریف)

ترجمہ: ''رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا جس نے قرآن میں مہارت حاصل کرلی ہو اس کی وجہ سے وہ قرآن مجید بہتر طریقے پر بلا تکلف روانی کے ساتھ پڑھتا ہو وہ معزز و مکرم فرشتوں کے ساتھ ہوگا اور جو شخص اٹک کر (یاد نہ ہونے کی وجہ سے) پڑھتا ہو تو اس کو دو اجر ملیں گے (ایک تلاوت کا اور دوسرے زحمت ومشقت کا)۔''

جو شخص قرآن مجید کا ماہر ہو اور خوب اچھی طرح قرآن مجید پڑھتا ہو تو اس کے مرتبہ کا کیا کہنا وہ تو معزز اور مکرم فرشتوں کے ساتھ ہوگا لیکن جو انسان قرآن مجید اٹک اٹک کر پڑھتا ہو برابر سے پڑھنا نہ آتا ہو پھر بھی جوں توں کر کے الفاظ کو سیٹ کر کے پڑھتا ہے حضرتؐ نے اس کی اتنی رعایت فرمائی کہ ارشاد فرمایا ایسے شخص کے لئے دو اجر ہیں ایک اجر تلاوت قرآن مجید کا اور دوسرا اجر محنت ومشقت کا۔ لہٰذا جو لوگ قرآن مجید برابر پڑھ نہیں پاتے انھیں گھبرا کر اور پریشان ہو کر تلاوت بند نہیں کرنا چاہئے بلکہ اسی طرح تلاوت جاری رکھیں اور کسی عالم حافظ سے یا قرآن مجید کے اچھے پڑھنے والے سے صحیح طور پر قرآن مجید پڑھنے کی مشق کرتے رہیں۔

(72) رسول اللہؐ کی وصیت

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحْکِمِ السَّفِیْنَۃَ فَاِنَّ الْبَحْرَ عَمِیْقٌ، وَاسْتَکْثِرِ الزَّادَ فَاِنَّ السَّفَرَ طَوِیْلٌ وَخَفِّفْ ظَھْرَکَ فَاِنَّ الْعَقَبَۃَ کَؤُوْدٌ وَاَخْلِصِ الْعَمَلَ فَاِنَّ النَّاقِدَ بَصِیْرٌ۔

("وصایا الرّسُولؐ" میں یہ حدیث امام مقدسی کے حوالے سے "اکتیسویں وصیت" کے عنوان کے تحت درج ہے۔)

ترجمہ: ''اللہ کے رسولؐ کا ارشاد گرامی ہے کہ کشتی کو مضبوط بنالے دریا بڑا گہرا ہے، ساتھ میں سامان عمل کا توشہ اچھی طرح لے لے سفر بڑا لمبا ہے، پیٹھ کے بوجھ کو کچھ ہلکا کر لے گھاٹی بڑی سکری ہے، اپنے عمل میں اخلاص پیدا کر پرکھنے والے کی نگاہ بہت تیز ہے۔''

نبیؐ کا یہ فرمان پوری دنیاء انسانیت کے لئے بہت بڑا تحفہ ہے الفاظ خود بتارہے ہیں کہ ان کی زیادہ تشریح کی ضرورت نہیں ہے لیکن پھر بھی کچھ عرض کئے دیتے ہیں کہ سمندر بڑا گہرا ہے کشتی مضبوط ہونی چاہئے اور سفر بھی انسان کو بڑا لمبا کرنا ہے کہ ماں کے پیٹ سے باہر آنے کے بعد بچپن جوانی بڑھاپا، موت، مقام برزخ، قبر میں رہنا، حشر کے دن حساب کتاب کے لئے اٹھنا اور اس کٹھن منزل سے گذر کر نہ ختم ہونے والی زندگی چاہے جنت کی ہو یا جہنم کی اس میں داخل ہونا یہ سب سے بڑا لمبا سفر ہے اس لئے اعمال صالحہ کا توشہ ساتھ میں لے لے۔ تقویٰ طہارت خوف خدا ذکر اللہ توحید نماز روزہ تلاوت حج و زکوٰۃ اور دوسرے بیشمار نیک اعمال کا توشہ ہر انسان کو اپنے ساتھ لے لینا ضروری ہے۔

تیسری بات حضرت محمدؐ نے یہ ارشاد فرمائی کہ اپنی پیٹھ کا بوجھ ہلکا کر لے گھاٹی بڑی سکری اور تنگ ہے اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ آدمی گناہوں کے بوجھ کو ہلکا کرے۔ گناہ کے کاموں سے دور رہے اور اگر بھول چوک یا شیطان کے بہکاوے سے گناہ ہو جائے تو توبہ واستغفار کے ذریعہ گناہوں کو دھوڈالے کیونکہ حشر میں جس گھاٹی یعنی پل صراط سے گذرنا ہے وہ بہت باریک ہے۔

حدیث کا آخری جملہ یہ ہے کہ عمل میں اخلاص پیدا کرے اس لئے کہ پرکھنے والے کی نگاہ بہت تیز ہے۔ یعنی ہمارے ہر عمل میں اخلاص للّٰہیت اللہ کی رضا کا حاصل کرنا ہی مقصود ہو ریا دکھاوا اور شہرت کے لئے کوئی عمل نہ کیا جائے اور عمل میں بناوٹ بھی نہ ہو۔ نیک عمل صرف اور صرف اللہ کی رضا اور خوشی حاصل کرنے کے لئے ہونا چاہئے لوگوں کو دکھانے کا کیا مطلب ہے یوں تو لوگوں کو کبھی نہ کبھی دکھ ہی جائے گا اس لئے بلاوجہ ریا اور دکھاوا میں پڑنا بے وقوفی ہے۔

(73) دو وزنی بول

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَتَانِ حَبِیْبَتَانِ اِلَی الرَّحْمٰنِ خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ۔

(صحیح بخاری، کِتَابُ التَّوْحِیْدِ)(بَابُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی وَنَضَعُ الْمَوَازِیْنَ الْقِسْطَ)

ترجمہ: ''نبی اکرمؐ کا ارشاد ہے دو کلمے اللہ کو بہت پسند ہیں، زبان پر ہلکے پھلکے ہیں (قیامت کے دن اعمال کے ترازو میں بڑے وزنی ہوں گے۔ (وہ کلمات یہ ہیں) سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ۔''

امام بخاری حضرت محمد بن اسماعیلؒ پر اللہ تعالیٰ کی ہزار ہزار رحمتیں ہوں کہ انہوں نے حدیث کی اپنی مشہور کتاب ''الصحیح البخاری'' کو اس حدیث پاک پر ختم کیا ہے۔ حدیث میں ارشاد ہے کہ آدمی دو بول بول لے جو اللہ کو بہت پسند ہیں بولنے میں زبان پر ہلکے پھلکے ہیں لیکن جب میدان محشر میں ان دو بول کو عمل کے ترازو میں ڈالا جائے تو یہ دو بول بہت وزن والے ہوں گے۔

اللہ رب العالمین کے یہاں عمل کے قلت و کثرت یعنی کمی اور زیادتی کا کوئی معیار نہیں ہے بلکہ اصل معیار یہ ہے کہ عمل بھلے ہی تھوڑا ہو لیکن اخلاص و للّٰہیت سے بھرپور ہو، اور وہ نیک خالص اللہ کو راضی

کرنے کی نیت سے کیا گیا ہو۔ وہ بول یہ ہیں۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ ۔ یہ عاجز بندہ اپنے نفس کو اور پڑھنے والوں کو یہ نصیحت کرتا ہے کہ ان دو بول کو یاد کرلیں اور جتنی بار ہو سکے پڑھتے رہیں۔

(74) ان کی عزت کی جائے

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اِجْلَالِ اللّٰہِ اِکْرَامُ ذِی الشَّیْبَۃِ الْمُسْلِمِ وَحَامِلُ الْقُرْآنِ غَیْرُ الْغَالِیْ فِیْہِ وَلَا الْجَافِیْ عَنْہُ وَاِکْرَامُ السُّلْطَانِ الْمُقْسِطِ۔

(ابوداؤد)

ترجمہ: ''حضرت ابوموسیٰؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم یہ ہے کہ بوڑھے مسلمان کی عزت کی جائے اور قرآن پڑھنے والے اس شخص کی جو نہ حد سے تجاوز کرنے والا ہو نہ اس میں کمی کرنے والا ہو۔ اور انصاف کرنے والے بادشاہ کی عزت کی جائے۔''

اس حدیث پاک میں تین طرح کے لوگوں کے عزت واحترام کرنے کی تعلیم دی گئی ہے ایک تو عمر رسیدہ اور بوڑھے مسلمان کی عزت کی جائے دوسرے وہ شخص جو قرآن پڑھنے والا ہو لیکن وہ قرآن مجید کے احکام میں غلو اور زیادتی سے کام نہ لیتا ہو اور نہ ہی قرآن مجید کے حکموں سے بے پرواہ ہو۔ تیسرے انصاف کرنے والا بادشاہ۔ پہلے دو قسم کے لوگ تو الحمدللہ مل جاتے ہیں لیکن انصاف کرنے والے بادشاہوں کی کمی ہے۔

بادشاہوں کی جگہ آج کل منسٹروں نے لے لی ہے اور ان میں بھی یہ وصف رہا نہیں کہ انصاف کریں اور مخلوق کی خدمت کریں پھر بھی ان میں کچھ اچھے لوگ ہوں تو ان کی قدر وعزت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

بہر حال پہلے دو قسم کے لوگ تو میسر ہیں کہ بوڑھے والدین میں خود ہمارے ہی ماں باپ ہیں اور خاندان پاس پڑوس محلہ کے دوسرے عمر دراز اور بڑی عمر کے مسلمان ہیں ان کی عزت کی جائے اور قرآن مجید پڑھنے اور پڑھانے والے اور اس کے احکام پر عمل کرنے والے اور اس کی نشر و اشاعت کی کوشش میں لگے ہوئے بہت سے علماء بھی الحمدللہ موجود ہیں ان کی بھی عزت کی جائے۔

عمر رسیدہ مسلمان اور علماء وحفاظ کی عزت وتوقیر اور احترام کرنے کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ ان کی ضرورت کا خیال رکھا جائے انہیں کسی قسم کے تعاون اور مدد کی حاجت ہو تو مدد کی جائے چاہے جس طرح بھی ہو۔ اور جو انصاف کرنے والے اور اچھے حاکم ہوں وہ جو حکم دیں اس کو مانا جائے اور ان کی اطاعت کی جائے۔

(75) قرآن کے احکام پر عمل

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَنْ تَعَلَّمَ كِتَابَ اللّٰهِ ثُمَّ اتَّبَعَ مَا فِيْهِ هَدَاهُ اللّٰهُ مِنَ الضَّلَالَةِ فِي الدُّنْيَا وَ وَقَاهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ سُوْءَ الْحِسَابِ۔

ترجمہ: ''ابن عباسؓ سے روایت ہے فرمایا کہ جس نے کتاب اللہ (قرآن مجید) سیکھا پھر اس میں جو احکام ہیں ان پر عمل کیا تو اللہ تعالیٰ دنیا میں اسے گمراہی سے بچا کر ہدایت کا راستہ دکھائیں گے اور قیامت کے دن اس کو برے عذاب سے بچائیں گے۔''

اللہ رب العزت نے قرآن مجید کو تمام انسانوں کی ہدایت کے لئے نازل فرمایا اور قیامت کے دن برے عذاب سے بچنے کا ذریعہ بھی قرآن مجید ہی ہوگا لہٰذا انسانوں کو چاہئے کہ کتاب اللہ کو پڑھیں پڑھائیں سیکھیں اور سکھائیں۔

اللہ کا شکر ہے کہ ہمارے زمانہ میں قرآن مجید پڑھا اور پڑھایا جاتا ہے۔ تلاوت بھی کی جاتی ہے نماز تراویح میں بھی قرآن مجید کا پڑھنا جاری ہے لیکن ایک تھوڑی سی کسر اور کمی یہ رہ گئی کہ اس کے معنی اور مطلب کی طرف جیسی توجہ کرنی چاہئے ویسی توجہ نہیں ہے، بعض لوگ تو قرآن مجید کے معنی اور مطلب کو پڑھنا اور جاننا ضروری بھی نہیں سمجھتے جب کہ اس حدیث کے الفاظ ثُمَّ اَتَّبِعْ مَا فِيْهِ (پھر اس میں جو احکام ہیں ان پر عمل کیا) پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ ترجمہ اور مطلب کا جاننا ضروری ہے اگر ترجمہ اور مطلب نہ جانا جائے تو قرآن مجید میں موجود احکام پر آدمی عمل کیسے کر سکے گا؟ اس لئے بندہ عاجز عرض کرتا ہے کہ اگر پارہ دو پارہ کی تلاوت کی جائے تو رکوع دو رکوع کا ترجمہ بھی پڑھ لیا جائے اور اگر زیادہ موقع نہ ہو تو ایک دو رکوع کی تلاوت بھی کرے اور اسی کا ترجمہ بھی پڑھ لے تا کہ معلوم ہو کہ اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں کیا حکم فرمایا ہے اور کن چیزوں سے روکا ہے اللہ کا فضل ہے کہ دنیا کی مشہور زبانوں میں قرآن مجید کے ترجمے چھپ چکے ہیں۔ لہٰذا کسی مستند عالم دین اور اپنی پسند کے مترجم کے ترجمہ قرآن مجید سے ترجمہ ضرور پڑھا جائے۔ تا کہ اللہ کے حکموں پر دھیان برابر لگا رہے۔

(76) آیات قرآن کی قسمیں اور ان کا حکم

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ الْقُرْاٰنُ عَلٰی خَمْسَةِ اَوْجُهٍ حَلَالٌ وَحَرَامٌ وَمُحْكَمٌ وَمُتَشَابِهٌ وَاَمْثَالٌ فَاَحِلُّوا الْحَلَالَ وَحَرِّمُوا الْحَرَامَ وَاعْمَلُوْا بِالْمُحْكَمِ وَاٰمِنُوْا بِالْمُتَشَابِهِ وَاعْتَبِرُوْا بِالْاَمْثَالِ۔

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قرآن مجید کا نزول پانچ بنیادی باتوں پر ہوا ہے۔ (1) حلال (2) حرام (3) محکم (جس کا مفہوم صاف اور واضح ہو) (4) متشابہ (ملتے جلتے جس میں پوشیدگی ہو) (5) مثالیں۔ تم حلال کو حلال، حرام کو حرام جانو، محکم آیتوں پر عمل

کرو، متشابہ آیتوں پر ایمان لے آؤ، بحث و تکرار میں نہ پڑو، زیادہ کھوج بین نہ کرو، مثالوں سے عبرت حاصل کرو۔"

مضامین کے اعتبار سے دیکھا جائے تو پانچ بنیادی مضامین پر قرآن مجید کا نزول ہوا ہے۔ (1) حلال چیزوں اور کرنے کے کاموں کا بیان (2) حرام چیزوں اور اللہ کو جو کام ناپسند ہیں ان کا بیان (3) محکم یعنی پکے مضبوط اور صاف صاف حکم بتانے والی آیات، جو کتاب اللہ کی بنیادی جڑ ہیں جیسا کہ ارشاد ہے

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ

ترجمہ: "اسی نے اتاری آپؐ پر یہ کتاب اس میں آیتیں ہیں حکم بتانے والی یہ مضبوط جڑ ہیں کتاب کی۔"

(سورہ آل عمران، آیت: 7)

(4) متشابہ یعنی ملتے جلتے الفاظ و معنی یا وہ آیات جن کی مراد اور مفہوم واضح نہ ہو۔

(5) امثال یعنی لوگوں کے ذہن میں بات اچھی طرح بٹھانے کے لئے مثالوں سے بات واضح کی گئی ہے۔

متشابہات یعنی ملتے جلتے معنی سے حقیقت کا پتہ دینے والے۔ مثال کے طور پر "اللہ کی کرسی نے آسمانوں اور زمینوں کو اپنے گھیرے میں لے رکھا ہے۔" اب اگر کوئی کرسی کے پیر گننے یا کرسی کی تفصیلات معلوم کرنا چاہے یعنی کس چیز سے بنائی گئی ہے وغیرہ، تو اس کا جواب اللہ کے سوا کوئی نہیں بتا سکتا اور اگر اللہ بتا بھی دے تب بھی آدمی اس کی حقیقت اور وسعت کو نہیں پا سکے گا۔ جب تک دیکھ نہ لے اور ضروری نہیں کہ دیکھ کر بھی پوری حقیقت پا لے۔

دوسرے یہ کہ "ساق" کہتے ہیں پنڈلی کو جیسے کہ کہا گیا ہے کہ "ساق" کی تجلی فرمائی جائے گی۔ کوئی آدمی کسی بڑے کے پاؤں پر گر پڑتا ہے اس تصور کو سامنے رکھ کر قرآن نے یہ بات کہی ہے۔ اب اگر کوئی مشاہدہ والا مطلب نکالے تو بے عقل بنے بغیر چارہ نہیں۔ ایمان والا تو یہی مطلب سمجھے گا کہ میرا رب جب ساق کی تجلی فرمائے گا تو مجھے سجدہ میں گر جانا ہے اور سجدے کی مشق اس زمین پر مرتے دم تک کیے جانا ہے۔

اگر کوئی یہ کہے کہ متشابہ آیتیں جب سمجھ کی چیز نہیں تو کیوں نازل کی گئیں؟ عمر، عقل، علم، تجربہ اور مرتبہ کے لحاظ سے ہر شخص کے لئے متشابہات کم زیادہ ہوتی رہتی ہیں۔ کوئی کسی ان دیکھی چیز کو کم سمجھ و کم علم آدمی کو سمجھانے کے لئے اس کی سمجھ میں آنے والے الفاظ استعمال کر کے اس کو سمجھا دے۔ جس طرح اللہ نے کئی مقامات پر زمین و آسمان کو چھ دن میں پیدا کرنے کا بیان فرمایا ہے۔ یہ چھ دن ہمارے یہاں کے رات دن تو نہیں ہو سکتے، البتہ ہم کو اپنے چھ دن سامنے رکھ کر تصور کر لینا چاہئے۔

ایسا ہی تمام باتوں میں علمی خاکہ ذہن میں بیٹھے تو بس زیادہ کھوج میں نفع نہیں۔ چیزوں کے مفہوم سے قریب لے جانے کے لئے ایسے معلوم الفاظ جو باہم معنی اور مفہوم میں ملتے جلتے ہوں سکھانے والا طالب علم کو اس کا ہلکا سا تصور دلانے کے لئے اس طرح کی بات سمجھائے گا، لیکن مشاہدہ کرنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔ "کرسی" کا لفظ اللہ کے بے پناہ اقتدار زبردست قدرت کے اندازے کے قریب لے جانے کے لئے استعمال کیا گیا ہے اب اگر ہم کرسی کو محدود معنی میں چار پیر کی کرسی یا کچھ اور بولنے بتانے لگیں یا اس کی کھوج میں پڑیں تو یہ غیر ضروری تحقیق ہے۔

اسی طرح بعض آیات میں آئے ہوئے بیانات جیسے "بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ"
"يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ" "وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى" "وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ"
"اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" وغیرہ قرآنی آیات کے بیان اسی درجہ متشابہات میں آتے ہیں۔ ایک بات اور مان لینی چاہیے کہ متشابہ آیات جتنی بھی ہیں ان میں سے بعض انسانی علم اور کھوج کے بعد مشاہدے یا محکمات کے دائرے میں آجاتی ہے۔ مثال کے طور پر قرآن پاک میں ایک جگہ سورۃ طلاق آیت 12

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّ مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿12﴾ (سورۃ الطلاق، آیت: 12)

میں قرآنی بیان میں سات زمینوں کے وجود کا اشارہ ملتا ہے مگر ابھی تک یہ متشابہات میں ہیں۔

اب اگر انسان نے تلاش و جستجو کے بعد دوسری زمینوں کا پتہ لگا لیا وہ ہم سے اوپر ہوں یا نیچے تو پھر یہ آیت متشابہات کے گروپ سے نکل کر علم و مشاہدہ کے دائرہ میں داخل ہو جائے گی اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ عام لوگوں کے لئے جو بات متشابہات میں ہیں وہ اللہ کے نبیؐ یا صحابہ کرامؓ یا ائمہ دین متین یا علماء کرام کے لئے اپنے اپنے درجہ اور مرتبہ کے لحاظ سے مشاہدہ کے درجہ میں بھی آسکتی ہے۔

جیسے معراج کا سفر مبارک ہمارے لئے متشابہ اور نبی کریم حضرت محمد مصطفےٰؐ کے لئے مشاہدہ کی بات ہے۔

مثالیں: جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ عنکبوت کی آیت 41 میں مکڑی کی مثال بیان کرتے ہوئے ارشاد

فرمایا۔

مَثَلُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِیَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَیْتًا ؕ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُیُوْتِ لَبَیْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ (41)

ترجمہ: ''جن لوگوں نے اللہ کے سوا دوسروں کو اپنا اولیا بنایا ان کی مثال مکڑی جیسی ہے کہ وہ بھی ایک طرح کا گھر بناتی ہے اور کچھ شک نہیں کہ تمام گھروں سے کمزور مکڑی کا گھر ہے۔ کاش! ان کو معلوم ہوتا، کاش ان کے سمجھ میں آجاتی۔''

(29۔العنکبوت، آیت: 41)

تشریح: کوئی بتوں کو مدد کے لئے پکارتا ہے کوئی فرشتوں کو کوئی انبیاء کو تو کوئی اولیاء اللہ کو مدد کے لئے پکارتا ہے۔ اس آیت میں سب کا بیان ایک میں کر دیا کہ نفع نقصان پہنچانا اللہ کے سوا کسی کے اختیار میں نہیں۔ سو ہمیں اس مثال سے عبرت حاصل کرنا چاہئے کہ اگر کوئی اپنا بچاؤ اللہ کے مقابلے میں کرنا چاہے تو سمجھ لے کہ اس نے مکڑی کے گھر میں پناہ لی ہے جہاں اس کی حفاظت کا کوئی ذریعہ نہیں۔ اسی طرح اللہ نے دوسرے مقام پر مکھی کی مثال دیتے ہوئے (لوگوں کو توحید کی طرف بلایا ہے) ارشاد فرمایا۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَاِنْ یَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَیْـًٔا لَّا یَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ (73)

ترجمہ: ''اے انسانو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے غور سے سنو! کہ بیشک جس کسی سے بھی اللہ کے سوا تم دعا کرتے ہو وہ تو ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے اگر سب جمع ہو کر ایک مکھی پیدا کرنا چاہیں تو بھی نہیں کر سکتے۔ اور مکھی ان سے کوئی چیز چھین جھپٹ کر لے جائے تو اس سے چھڑا بھی نہیں سکتے (ہمیں عبرت حاصل کرنا چاہئے اس مثال سے کہ) جس نے اپنی دعا میں ایسے کو طلب کیا وہ خود نہایت کمزور اور نادان

ہے اور جس سے دعا کی وہ بھی بے چارہ بے بس تھا بھلا کیا دے سکتا تھا۔"

(22۔الحج،آیت:73)

اس کے علاوہ اور بھی بہت سی مثالیں ہیں مگر ایمان والوں کو عبرت حاصل کرنے کے لئے یہی کافی ہیں۔

(77) جنت وجہنم کا حجاب

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حُجِبَتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ وَحُجِبَتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ۔ (بخاری، کتاب الرقاق 832)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ جہنم کو خواہشات نفسانی کے پردے سے ڈھانک دیا گیا ہے اور جنت کو دشواریوں سے۔"

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ نفس کو مزہ دینے والی اور جی کی چاہت والی چیزوں اور کاموں سے نار یعنی جہنم کو ڈھانک دیا گیا ہے۔ خواہشات نفسانی یعنی جو جی میں آئے کرو۔ یہ لذت لے لو وہ مزا کر لو حرام حلال کی کسی قید اور بندش کا خیال نہ کرتے ہوئے آدمی ادھر ادھر ہر جگہ منہ مارتا پھرے اور اپنی زبان ہاتھ پاؤں آنکھ کان کے چٹخاروں اور چاہتوں کو مزہ اور لذت لینے کے لئے ہر طرح کے کام میں لگا رہے ان خواہشات نفسانی میں جو گھسا وہ اس کو پار کر کے سیدھا جہنم میں جانے والا ہے۔

اس حدیث میں جہنم میں جانے سے بچنے کی ترکیب بتائی گئی ہے کہ جو کچھ تیرے نفس اور جی میں آئے اسے کر ڈالے ایسا نہ کرتے ہوئے یہ دیکھے کہ ان میں سے کس کے کرنے سے اللہ راضی ہوگا اور کس کے

کرنے سے اللہ ناراض ہوگا؟ ناراضی کے کاموں سے دور رہے اور اللہ کو راضی کرنے والے کاموں میں مشغول رہے، حلال چیزوں کو استعمال کرے اور جہاں روک لگادی جائے وہاں رک جائے۔ اس حدیث میں دوسری بات یہ بتائی گئی ہے کہ جنت کے آس پاس دشواریوں کا گھیرا ہے ان دشواریوں اور مشکلات کے گھیرے کو پار کر کے آدمی جنت میں جاسکتا ہے، جیسے نمازوں کی پابندی، زکوۃ کی ادائیگی، روزہ رکھنا، حج ادا کرنا، حلال کو استعمال کرنا، حرام سے دور رہنا نفس اور جی کی چاہتوں پر حلال وحرام کی جو بندش ہے اس کی رعایت کرنا انسان کو دنیا میں بڑا مشکل معلوم ہوتا ہے لیکن اگر وہ ان سب کاموں کو کر کے آخرت میں پہنچا تو اسے جنت میں انشاء اللہ ضرور داخلہ ملے گا۔

(78) نجات دلانے والی تعلیم

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثٌ مُنْجِیَاتٌ وَثَلٰثٌ مُهْلِكَاتٌ فَاَمَّا الْمُنْجِیَاتُ فَتَقْوَى اللّٰهِ فِی السِّرِّ وَالْعَلَانِیَةِ وَالْقَوْلُ بِالْحَقِّ فِی الرِّضَا وَالسُّخْطِ وَالتَّصَدُّقُ فِی الْغِنٰی وَالْفَقْرِ وَاَمَّا الْمُهْلِكَاتُ فَهَوًی مُتَّبَعٌ وَشُحٌّ مُطَاعٌ وَاِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهٖ وَهِیَ اَشَدُّهُنَّ۔ (بیہقی فی شعب الایمان مشکوٰۃ، باب الغضب 434)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ تین چیزیں نجات دلاتی ہیں اور تین چیزیں ہلاک کر دیتی ہیں، نجات دلانے والی تین چیزیں یہ ہیں (1) پوشیدگی اور علانیہ ہر حالت میں اللہ کا لحاظ کرنا (2) رضامندی اور ناراضگی ہر صورت میں حق بات کہنا (3) مالداری اور غریبی دونوں صورت میں صدقہ (خیرات) کرنا۔ اور ہلاک کرنے والی تین چیزیں یہ ہیں (1) مسلسل خواہشات نفسانی (2) پائیدار بخیلی (3) اپنے آپ کو بڑا جاننا یہ سب سے زیادہ خطرناک ہے۔''

(79) جنتی، جہنمی کی پہچان

عَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ الْجَنَّةِ كُلُّ ضَعِيْفٍ مُتَضَعِّفٍ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ النَّارِ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ۔

(بخاری، مسلم، کتاب الادب باب 613)

ترجمہ: ''حضرت حارثہ بن وہبؓ ارشادِ رسولؐ نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں جنتی کی نشانی نہ بتاؤں۔ ہر عاجزی وانکساری کرنے والا کمزور شخص جو اللہ کی قسم کھا کر کوئی چیز کہہ دے تو اللہ اس کی قسم کو پوری کر دے۔ اور فرمایا کہ کیا میں تمہیں جہنمی کی نشانی نہ بتاؤں۔ ہر سرکش، اور اکڑ کر چلنے والا شخص۔''

حدیث پاک میں جنتی اور جہنمی کی کچھ پہچان بتائی گئی ہے عجز وانکساری ظاہر کرنے والا، اپنی کمزوریوں کا احساس کرنے والا شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک جنت کا مستحق ہے اس کا ایک خاص وصف یہ بھی بتایا گیا ہے کہ یہ شخص اللہ پر قسم کھا کر کوئی بات کہے تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم کو پوری فرما دیتے ہیں یہ گویا دنیا میں اس کا اعزاز و مرتبہ ہے۔

جہنمی کی بھی تین نشانیاں بتادی گئی ہیں۔ ایک تو آدمی کے اندر اجڈ پن پایا جائے کہ کوئی بات سمجھائی جائے تو الٹا اس کا اثر لے حجت کرے اور بلا کسی علم اور دلیل کے بحث وتکرار کرے، دوسری وصف بتائی گئی ہے کہ سرکش اور نافرمان ہو اس کی غلطیوں کوتاہیوں پر بار بار تنبیہ کی جائے روک ٹوک کیا جائے پھر بھی وہ اس غلطی اور گناہ کے کام پر اڑا رہے اور کسی کی مان کر نہ دے۔

تیسری علامت یہ ہے کہ وہ متکبر اور گھمنڈی ہو اور اپنی اکڑ بتاتا ہو۔

(80) تدبیر سے کام کرنا

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْصِنِيْ فَقَالَ خُذِ الْاَمْرَ بِالتَّدْبِيْرِ فَاِنْ رَاَيْتَ فِيْ عَاقِبَتِهٖ خَيْرًا فَامْضِهٖ وَاِنْ خِفْتَ غَيًّا فَاَمْسِكْ ۔ (شرح السنۃ، مشکوٰۃ)

ترجمہ: ''حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک صحابیؓ نے آپؐ سے درخواست کی کہ مجھے کوئی نصیحت فرمایئے۔ آپؐ نے فرمایا کوئی بھی کام کرنے سے پہلے سوچ وچار کرلو۔ اگر اس کا انجام اچھا ہو تو اسے کرلو ورنہ اس سے باز آجاؤ۔''

ایک صحابیؓ نبیؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی مجھے کوئی وصیت فرمادیجئے آپؐ نے فرمایا کام کرنے سے پہلے اس کے انجام اور نتیجہ پر اچھی طرح سوچ وچار کرلو، تدبیر کے معنی بہت وسیع ہیں غور وفکر اور سوچ وچار کرنا بھی اس کے معنی ہیں اور کام کی صحیح اور درست ترتیب کرنا بھی اس کے معنی ہیں، ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ مکان دوکان، کاروبار، کسی چیز کا خریدنا بیچنا، شادی بیاہ، کسی سے کچھ معاملہ کرنا ہے، ملکی سیاست اور اس کے انسانی زندگی کے بیشتر کام ہیں ان سب میں سوجھ بوجھ سے کام لے اور ٹھیک ٹھاک اور بھلا طریقہ اختیار کرے۔

مثال کے طور پر حج کرنے جانا ہے تو ایسا نہ ہو کہ جانا ہے تو بس جانا ہی ہے بلکہ یہ دیکھے کہ حج کی استطاعت ہے یا نہیں آنے جانے کے خرچ کا انتظام ہوا یا نہیں گھر میں بوڑھے ماں باپ بچے جوان بیٹیاں ہیں ان کا کوئی قابل اطمینان انتظام ہے یا نہیں۔ ان کی کوئی خبر گیری اور دیکھ ریکھ کرنے والا ہے یا نہیں ان سب باتوں پر غور کرے اور ان کا انتظام کرے اس کے بعد حج کے لئے روانہ ہو یہ تدبیر اور سلیقہ کے ساتھ کام کرنا ہوا۔ یہ ایک چھوٹی سی مثال ہے اسی سے دنیا وآخرت کے دوسرے کاموں کا بھی اچھی

ترتیب اور سلیقہ سے کرنے کا اندازہ کرلینا چاہئے۔ اور کوئی بھی کام کرنے سے پہلے اس کے نفع نقصان کا موازنہ کرلیا جائے اگر نفع کے بجائے نقصان کا پہلو زیادہ ہے تو آدمی ایسے کام کرنے سے باز آجائے۔

(81) چوکنے رہو

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا یَنْتَظِرُ اَحَدُکُمْ اِلَّا غِنًی مُطْغِیًا اَوْ فَقْرًا مُّنْسِیًا اَوْ مَرَضًا مُفْسِدًا اَوْ هَرَمًا مُفَنِّدًا اَوْ مَوْتًا مُجْهِزًا اَوِالدَّجَّالَ فَالدَّجَّالُ شَرٌّ غَائِبٌ یُّنْتَظَرُ اَوِالسَّاعَةُ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰی وَاَمَرُّ۔ (ترمذی، نسائی، مشکوٰۃ، کتاب الرقاق)

ترجمہ: ”حضرت ابوہریرہؓ فرمان رسولؐ نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ کیا تم میں سے ہر کوئی منتظر ہے سرکش بنا دینے والی مالداری، یادداشت کمزور کردینے والی تنگدستی، ایسی بیماری جو بدن میں فساد مچاتی رہے، کھونسٹ بوڑھاپا، ناگہانی موت یا دجال کے شر کا جب کہ دجال اس بری شئے کا نام ہے جس کے آنے کا انتظار ہے یا قیامت جس کو آنا ہی آنا ہے اور قیامت کی گھڑی بہت سخت اور بہت ہی کڑوی ہے۔“

اس حدیث پاک میں انسانی زندگی کی جو حالتیں بیان کی گئی ہیں وہ بہت غور کرنے اور ان سے بچاؤ کی فکر و ترتیب کرنے کی ہیں۔ ایک تو ایسی مالداری جو آدمی کو ضدی، سرکش نافرمان گھمنڈی لاپرواہ اور متکبر بنادے، مال آنے کے بعد آدمی بے رحم ہوجائے آپے سے باہر ہوجائے دوسرے ایسی تنگدستی فقر و فاقہ اور مجبوری کہ آدمی کی یادداشت کو کمزور کردے دماغ کو تھکا دے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بچائے نیز اس سے بچنے کی آدمی کو تدبیر بھی کرنا چاہئے اور دعا بھی کرے، تیسرے ایسی بیماری ہے کہ بدن میں گھس جائے تو کسی حال میں نکلے ہی نہیں بلکہ کئی اور بیماریوں اور بدن میں فساد وخرابی کا ذریعہ بن جائے اور بدن کو توڑ تاڑ کر رکھ دے۔

چوتھے ایسا بڑھاپا کہ آدمی اپنی ہر ضرورت کے لئے دوسرے کی مدد و تعاون کا محتاج بن جائے خود سے کچھ نہ کر سکے، پانچویں اچانک آنے والی موت کہ آدمی سنبھل نہ سکے، توبہ و استغفار نہ کر سکے۔ کس سے کیا لیا ہے کس کو کیا دیا ہے یہ گھر کے لوگوں کو بتا نہ سکے۔ غرض یہ کہ اس کو کوئی موقع اور مہلت نہ مل سکے ایسی موت سے اللہ کی پناہ مانگنا چاہئے۔ دعا بھی مانگتے رہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو اچانک موت سے بچائے۔

دجال کے شر سے بھی اللہ کی پناہ اور حفاظت مانگنا چاہئے دجال کے بارے میں حدیث شریف میں بہت ساری تفصیلات ملتی ہیں دجال بہت فتنہ والی شخصیت ہے اس کی وجہ سے بیشمار لوگوں کے ایمان میں خرابی ہوسکتی ہے۔ قیامت کی تکالیف اور مصائب و پریشانی سے بچنے کی بھی دعا کی جائے قیامت اور دجال کے آنے کے انتظار کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان کی آمد کی راہ دیکھی جائے بلکہ یہ معنی ہیں کہ ان کے آنے سے پہلے پہلے اعمال صالحہ کا زیادہ سے زیادہ ذخیرہ جمع کر لیا جائے اور ایمان کو خوب مضبوط بنا لیا جائے۔

(82) بہتر عمل کون سا ہے؟

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَاعْلَمُوْا اَنْ لَّنْ يُّدْخِلَ اَحَدُكُمْ عَمَلُهُ الْجَنَّةَ وَاَنَّ اَحَبَّ الْاَعْمَالِ اَدْوَمُهَا اِلَى اللّٰهِ وَاِنْ قَلَّ۔

(بخاری، کِتَابُ الرِّقَاقِ، بَابُ الْقَصْدِ وَالْمُدَاوَمَةِ عَلَى الْعَمَلِ)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ صدیقہؓ روایت کرتی ہیں کہ رسولؐ نے فرمایا درست اور ٹھیک کام کرو، لوگوں کو دین سے قریب کرو، یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ تم میں سے کوئی اپنے عمل سے جنت میں داخل نہیں ہوگا (بلکہ اللہ کے فضل و احسان سے داخل جنت ہوگا) اور اللہ کو سب سے زیادہ پسند وہ عمل ہے جسے پابندی سے کیا جائے اگرچہ وہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔''

جو عمل یا جو بھی کوئی کام انسان کرے وہ ٹھیک ہو، اور کتاب اللہ وسنت رسولؐ کی روشنی میں کیا جائے اللہ کی رضا اور خوشی کے لئے کیا جائے اور لوگوں کو دین سے نفرت دلانے اور دور کرنے کے بجائے حکمت ودانشمندی سے انھیں دین سے قریب ونزدیک کیا جانا چاہئے۔

حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جنت میں داخل ہونے کے لئے صرف ہمارا عمل کافی ہوا ایسا نہیں ہے بلکہ وہ کام اللہ کی رضا کے لئے کیا گیا ہو اللہ رب العزت اسے شرف قبولیت عطا فرمائیں اور اپنے فضل وکرم سے نوازیں تو عمل کام آئے گا اور بندہ جنت میں داخل ہوگا۔ یہ بھی دھیان میں رہے کہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند وہ عمل ہے جسے پابندی سے کیا جائے عمل بھلے سے تھوڑا ہی ہو۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ الَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ ﴿23﴾ (70۔ المعارج، آیت: 23) ترجمہ: ''جو اپنی نمازیں پابندی سے ادا کرنے میں ناغہ نہیں کرتے۔''

معلوم ہوا کہ عمل چاہے تھوڑا ہی ہو لیکن پابندی اور ہمیشگی کے ساتھ ہو۔ ایسا نہ ہو کہ کسی دن موڈ میں رہے تو پنجوقتہ نمازوں کے علاوہ سو سو رکعت نفل پڑھ ڈالے اور دوسرے دن نفل کیا فرائض بھی چھوڑ کر بیٹھ جائے۔ ہر عمل اور ہر چیز میں مقدار صحیح ہو، درمیانی راہ اختیار کی جائے اور بلا ناغہ پابندی کے ساتھ کیا جانا ہی اللہ کے نزدیک مقبول ومحبوب ہے۔

(82) بھائی کی بھلائی

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰى يُحِبَّ لِاَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ ۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ، باب الشفقة والرحمة على الخلق)

ترجمہ: ''حضرت انسؓ روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ اللہ کا کوئی بھی بندہ اس وقت تک کامل مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اپنے بھائی کے لئے بھی وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔''

تعلیم نبوی میں یہ بتایا گیا ہے کہ آدمی اپنے اہل ایمان بھائیوں کے لئے وہی پسند کرے اور اچھا سمجھے جو وہ خود اپنے لئے پسند کرتا اور اچھا سمجھتا ہے۔ اگر یہ صفت کسی کے اندر پائی جاتی ہے تو اسے کامل ایمان حاصل ہے اور جب تک آدمی کے اندر یہ صفت نہ ہوگی وہ ایمان اور اخلاق کے بلند اور اعلیٰ مرتبہ سے محروم رہے گا۔ اس لئے ہر ایمان والے کو چاہئے کہ جس طرح وہ اپنے لئے یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا ادب واحترام کیا جائے اس کی اور اس کے اہل وعیال آل اولاد کی عزت وعصمت محفوظ رہے۔ صحت مند تندرست وتوانا رہیں جانی مالی نقصان نہ ہو اسے بے عزت نہ کیا جائے حقیر وذلیل نہ سمجھا جائے۔ دنیا وآخرت کی بھلائیوں سے نوازا جائے اللہ اور رسولؐ اس سے راضی ہوں۔ اسی طرح اپنے تمام مؤمن بھائیوں کے لئے بھی یہ سب پسند کرے۔

اگر اہل ایمان معاشرہ میں اس تعلیم نبوی پر عمل ہونے لگے تو ایک مثالی اور قابل تقلید اور ہر قسم کی برائیوں سے دور پاکیزہ اور صاف ستھرے معاشرہ کا نمونہ دنیا کے سامنے پیش کیا جاسکتا ہے۔

(84) پڑوسی کا حق

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَایَدْخُلُ الْجَنَّۃَ مَنْ لَایُؤْمِنُ جَارُہٗ بَوَآئِقَہٗ۔ (مسلم، بخاری، کتاب الادب باب 581)

ترجمہ: ''حضرت انسؓ ارشاد رسولؐ بیان کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ جس شخص کے شر سے اس کا پڑوسی مامون نہ ہو وہ شخص جنت میں نہیں جائے گا۔''

اس حدیث پاک میں اللہ کے رسولؐ نے فرمایا کہ جس آدمی کا پڑوسی اس کے شر اور برائی سے محفوظ اور مامون نہ ہو تو وہ شخص جنت میں داخل نہ ہوگا۔ معاشرہ اور سماج کے لئے یہ بڑی اہم بات ہے کہ محلّہ اور پاس پڑوس میں رہنے والے لوگ اس طرح رہیں کہ کسی کو کسی سے تکلیف دکھ اور نقصان نہ پہنچے آپ جس کے پڑوس میں رہتے ہیں وہ آپ کا پڑوسی ہے اور آپ اس کے پڑوسی ہیں اور پڑوسیوں کے لئے نبیؐ کی تعلیم یہ ہے کہ ہمارا پڑوسی ہمارے شر اور برائی سے محفوظ رہے اور یہ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ ہم خود ہر قسم کی بری اور شر والی بات سے دور رہیں غرض ہمارا رہن سہن اس طرح ہو کہ ہمارے پڑوسی کی عزت آبرو جان مال محفوظ رہے نہ اس کے خلاف کچھ سوچیں نہ کریں۔ اس حدیث پر عمل کرنے سے پاس پڑوس محلّہ محلّہ گاؤں گاؤں اور شہر شہر میں امن وامان اور سکون وآرام کی فضا بن جائے گی۔ اور ہر طرف اطمینان خوشی اور مسرت کا ہی ماحول ہوگا۔ ہر پڑوسی کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایسا ماحول بنائے رکھے کہ پڑوس میں رہنے والے کو اطمینان ہو کہ میرا پڑوسی میری عزت آبرو جان مال رشتہ ناطہ اور ملنے جلنے کے لئے آنے جانے والوں کا خیال رکھتا ہے۔ لہٰذا پڑوسیوں کو اپنے تعلقات کی بنیاد امن بھلائی بھائی چارہ اور ایک دوسرے کو اپنے نقصان اور شر سے محفوظ رکھنے پر ہونی چاہئے۔ اس طرح جلد ہی ایسا ماحول اور معاشرہ بن جائے گا کہ انسان کا جینے کو جی چاہے گا۔

(85) کیا رحمٰن کی مہربانی چاہتے ہو

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمْ

اَلرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمْکُمْ مَنْ فِی السَّمَآءِ۔ (ابوداؤد، ترمذی، مشکوۃ)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمروؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ ؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رحم کرنے والوں پر رحم کرتا ہے۔ تم زمین والوں پر رحم کروتم پر آسمان والا رحم کرے گا۔''

حدیث پاک میں یہ تعلیم دی گئی ہے لوگو! اگر تم چاہتے ہو کہ رحمٰن یعنی آسمان والا تم پر رحم کرے تو تم زمین پر رہنے بسنے والوں پر رحم کرو اور ان پر ترس کھاؤ۔ ماں باپ بیوی بچے آل اولاد پڑوسی گاؤں شہر وطن کے لوگ اور تمام انسان سبھی اس میں شامل ہیں کہ ہم ان پر رحم اور مہربانی ونرمی کا معاملہ کریں، رسولؐ کے بارے میں قرآن مجید کی سورہ آل عمران کی آیت 159 میں ارشاد ہے۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ

ترجمہ: ''بس یہ اللہ کی رحمت ہے کہ آپ ان کے لئے نرم مزاج ہیں اور اگر زبان اور دل کے سخت ہوتے تو یہ آپ کے پاس سے منتشر ہو جاتے سو آپؐ ان کے قصور معاف کیجئے اور ان کے لئے مغفرت کی درخواست بھی کرتے رہئے۔''

(3۔ سورہ آل عمران، آیت: 159)

نرمی رحمت مہربانی رسول اللہؐ کی صفت ہے یہ بھی قرآن مجید میں ارشاد ہے

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (اور اے نبیؐ ہم نے آپ کو تمام جہانوں میں رہنے والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے) لہٰذا ہر مومن پر لازم ہے کہ ہر ایک کے ساتھ نرمی مہربانی کرے اور رحم وکرم سے پیش آئے اور اللہ کی تمام مخلوق پر رحم کرے اور ترس کھائے۔

(86) ماں باپ کی نافرمانی سے بچو

عَنِ الْمُغِيْرَةِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوْقَ الْاُمَّهَاتِ وَ وَادَ الْبَنَاتِ وَمَنَعَ وَهَاتِ وَكَرِهَ لَكُمْ قِيْلَ وَقَالَ كَثْرَةَ السُّؤَالِ وَاضَاعَةَ الْمَالِ ۔

(بخاری، مسلم، کتاب الادب باب 557)

ترجمہ: ''حضرت مغیرہؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی، لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا اور ناجائز چیز کے کرنے اور جائز چیز کے نہ کرنے کو حرام کیا۔ اور حجت تکرار بلاوجہ بحث مباحثہ بہت زیادہ پوچھ پرچھ اور مال کے ضائع کرنے کو ناپسند فرمایا ہے۔''

ماؤں کی حق تلفی کرنا ناراض کرنا دکھ دینا اور بے ادبی کرنا حرام ہے بہت سے شادی شدہ جوڑے ہوتے ہیں ان کا سلوک اپنی ماں کے ساتھ اچھا نہیں ہوتا انھیں اپنے اس رویہ کو چھوڑ کر ماں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا چاہئے اور حسن سلوک سے پیش آنا چاہئے۔ لڑکیوں کو زندہ قبر میں گاڑ دینا یعنی لڑکی کی پیدائش پر اسے مار ڈالنا بھی حرام ہے قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ﴿۸﴾ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ﴿۹﴾ (81۔التکویر، آیت: 8,9) ترجمہ: ''اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس جرم میں ماری گئی تھی۔''

آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی کچھ ہیرا پھیری کے ساتھ یہی ہو رہا ہے کہ مشین کے ذریعہ معلوم ہو جائے کہ عورت کے پیٹ میں جو حمل پرورش پا رہا ہے وہ لڑکی ہے تو انجکشن دے کر اسے مار ڈالا جاتا ہے یہ بھی بالکل ویسا ہی ہے جیسے پہلے زمانے کے لوگ لڑکی کی پیدائش سے ناخوش ہو کر اسے زندہ گاڑ دیتے تھے۔ لہٰذا اس حرکت سے ہر مرد و عورت کو باز رہنا چاہئے ورنہ معصوم جانوں کے قتل کا گناہ ان کے سر پر آئے گا

اور مرنے کے بعد اللہ کے یہاں اس کی ان سے پوچھ ہوگی۔

قرآن مجید اور حضرت محمدؐ کی تعلیم سے معلوم ہوتا ہے کہ لڑکیوں کی پیدائش سے ناخوش نہیں ہونا چاہئے بلکہ لڑکیوں کی پرورش کو اجروثواب کی چیز جانیں اور بچیوں کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں کرنا چاہئے یہ بھی اللہ کی مخلوق ہیں اللہ نے ہمارے واسطہ سے انھیں وجود کا جامہ پہنایا ہے۔

حدیث میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جائز اور حلال چیزوں اور کاموں سے پرہیز کرنا دور رہنا یا لوگوں کو ان سے روکنا منع کرنا بھی حرام ہے ہاں کسی مجبوری کے تحت ایسا ہو تو کوئی حرج نہیں لیکن جائز اور حلال کام یا چیز کو اچھا نہ سمجھنا شریعت میں منع ہے اسی طرح جن کاموں کے کرنے اور جن چیزوں کے استعمال کرنے سے شریعت نے روکا ہے اس سے رک جانا ضروری ہے اور اس کے خلاف کرنا گناہ اور حرام ہے۔

زیادہ بک بک کرنا حجت وتکرار کرنا بحث ومباحثہ کرنا اور خوب پوچھ پرچھ کرنے سوال کرنے کو بھی اللہ تعالیٰ نے ناپسند فرمایا ہے مال کی بربادی اور اس کے ضائع کرنے سے بھی روکا گیا ہے۔ مال بھی اللہ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے زکوٰۃ اور حج ادا کرنے کا ذریعہ ہے اور بھی بہت سے خیر خیرات اور نیک کاموں کے کرنے کا ذریعہ اور وسیلہ مال ہی ہے بہت سے واجبات کی اس سے ادائیگی ہوتی ہے لہٰذا مال جائز طریقوں سے حاصل کیا جائے اور قرآن وحدیث کے بتائے طریقے کے مطابق اسے خرچ کیا جائے فضول خرچ اور بے فائدہ اخراجات سے دور رہا جائے۔

(87) چغل خوری کا انجام

عَنْ حُذَیْفَۃَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَایَدْخُلُ الْجَنَّۃَ قَتَّاتٌ ۔ (بخاری، کِتَابُ الْاَدَبِ، بَابُ النَّمِیْمَۃِ عَلَی الْکَبَائِرِ باب 602)

ترجمہ: ''حضرت حذیفہؓ رسول اللہؐ سے سنی ہوئی روایت نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔''

(88) لعن طعن کرنے والے کی محرومی

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اللَّعَّانِیْنَ لَایَکُوْنُوْنَ شُھَدَاءَ وَلَا شُفَعَاءَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ۔ (مسلم مشکوٰۃ، بَابُ حِفْظِ اللِّسَانِ)

ترجمہ: ''آپؐ نے فرمایا کہ ایک دوسرے پر لعن طعن کرنے والے میدان محشر میں نہ کسی کی گواہی کے کام آسکیں گے اور نہ ہی کسی کی سفارش کر پائیں گے۔''

(89) اسلام کی زینت

عَنْ عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُہٗ مَا لَایَعْنِیْہِ ۔ (مؤطا مالک، واحمد، مشکوٰۃ)

ترجمہ: ''حضرت علی ابن حسینؓ آپؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ انسان کے اسلام کی خوبصورتی یہ ہے کہ بے کار اور فضول باتوں اور فضول کاموں سے پرہیز کرے۔''

انسان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ بے کار اور فضول کاموں اور بے فائدہ باتوں سے پرہیز کرے۔

حدیث پاک میں ''لَایَعْنِیْہِ'' کا لفظ ہے لَایَعْنِیْ کا مطلب ہی ہے جس بات کے کوئی معنی اور مطلب

ہی نہ ہوں اور ایسا کام جس کا کوئی فائدہ حاصل نہ ہو۔ اور اس کے نتیجہ سے کسی کا کچھ لینا دینا نہ ہو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی صفات بیان کرتے ہوئے ایک صفت یہ بیان فرمائی ہے۔ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝ (23۔ المومنون، آیت: 3) ترجمہ: ''اور جو نکمی فضول اور بے کار باتوں سے دور رہتے ہیں۔''

بے کار کاموں اور بے فائدہ باتوں کا عمل میں آنا یا زبان پر لانا انسان کی ہلاکت و بربادی کا باعث ہے۔ انسان اپنے ایمان و اسلام کو نکھارنا اور صاف ستھرا کرنا چاہتا ہو تو لایعنی کاموں اور لایعنی باتوں سے پرہیز کرے اور ایسے کام میں لگے جس سے دنیا یا آخرت کا فائدہ ہو اور ایسی بات بولے جس سے کسی کو فائدہ پہنچے یا اجر و ثواب کی شکل میں خود اس کہنے والے کو فائدہ حاصل ہو۔

(90) فرشتے دور ہو جاتے ہیں

عَنْ اِبْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَذَبَ الْعَبْدُ تَبَاعَدَ عَنْهُ الْمَلَكُ مِيْلًا مِنْ نَتْنِ مَاجَاءَ بِهٖ ۔ (ترمذی، مشکوٰۃ)

ترجمہ: ''حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو اس جھوٹ کی بدبو کی وجہ سے رحمت کے فرشتے میلوں دور ہو جاتے ہیں۔''

جھوٹ سے نفرت دلانے کے لئے حدیث پاک کے الفاظ کافی ہیں۔ اللہ ہم سب کو اپنی اصلاح کرنے کی توفیق عطا فرمائے ارشاد رسولؐ سے معلوم ہوا کہ جب بندہ جھوٹی بات کہتا ہے تو ایسی ناپسند گھناؤنی نفرت دلانے والی بدبو پھیلتی ہے کہ فرشتے اس بدبو سے میلوں دور بھاگتے ہیں۔ فرشتے نامی مخلوق اللہ

نے پردۂ غیب میں رکھے ہیں، حشر و حساب اور موت کے دن وہ سامنے آئیں گے اگر کبھی انسان کی حس اتنی تیز ہو جائے کہ وہ جھوٹ کی بدبو محسوس کرے تو وہ بھی جھوٹ بولنے سے کوسوں دور رہے گا لیکن دنیا دارالامتحان ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہاں ایسا انتظام رکھا ہے کہ آدمی دیکھے اور محسوس کئے بغیر قرآن مجید اور حدیث رسولؐ پڑھ کر یا سن کر اپنی اصلاح کرلے۔

(91) نااہل کی قیادت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا ضُیِّعَتِ الْاَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ قَالَ کَیْفَ اِضَاعَتُهَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ اِذَا اُسْنِدَ الْاَمْرُ اِلٰی غَیْرِ اَهْلِهٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ۔

(بخاری، کتاب الرقاق باب 839)

ترجمہ: ”حضرت ابوہریرہؓ روایت نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ جب امانت ضائع ہونے لگے تو قیامت کا انتظار کرو۔ حضرت ابوہریرہؓ نے پوچھا کہ یارسول اللہؐ امانت کے ضائع ہونے کا مطلب کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ جب کوئی اہم معاملہ نااہل کے سپرد کردیا جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔“

حدیث پاک میں فرمایا گیا ہے کہ جب امانت ضائع ہونے لگے تو قیامت کا انتظار کرو یعنی قیامت کے آنے کو قریب سمجھا جائے۔ آج کا یہ زمانہ جس میں ہم سانس لے رہے ہیں کچھ ایسا ہی ہے امانت میں خیانت کرنا اور اس کی حفاظت میں لاپرواہی سے کام لینا لوگوں کی عادت سی ہوگئی ہے، سَو میں دو آدمی ایسے ملیں گے یعنی دو فیصد لوگ ایسے ملیں گے جو امانت کی حفاظت کرنے والے ہوں گے اور لوگوں کی امانتوں کو وقت پورا ہونے یا واپس لینے کے وقت پورے پورے طور پر ادا کردیتے ہوں۔ مال اور سامان یا ایسی ہی کوئی چیز حفاظت کے لئے آدمی کے پاس امانت رکھی جائے تو اس کی حفاظت اور وقت پر یا عندالطلب اس کی واپسی ضروری ہے اور اگر اس میں کسی قسم کی کمی زیادتی کیا یا عندالطلب واپس نہ کیا یا

پورے طور پر ہضم کر لے گیا تو یہ امانت میں خیانت ہے۔

اس حدیث شریف میں امانت کے ضائع ہونے کی ایک اور شکل کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ زندگی کے اہم معاملات چاہے وہ معاشی ہوں سماجی یا دینی ہوں سیاسی یا انتظامی ہوں انھیں کسی نا اہل اور اس کام کی صلاحیت نہ رکھنے والوں کے سپرد کر دیا جائے تو یہ بھی امانت کا ضائع کرنا ہے اور اسے بھی قرب قیامت کی نشانیوں میں سے سمجھا جائے۔

(92) دو قیمتی نعمتیں

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيْهِمَا كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ، اَلصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ۔ (بخاری، کتاب الرقاق، باب ماجاء فی الرقاق)

ترجمہ: ''حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا دو نعمتیں ایسی ہیں کہ ان کے پانے کے لئے ہر کوئی رشک اور خواہش کرتا ہے (1) تندرستی (2) کم سے کم ذمہ داریاں۔''

تندرستی اور ذمہ داریوں کے کم سے کم بوجھ کا ہونا اللہ رب العزت کی دو بڑی نعمتیں ہیں ان کی قدر کرنی چاہیے دنیا و آخرت کے تمام کام کا کرنا صحت و تندرستی پر ہی موقوف ہے۔

(93) اللہ تعالیٰ ان سے بات بھی نہیں کریں گے

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ قَالَ اَبُوْذَرٍّ خَابُوْا وَخَسِرُوْا مَنْ هُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَلْمُسْبِلُ وَالْمَنَّانُ وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَهٗ بِالْحَلْفِ الْكَاذِبِ ۔ (مسلم، مشکوٰۃ، باب المساهلة فی المعاملة)

ترجمہ: ''حضرت ابوذرؓ نبی کریمؐ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تین شخص سے ہمکلام نہیں ہوگا نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ ہی ان کا تزکیہ فرمائے گا۔ بلکہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے حضرت ابوذرؓ نے کہا کہ خسارہ اور نقصان ہوان کا۔ پھر پوچھا وہ لوگ کون ہیں یا رسول اللہؐ؟ آپؐ نے فرمایا کہ (1) بلامجبوری تکبر و گھمنڈ سے ٹخنے کے نیچے پاجامہ پہننے والا (2) احسان جتانے والا (3) سامان کو جھوٹی قسم کھا کر بیچنے والا۔''

(1) "اَلْمُسْبِلُ" وہ شخص جو بلا کسی عذر اور مجبوری کے پاجامہ یا تہبند ٹخنوں سے نیچے لٹکائے پھرے اور تکبر، گھمنڈ والے لمبے لمبے ایسے کپڑے پہنے جو زمین پر گھسٹتے ہوں۔

(2) "اَلْمَنَّانُ" وہ شخص جس نے کسی کے ساتھ احسان کیا اور پھر بار بار احسان کو جتاتا ہو یعنی اپنے اس احسان کو بیان کر کے اسے شرمندہ کرتا ہو یا اس احسان کا لوگوں سے تذکرہ کرتا ہو۔

(3) اور وہ شخص جو اپنی تجارت کا سامان بیچنے کے لئے جھوٹی قسم کھائے اور جھوٹی قسموں کے سہارے اپنا مال بیچتا ہو۔

ان تین طرح کے لوگ قیامت کے دن اللہ رب العزت کی شرف ہمکلامی سے محروم رہیں گے یعنی اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے بات نہیں کریں گے اور ان پر رحم و کرم کی نظر بھی نہیں فرمائیں گے اور انھیں گناہوں سے صاف ستھرا بھی نہیں کریں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کی ان تینوں برے کاموں سے حفاظت فرمائے۔

(94) مظلوم کی بددعا سے بچو

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مَعَاذَابْنَ جَبَلٍ اِلٰی يَمَنٍ فَقَالَ اِتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّهَا لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ ۔ (بخاری، کتاب المظالم باب 1534)

ترجمہ: ''حضرت ابن عباسؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے حضرت معاذ ابن جبلؓ کو دعوت وتبلیغ کے لئے یمن بھیجا تو ایک نصیحت فرمائی کہ مظلوم کی بددعا سے بچو کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی چیز دعا کی قبول ہونے سے رکاوٹ نہیں بنتی۔''

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے لَاتَظْلِمُوْنَ وَلَاتُظْلَمُوْنَ (تم کسی پر ظلم نہ کرو اور تم پر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا)۔ حدیث پاک میں بھی ارشاد ہے کہ مظلوم اور کچلے ہوئے ستائے لوگوں کی بددعا سے بچو۔ بددعا کا مطلب صرف یہ ہی نہیں ہے کہ مظلوم شخص زبان سے کچھ کہے یا ہاتھ اٹھا کر بددعا کرے لیکن یہ مطلب بھی ہے کہ ظلم وزیادتی پر مظلوم شخص غم کے گھونٹ پی کر رہ جائے اور کسی وجہ سے کچھ کہہ نہ پائے اگر ایسے شخص کی کوئی آہ نکل گئی یا ظالم کے خلاف دل ہی دل کوئی عرضی اللہ کے دربار میں پیش کی تو اللہ کے رسولؐ فرماتے ہیں کہ اس کی یہ پکار اس کی بددعا اور اس کی عرضی اللہ کے دربار میں قبول ہونے سے کوئی چیز روکنے والی نہیں ہے لہذا ہم سب پر لازم ہے کہ ظلم وزیادتی سے پرہیز کریں۔

(95) بہترین صدقہ

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَنْ يُّؤَدِّبَ الرَّجُلُ وَلَدَهُ خَيْرٌ لَهُ مِنْ اَنْ يَّتَصَدَّقَ بِصَاعٍ ۔

ترجمہ: ''حضرت جابر بن سمرةؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اپنے لڑکے کو بہترین ادب سکھانا اور اس کی تربیت کرنا ایک صاع (سوا تین کلو) غلہ صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔''

صدقہ وخیرات تو اللہ کے نزدیک محبوب ومقبول ہے انسان کے لئے نافع ہے، اس حدیث پاک میں اللہ کے رسولؐ نے فرمایا کہ آدمی اپنی اولاد کو ادب سکھائے اور اس کی تربیت کرے یہ ایک صاع صدقہ کرنے سے بہتر ہے، لہٰذا ایک مؤمن کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی اولاد کی تربیت کرے اور اسے ادب سکھانے کو ایسی اہمیت دے کہ ایک ادب سکھانا ایک صاع صدقہ کرنے سے افضل اور بہتر ہے۔

(96) یتیم کے ساتھ حسن سلوک

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَیْرُ بَیْتٍ فِی الْمُسْلِمِیْنَ بَیْتٌ فِیْهِ یَتِیْمٌ یُحْسَنُ فِیْهِ وَشَرُّ بَیْتٍ فِی الْمُسْلِمِیْنَ بَیْتٌ فِیْهِ یَتِیْمٌ یُسَاءُ اِلَیْهِ۔

ترجمہ: ’’حضرت ابوہریرہؓ ارشاد رسولؐ نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ مسلمانوں کے گھروں میں سے اچھا گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہو اور ان میں برا گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ بدسلوکی کی جاتی ہو۔‘‘

معلوم ہوا کہ اہل ایمان کے گھروں میں وہ گھر سب سے بہتر اور اچھا ہے جس میں کوئی یتیم رہتا ہو اور گھر کے لوگ اس کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہوں بھلے برتاؤ سے پیش آتے ہوں، اور گھروں میں وہ بہت ہی برا گھر ہے جس میں کسی یتیم کو رکھا گیا ہو اور گھر والے اس کے ساتھ بھلا برتاؤ نہ کرتے ہوں۔ دور اول میں یتیم خانوں اور آسرا گھروں کا رواج نہیں تھا اس لئے کوئی بچہ یتیم ہو جاتا یا کسی بچی کے سر سے باپ کا سایہ اٹھ جاتا تو مسلمانوں کا کوئی نہ کوئی گھر اس بچہ یا بچی کو اپنے کنبہ میں شریک کر لیتا اور اپنے گھر میں رکھ کر اس کی ویسی ہی پرورش دیکھ ریکھ کرتا اور حسن سلوک کرتا جیسے اپنی اولاد کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

لیکن آج کے دور میں صحابہؓ کی یہ سنت تقریباً ختم ہو چکی ہے اور یتیم خانوں کا رواج پڑ گیا ہے اور الحمدللہ یہ مفید بھی ہے اور ٹھیک بھی ہے لیکن سارے یتیم بچوں کا مسئلہ صرف یتیم خانوں سے حل نہیں ہو سکے گا لہٰذا امت کو خیال رکھنا چاہئے کہ یتیم خانے اور بچوں کے گھر جو کچھ بھی ہیں اس کے چلانے والے مبارکباد کے مستحق ہیں لیکن یتیموں کے مسئلہ کو وسیع پیمانے پر حل کرنے کے لئے جو طریقہ حضرت محمدؐ اور صحابہ کرامؓ نے اپنایا تھا اس کو بند نہ کیا جائے بلکہ اس کو جاری رکھا جائے اور ہر کھاتا پیتا گھر اور اوسط درجہ کے گھرانے کسی نہ کسی یتیم بچہ یا بچی کو اپنے گھر میں رکھ کر پرورش کریں اور اپنی اولاد جیسا اس کے ساتھ سلوک اور برتاؤ کریں۔ اور وسعت کے مطابق تعلیم و تربیت کا بھی نظم کریں۔

اس طرح یتیموں کا مسئلہ الحمدللہ اتنی آسانی سے قابو میں آسکتا ہے کہ پوری دنیا کی حکومتیں اس مسئلہ کا حل اس انداز پر نہیں کرسکتیں جیسا کہ مسلم گھرانے کرسکتے ہیں اور پچھلے دور میں کئے بھی ہیں۔

(97) زمانہ کو برامت کہو

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَایَسُبُّ اَحَدُکُمُ الدَّهْرَ۔

(مسلم، مشکوٰۃ باب الاسامی)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی بھی زمانہ کو برا بھلا نہ کہے۔''

فرمان رسولؐ میں ''زمانہ'' کو برا بھلا کہنے سے منع کیا گیا ہے۔ آج کل عام طور سے لوگوں کی زبان پر یہ بات چڑھ گئی ہے کہ زمانہ بہت برا اور بڑا خراب آ گیا ہے۔ جبکہ سمجھنا چاہئے کہ زمانہ تو ایک وقت ہے جو اللہ کے حکم سے گذرتا جا رہا ہے اور اسی وقت پر انسان سوار ہے۔ نحوست اور خرابی جو آتی ہے وہ انسان

کے برے اعمال کی وجہ سے ہے زمانہ تو ایک چکر یا نہر ہے جو برابر گردش میں ہے اور اس پر انسان کا بدن اور اس کی زندگی کا سامان سوار ہے یا زمانہ کو سمندر اور دریا کی ایک لہر سمجھا جائے کہ جس طرح ایک لہر گذرتی ہے دوبارہ نہیں آتی یہی حال زمانہ کا ہے کہ سمندر کی لہر کی طرح گذر رہا ہے اور جو گذر جاتا ہے لوٹ کر نہیں آتا، زمانہ کے اس آنے جانے اور گذرنے میں کیا برائی ہے دراصل نحوست اور برائی انسانوں کے اعمال بد کے سبب ہے کہ آدمی نے جب اور جس وقت میں یا زمانہ کی جس گھڑی میں برا اور خراب کام کیا تو گویا اس شخص نے اپنے عمل بد سے زمانہ کی اس گھڑی پر نحوست اور برائی لاد دیا۔ قرآن مجید میں دہر (زمانہ) نام کی ایک سورت بھی ہے۔ ارشاد ہے

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا ﴿1﴾

ترجمہ: ''کیا انسان پر زمانے میں ایک ایسا وقت نہیں آیا کہ جب وہ کوئی ایسی چیز ہی نہیں تھا کہ اس کا کہیں تذکرہ ہو۔''

(76۔الدھر، آیت: 1)

معلوم ہوا کہ زمانہ ایک رفتار ہے اور اس پر انسان کی سواری ہے اور انسان کی اچھائی برائی سے زمانہ متاثر ہوتا ہے بذات خود زمانہ میں کوئی خرابی اور نقص نہیں ہے، اس لئے اگر ہماری یہ خواہش ہے کہ زمانہ ٹھیک ٹھاک رہے اور ماحول خراب نہ ہو تو ہمیں اپنے اعمال اور کام سدھار لینا چاہئے۔ اور برے اعمال سے دور رہ کر اچھے کام کرنا چاہئے۔

(98) طلاق، اللہ کے نزدیک

عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبْغَضُ الْحَلَالِ اِلَى اللّٰهِ الطَّلَاقُ۔

(ابوداؤد، مشکوۃ، باب الطلاق)

ترجمہ: ''ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک حلال چیزوں میں سے سب سے ناپسندیدہ طلاق ہے۔''

طلاق دینا حلال تو ہے مگر اللہ تعالیٰ کو بہت ناپسند ہے، طلاق دینا حلال اس لئے ہے کہ بیوی سے پٹتی نہیں ہے ان بن ہے مار دھاڑ، گالی گلوچ ہو رہا ہے بیوی شوہر کے حقوق ادا نہیں کر رہی ہے اور عورت اس سے چھٹکارہ چاہ رہی ہے یا دونوں ہی ایک دوسرے سے الگ ہونا چاہتے ہیں یا کوئی اور وجہ جدائی کی بن گئی ہو کہ جوڑے میں نباہ نہ ہو سکتا ہو تو اسلام نے میاں بیوی کو زبردستی باندھ کر کے نہیں رکھا ہے اگر نباہ نہ ہو سکتا ہو تو دونوں ایک دوسرے سے الگ ہو کر اپنا اپنا راستہ لیں لیکن کسی جوڑے کا نکاح میں بندھ جانا اور قرآن مجید کے ارشاد هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ کے مطابق ایک دوسرے کا لباس ہو جانا اور تعلق پیدا ہونے گھر کے بس جانے کے بعد پھر اس گھر کا ٹوٹ جانا اس سے بڑا فساد برپا ہوتا ہے۔ ماں باپ اور بچے بچیاں رشتے ناطے غرض سارے ہی تعلقات میں ایک طرح سے گھریلو دھماکہ ہو جاتا ہے اسی لئے اسلام نے حالات کے تحت طلاق دینے کی اجازت دی ہے۔ اگر طلاق کی اجازت نہ ہوتی تو اور بھی فساد اور بگاڑ کے اندیشے تھے لیکن طلاق دینا حلال اور جائز چیزوں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت ناپسند چیز ہے۔

پس مسلمانوں کو یہ عاجز ایک مشورہ دیتا ہے کہ خدانخواستہ اگر گھر میں طلاق کی نوبت آئے تو آدمی عجلت اور جلد بازی نہ کرے غصہ کے مارے فوری کوئی فیصلہ نہ کرے بلکہ اپنے بڑوں سے مشورہ کرے بہتر تو یہ ہوگا کہ علماء سے رجوع کرے اللہ کا شکر ہے کہ ہمارے ملک میں ہر جگہ مدرسے ہیں اور علماء کی بہت بڑی تعداد پائی جاتی ہے کسی جگہ اگر علماء موجود نہ ہوں تو دوسرے مقامات پر جا کر ملاقات کرے اور ان سے مشورہ لے اور وہ جو صلاح مشورہ دیں اس پر عمل کرے اور صلاح و مشورہ سے جو کام ہوتے ہیں اللہ نے

اس میں خیر و برکت رکھی ہے۔

عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّمَا امْرَأَۃٍ سَأَلَتْ زَوْجَھَا طَلَاقًا فِی غَیْرِ مَا بَاْسٍ فَحَرَامٌ عَلَیْھَا رَائِحَۃُ الْجَنَّۃِ ۔ (ترمذی، احمد، مشکوٰۃ)

ترجمہ: ''حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ جو کوئی عورت بغیر کسی معقول وجہ کے اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرتی ہے تو اس پر جنت کی بو تک حرام ہے۔''

اس حدیث شریف میں اس عورت کو جنت کی خوشبو سے بھی محروم بتایا گیا ہے جو بلا کسی خاص وجہ کے اپنے شوہر سے طلاق مانگتی ہے یا مرد سے خلع یعنی چھٹکاری لینا چاہتی ہو۔ بلا وجہ کا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ اس عورت کی نگاہ کسی دوسرے مرد پر ہو کہ اس سے نکاح کرلوں یا اور کوئی ایسا خیال اس کے دل میں آئے اس حدیث پاک سے مسلم خواتین کو چوکنا ہو جانا چاہئے کہ دنیا کی زندگی ہے جوں توں کر کے زندگی گذار لے جیسا بھی شوہر اسے ملا ہو۔ سارے عیش و آرام اور لذت یہیں مل جانے والے ہوں ایسا کچھ نہیں ہے، اصل عیش و راحت آخرت اور جنت کا عیش ہے ایک دوسری حدیث ہے اَللّٰھُمَّ لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشَ الْاٰخِرَۃِ خاص طور پر طبقہ خواتین کو اللہ تعالیٰ نے یہ بڑا وصف عطا فرمایا ہے کہ شوہر سے طلاق مانگنے کا واقعہ ہوتا نہیں لیکن پھر بھی کہیں کہیں سننے میں آتا ہے کہ عورت خود طلاق لینا چاہتی ہے ایسی عورتوں کو اس حدیث سے نصیحت پکڑنا چاہئے کہ انھیں جنت کی خوشبو بھی نہیں ملے گی جنت میں دخل ہونا تو بہت ہی دور کی بات ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَہٗ ۔

(دار قطنی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ ص 283)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے حلالہ کرنے اور کروانے والے پر لعنت بھیجی ہے۔''

حلالہ کرنے والے اور حلالہ کرانے والے دونوں پر رسولؐ نے لعنت بھیجی ہے اور یہ ہے بھی بہت بری چیز۔عورت مرد میں ان بن ہوئی اور نوبت طلاق تک پہنچ گئی اور شوہر نے تین طلاق اس عورت کو دے دی اب یہ عورت اس پر حرام ہوگئی اور دوبارہ نکاح کرنا چاہے تب بھی کوئی صورت باقی نہیں لیکن ایک صورت قرآن مجید اور حدیث میں بتائی گئی ہے کہ اس طلاق پائی ہوئی عورت نے کسی دوسرے سے نکاح کرلیا اور اس سے نباہ ہورہا ہے یا نہیں ہورہا ہے خدا نہ کرے کہ اس دوسرے مرد سے بھی نباہ نہیں ہورہا ہے اور اس نے بھی طلاق دے دی یا اس دوسرے شوہر کا انتقال ہوگیا اور یہ عورت پھر اکیلی رہ گئی اس حال میں اگر اس کے دل میں پہلے شوہر سے نکاح کا خیال آئے اور پہلا شوہر بھی اس عورت سے نکاح کرنا چاہے تو اب یہ دونوں پہلے کی طرح نکاح کے بندھن میں بندھ سکتے ہیں۔اس کے ساتھ یہ شرط بھی ہے کہ انہیں یہ خیال ہو کہ اللہ کے حدود کو قائم رکھیں گے اور اللہ کے حکموں سے آگے نہیں بڑھیں گے۔یہ صورت حلالہ کی شریعت میں جائز ہے لیکن آج کل لوگ یہ کرتے ہیں کہ بلاوجہ یا غصہ وغیرہ میں آکر یا جھلا کر طلاق دے دی اور ایک نہیں بلکہ تین طلاق دے دی دوسرے دن جب غصہ ٹھنڈا ہوا یا گھر بار اجڑتا دیکھ کر احساس ہوا شرمندگی ہوئی تو علماء کے یہاں چکر لگانے لگا کیا کروں کیسے کروں میں تو برباد ہوگیا علماء انہیں قرآن مجید اور حدیث کا صاف صاف حکم سنا دیتے ہیں کہ اب کوئی راستہ نہیں ہے جب تک کہ کسی دوسرے سے نکاح نہ کرے اور اس دوسرے شوہر سے بھی کسی بنا پر علیٰحدگی ہوجائے۔تو اب حلال ہوگی جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔

لیکن لوگ اس حکم کا غلط فائدہ اٹھاتے ہیں کہ اپنے کسی نوکر یا قریبی رشتہ دار سے نکاح کرادیا اور یہ عورت

رات دو رات اس کے پاس رہی پھر اس سے طلاق دلوادی اور عدت گذرانے کے بعد پھر اسی عورت سے دوبارہ نکاح کرلیا اور یہ سب پہلے سے ان کے درمیان معاملہ طے ہوتا ہے یہ ایک طرح اللہ اور اس کے رسولؐ سے دھوکہ بازی ہے اور اللہ کے حکموں کے ساتھ کھلواڑ ہے اور ایسا حلالہ اللہ کی لعنت و پھٹکار کا سبب اور ذریعہ ہوگا لہٰذا اس قسم کی حرکتوں سے بچنا چاہئے اور علماء کو بھی چاہئے کہ لوگوں کو ایسا مشورہ نہ دیں بلکہ اس کی خرابیاں بتا کر لوگوں کو روکنے کی کوشش کریں۔

(99) بیماری سے شفاء

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَنْفُثُ عَلٰی نَفْسِهٖ فِی الْمَرَضِ الَّذِیْ مَاتَ فِیْهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ فَلَمَّا ثَقُلَ کُنْتُ اَنْفُثُ عَلَیْهِ بِهِنَّ وَاَمْسَحُ بِیَدِ نَفْسِهٖ لِبَرَکَتِهَا۔

(بخاری، کتاب الطب)

ترجمہ: ”حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ جس مرض میں وفات پائے اس وقت سورہ فلق اور سورہ ناس پڑھ کر اپنے اوپر دم کیا کرتے تھے، جب آپؐ کو خود دم کرنا مشکل معلوم ہونے لگا تو حضرت عائشہؓ پڑھ کر آپؐ پر دم کیا کرتی تھیں اور آپؐ کے ہاتھ کو تبرکاً جسم پر پھیرا کرتی تھیں۔“

حضور اکرمؐ کی وفات جب قریب ہوئی اور آپؐ بیمار ہوگئے تو قرآن مجید کی آخری دو سورتیں سورۂ فلق اور سورۂ ناس پڑھ اپنے جسم پر آپؐ دم فرمایا کرتے تھے۔ معلوم ہوا کہ مرض بیماری اور بدن وغیرہ کے تکلیف کے موقع پر سنت رسولؐ یہ ہے کہ قرآن مجید کی آیات اور سورتیں وغیرہ پڑھ کر بدن پر دم کیا جائے یا کسی عالم بزرگ سے دم کرالیا جائے۔ قرآن مجید کی آخری دونوں سورتوں میں ظاہر و باطن دونوں کا علاج موجود ہے۔ ان دونوں سورتوں کے معنی پر غور کرلیا جائے تو سمجھ میں آئے گا ان سورتوں میں اللہ کی پناہ میں آنے کی درخواست کی گئی ہے اور تمام مکر و فریب اور شر و برائی سے بچنے کے لئے اللہ کی مدد اور

نصرت طلب کی گئی ہے۔

حضرت عائشہؓ یہ بھی بیان کرتی ہیں کہ مرض نے جب زیادہ زور پکڑا اور نبیؐ کے لئے خود پڑھ کر دم کرنا مشکل ہوگیا تو میں پڑھ کر دم کر دیتی اور برکت کے لئے آپؐ کا دست مبارک آپؐ کے جسم مبارک پر پھرا دیتی۔ اس سے پتہ چلا مریض نہ دم کر سکے تو کوئی دوسرا پڑھ کر دم کر دے۔ اس کے بعد آنے والی حدیث میں بھی اللہ کے رسولؐ کا یہ عمل بیان کیا گیا ہے کہ آپؐ جب بستر پر لیٹتے تو سورۂ فلق سورۂ ناس پڑھ کر ہتھیلی پر دم کر لیتے پھر ہتھیلیاں چہرہ پر پھیر لیتے اور بدن پر جہاں تک ہاتھ پہنچتا پھیر لیتے اور جب آپؐ بیمار ہوتے تو حضرت عائشہؓ کو اس کا حکم فرماتے اور حضرت عائشہؓ اسی طرح کرتیں۔ دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ امت کے لوگوں کو بھی تمام آفات بلیات اور شرور وفتنہ سے بچنے کے لئے یہ عمل کرنا چاہئے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ نَفَثَ فِيْ كَفَّيْهِ بِقُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ وَبِالْمُعَوِّذَتَيْنِ جَمِيْعًا ثُمَّ يَمْسَحُ بِهِمَا وَجْهَهٗ وَمَا بَلَغَتْ يَدَاهُ مِنْ جَسَدِهٖ قَالَتْ عَائِشَةُ فَلَمَّا اشْتَكٰى كَانَ يَاْمُرُنِيْ اَنْ اَفْعَلَ ذَالِكَ بِهٖ۔ (بخاری، کتاب الطب باب 430)

ترجمہ: ''حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آپؐ جب گھر پر آرام کرنے کے لئے اپنے بستر پر تشریف فرما ہوتے تو اپنی دونوں ہتھیلی پر قل ھو اللہ اور سورہ فلق وناس پڑھ کر دم کرتے پھر دونوں ہتھیلی کو چہرے اور جسم کے ان حصوں پر جہاں تک آپؐ کا ہاتھ پہنچتا پھیر لیتے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب آپؐ بیمار ہوتے تو مجھے اسی طرح پڑھ کر اپنے جسم اطہر پر ہاتھ پھیرنے کے لئے فرماتے اور میں کیا کرتی تھی۔''

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعَوِّذُ بَعْضَ اَهْلِهٖ يَمْسَحُ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى وَيَقُوْلُ

اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ اَذْهِبِ الْبَاسَ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لَاشِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَايُغَادِرُ سَقَمًا ۔ (بخاری، کتاب الطب باب 429)

ترجمہ: ''حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ اپنی بعض اہلیہ کے جسم پر اپنا داہنا ہاتھ پھیرتے ہوئے یہ دعا پڑھتے اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ اے تمام لوگوں کے پالنہار تکلیف کو دور کر کے شفاء عطا فرما تو ہی شفاء دینے والا تیرے علاوہ کوئی ٹھیک نہیں کر سکتا ایسی شفائے کاملہ عطا فرما جس کے بعد کوئی تکلیف نہ رہے۔''

(100) مہمان کی ضیافت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا یُؤْذِ جَارَهٗ وَمَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُکْرِمْ ضَیْفَهٗ وَمَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیَقُلْ خَیْرًا اَوْ لِیَصْمُتْ ۔ (بخاری، کتاب الادب باب 583)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے اور فرمایا کہ جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر یقین رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کی عزت و اکرام خاطر داری کرے اور یہ بھی فرمایا کہ جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر یقین رکھتا ہو وہ یا تو اچھی بات کہے یا پھر خاموش رہے۔''

اس حدیث پاک میں تین نصیحتیں فرمائی گئی ہیں۔

(1) پڑوسی کو ستایا نہ جائے اور نہ ہی اسے کسی قسم کی تکلیف پہنچائی جائے۔

(2) مہمان کا اعزاز و اکرام اور عزت کی جائے۔

(3) بولے تو بھلی بات بولے ورنہ چپ رہا جائے۔

جس شخص کا اللہ اور یوم آخرت پر ایمان اور یقین ہے اسے ان تینوں کاموں کو کرنا ہی چاہیے۔

(101) برکت ختم کرنے والی چیز

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَلْحَلْفُ مُنَفِّقَةٌ لِلسِّلْعَةِ مُمْحِقَةٌ لِلْبَرَکَةِ ۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہؓ آپؐ کا قول سماع کامل کے بعد نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ تجارت میں جھوٹی قسم سامانوں کے زیادہ فروخت کا ذریعہ ضرور ہے مگر برکت کو ختم کردینے والی ہے۔''

(102) حرام غذا والا جسم

عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَایَدْخُلُ الْجَنَّةَ جَسَدٌ غُذِیَ بِالْحَرَامِ۔

(بیہقی، مشکوٰۃ)

ترجمہ: ''حضرت ابوبکرؓ ارشاد رسولؐ نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ آدمی حرام غذا اور جسم لے کر جنت میں نہیں جاسکتا۔''

(103) سچے تاجر کا حشر نبیوں کے ساتھ

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْاَمِیْنُ مَعَ النَّبِیِّیْنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَاءِ ۔ (ترمذی، مشکوٰۃ)

ترجمہ: ''حضرت ابوسعیدؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ سچا، امانت دار تاجر کا حشر انبیاء، شہداء اور صدیقین کے ساتھ ہوگا۔''

سچا اور امانت دار تاجر حشر کے دن انبیاء صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا، تجارت اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت

ہے۔تجارت کے بارے میں رسولؐ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رزق کے دس دروازے کھولے ہیں جس میں سے نو دروازے تجارت کی طرف کھلتے ہیں۔

ان دونوں حدیثوں کو سامنے رکھتے ہوئے اہل ایمان کو چاہئے کہ چھوٹی یا بڑی جو تجارت کر سکتے ہوں کریں، اپنی امانت داری اور سچائی کو لے کر میدان تجارت میں آئیں اور ایک مثالی تاجر بن کر دنیا و آخرت دونوں کا نفع اٹھائیں۔

(104) رخصت پر عمل کرنا

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ صَنَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا فَرَخَّصَ فِيْهِ فَتَنَزَّهَ عَنْهُ قَوْمٌ فَبَلَغَ ذَالِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَطَبَ فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ قَالَ مَابَالُ اَقْوَامٍ يَتَنَزَّهُوْنَ عَنِ الشَّيْءِ اَصْنَعُهُ فَوَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَعْلَمُهُمْ بِاللّٰهِ وَاَشَدُّهُمْ لَهٗ خَشْيَةً۔

ترجمہ: ''حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ آپؐ نے ایک چیز کا حکم بیان کر کے اس میں رخصت دی تو اس رخصت کی اجازت سے چند لوگوں نے فائدہ نہ اٹھایا احتراز کیا یعنی اس حکم میں شدت اختیار کی۔اس کی اطلاع جب دربار رسالت میں پہنچی تو آپؐ نے مجمع عام میں تقریر فرمائی خطبہ اور خدا کی حمد کے بعد فرمایا کہ کچھ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے، کہ جب کسی حکم کے متعلق رخصت دی جاتی ہے تو اس میں شدت اختیار کرتے ہیں۔خدا کی قسم میں ان کے مقابلے میں خدا کو زیادہ جاننے والا اور اس سے زیادہ ڈرنے والا ہوں۔''

(105) جھگڑے کی نحوست

عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاضَلَّ قَوْمٌ بَعْدَ هُدًی كَانُوْا عَلَيْهِ

اِلَّا اُوْتُوا الْجَدَلَ ثُمَّ قَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ

مَا ضَرَبُوْہُ لَکَ اِلَّا جَدَلًا بَلْ ھُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ ۔ (الزخرف، آیت:58)

ترجمہ: ''حضرت ابوامامہؓ ارشاد رسولؐ نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ کوئی بھی قوم ہدایت پر گامزن رہنے کے بعد گمراہ ہوئی ہے تو اس کا سبب یہ ہے کہ وہ آپس میں لڑ بیٹھے۔ پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ صرف آپ سے بحث اور تکرار کرنے کے لئے ان لوگوں نے یہ بات چلائی بلکہ یہ لوگ جھگڑالو قوم بن گئے ہیں۔''

(106) حسن اخلاق

عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَکْمَلِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحْسَنُھُمْ خُلُقًا وَاَلْطَفُھُمْ بِاَھْلِہٖ ۔ (ترمذی، ترغیب وترہیب)

ترجمہ: ''حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ کامل ترین مؤمن وہ شخص ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہو اور جو شخص اپنی بیوی کے ساتھ نرمی سے پیش آتا ہو۔''

(107) آپؐ کے سب سے قریب کون؟

عَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مِنْ اَحَبِّکُمْ اِلَیَّ اَقْرَبِکُمْ مِنِّیْ مَجْلِسًا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اَحْسَنُکُمْ اِخْلَاقًا ۔ (ترمذی، ترغیب ترہیب)

ترجمہ: ''حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے تم میں زیادہ محبوب اور قیامت کے دن میرے سب سے زیادہ قریب رہنے والا وہ شخص ہے جس کا اخلاق عمدہ ہو۔''

(108) اللہ کے عرش کا سایہ کس کو؟

رُوِیَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَوْحَی اللّٰہُ اِلٰی اِبْرَاھِیْمَ یَا خَلِیْلِیْ حَسِّنْ خُلُقَکَ وَلَوْ مَعَ الْکُفَّارِ تَدْخُلْ مَدْخَلَ الْاَبْرَارِ وَاِنَّ کَلِمَتِیْ سَبَقَتْ لِمَنْ حَسَّنَ خُلُقَہٗ اَنْ اُظِلَّہٗ تَحْتَ عَرْشِیْ وَاَنْ اَسْقِیَہٗ مِنْ حَظِیْرَۃِ قُدْسِیْ وَاَنْ اُدْنِیَہٗ مِنْ جِوَارِیْ ۔

(طبرانی، ترغیب ترہیب)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ پر وحی بھیجی کہ اے میرے خلیل! لوگوں کے ساتھ عمدہ اخلاق سے پیش آؤ اگرچہ کفار ہی کیوں نہ ہوں آپ کا داخلہ جنت میں نیک لوگوں کے مقام پر ہوگا۔ اور میرا یہ وعدہ اچھے اخلاق والوں کے لئے ہو چکا ہے کہ قیامت کے دن ان کو اپنے عرش کے سائے میں رکھوں گا۔''

(109) حضورؐ کی دعا

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَدْعُوْ، یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الشِّقَاقِ وَالنِّفَاقِ وَسُوْءِ الْاَخْلَاقِ ۔ (ابوداؤد، نسائی، ترغیب)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ ہمیشہ اپنی دعا میں یہ بھی فرماتے کہ یا اللہ میں تیری پناہ میں آتا ہوں دلوں میں نفرت پیدا ہونے اور حق راستہ میں ڈانواں ڈول ہونے اور اخلاق کی خرابی سے (مجھے بچالے)۔''

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ

وما ینطق عن الهوىٰ ۝ إن هو إلا وحيٌ يوحىٰ ۝

اہلِ ایمان مرد و خواتین نیز برادرانِ وطن کو روزانہ کی زندگی میں
نشانِ راہ بتانے والی احادیث مبارکہ کا

مجموعہ

تعلیم الحدیث

حصہ دوم ۲

مع

عربی متن و ترجمہ اور مختصر تشریح

مرتب

مفسر قرآن حضرت مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب مدظلہ العالی ناگپور

فرید بکڈپو (پرائیویٹ) لمٹیڈ
۴۲۲ مٹیا محل اردو مارکیٹ جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶
فون آفس ۳۲۶۹۹۸۰، ۳۲۶۵۳۰۶ رہائش : ۳۲۶۲۳۸۶

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی

اہل ایمان مرد و خواتین نیز برادران وطن کو روزانہ کی زندگی میں

نشان راہ بتانے والی احادیث مبارکہ کا

مَجْمُوعَہ

تعلیم الحدیث

حصہ دوم

مع

عربی متن و ترجمہ اور مختصر تشریح

مرتب

مفسر قرآن حضرت مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب مدظلہ العالی ناگپور ۸

فرید بکڈپو (پرائیویٹ) لمٹیڈ ۴۲۲ مٹیا محل اردو مارکیٹ جامع مسجد دھلی ۱۱۰۰۰۶

فون آفس : ۳۲۷۹۹۹۸، ۳۲۶۵۴۰۶

مفسر قرآن حضرت مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب نے "تعلیم الحدیث حصہ دوم" کی اشاعت محض اللہ جل جلالہ، کی رضا کے لئے کی ہے، جو اشاعت دین کی ایک کڑی ہے، اگر کوئی صاحب یا ادارہ اس کو شائع کرنا چاہے تو بغیر کسی ترمیم کے شائع کرنے کی اجازت ہے۔

نام کتاب	:	تعلیم الحدیث حصہ دوم
مرتب	:	مفسر قرآن حضرت مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب
خوشنویس	:	حافظ فرحت علی سہسوانی
ناشر	:	فرید بک ڈپو جامع مسجد دہلی
باہتمام	:	الحاج محمد ناصر خان
قیمت	:	
صفحات	:	
سنہ طباعت	:	یکم مئی ۱۹۹۹ء مطابق ۱۴ محرم الحرام ۱۴۲۰ھ
مطبع	:	ناز آفسیٹ پریس دہلی
کمپوزنگ	:	قاری محمود عالم عبدالجبار

دعا

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب سے ہر کس و ناکس کو مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور رہتی دنیا تک اس کا فیض عام فرماتا رہے۔ اور تدوین احادیث کی اس سعی کو شرف قبولیت سے نواز کر موصوف محترم کو اجر عظیم عطا فرمائے اور دنیا و عقبیٰ دونوں میں سرخروئی سے ہمکنار فرمائے آمین۔

(مولانا و مفتی) محمد اسحٰق قاسمی (صاحب)

ناگپور

20-10-1998 12:46

FROM:SEC. OFF. NADWA LKO 0091 522 330020 TO:91 712 76121

330020 - 372336 بسم اللہ الرحمن الرحیم

Phones: 323864

Abul Hasan Ali Nadwi

P. O. BOX, No. 93, NADWATUL ULAMA,
LUCKNOW—226007. U. P. (INDIA)

أبو الحسن علي الحسني الندوي
ندوة العلماء - لكهنؤ - الهند

التاریخ :

Ref: اللہ بقاءہ و دوام نفعہم

رفیق گرامی قدر و داعی مخلص النفع مولانا یار محمد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بڑی ندامت اور اعتراف قصور و کوتاہی کے ساتھ
لکھا جا رہا ہے کہ آپ کی قابل قدر کتاب "تعلیم الحدیث" حصہ دوم پر جس کی
فہرست مضامین اور کتاب کا کچھ حصہ آپ نے ارسال فرمایا تھا، مجھے لکھنے کی
توفیق بہت دیر میں ملی، بیرون ہند کا ایک سفر اور مدراس کا ایک سفر
اور صحت کی ناہمواری مانع رہی، بالآخر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی
اور کچھ لکھنے کی نوبت آئی۔ جیسا کتاب کا حق تھا وہ نہیں ادا ہوتا، مگر
اس کام کا ثواب اور سعادت میں برائے نام حصہ ہو جاتا ہے۔ خدا کرے
آپ کو پسند آئے۔

والسلام

دعاگو و طالب دعا

ابوالحسن علی ندوی

۲۰ اکتوبر ۱۹۹۸ء

۲۷ / ج ۲ / ۱۴۱۹ھ

حاجی عبد الرزاق و شفاء الحق؟
سلام مسنون و دعا کی درخواست

ابوالحسن علی الحسنی الندوی

التاریخ: ۲۰ اکتوبر ۱۹۹۸ بمطابق ۲۷ جمادی الثانی ۱۴۱۹ھ

رفیق گرامی قدر وداعی عظیم النفع مولانا پاریکھ صاحب

السلام علیکم رحمۃ اللہ وبرکاۃ۔

بڑی ندامت اور اعتراف وکوتاہی کے ساتھ لکھا جارہا ہے کہ آپ کی قابل قدر کتاب ''تعلیم الحدیث'' حصہ دوم پر جس کی فہرست مضامین اور کتاب کا کچھ حصہ آپ نے ارسال فرمایا تھا۔ کچھ لکھنے کی توفیق بہت دیر میں ملی، بیرون ہند کا ایک سفر پھر مدراس کا ایک سفر اور صحت کی ناہمواری مانع رہی، بالآخر اللہ تعالی نے توفیق دی اور کچھ لکھنے کی نوبت آئی۔ جس سے کتاب کا حق تو نہیں ادا ہوتا، مگر اس کام کے ثواب وسعادت میں برائے نام حصہ ہوجاتا ہے۔ خدا کرے آپ کو پسند آئے،

والسلام

دعاگو وطالب دعا

ابوالحسن علی ندوی

۲۰ اکتوبر ۱۹۹۸ء ۲۷/ج ۲ ۱۴۱۹ء

Phones: 330020, 372336, 323864.

Abul Hasan Ali Nadwi
P. O. BOX, No. 93, NADWATUL ULAMA,
LUCKNOW—226 007. U. P. (INDIA)

أبو الحسن علي الحسني الندوي
ندوة العلماء، لكهنؤ، الهند

Ref:

التاریخ: ۲۹/۶/۱۴۱۹ھ

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد!

راقم کو یہ لکھتے ہوئے مسرت بلکہ ایک طرح کی طمانیت حاصل ہو رہی ہے کہ وقت کی دینی و اصلاحی جد و جہد اور اشاعت تعلیم اسلامی کے میدان میں راقم کے رفیق خاص و معاون مولانا عبد الکریم پاریکھ صاحب کا مرتب کیا ہوا مجموعۂ احادیث بنام "تعلیم الحدیث" کا حصہ اول شائع ہو چکا تھا۔ جس پر ایک مختصر مقدمہ لکھنے کی راقم کو بھی سعادت حاصل ہوئی تھی۔ الحمد للہ کہ یہ مجموعہ بہت مقبول ہوا۔ اور اس کا کئی ایڈیشن نکلا۔

اللہ تعالیٰ کا انعام اور توفیق اور صاحب تصنیف کا اخلاص اور قبولیت ہے کہ اس کا اگلا حصہ "تعلیم الحدیث" کا دوسرا حصہ نکلا۔ جو صحاح ستہ کے ذخیرۂ احادیث میں سے ۱۳۲ ان احادیث پر مشتمل ہے جو عوام الناس کی روزمرہ کی زندگی میں پیش آنے والے مسائل سے متعلق ہیں۔ اور جن کی ملت اسلامیہ اور اس کے دینی حلقوں کے افراد کو بڑی ضرورت اور ان میں افادیت ہے۔ یہ عنوانات جن پر مواد جمع کیا گیا ہے، عام زندگی، معاشرت، اخلاق اور رضائے الٰہی کو حاصل کرنے سے خاص تعلق رکھتا ہے۔ جس سے اس کی علمی قدر و قیمت بھی ہے اور افادیت بھی۔ اللہ تعالیٰ جامع و مرتب کو بہترین جزا عطا فرمائے اور پڑھنے والوں کو عمل کی توفیق۔

ابوالحسن علی ندوی
ابوالحسن علی ندوی
۲۹ جمادی الآخرہ ۱۴۱۹ھ

الحمد لله وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ   اما بعد !

راقم کو یہ لکھنے میں مسرت بلکہ ایک طرح کی عزت حاصل ہو رہی ہے کہ وقت کی دینی و اصلاحی جد وجہد اور اشاعت تعلیم اسلامی کے میدان میں راقم کے رفیق خاص و معاون مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب کا مرتب کیا ہوا مجموعہ احادیث بنام ''تعلیم الحدیث'' کا حصہ اول شائع ہوا تھا اس پر ایک مختصر مقدمہ لکھنے کی راقم کو بھی سعادت حاصل ہوئی تھی۔ الحمدللہ کہ وہ مجموعہ بہت مقبول ہوا اور اس کے کئی ایڈیشن نکلے۔ اللہ تعالیٰ کا انعام اور توفیق اور صاحب تصنیف کا اخلاص اور قبولیت ہے کہ ان کے قلم سے ''تعلیم الحدیث'' کا دوسرا حصہ نکلا، جو صحاح ستہ کے ذخیرۂ احادیث میں سے ۱۳۴ ان احادیث پر مشتمل ہے جو عوام الناس کی روزمرہ کے زندگی میں پیش آنے والے مسائل سے ۶ متعلق ہیں، اور جن کی ملت اسلامیہ اور اس کے دینی ذوق رکھنے والے افراد کے لیے ضرورت ان میں افادیت ہے، یہ عنوانات جن پر مواد جمع کیا گیا ہے عام زندگی، معاشرت، اخلاق اور رضائے الٰہی کے حصول سے خاص تعلق رکھتا ہے، اس لیے اس کی عمومی قدر و قیمت بھی ہے اور افادیت بھی۔

اللہ تعالیٰ جامع و مرتب کو بہترین جزاء عطا فرمائے اور پڑھنے والوں کو قدر و عمل کی توفیق۔

ابوالحسن علی ندوی

۲۰ اکتوبر ۱۹۹۸ء

۲۷ جمادی الثانی ۱۴۱۹ھ

''تعلیم الحدیث'' حصہ دوم کا اجمالی تعارف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿74﴾

ترجمہ: ''خاص کر دیتا ہے اپنی مہربانی کو جس پر چاہے۔ اللہ بڑے فضل والا بڑی عظمت والا ہے۔''
(3۔ آل عمران، آیت: 74)

اس آیت کریمہ کا سہارا لیتے ہوئے پیش ہے کہ اللہ رب العلمین نے اپنی خصوصی رحمت و انتہائی لطف و کرم کا معاملہ فرماتے ہوئے اصلاح امت کا درد رکھنے والے اور كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (3۔ آل عمران، آیت: 110) کے مطابق عملی تربیت کے لیے سرگرداں، اور سنت رسولؐ سے آشکارا کرنے کے لیے بہت ہی زیادہ فکر مند رہنے والے، اپنے بندے ترجمان القرآن حضرت مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب مدظلہ کو خاص توفیق عطا فرمائی کہ عامۃ الناس کی ذہنی سطح کو دیکھتے ہوئے، روزمرہ کی زندگی میں پیش آنے والے اہم موضوعات سے متعلق، احادیث کے ذخیرہ میں سے 109 انمول اقوال رسولؐ ''تعلیم الحدیث'' کے حصہ اول میں پیش فرمائے تھے جس کی تزئین و تحسین و روحانی تقویت محترم فاضل مصنف کو سلسلہ بیعت میں خلیفہ مجاز کی سند عطا کرنے والے اور چالیس سال سے زائد عرصہ تک اپنے روحانی فیض پہنچانے والے ان کے مرشد محترم مشہور مفکر اسلام عالم ربانی حقانی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کے گراں قدر مقدمہ سے ہوتی ہے۔

حصہ اول کی مقبولیت وافادیت

الحمدللہ حصہ اول کی جمع شدہ احادیث کے سلسلے میں موصوف مصنف کے خلوص دل وللّٰہیت کی بنیاد پر اللہ نے اس کو وہ مقبولیت عطا فرمائی کہ تھوڑے ہی عرصہ میں یکے بعد دیگرے کئی ایڈیشن نکلے۔ دانشوران قوم کے ساتھ ساتھ علماء کرام نے بھی اس کی تائید وتحسین فرمائی۔ ایک طرف مقررین وواعظین نے دوران خطابت اسے استفادے کے قابل سمجھا تو دوسری طرف بعض مدراس میں یہ کتاب داخل درس بھی کرلی گئی۔ الحمد للہ۔

حصہ ثانی کا تقاضہ اور اس کی ضرورت

منتخب شدہ احادیث کی افادیت اور ان کے مضامین کی حلاوت سے لطف اندوز ہونے کے بعد لوگوں کا اصرار ہوا کہ اس طرح احادیث مبارکہ کا ایک اور مجموعہ حصہ ثانی کی شکل میں سامنے آئے تاکہ عوام و خواص اپنی بقیہ تشنگی کو حصہ ثانی میں جمع شدہ نور نبوت کی تعلیم سیراب کرسکیں۔ جیسا کہ ''توحید المسلمین ٹرسٹ لکھنؤ'' کے چیرمین اور مسلم پرسنل لا بورڈ کے نائب صدر مشہور عالم وصاحب فراست مولانا کلب صادق صاحب مدظلہ لکھنوی نے حصہ اول کے اپنے وقیع مقدمہ کے ان جملوں میں کہ ''لیکن خود مرتب معظم نے اپنے منصوبے پر روشنی نہیں ڈالی ہے جس سے یہ معلوم ہوسکے کہ اس جلد اول کے بعد ہم کتنی اور جلدوں کا انتظار کریں۔'' حصہ ثانی کی چاہت وخواہش کا اظہار فرمایا ہے۔

حصہ ثانی کی تدوین اور اس کا اختتام

الغرض اس طرح مخلصین کے ہمت دلانے کی وجہ سے محترم مصنف موصوف اپنی زیادتی عمر وضعف صحت

،تجارتی، دینی وملی خدمات اور کثرت مشاغل کے باوجود لوگوں کی طلب کی قدر کرتے ہوئے محض رضاء الٰہی کے تحت حصہ ثانی کی تالیف کی طرف متوجہ ہوئے۔

اللہ نے توفیق وقوت عطا فرمائی کہ محترم پاریکھ صاحب نے حصہ اول (جس میں 109 حدیث ہیں) کی طرح حصہ ثانی میں بھی صحاح ستہ ودیگر معتبر کتب احادیث کے ذخیرے میں سے 134 احادیث کا مجموعہ منتخب فرما کر، اپنوں اور اہل وطن بھائیوں کو دعوت فکر دینے کے لیے کل 243 احادیث کی ترجمہ کے ساتھ دعوتی انداز پر مختصری تشریح بھی فرمائی ہے۔

اخیر میں محترم فاضل مؤلف نے صحاح ستہ کی کتابوں میں اول درجہ کی حیثیت رکھنے والی مشہور کتاب ''صحیح بخاری'' کے اعتراف عظمت اور اس کے مؤلف امام محمد بن اسماعیل البخاریؒ کی علومرتبت کے معترف ہونے کی وجہ سے بربناء محبت ان کی روش پر چلتے ہوئے اپنی کتاب ''تعلیم الحدیث'' کے حصۂ ثانی کے اخیر میں بخارے کی پیش کردہ حدیث رسولؐ ''کَلِمَتَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمٰنِ۔'' الخ، نقل فرمائی ہے۔

فہرست مضامین

(110) پانچ چیزوں کی قدر کریں

عَنْ عَمْرِ وبْنِ مَیْمُوْنِ الْاَوْدِیْ ؒ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ وَّھُوَ یَعِظُہٗ اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ شَبَابَکَ قَبْلَ ھَرَمِکَ وَصِحَّتَکَ قَبْلَ سَقَمِکَ وَغِنَاکَ قَبْلَ فَقْرِکَ وَفَرَاغَکَ قَبْلَ شُغْلِکَ وَحَیٰوتَکَ قَبْلَ مَوْتِکَ ۔ (مشکوٰۃ، کتاب الرقاق، فصل دوم)

ترجمہ: ''عمرو بن میمون اودی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ؐ نے ایک شخص کو نصیحت فرمائی پانچ چیزوں سے پہلے، پانچ چیزوں کو غنیمت جانو (قدر کرو) جوانی کو بڑھاپا آنے سے پہلے، صحت وتندرستی کو بیمار ہونے سے پہلے اور محتاج ہونے سے پہلے مالداری کی قدر کرو، مشغول ہونے سے پہلے فراغت اور فرصت کے وقت کو غنیمت جانو، اور موت سے پہلے زندگی کی قدر و قیمت پہچانی جائے۔''

فرمایا گیا ہے کو پانچ چیزوں کی پانچ چیزوں سے پہلے قدر کرو، یعنی ان چیزوں کا صحیح استعمال کرو اور ان کے ملنے پر اللہ کا شکر ادا کرو۔

(1) جوانی کی قدر و قیمت پہچانی جائے بڑھاپے سے پہلے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے :

حَتّٰٓی اِذَا بَلَغَ اَشُدَّہٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰہُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ ۚ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْکَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (15)

ترجمہ: ''جب آدمی بڑا ہو کر جوانی کو پہنچ گیا اور جب چالیس سال کی عمر کو پہنچا تو اچھا بھلا آدمی یہی کہے گا کہ اے میرے رب! مجھے توفیق عطا فرما کہ میں تیری نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر انعام فرمائے اور میرے ماں باپ پر بھی تیرا بڑا احسان رہا اب مجھے توفیق دے کہ میں ایسے نیک عمل کروں جن سے تو راضی ہو جائے اور میرے پیچھے میری اولاد کی بھی اصلاح جاری رکھیو، میں تیری طرف پلٹ کر آنے ہی

والا ہوں اور میں تیرے مسلم بندوں میں شامل ہو چکا ہوں۔"

(46۔الاحقاف، آیت: 15)

آدمی جب جوانی کی عمر کو پہنچ جاتا ہے تو وہ طاقت اور قوت سے بھرپور ہوتا ہے اس لئے وہ کسی کی سنتا نہیں اور بہت سے نوجوان لہو ولعب کھیل تماشہ اور بے دھیانی میں جوانی گنوا دیتے ہیں اور بڑھاپا سر پر آجاتا ہے قویٰ مضمحل ہوئے، ہاتھ پاؤں اور جسم کے دوسرے اعضاء کمزور پڑ گئے چلنا، پھرنا، اٹھنا بیٹھنا بھی مشکل ہوا ایسے میں نہ تو آخرت کا کام ہی ٹھیک سے ہو سکتا ہے اور نہ ہی دنیاوی کوئی کام ہو سکتا ہے بلکہ اپنی ہی ضروریات پورا کرنے میں دوسروں کی مدد اور تعاون کا محتاج ہو جاتا ہے۔

"جس آدمی کو جوانی کی قدر نہ ہو تو پھر بڑھاپے میں اس کی قدر ہو ہی جاتی ہے، نعمت جب چھن جاتی ہے تو پھر اس کی اہمیت اور قدر و قیمت سمجھ میں آ ہی جاتی ہے لیکن اب اس نعمت سے فائدہ اٹھانے کا وقت جا تا رہتا ہے ہر ایک کو یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ جوانی کوئی ہمیشہ باقی رہنے والی نہیں ہے سولہ سال کی عمر سے شروع ہو کر چالیس سال کی عمر ہوتے ہوتے ختم ہونی شروع ہوتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جوانی پوری عمر کا صرف ایک تہائی حصہ ہے۔"

اسی لئے حضرت نبی کریمؐ نے ارشاد کہ بڑھاپے سے پہلے جوانی کی قدر کی جانی چاہئے یعنی جوانی یوں ہی بے فائدہ کاموں میں نہ گنواتے ہوئے ایسے کاموں میں گذاری جائے جو دنیا و آخرت دونوں میں مفید ہوں۔

(2) بیماری سے پہلے تندرستی اور صحت کی قدر جانی جائے، آج طبیعت ٹھیک ہے، صحت اچھی ہے کوئی بیماری اور معذوری نہیں اس پر اللہ کا شکر ادا کیجئے اور اس کا احسان مانئے، جو کچھ اچھے اور نیک کام کرنے

ہیں کرڈالئے ،صحت جیسی اہم اور قیمتی نعمت کو یوں ہی بے فائدہ کاموں میں برباد نہ کریں۔

(3) آج مالداری اور خوشحالی ہے، کل بدحالی اور برا وقت بھی آسکتا ہے، لہٰذا بدحالی اور تنگدستی کے آنے سے پہلے مال کی قدر کرو اور جو کچھ خیرات کرنا ہو کرڈالو، فضول خرچ اور بے جا مال اڑانے سے دور رہو، کچھ مال بچا کر رکھو تاکہ ضرورت کے وقت کام آسکے۔

(4) وقت کی فراغت اور فرصت کا بھی نفع اٹھالو کہیں ایسا نہ ہو کہ مشغولیت بڑھ جائے اور پھر کوئی کام کرنے کا موقع نہ ملے اس لئے خالی اوقات کو یوں ہی بے کار نہ گذارا جائے بلکہ ذکر اللہ، تلاوت قرآن پاک، نفل نماز وغیرہ میں گذارا جائے۔ یہی ہے فرصت کے اوقات کی قدر کرنا کہ جو بھی خالی وقت ملے اس میں اللہ کو راضی کرنے کے لیے جو کچھ کر سکتا ہو کرتا رہے اور مفید کاموں کے لیے وقت کو نچوڑ لے۔

(5) موت کے پہلے زندگی کی قدر کی جائے، موت سے کوئی چھوٹ نہیں سکتا اور ہر ایک کی یہ زندگی ختم ہونے والی ہے اور جو مر گیا وہ پھر دنیا میں واپس آنے والا نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ (95)

ترجمہ: اور جس کسی بستی کے لوگوں کو ہم نے ہلاک کر دیا ہے انکو پھر یہاں واپس آنے پر ہم نے پابندی لگا دی ہے کہ وہ یہاں لوٹ کر نہ آسکیں گے۔"

(21۔الانبیاء، آیت: 95)

موت کب آجائے کسی کو معلوم نہیں ہے اس لیے موت کے پہلے جو کچھ کر سکتے ہوں آج ہی کر لیں ابھی کر لیں، نافرمانی اور گناہ کے کام سے دور رہ کر نیکی بھلائی اور اللہ کی رضا کے کاموں میں مشغول رہیں، بہت سے لوگ کاموں کے ٹالنے کے عادی ہوتے ہیں پھر کریں گے، کل کریں گے، آگے دیکھیں گے یہ طریقہ صحیح نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَايْءٍ اِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا (23) اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ اللّٰهُ ۡ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ

اِذَا نَسِیْتَ

ترجمہ: ''اور آپؐ کسی چیز کے بارے میں نہ کہو کہ یہ کام میں کل کروں گا مگر ساتھ میں انشاءاللہ ضرور کہہ لیا کرو (تم آگے جو کام کرسکو گے وہ صرف اللہ کے چاہنے سے ہی ہو سکے گا) اور جب کبھی انشاءاللہ کہنا بھول جاؤ تو اپنے رب کو یاد کرلیا کرو۔''

(18۔الکہف، آیت: 23,24)

اس آیت کا مطلب یہ ہوا کہ جو کچھ کرنا ہو آج کرلو ابھی کرلو، کسی کام کو بھی ٹالو نہیں، آج ہمارا ہے کل اللہ کا ہے۔ اسی کے چاہنے سے ہے کل ہم کو مل سکتا ہے۔ اس لئے ٹال مٹول سے کام نہ لیتے ہوئے موقع ملتے ہی فوراً کرلیا جائے۔ خاص طور سے نماز کو تو بالکل نہ ٹالے جو لوگ نماز میں ڈھیلائی کرتے ہیں ان کے لیے خطرہ ہے کہیں دھیرے دھیرے بے نمازی گروہ میں شامل نہ ہو جائیں۔

(111) مسلمان قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں

عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ قَالَ اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِذَاتَوَاجَہَ الْمُسْلِمَانِ بِسَیْفِھِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِی النَّارِ قَالَ فَقُلْتُ اَوْقِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ھٰذَا الْقَاتِلُ فَمَابَالُ الْمَقْتُوْلِ قَالَ اِنَّہٗ قَدْاَرَادَ قَتْلَ صَاحِبِہٖ۔ (مسلم شریف، کتاب الفتن واشراط الساعۃ)

ترجمہ: ''حضرت ابوبکرہؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا، جب دو مسلمان ایک دوسرے پر ہتھیار اٹھائیں تو مارنے والا اور جو مر جائے دونوں جہنم میں جائیں گے، میں نے عرض کیا یا کسی اور نے کہا یارسول اللہ! قاتل تو جہنم میں جائے گا لیکن مقتول کیوں جائے گا آپؐ نے فرمایا وہ بھی تو اپنے ساتھی کے قتل کا ارادہ کیے ہوئے تھا۔''

آج ملکوں ملکوں، شہر شہر، گاؤں گاؤں، محلے محلے میں قتل، خون خرابہ مار کاٹ ہو رہی ہے۔ امیر غریب، نمازی بے نمازی، پڑھے لکھے اور بے پڑھے لکھے سب ہی کسی نہ کسی درجہ میں اس گناہ کے کام کا سبب بنے ہوئے ہیں۔ سوچنے کی بات ہے کیا اس حدیث شریف کے ہوتے ہوئے کوئی مسلمان کسی مسلمان پر ہتھیار اٹھا سکتا ہے؟ لیکن آپ دیکھ لیجیے کہ ہمارے اس دور میں ایران عراق جنگ میں دس لاکھ مسلمان قتل ہوئے، قاتل بھی مسلمان تھے اور مقتول بھی مسلمان تھے، افغانستان کی لڑائی روس سے ہوئی اس میں جو مسلمان مارے گئے وہ تو شہید ہوئے ہوں گے اور جو زندہ رہ گئے وہ مسلمان غازی ہوئے، مگر روس سے آزادی ملنے کے بعد جو لڑائی اب تک چل رہی ہے، طالبان نامی تنظیم اور دوسری تنظیموں کے درمیان جو جنگیں جاری ہیں اس میں لاکھوں لاکھ مسلمان مارے گئے ہوں گے اور مارنے والے بھی مسلمان ہیں۔ اوپر درج حدیث کی روشنی میں غور کیا جائے کہ ان کا کیا انجام ہوگا؟

ہمارے پڑوسی ملک پاکستان میں آئے دن گروہ بندی اور فرقہ بندی کی وجہ سے جھگڑے ہوتے ہیں بندوق کی گولیاں چلتی ہیں۔ دھار دار ہتھیاروں کا استعمال کیا جاتا ہے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے مسلمانوں کے خون بہتے ہیں کبھی کبھی تو مسجد میں گولیاں چلا کر نمازیوں کو نماز کی حالت میں قتل کر ڈالتے ہیں۔

افسوس اور تعجب کی بات یہ ہے کہ کوئی ان سے یہ نہیں کہتا کہ اللہ کے بندو! کیا کر رہے ہو؟ کیا اس حدیث پاک کو ان تک پہنچانا، انھیں بتانا ہم پر لازم نہیں ہے؟ کیا رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان سچ ثابت نہیں ہوگا؟ ہر مسلمان کو سمجھ لینا چاہئے کہ آپ ﷺ کا فرمان ضرور سچ ثابت ہوگا اور آخرت میں اس کا نتیجہ ظاہر ہوگا اور مسلم قاتل و مقتول دونوں جہنم میں جائیں گے۔ کسی صحابی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ قاتل یعنی اپنے

مسلمان بھائی کو مار ڈالنے والا جہنم میں جائے گا یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے لیکن مقتول یعنی مارا جانے والا جہنم میں کیوں جائے گا؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ مارا جانے والا بھی اپنے قاتل کے قتل کا ارادہ کئے ہوئے تھا۔

نبیؐ کے اس جواب کی شرح میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ تو چانس اور اتفاق کی بات تھی کہ قاتل نے مقتول کو مار ڈالا لیکن اگر مقتول کا بس چلتا تو کیا وہ قاتل کو چھوڑ دیتا؟

سبھی مسلمانوں کو اللہ سے ڈرنا چاہئے اور اللہ کے رسولؐ کی اطاعت میں آنا چاہئے۔ ہمیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ ہم اپنے آپسی اختلافات میں ایک دوسرے پر ہتھیار اٹھائیں، چاہے وہ اختلافات سیاسی اور انتظامی ہوں، یا فقہی مسائل میں ہوں یا پھر کوئی اور اختلافات ہوں، لیکن آج ہم مسلمانوں کے حال کو دیکھتے ہیں کہ ملکوں ملکوں میں مسلمانوں کا قتل غیروں کی طرف سے تو ہوتا ہی ہے لیکن مسلمان خود آپس میں اتنا قتال کرتے ہیں اور اپنے ہی بھائی بہنوں کا اتنا خون بہاتے ہیں جو مشرکین کی مار سے دس گنا زیادہ ہے۔

پھر پوری دنیا میں یہ کہیں سننے میں نہیں آیا کہ مسلمان کے قتل کا ہرجانہ جسے قرآن مجید میں دیت (خون کا ہرجانہ) کہا گیا ہے۔ اور ایک خاص رقم ہوتی ہے۔ موجودہ زمانہ میں سات آٹھ لاکھ روپے ہوتے ہیں۔ میں نے نہ کہیں پڑھا اور نہ سنا کہ کسی مومن کے قتل پر خون بہا دیا گیا ہو یا کسی ملک میں کسی مسلمان کے قتل پر حکومت نے خون بہا دلایا ہو، شاید سعودیہ عربیہ میں ہو تو ہو لیکن دوسرے کسی ملک میں قتل کا ہرجانہ دیے جانے کا شاید قانون ہی نہیں ہے۔ مسلمانوں کو درج ذیل آیت کا بھی دھیان رکھنا چاہئے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ۭ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۭ وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَھُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَھْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ۡ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِــيْمًا حَكِـيْمًا (92)

ترجمہ: ''ان جانے میں بھول چوک کے سوا ایمان والے کا کام نہیں کہ ایمان والے کو مار ڈالے اور جس نے کسی مومن کو بھول سے بھی قتل کر دیا تو اسے ایک مسلمان غلام کی گردن آزاد کرنی ہوگی اور قتل کے پورے ہرجانے کی رقم مقتول کے گھر والوں کو سونپنی ہوگی مگر وہ لوگ اس رقم کو خود ہی معاف کر دیں تو اور بات ہے، پھر اگر یہ مقتول مسلمان کسی ایسی قوم کا ہو جو تمہاری دشمن ہو تو صرف ایک مسلمان غلام کی گردن آزاد کرنی ہوگی اور اگر یہ مقتول کسی ایسی قوم کا آدمی تھا جن کے ساتھ تمہارا صلح نامہ ہو چکا ہے تو خون بہا کی پوری مقدار اس مقتول کے عزیزوں کو دینا ہوگا اور ایک مسلمان غلام کی گردن بھی آزاد کرنی ہوگی پھر جس کو غلام آزاد کرنے کی طاقت نہ ہو تو اسے دو مہینہ کے لگاتار روزے رکھنے ہوں گے یہ توبہ ہوگی اللہ سے گناہ معاف کروانے کی اور اللہ تو خوب جانتا ہے اور حکمت والا ہے۔''

(4۔النسآء، آیت: 92)

اس آیت اور اس کے ترجمہ پر غور و تدبر کرنے سے تین قسم کے مقتولوں کا حکم معلوم ہوتا ہے:

(1) غلطی سے جس کا قتل ہوا وہ دار الاسلام یعنی مسلم ملک کا رہنے والا ہو تو جس کے ہاتھ سے قتل ہوا ہے وہ خون بہا کی رقم بھی دے گا اور اللہ تعالیٰ سے اپنے قصور کی معافی مانگنے کے لیے ایک مومن غلام بھی آزاد کرے گا۔

(2) ایسا دشمن ملک جس سے لڑائی جاری ہے وہاں پر رہنے والے کسی مومن کا غلطی اور بھول سے کسی مسلمان کے ہاتھ سے قتل ہوجائے تو قتل کرنے والے پر صرف ایک غلام آزاد کرنا ہوگا۔

(3) جس مومن کا بھول سے قتل ہوا ہے وہ ایسے ملک یا قوم کا رہنے والا ہو جس سے اسلامی حکومت اور مسلمانوں کا معاہدہ ہو تو قاتل پر لازم ہوگا ایک مومن غلام کا آزاد کرنا اور معاہدہ کے سبب خون بہا کی پوری رقم ادا کرنا لازم ہوگا۔

''خون بہا'' حدیث شریف کے بیان کے مطابق ایک سو اونٹ یا دو سو گائے یا دو ہزار بکریاں یا ان میں سے کسی ایک کی بازار میں جو قیمت ہو جوڑ کر خون بہا کی رقم مقرر کی جائے گی۔ جو تقریباً موجودہ دور میں چار لاکھ روپے ہوتی ہے۔ ایک جان کے خون بہا کی رقم ہم نے جانوروں کی آج کی قیمت کے لحاظ سے لکھی ہے۔ لیکن آج سے پانچ دس سال بعد خون بہا کی رقم آٹھ لاکھ یا سولہ لاکھ بھی ہوسکتی ہے۔

اس پوری تفصیل پر گہری نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگ و جھڑپوں میں جو لوگ مارے جاتے ہیں ان میں کئی قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایک تو کافر ہیں اور برسر جنگ ہیں تو ان کا قانون الگ ہے، اور ایک مسلمان ہے لیکن کافروں کے ملک یا گروہ میں چھپا ہوا ہے اور وہ مسلمانوں کے ہاتھ سے مارا گیا ہے تو اس کی دیت یعنی خون بہا ادا کرنا مسلمانوں پر لازم ہے۔

اور ایک یہ کہ کسی مومن کا غلطی اور بھول چوک سے کسی مومن کے ہاتھ قتل ہوگیا تو ان کا قانون وہ ہے جس کا ذکر اوپر ہوا۔

اب ہمارے لئے غور کا مقام یہ ہے کہ ٹرینوں، بسوں میں بم وغیرہ پھینکنے سے جو لوگ مارے جاتے ہیں ان میں مسلم غیر مسلم بھی ہوتے ہیں۔ ان کی دیت اور خون بہا کے بارے میں کسی نے سوچا یا گولی چلانے والوں، بم پھینکنے والوں، یا اسلام کا نام لیکر جہاد و قتال کرنے والوں نے کبھی اس پر غور کیا کہ ہمارے ہاتھوں سے کون کون لوگ مارے گئے اور ان میں کن کی دیت دینا ہم پر لازم ہے؟ اور کن کی دیت دینا ہم پر لازم نہیں؟

"دِیَتْ" قتل کے ہرجانے کو کہتے ہیں۔ قاتل کو سزائے موت سے بچانے کے لیے "قرآن مجید" نے انسانی جان کے ہرجانے کی رقم مقتول کے وارثوں کو دلانے کا راستہ نکالا ہے اسی کو ذٰلِكَ تَخْفِيفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ کہا گیا ہے کہ یہ اللہ کی مہربانی ہے کہ قاتل کی جان بچی اور مقتول کے وارثوں کو اچھی خاصی رقم مل گئی اگر وہ قبول کریں اور قاتل کو معاف کردیں تو دونوں طرف کے لوگوں کے لیے سہولت ہوگی۔

(112) دونوں ہی جہنم کے کنارے پر

عَنْ اَبِیْ بَکْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ اِذَا الْمُسْلِمَانِ حَمَلَ اَحَدُ هُمَا عَلٰى اَخِيْهِ السِّلَاحَ فَهُمَا عَلٰى جُرُفِ جَهَنَّمَ فَاِذَا اقْتَلَ اَحَدُ هُمَا صَاحِبَهٗ دَ خَلَاهَا جَمِيْعاً۔

(مسلم شریف ، کِتَابُ الْفِتَنِ وَ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ)

ترجمہ: "حضرت ابو بکرہ سے روایت ہے، اللہ کے رسولؐ نے فرمایا جب دو مسلمان ایک دوسرے پر ہتھیار اٹھاویں تو وہ دونوں جہنم کے کنارے پر پہنچے، پھر اگر ایک نے دوسرے کو مار ڈالا تو دونوں جہنم میں جاویں گے۔"

جب دو مسلمان ایک دوسرے کے مقابل میں تلوار کھینچ لیں یا بندوق اٹھالیں تو دونوں ہی جہنم کے کنارے جا پہنچے اور جہنم میں گرنے ہی والے ہیں البتہ جہنم سے بچنے کی ایک ہی تدبیر ہے کہ دونوں ہی اٹھائے ہوئے ہتھیار کو پھینک دیں اور آپس میں صلح سمجھوتہ کرلیں لیکن اگر وہ دونوں ایسا نہیں کرتے ہیں اور کسی ایک نے دوسرے کو مار ڈالا تو مارنے والا اور مرنے والا دونوں ہی جہنم میں جا گرے۔

یہاں یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ قاتل اور مقتول دونوں کے جہنم میں جانے کی بات رسول اللہؐ نے جو فرمائی ہے یہ صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو آمنے سامنے دونوں ہتھیار اٹھالیں یا ایک کے پاس ہتھیار ہو دوسرے کے پاس نہ ہو لیکن دوسرا ابھی ہتھیار کے انتظار میں ہو کہ مل جائے تو اس کا کام تمام کردے ایسی صورت میں ایک نے دوسرے کو مار ڈالا تو اب دونوں جہنم میں جائیں گے۔

لیکن اگر ہتھیار ایک نے اٹھایا اور دوسرے نے نہیں اٹھایا اور اس کو اس نے مار ڈالا تو اب صرف قاتل ہی جہنم میں جائے گا مقتول نہیں جائے گا کیونکہ مقتول بے گناہ ہے۔

بہت سے مواقع پر ایسا ہوتا ہے کہ ایک صالح اور غیر صالح دونوں میں جھگڑا ہو گیا۔ ایک تو زبانی بات کررہا ہے۔ دوسرے نے اس کو مار ڈالا۔ یا کوئی ایسا کیس ہے۔ جیسے روپے پیسے کے معاملے میں یا کسی رنجش کی بناء پر بیٹے نے نیک باپ کو قتل کر دیا تو قاتل ایسی صورت میں جہنم میں جائے گے مقتول نہیں۔

(113) خون خرابہ قیامت کی علامت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی یَکْثُرَ الْهَرَجُ

قَالُوْ وَ مَا الْهَرَجُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَلْقَتْلُ اَلْقَتْلُ ۔

(مسلم شریف: کِتَابُ الْفِتَنِ وَاَشْرَاطِ السَّاعَة)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ ہرج بہت ہوگا۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہرج کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا قتل قتل (یعنی خون بہت ہوں گے)۔''

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ جب دنیا میں قتل و خون ریزی خوب ہونے لگے، لاشوں کے ڈھیر لگنے لگیں تو سمجھ لو کہ قیامت کا وقت اب قریب ہے، قیامت کب اور کس دن ہوگی یہ تو اللہ کو معلوم ہے مگر اس کی کچھ علامتیں اور نشانیاں بتائی گئی ہیں انھیں علامتوں میں سے قتل و خون ریزی کی زیادتی اور کثرت بھی ایک علامت ہے، صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر اللہ کی رحمت ہو کہ انہوں نے جو بھی بات رسول اللہؐ سے سنی اسے امت تک پہنچانے کی پوری کوشش کی، ہمارا آج کا دور خون خرابہ کا دور ہے۔ اور ہم مسلمان بھی خون خرابہ کرنے میں دوسرے لوگوں سے کم نہیں ہیں ان احادیث کی روشنی میں ہمیں اپنا انجام دیکھ لینا چاہئے۔''

(114) شاکر اور صابر کون؟

عَنْ عَمْرِ وَ بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ خَصْلَتَانِ مَنْ كَانَتَا فِيْهِ كَتَبَهُ اللّٰهُ شَاكِراً صَابِراً مَنْ نَظَرَ فِیْ دِيْنِهٖ اِلٰى مَنْ هُوَ فَوْقَهٗ فَاقْتَدٰى بِهٖ وَ نَظَرَ فِیْ دُنْيَاهُ اِلٰى مَنْ هُوَ دُوْنَهٗ فَحَمِدَاللّٰهَ عَلٰى مَا فَضَّلَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ كَتَبَهُ اللّٰهُ شَاكِراً صَابِراً وَ مَنْ نَظَرَ فِیْ دِيْنِهٖ اِلٰى مَنْ هُوَ دُوْنَهٗ وَ نَظَرَ فِیْ دُنْيَاهُ اِلٰى مَنْ هُوَ فَوْقَهٗ فَاَسِفَ عَلٰى مَا فَاتَهٗ مِنْهُ لَمْ

يَكْتُبُهُ اللّٰهُ شَاكِرًا صَابِرًا۔

(مشکوٰۃ، بَابُ فَضْلِ الْفُقَرَاءِ وَ مَا كَانَ مِنْ عَيْشِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّم)

ترجمہ: ''حضرت عمرو بن شعیبؓ اپنے دادا سے سنی ہوئی روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا دو خصلتیں جس میں ہوں اللہ تعالیٰ اس کو شکر ادا کرنے والا اور صبر کرنے والا لکھتے ہیں جو دین میں اپنے سے زیادہ مرتبہ والے کو دیکھے پھر اس کی اقتدار کرے، اور اپنی دنیا میں اپنے سے کم درجہ کی طرف دیکھے تو اللہ نے جو اسکو فضیلت دی ہے اس پر اللہ کی تعریف کرے، اللہ تعالیٰ ایسے آدمی کو صبر اور شکر کرنے والا لکھ لیتے ہیں۔اور جو شخص دین میں ایسے آدمی کو دیکھے جو اس سے کم ہے اور دنیا کے اعتبار سے ایسے آدمی کو دیکھے جسے اس سے زیادہ دنیا کی چیزیں ہیں تو دنیا کے مال و اسباب کے نہ ملنے پر افسوس کرے، اس آدمی کو اللہ تعالیٰ اپنے یہاں صبر کرنے والوں اور شکر کرنے والوں میں نہیں لکھتے۔''

حدیث پاک میں بیان کی گئی دو خصلتیں جس شخص میں پائی جائیں گی تو اللہ تعالیٰ اسے صبر کرنے والوں اور شکر کرنے والوں میں لکھیں گے۔ایک تو یہ کہ دین میں اپنے سے زیادہ مرتبہ والے کو دیکھا جائے اور اس کی دیکھا دیکھی دین کے کاموں میں آگے بڑھا جائے اور اس کے نمونہ کو سامنے رکھیں تاکہ دل میں یہ جذبہ پیدا ہو کہ ہم بھی خوب بڑھ چڑھ کر اللہ کی رضا کے لئے دین کے کاموں میں حصہ لیں اور دیندارانہ زندگی گذاریں اور دنیا کے معاملے میں اپنے سے کم درجہ کے آدمی کو دیکھے اور دنیاوی اعتبار سے خود کو دوسروں پر فضیلت اور بڑائی ملی ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد و تعریف بیان کرے تو ایسے آدمی کو اللہ تعالیٰ صابر و شاکر لکھیں گے۔

اس حدیث پاک سے یہ نتیجہ نکلا کہ علم دین، حفظ قرآن، روزہ نماز، زکوٰۃ صدقات، ذکر و اذکار، بھلائی، احسان اور دوسرے دینی کاموں میں جو انسان ہم سے بڑے مرتبے کا ہو ہمیں اسی آدمی کو نمونہ بنانا چاہئے تو ہمت بڑھے گی کہ ہم بھی اس درجہ کو پانے کی کوشش کریں اور اس طرح طبیعت دین کے کام

کرنے کی طرف راغب ہوگی اور رہی دنیا تو اللہ نے اگر کسی کو اس میں بڑائی دی ہے، مال، عزت ،مرتبہ، دولت سے نوازا ہے اور ہم کو اس سے کم دیا ہے تو ہم اس آدمی کو اپنے لئے اگر نمونہ بنائیں گے تو اس سے ہمارے دل میں خود کو ملی ہوئی چیزوں کے بارے میں شکر کا جذبہ پیدا ہونے کے بجائے ناشکری کا جذبہ پیدا ہوگا کہ ہم کو کم ملا ہے فلاں کو زیادہ ملا ہے لہٰذا دنیا کے بارے میں جو ہم سے آگے ہوا سے نمونہ نہ بناتے ہوئے اس کو نمونہ بنائیں جو دنیا کے مال اسباب میں ہم سے کمتر ہو تا کہ ہمارے دل میں اللہ کے شکر کرنے اور احسان ماننے کا جذبہ پیدا ہو اگر ہم نے اس کے الٹ کیا تو پھر ہماری خیریت نہیں ہے۔ مارے حسرت و افسوس کے کہیں پریشانی میں نہ پڑ جائیں اور اللہ کی جو کچھ نعمتیں ہم کو ملی ہیں ان کو کم سمجھ کر ناشکری اور ناقدری کرنے میں نہ لگ جائیں۔

(115) پانچ نعمتوں کا سوال

"عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَزُوْلُ قَدَ مَا ابْنِ اٰدَمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حَتّٰى يُسْأَلَ عَنْ خَمْسٍ عَنْ عُمُرِهٖ فِيْمَ اَفْنَاهُ وَعَنْ شَبَابِهٖ فِيْمَ اَبْلَاهُ وَ عَنْ مَالِهٖ مِنْ اَيْنَ اِكْتَسَبَهٗ وَ فِيْمَا اَنْفَقَهٗ وَ مَاذَا عَمِلَ فِيْمَا عَلِمَ۔ (مشکوٰۃ: کِتَابُ الرِّقَاقِ، فصل دوم)

ترجمہ: "روایت ہے ابن مسعودؓ سے، فرمایا اللہ کے رسولؐ نے کہ قیامت کے دن کسی بھی انسان کے قدم اس وقت آگے نہیں بڑھیں گے جب تک اس سے پانچ چیزوں کے بارے میں سوال نہ کر لیا جائے (1) اپنی عمر کس کام میں گذاری؟ (2) جوانی کیسے بتائی؟ (3) مال کس طرح کمایا؟ (4) مال کہاں کہاں خرچ کیا؟ (5) جو کچھ جانتا تھا اس پر عمل کتنا کیا؟"

قیامت کا دن ہے اور حشر و حساب کی گھڑی ہے اور ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ (پھر اس دن تم سے

نعمتوں کے متعلق پوچھا جائے گا۔) کے تحت آدم کے بیٹے سے نعمتوں کے بارے میں پوچھ پرچھ ہو رہی ہوگی اور جب تک وہ پانچ باتوں کا جواب نہ دے دے میدان محشر سے سرک نہیں سکتا۔

(1) عمر یعنی زندگی کہاں اور کس کس طرح گذاری۔

(2) جوانی کیسے بتائی اور کن مصروفیات اور مشغولیات میں صرف کی۔

(3) مال کس طرح کمایا۔

(4) اور کیسے کیسے خرچ کیا کن کاموں میں مال کا استعمال کیا گیا۔

(5) جو جانتا تھا اس پر عمل کتنا کیا۔

ہر خاص وعام اور مرد وعورت کو سمجھ لینا چاہیئے کہ ان پانچ باتوں کا اسے جواب دینا ہی دینا ہے لہٰذا ہر انسان کو چاہئے کہ ان سوالات کو دھیان میں رکھے اور ان کے جواب دینے کی ابھی سے تیاری کرتا رہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے حضور جب میدان محشر میں یہ سوالات کئے جائیں تو انسان کو زیادہ مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

(116) جمعہ کے دن ایک خاص گھڑی

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ ذَکَرَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ فِیْهِ سَاعَةٌ لَا یُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ وَ هُوَقَائِمٌ یُصَلِّیْ وَ یَسْاَلُ اللّٰهَ شَیْأً اِلَّآ اَعْطَاهُ اِیَّاهُ وَ اَشَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ بِیَدِهٖ یُقَلِّلُهَا ۔

(مُوَطَّا امام مالک بَابُ مَاجَآءَ فِی السَّاعَةِ الَّتِیْ فِیْ یَوْمِ الْجُمُعَةِ)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے جمعہ کے دن کا ذکر فرمایا اور پھر ارشاد فرمایا

کہ جمعہ کے دن میں ایک وقت ایسا ہے جسے کوئی مسلمان اس حال میں پالے کہ وہ نماز پڑھ رہا ہو اور اللہ تعالیٰ کچھ سوال کر رہا ہو تو اللہ اسے وہ چیز دے ہی دیتے ہیں، ہاتھ سے اشارہ کر کے رسول اللہؐ نے بتلایا کہ وہ وقت بہت کم ہے۔"

یوں تو رسول اللہؐ کی ہر بات خوب سے خوب تر ہے لیکن اس حدیث پاک میں جمعہ کے دن میں ایک ایسی خاص گھڑی کی نشاندھی فرمائی ہے۔ جسے کوئی شخص دعا مناجات کرتے ہوئے پالے تو اس گھڑی میں اللہ تعالیٰ سے جو کچھ مانگے گا پالے گا۔ اللہ تعالیٰ کے انعامات میں سے جمعہ کے دن میں اس گھڑی یا پل اور ساعت کا ہونا بھی ایک بڑی نعمت ہے ایمان والوں کو اس کی تلاش اور جستجو میں رہنا چاہئے۔ جمعہ کے دن اکثر اوقات نوافل، ذکر و اذکار اور دعاء مناجات میں گذارنے کی کوشش کرنا چاہئے زندگی میں ایک مرتبہ ہی یہ گھڑی مل جائے اور بندہ اللہ تعالیٰ سے اپنی مغفرت اور بخشش کا سوال کرلے تو اس نے دنیا و آخرت کی تمام بھلائی پالی۔

(117) خیر والی تہذیب

عَنْ زَیْدِ بْنِ اَسْلَمَ اَنَّ عَطَآءَ بْنَ یَسَارٍ اَخْبَرَہٗ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ فِی الْمَسْجِدِ فَدَخَلَ رَجُلٌ ثَائِرُ الرَّاْسِ وَ اللِّحْیَۃِ فَاَشَارَ اِلَیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ بِیَدِہٖ اَنِ اخْرُجْ کَاَنَّہٗ یَعْنِیْ اِصْلَاحَ شَعْرِ رَأْسِہٖ وَ لِحْیَتِہٖ فَفَعَلَ الرَّجُلُ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اَلَیْسَ ھٰذَا خَیْرًا مِّنْ اَنْ یَّاْتِیَ اَحَدُکُمْ ثَائِرَ الرَّاْسِ کَاَنَّہٗ شَیْطَانٌ۔

(موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: بَابُ اِصْلَاحِ الشَّعْرِ)

ترجمہ: "حضرت زید بن اسلمؒ بیان کرتے ہیں کہ عطاء بن یسارؒ نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہؐ مسجد میں

بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں ایک شخص جس کے سر اور داڑھی کے بال بکھرے ہوئے تھے مسجد میں داخل ہوا، رسول اللہ ؐ نے اس آدمی کو ہاتھ سے اشارہ فرمایا باہر نکل جاؤ گویا آپ ؐ کا اشارہ تھا کہ سر اور داڑھی کے بال ٹھیک ٹھاک کر کے آؤ، وہ شخص بال سنوار کر پھر مسجد میں آیا تو آپ ؐ نے فرمایا کیا یہ اچھا نہیں ہے؟ اس حالت سے کہ آئے تم میں سے کوئی شخص اس کے بال بکھرے ہوں شیطان کی طرح۔''

آپ ؐ مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوتا نظر آیا جس کے سر اور داڑھی کے بال بکھرے ہوئے تھے حضور اکرم ؐ نے ہاتھ کے اشارہ سے ان کو باہر نکل جانے کا حکم فرمایا کیونکہ سر اور داڑھی کے بالوں کا بے ڈھنگا پن آپ ؐ کو ناپسند اور برا معلوم ہوا، وہ آدمی چلا گیا اور دوبارہ بال وغیرہ ٹھیک ٹھاک کر کے آیا، شاید تیل کنگھا کر کے آیا ہو، جب یہ شخص واپس آیا تو حضرت محمد مصطفیٰ ؐ نے اس سے سوال فرمایا کیا یہ حالت اچھی ہے یا وہ پہلی حالت جس پر تم آئے تھے۔

سب مسلمان سن لیں کہ صاف ستھرا پن اور بہترین تہذیب، بدن اور بالوں کی صفائی، سر اور داڑھی کے بال ٹھیک ٹھاک ہوں، ڈھنگ کے کپڑے ہوں یہ اسلام کی تعلیم ہے۔

احادیث سے ثابت ہے کہ حضرت رسول کریم ؐ سر اور داڑھی کے بالوں میں تیل کا استعمال فرماتے تھے اور خوشبو بھی لگاتے تھے۔ کنگھی بھی کرتے تھے، جو لوگ دین کے نام پر دیوانوں کی طرح شکل و صورت بناتے ہیں۔ صاف صفائی کا خیال نہیں کرتے۔ بال بکھیرے ہیں، لباس بے ترتیب ہیں۔ ان کا یہ عمل ٹھیک نہیں ہے، ایسا طور طریقہ اختیار کرنے والے کو حضور ؐ نے سخت ناپسند فرمایا ہے، آپ ؐ کی ناپسندیدگی کا اس سے اندازہ لگائیں کہ آپ ؐ نے مسجد سے باہر نکل جانے کا اشارہ فرمایا اور ٹھیک ٹھاک بھلی صورت بنا کر آنے کے لئے حکم فرمایا۔

حدیث پاک کے آخری الفاظ:

اَلَیْسَ ھٰذَا خَیْرًا مِّنْ اَنْ یَّاْتِیَ اَحَدُکُمْ ثَائِرَ الرَّأْسِ کَاَنَّہٗ شَیْطَانٌ۔

ترجمہ: ''کیا یہ اچھا نہیں؟ اس سے کہ آئے تم میں سے کوئی شخص اس حال میں کہ شیطان کی طرح اس کے سر بال بکھرے ہوں۔''

اس پر غور کریں اور ہر مومن کو چونک جانا چاہئے اور مسجد تو کیا بازار، کھیت کھلیان، دفاتر غرض کہ ہر جگہ آدمی اپنے بدن اپنے کپڑوں اور بال وغیرہ کو ٹھیک ٹھاک رکھے۔

(118) مریضوں کے لئے بشارت

عَنْ عَطَآءِ بْنِ یَسَارٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ قَالَ اِذَا مَرِضَ الْعَبْدُ بَعَثَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِلَیْہِ مَلَکَیْنِ فَقَالَ اُنْظُرَا مَاذَا یَقُوْلُ لِعُوَّادِہٖ فَاِنْ ھُوَ اِذَا جَآؤُوْہُ حَمِدَ اللّٰہَ وَاَثْنٰی عَلَیْہِ رَفَعَا ذٰلِکَ اِلَی اللّٰہِ وَھُوَ اَعْلَمُ فَیَقُوْلُ لِعَبْدِیْ عَلَیَّ اِنْ اَنَا تَوَفَّیْتُہٗ اَنْ اُدْخِلَہُ الْجَنَّۃَ وَاِنْ اَنَا شَفَیْتُہٗ اَنْ اُبْدِلَ لَحْمًا خَیْرًا مِّنْ لَحْمِہٖ وَدَمًا خَیْرًا مِّنْ دَمِہٖ وَاَنْ اُکَفِّرَ عَنْہُ سَیِّاٰتِہٖ۔

(موطا امام مالک۔ باب ماجاء فی اجر المریض)

ترجمہ: ''عطا بن یسارؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب بندہ بیمار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے پاس دو فرشتوں کو بھیجتا ہے کہ تم دونوں دیکھتے رہو یہ بندہ کیا کہتا ہے ان لوگوں سے جو اس کی بیمار پرسی کو آتے ہیں، اگر وہ شخص ان کے سامنے اللہ جل جلالہ کی تعریف اور حمد بیان کرتا ہے تو وہ دونوں فرشتے آسمان پر جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتے ہوئے بھی ان فرشتوں سے پوچھتے ہیں، پھر خود ہی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے اس بندہ کے لیے مجھ پر لازم ہے کہ اگر میں اس کو وفات دوں تو اسے جنت میں داخل کروں گا اور اگر اسے شفا دوں تو پہلے سے اچھا گوشت اور خون اسے دوں گا۔ اور اس کے

گناہوں کو معاف کردوں گا۔"

مریض اور بیمار آدمی کو دیکھنے اور مزاج پرسی کے لئے جانا اور اسے تسلی دینا ایک سماجی رواج ہے جو ساری انسانی برادری میں جاری ہے، بیماریاں بھی طرح طرح کی ہوتی ہیں، بعض معمولی بیماریاں ہوتی ہیں اور بعض لاعلاج بیماریاں بھی ہوتی ہیں اور لمبے خرچ والی بیماریاں ہوتی ہیں، مریض کی حالت دیکھ کر معلوم ہو جاتا ہے کہ مریض کس فکر اور کس عقیدے کا آدمی ہے۔

اس حدیث پاک میں اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا ہے جب کوئی بندہ بیمار ہوتا ہے تو دو فرشتے اس کے پاس بھیجے جاتے ہیں کہ دیکھو مزاج پرسی اور عیادت کے لئے آنے والے لوگوں سے وہ بندہ کیا کہتا ہے؟

حدیث کا یہ جملہ ذہن میں رکھیں اور بیماروں کے پاس عیادت کے لئے ان کے گھر یا اسپتال میں جائیں تو کئی طرح کے لوگ آپ کو نظر آئیں گے، کچھ تو ایسے ہوتے ہیں کہ آپ نے ان سے خیریت پوچھی کہ آپ کی طبیعت کیسی ہے تو طبیعت اگر ٹھیک نہیں ہو تو بھی یہ کہتے ہیں کہ اللہ پر بھروسہ ہے اسی کا سہارا ہے۔ انشاء اللہ وہ مجھے شفاء دے گا، اور بعض تو اور بھی ایمان کے پکے ہوتے ہیں تو جواب دیتے ہیں اللہ کا شکر واحسان ہے اللہ پاک جس حال میں رکھے ہم راضی ہیں، غرضی ہماری ہے مرضی اس کی ہے۔

مریض کی یہ باتیں سن کر جب دونوں فرشتے آسمان پر جاتے ہیں باوجود کہ اللہ تعالیٰ کو سب کچھ معلوم ہے لیکن جب فرشتے مریض کی کیفیت اور اس کا حمد وثنا کرنا اللہ کا شکر واحسان ماننا اللہ کے سامنے بیان کرتے ہیں تو اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے کہ ایسے بندے کے لئے میں نے اپنے اوپر لازم کیا کہ

اگر میں اس کو وفات دوں تو میں ضرور اس کو جنت میں داخل کروں گا اور اگر اسے شفاء دی تو پہلے سے اچھا گوشت پوست اور خون عطا کروں گا اور اس کے گناہ مٹا دوں گا۔

آپ اور ہم روز دیکھتے رہتے ہیں مریضوں اور بیماروں کی حالت، وفات کے بعد تو بندہ دوسرے عالم میں چلا جاتا ہے یقینی طور پر کچھ کہا نہیں جا سکتا ہے کہ کیا حالات پیش آئے پھر بھی وفات پانے سے پہلے کے کچھ آثار اور علامات ایسے دکھتے ہیں کہ اس کی موت اچھی ہوئی۔ انشاء اللہ اس کی بخشش ہو جائیگی لیکن جب اللہ تعالیٰ کسی مریض کو مرض سے شفاء دیتے ہیں تو بارہا یہ دیکھا گیا کہ اگر وہ شکر گذار بندہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے بدن کو پہلے سے کہیں زیادہ اچھا اور تندرست فرما دیتا ہے اور اس بیماری کے سبب بندہ کے گناہ کو بھی معاف کر کے بدن کے بہت سارے نقائص اور کمیوں کو دور فرما دیتا ہے۔

موجودہ دور میں ہم اور آپ سب مریضوں کی تیمارداری اور عیادت و مزاج پرسی کے لئے جاتے ہیں تو ایسے موقع پر مریض کو تسلی اور ہمت دلانا چاہئے اس کے لئے صحت اور شفاء و تندرستی کی دعا کرنا چاہئے۔ آپ گھبرائیے نہیں اطمینان رکھئے انشاء اللہ آپ ٹھیک ہو جائیں گے یا اس طرح کے اور دوسرے کلمات تسلی اور اطمینان کے کہے تا کہ مریض کی ہمت بندھے اور دل شکنی و ناامیدی کا شکار نہ ہو۔ ادھر مریض کا بھی یہ کام ہے کہ اللہ کی حمد و تعریف اور بڑائی بیان کرتا رہے چاہے آسانی ہو یا سختی ہو سب اللہ کی طرف سے آتی ہے اور اسی کے ٹالنے سے ٹل جاتی ہے اور بعض چیزیں تو ہمارے اپنے قصوروں، گناہوں کے سبب ہوتی ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ (30)

ترجمہ: ''اور تم پر جو مصیبت آتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کے کئے ہوئے کاموں کی وجہ سے آتی ہے جبکہ

بہت سے گناہ تو وہ معاف فرما دیتا ہے۔"

(42۔سورہ شوریٰ، آیت: 30)

بعض لوگ بیمار کو دیکھنے جاتے ہیں تو چپ چاپ گونگے بن کر مریض کو تکتے رہتے ہیں اور مریض بھی بیچارا تکتے رہتا ہے۔ یہ درست نہیں بلکہ اللہ کی تعریف و بڑائی بیان کی جائے، مریض کے لئے تسلی کی باتیں کہی جائیں۔ اللہ تعالیٰ سے صحت و شفاء آسانی کی دعائیں مانگی جائیں، عیادت کے لئے جانے والا مریض کے لئے دعا بھی کرے اور خود اپنے لئے بھی دعا کرے۔ اَللّٰھُمَّ عَافِهِ وَلَاتَفْتِنِّیْ "اے اللہ اس کو اچھا کر دے اور مجھے ایسی بیماری میں مبتلا نہ کر۔"

یہ اسلامی زندگی اور مسلمانوں کی تہذیب کے وہ اعلیٰ اصول اور طور طریقے ہیں جنہیں دیکھنے کے لئے آج دنیا ترس رہی ہے۔ میں ہر مومن سے اپیل کرتا ہوں اور نصیحت کرتا ہوں کہ بیماروں کے پاس جائیں تو بار بار ذکر اللہ کرتے رہیں۔ دوا علاج کے بارے میں پوچھتے رہیں۔ نمازوں کے بارے میں دریافت کریں کہ لیٹے لیٹے اشارے سے یا جیسے بھی سہولت ہو پڑھ لیا کریں۔ کسی نہ کسی بہانے کوئی آیت پڑھ دی یا کوئی دعا بتلا دی، اور مریض کو بھی چاہئے کہ مرض میں آوُلا باوُلا نہ ہو جائے، ہائے واویلا نہ مچائے اس سے کچھ ہونے والا بھی نہیں بلکہ اللہ کا ذکر، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتا رہے، کلمہ طیبہ، قرآن و حدیث کی دعائیں پڑھتا رہے۔

(119) آسان طریقہ اختیار کیا جائے

عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَنَّهَا قَالَتْ مَاخُيِّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ

سَلَّمَ فِیْ اَمْرَیْنِ قَطُّ اِلَّا اَخَذَ اَیْسَرَ هُمَا مَالَمْ یَکُنْ اِثْمًا فَاِنْ کَانَ اِثْمًا کَانَ اَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ وَ مَا انْتَقَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ لِنَفْسِهٖ اِلَّا اَنْ تُنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللّٰهِ فَیَنْتَقِمُ لِلّٰهِ بِهَا۔

(موطا امام مالك، بَابُ مَاجَآءَ فِیْ حُسْنِ الْخُلُقِ)

ترجمہ: ''حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ کو جب دو کاموں میں اختیار دیا گیا تو آپ نے آسان کام کو ہی اختیار کیا اگر اس میں گناہ نہ ہو اور اگر گناہ ہوتا تو آپؐ سب سے زیادہ اس سے دور رہتے۔ اور رسول اللہؐ اپنی ذات کے لئے کسی سے بدلہ لیتے تھے مگر جب اللہ کے احکام توڑے جاتے اور شعائر اللہ کی بے حرمتی ہوتی تو آپؐ اللہ کے لئے ضرور بدلہ لیتے۔''

جب کبھی رسول اللہؐ کے سامنے کام کرنے کے دو طریقے ہوتے تو آسان کو آپؐ اختیار فرماتے اس سے معلوم ہوا کہ آدمی بلاوجہ اور خواہ مخواہ کسی کام کو کرنے کے لئے مشکل میں نہ پڑے چاہے وہ تعلیم ہو یا کاروبار اور تجارت ہو یا کوئی اور کام ہو سب میں آسان طریقہ اور آسان راستہ اختیار کرنا سنت کے مطابق ہے۔

گھریلو اور معاشرتی زندگی ہو، رشتہ داریاں نبھانا ہو، پڑوس والوں اور دوست احباب کے ساتھ رہن سہن ہو سب کام میں اعتدال اور یسر و آسانی کا ہی راستہ اختیار کیا جائے۔ مشکل کو چھوڑ دیا جائے۔

اس حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کے رسولؐ نے اپنی ذات کے لئے کبھی کسی سے بدلہ نہیں لیا، یہ سنت ہم کو بھی ادا کرنا چاہیے لیکن اگر اللہ کے احکام اور شعائر اللہ توڑے جاتے ہوں، ان کی بے حرمتی ہو رہی ہو تو پھر اجازت دی گئی ہے کہ شعائر اللہ اور حدود اللہ کے توڑنے والے سے بدلہ لیا جائے مگر اس میں اخلاق کا مظاہرہ ہونا چاہئے اور شرعی حدود کے اندر رہ کر ہی بدلہ لیا جائے گا۔

(120) کسے توبہ کی توفیق نہیں؟

رُوِیَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ قَالَ مَامِنْ شَیْءٍ اِلَّالَہٗ تَوْبَۃٌ اِلَّا صَاحِبَ سُوْءِ الْخُلُقِ فَاِنَّہٗ لَایَتُوْبُ مِنْ ذَنْبٍ اِلَّا عَادَ فِیْ شَرٍّمِنْہُ۔

(طبرانی، ترغیب وترھیب ص 413 ج 3)

ترجمہ: ''حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ ہر شخص گناہ سے توبہ کرسکتا ہے مگر برے اخلاق والا آدمی جب بھی کسی گناہ سے توبہ کرتا ہے تو اپنی بداخلاقی کی وجہ سے دوسری برائی کا پھر شکار ہو جاتا ہے۔''

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ موت کے پہلے جھٹکے سے پہلے پہلے ہر شخص اپنے گناہوں سے توبہ کرسکتا ہے توبہ کے دروازے کھلے ہیں۔ یہ ہم گناہ گاروں کے لئے بڑی بشارت کی بات ہے، قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ یَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِیْبٍ فَاُولٰٓئِكَ یَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا (17)

ترجمہ: ''دراصل اللہ تو ان لوگوں کی توبہ قبول فرماتا ہے جو نادانی اور جہالت کے سبب کوئی برا کام کر بیٹھیں پھر جلد ہی توبہ کرلیتے ہیں بس اللہ بھی ان کی توبہ قبول کرلیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔''

(4۔سورۃ النساء، آیت: 17)

معلوم ہوا کہ انسان سے جہالت اور نادانی کے سبب جو بھی گناہ ہو جائے اس سے آدمی فوراً توبہ کرے،

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں قریب کا لفظ لا کر اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ ناسمجھی سے کوئی گناہ ہو جائے تو فوراً ہی توبہ کی جائے اور نیکی و اعمال صالحہ میں مشغول ہوا جائے تو نہ صرف یہ کہ ایسے شخص کی توبہ قبول ہوتی ہے بلکہ اس کے لئے مزید یہ بشارت ہے کہ اس کے گناہ نیکیوں میں بدل دیئے جاتے ہیں۔

إِلَّا مَن تَابَ وَءَامَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَٰلِحًا فَأُو۟لَٰٓئِكَ يُبَدِّلُ ٱللَّهُ سَيِّـَٔاتِهِمْ حَسَنَٰتٍ ۗ وَكَانَ ٱللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿70﴾

ترجمہ: ’’مگر جو کوئی توبہ کرلیوے اور ایمان پر قائم رہ کر نیک عمل کرتا رہے تو اللہ ایسے لوگوں کے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دے گا اور واقعی اللہ تعالیٰ بخشش فرمانے والا اور مہربان ہے۔‘‘

(25۔الفرقان، آیت: 70)

قرآن مجید اور حدیث شریف میں، گناہ سے توبہ کرنے والوں کے لئے معافی کا اعلان کر دیا گیا ہے، اب لوگوں کو اس کے ساتھ ساتھ توبہ کی قبولیت کی شرط بھی جان لینا چاہئے۔

(1) ایمان پر قائم رہے۔ (2) نیک عمل کرتا رہے۔ (3) توبہ کرنے کے بعد پھر اس گناہ میں نہ پڑے بلکہ اس گناہ کی کھٹک کانٹا چبھنے کی طرح محسوس کرتا ہوا ایسا نہ ہو کہ توبہ کرنے کے بعد پھر اسی گناہ پر دلیر رہے۔

اس حدیث شریف میں دوسرا پہلو یہ بھی ہے جو ہم سب کے لئے غور و فکر کے لائق ہے کہ برے اخلاق والا آدمی گناہ سے توبہ کرنے کے بعد پھر اسی گناہ یا اس سے بڑھ کر کسی گناہ میں پھنس جاتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے قدرتی طور سے ہر انسان کے اندر یہ جذبہ رکھا ہے کہ اسے گناہ کا احساس ہو۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔

بَلِ ٱلْإِنسَٰنُ عَلَىٰ نَفْسِهِۦ بَصِيرَةٌ ﴿14﴾ وَلَوْ أَلْقَىٰ مَعَاذِيرَهُۥ ﴿15﴾

ترجمہ: ''بلکہ انسان اپنے جی کی حالت پر آنکھوں دیکھا گواہ ہے۔اب یہ بات اور ہے کہ حیلے بہانے سے حقیقت کو ٹال دیتا ہے۔''

(75۔القیمۃ، آیت: 14,15)

معلوم ہوا کہ انسان کے دل میں گناہ پر پچھتاوا آتا ہے اور وہ توبہ بھی کرتا ہے لیکن بد اخلاق شخص کی بد اخلاقی اس کی توبہ کو صحیح ٹھکانہ تک پہنچنے نہیں دیتی اور پھر وہ کسی اور گناہ کا شکار ہو جاتا ہے۔لہٰذا ہر شخص کو اپنے اخلاق اور عادات پر نظر رکھنی چاہئے اور برے اخلاق خراب عادتوں سے دور رہنا چاہئے۔

(121) چار نفع مند نصیحتیں

عَنْ رَافِعِ بْنِ مَكِيْثٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ حُسْنُ الْخُلُقِ نَمَآءٌ وَ سُوْءُ الْخُلُقِ شُوْمٌ وَ الْبِرُّ زِيَادَةٌ فِى الْعُمُرِ وَالصَّدَقَةُ تَرْفَعُ مِيْتَةَ السُّوْءِ۔

(احمد،ابوداؤد، ترغیب وترھیب۔ 412 ج: 3)

ترجمہ: ''رافع بن مکیثؓ روایت نقل کرتے ہیں کہ اللہ رسولؐ نے فرمایا کہ حسن اخلاق خیر و برکت میں اضافہ کرتا ہے بد خلقی نحوست لاتی ہے۔نیکیوں سے عمر میں برکت ہوتی ہے اور صدقہ حالت نزع کی تکلیف کو دور کرتا ہے۔''

حدیث شریف میں بتائی گئی ان چاروں چیزوں کی حقیقتوں کو سمجھ کر مکمل طور سے ان پر عمل کرنے کی کوشش کرنا چاہئے۔پہلی بات ہے کہ اچھے اخلاق خیر و برکت کا سبب اور ذریعہ ہیں۔اچھے اخلاق ہم کو رسول اللہؐ کی سیرت مبارکہ میں ملیں گے۔قرآن مجید کا ارشاد ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

ترجمہ: ''یقیناً تم سب کے لئے اللہ کے رسولؐ کے ہر عمل میں بہت ہی اچھا نمونہ موجود ہے۔''

(33۔الاحزاب، آیت: 21)

معلوم ہوا کہ کتاب اللہ میں اور احادیث مبارکہ میں حضورؐ کی سیرت اور اخلاق کے جو نمونے ہم کو نظر آتے ہیں وہی حسن اخلاق ہیں اور اگر ان میں سے کسی کو چھوٹا حصہ بھی ہاتھ آجائے اور اس پر عمل ہو جائے تو انشاء اللہ دنیا و آخرت میں وہ آدمی کامیاب ہے اور حسن اخلاق کو پانے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ قرآن اور احادیث رسول اللہؐ کو کثرت سے پڑھا جائے اور ان کو سمجھا جائے۔ اچھے اخلاق والا بن جانے سے بداخلاقی اور اس کے برے انجام سے خود بخود چھٹکارہ مل جائے گا۔ بداخلاقی اور خراب و گندے اخلاق و عادات نحوست لاتے ہیں۔ اس کی تصدیق قرآن مجید بھی کرتا ہے۔

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴿30﴾

ترجمہ: ''اور تم پر مصیبت آتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کے کئے ہوئے کاموں کی وجہ سے آتی ہے، جبکہ بہت سے گناہ تو وہ معاف کر دیتا ہے۔''

(42۔الشوریٰ، آیت: 30)

اب بداخلاقی اور بری عادتوں کی کوئی فہرست تو بتائی نہیں گئی ہے لیکن دیکھنا یہ چاہئے کہ ہماری روزمرہ کی زندگی میں، ہمارے لین دین میں، بات چیت اور گفتگو میں، ہماری نرمی اور غصہ میں، ہماری نگاہ سے یا ہمارے ہاتھوں سے کون سے کام وجود میں آتے ہیں ان میں سے تو کچھ کے بارے میں خود ہی معلوم ہو جائے گا کہ یہ عمل اور یہ کام اچھا نہیں ہے اور اپنے بعض کاموں اور اعمال کو قرآن مجید اور حدیث شریف کی روشنی میں دیکھنے کی کوشش کریں جاننے والوں سے پوچھیں کہ یہ کام اللہ تعالیٰ کی خوشی کے ہیں

یا ناراضی کے۔اس طرح اسے اچھے اور برے اخلاق کی پہچان انشاء اللہ حاصل ہو جائیگی۔

نیکیوں سے عمر میں برکت اور زیادتی کی بھی بشارت دی گئی ہے۔ ہر شخص تمنا رکھتا ہے کہ اس کی عمر لمبی ہو تو چاہئے کہ نیکیاں کی جائیں، عمر میں برکت کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ تھوڑی عمر یا تھوڑے سے وقت میں بڑے بڑے کام کر لینے کی توفیق ہو جائے یا پھر یہ کہ حقیقتاً ہی کچھ دو چار سال کے لئے عمر بڑھ جائے۔

چوتھی چیز یہ ہے کہ صدقہ خیرات کرنے سے موت کے وقت کی تکلیف سے چھٹکارہ مل جاتا ہے۔صدقہ سے بلائیں مصیبتیں بھی دور ہوتی ہیں اللہ کی رضا اور خوشی بھی حاصل ہوتی ہے۔اب رہی یہ بات کہ صدقہ کیا چیز ہے؟ صدقہ کے بڑے وسیع معنی ہیں زکوٰۃ، خیرات، راہ خدا میں خرچ کرنا، ضرورت والوں کی مدد کرنا، قرض داروں کے قرض ادا کرنا یا معاف کرنا، بیماروں کا علاج کرنا یا اس میں کچھ مدد کرنا یا پھر اس طرح کے کاموں میں جو کچھ ہم سے بن سکے کرنا چاہئے اور کسی طرح بھی ہم اللہ کی مخلوق کے کام آسکیں تو اس میں پیچھے نہیں ہٹنا چاہئے اور خلق خدا کو فائدہ پہنچانا چاہئے یہ سب کسی نہ کسی درجہ میں صدقہ ہی ہیں اور اس میں کسی شخص کو پیچھے نہیں رہنا چاہئے، صدقہ کا یہ حکم غریب امیر سبھی کو عام ہے جس کے پاس مال ہو مال خرچ کرے ایسا نہ کر سکتا ہو تو ہاتھ پاؤں یا کسی اور طرح اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو فائدہ پہنچا سکتا ہو، فائدہ پہنچائے اور کم زیادہ خرچ کرنے کی بھی کوئی پابندی نہیں ہے بلکہ جس کی جو طاقت ہو اس کے مطابق صدقہ کرے اور دھیرے دھیرے اس عمل کے ذریعہ انسان اپنے آپ کو تزکیہ کی صورت میں لے آئے تاکہ جان نکلنے کے وقت حالت نزع میں اس کو آسانی ہو۔

(122) بشارت سناؤ نفرت مت دلاؤ

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰیؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ بَعَثَہٗ وَ مُعَاذًا اِلَی الْیَمَنِ فَقَالَ یَسِّرَا وَ لَا تُعَسِّرَا وَ بَشِّرَا وَ لَا تُنَفِّرَا وَ تَطَاوَعَا وَ لَا تَخْتَلِفَا۔ (مسلم شریف، کتاب الجہاد و السیر)

ترجمہ: ''حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریمؐ نے ان کو اور معاذؓ کو یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا تم دونوں آسانی کرنا دشواری اور سختی نہ کرنا، خوش خبری سناؤ نفرت مت دلانا اور اتفاق سے مل جل کر کام کرنا اختلاف اور پھوٹ نہ کرنا۔''

بیشمار روایات میں مختلف انداز سے اس مضمون کی زیارت حدیث شریف کی کتابوں میں ہوتی ہے۔ داعیانِ حق اور اللہ و رسولؐ کی طرف بلانے والے لوگوں کو اس حدیث شریف میں ایک زبردست ہدایت دی گئی ہے کہ داعی چاہے کوئی شخص ہو یا جماعت ہو دعوت دیتے وقت وہ یسر اور آسانی والی راہ کی نشاندھی کریں۔ اللہ کی مخلوق پر کوئی زیادتی نہ کریں اور الجھن میں نہ ڈالیں اور خود بھی چھوٹے موٹے مسائل میں نہ الجھتے ہوئے شرک سے نفرت دلا کر توحید خالص کی طرف بلائیں اور دین کے اہم ارکان نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ کے ادا کرنے کی رغبت دلائیں اور بڑے بڑے گناہ کبائر اور حرام کاموں سے بچنے کی طرف توجہ دلائیں، بعض بعض دعوت کے کام کرنے والوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ چھوٹے چھوٹے مسائل میں لوگوں کو الجھا دیتے ہیں اور معمولی معمولی باتوں پر ایسا ڈراتے ہیں کہ لوگ گھبرا جاتے ہیں اور آس توڑ بیٹھتے ہیں کہ معلوم نہیں ہماری بخشش ہوگی بھی یا نہیں۔ لہٰذا ہر داعی حق کو چاہئے کہ دین کی دعوت میں ایسا کوئی طریقہ نہ اختیار کرے کہ لوگ متنفر ہو جائیں یا نا امید ہو جائیں۔

مثال کے طور پر لوگوں کو نماز ہی کی طرف بلائیں تو ان کو بہت زیادہ نوافل، سنت موکدہ، سنت غیر موکدہ

اور بہت سارے مسائل اور ڈھیر ساری بحثیں بتانے کے بجائے موٹی موٹی چیزیں فرائض واجبات اور سنن مؤکدہ کو ترتیب وار مختصر طور پر بتا دیا جائے اور انھیں آسانی دی جائے، غلطیوں پر کبھی کبھی نشاندہی بھی کر دی جائے حکمت کے ساتھ تاکہ نماز سے لوگوں کو گھبراہٹ اور اکتاہٹ نہ ہو بلکہ رغبت ہو۔

موجودہ زمانہ میں بعض بعض داعیان حق کو دیکھا گیا ہے کہ وہ ایک ایک بات کو لے کر الجھ پڑتے ہیں، جیسے کہ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ پر کھڑے ہو یا نہ ہو ادھر منہ کر کے دعا کرو ادھر منہ کر کے دعا کرو، زور سے دعا کیجئے، آہستہ سے دعا کیجئے۔ ایک ہاتھ سے مصافحہ کریں، دو ہاتھ سے مصافحہ کریں۔ ایک رکعت وتر پڑھئے، تین مت پڑھئے یا تین رکعت وتر پڑھئے، ایک رکعت مت پڑھیے۔ آمین زور سے کہئے، آمین آہستہ سے کہئے۔ ان چھوٹے چھوٹے مسائل پر اتنا بولنے لگتے ہیں کہ گویا یہ اصول دین میں سے ہیں جبکہ ہونا یہ چاہئے کہ امت میں جو مسائل عام ہو گئے ہیں اور علماء وائمہ مجتہدین کے اجتہادی اور اختلافی مسائل ہیں ان میں کھینچا تانی کی کوئی ضرورت نہیں ہے ہر مجتہد کے پاس قرآن وحدیث کی سند اور دلیل موجود ہے اور ہر ایک کی اپنی اپنی تحقیق ہے، جس کو جس امام ومجتہد کی تحقیق اچھی لگے وہ اس کے مطابق عمل کرے چاہے حنبلی ہو یا شافعی ہو یا مالکی ہو یا حنفی ہو یا اہل حدیث وغیرہ ہو لیکن ان اجتہادی مسائل کو مساجد میں جھگڑا کرنے اور امت میں تفرقہ ڈالنے کا ذریعہ نہ بنایا جائے۔

نمازیوں کی صفوں میں انتشار کرنا اور نمازیوں کو بھڑکا دینا، مسجدوں میں تالے لگا دینا، مقدمہ بازی، مار پیٹ، چھرے بازی کرنا یہ سلسلہ امت میں جو چل پڑا ہے یہ ٹھیک نہیں ہے اور اوپر درج شدہ حدیث کے خلاف ہے۔ اور بہت ساری خرابیوں کی جڑ ہے۔

اس حدیث کے الفاظ پر بار بار غور کرنا چاہئے کہ حضور اکرمؐ نے اپنے دونمائندوں حضرت معاذؓ اور حضرت ابوموسیٰؓ کو یمن کی طرف دعوتی کام کے لئے بھیجا تو ان کو نصیحت فرمائی کہ یسر اور آسانی کا معاملہ کریں، سختی نہ کریں اور لوگوں پر دین کا دائرہ تنگ نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں فرمان بھی ایسا ہی ہے۔

يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ

ترجمہ: ''اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے تم کو مشکل میں ڈالنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔''

(2۔البقرہ، آیت: 185)

حدیث کا یہ جملہ بھی زیر نظر رہے کہ بَشِّرا وَ لَا تُنَفِّرَا (خوشخبری سنانا نفرت مت دلانا) لہٰذا اللہ کی طرف بلانے میں ان چیزوں کو اول اہمیت دینی چاہئے جس پر انسان کی نجات اور مغفرت منحصر ہے اور جو چیزیں دین کی بنیاد اور اصل ہیں، پھر دھیرے دھیرے دین و شریعت کے دوسرے پہلوؤں کی طرف رہنمائی کر کے دین کے ہر ہر حکم پر ان کی طبیعت جمانے کی کوشش کیجئے اور عمل کرنے کے لئے آمادہ کریں۔

اس حدیث پاک میں تیسرا مضمون جو بیان فرمایا گیا ہے وہ عصر حاضر کی تمام دینی جماعتوں کے ذمہ داروں اور افراد کے لئے قابل غور و فکر ہے کہ مل جل کر اور اتفاق سے کام کیا جائے۔ اختلاف اور پھوٹ نہ پیدا کی جائے حدیث پاک کے الفاظ ہیں۔ تطَا وَ عَا وَ لَا تَخْتَلِفَا۔

داعی جب لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے گا تو اسے یہ خیال رکھنا ہی ہے کہ جن سے بات چیت کرنی ہے اور دعوت دینا ہے ان کو کسی دشواری میں نہ ڈالا جائے اور اختلاف و انتشار کا شکار نہ بنایا جائے اسی کے ساتھ

ساتھ داعی کو اس کا بھی خیال رکھنا ہے کہ داعی خود اپنے احباب و رفقاء معاونین سے بھی اختلاف کر کے پھوٹ کا شکار نہ ہو بلکہ ہر طرح اتفاق و اتحاد کو باقی رکھنے کی کوشش کرے۔ علماء صلحاء دعوتی کام کرنے والوں کے لئے یہ غور و فکر اور تدبر کا مقام ہے، موجودہ زمانہ میں پچھلے پچاس برس سے یہ دیکھ رہا ہوں کہ پچاس سالہ عرصہ میں جتنی بھی دعوتی اور مسلمانوں میں کام کرنے والی تنظیمیں بنی ہیں ان میں سے اکثر میں پھوٹ پڑ گئی اور کچھ ہی دنوں کے بعد وہ اختلاف اور انتشار کی نظر ہو گئیں۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ اس اختلاف کی وجہ کوئی بڑی اصولی بات نہیں ہوتی کہ ان میں کا کوئی مشرک و کافر ہو گیا ہو یا کبائر و حرام میں مبتلا ہو گیا ہو۔ اس لئے دوسرے اس سے الگ ہو گئے ہیں۔ ایسا کچھ نہیں ہوتا بلکہ بہت چھوٹی چھوٹی اور معمولی باتوں کے سبب اختلاف کر کے دو دو چار چار ٹکڑوں میں بٹ جاتے ہیں۔ میری ان باتوں کی تصدیق کے لیے قارئین حضرات مسلمانوں کی اس پچاس سالہ تاریخ پر از خود ایک اڑتی ہوئی نظر ڈال لیں۔

(123) جنت والے عمل

رُوِیَ عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ مَنْ کُنَّ فِیْہِ نَشَرَ اللّٰہُ عَلَیْہِ کَنَفَہٗ وَاَدْخَلَہُ الْجَنَّۃَ رِفْقٌ بِالضَّعِیْفِ وَالشَّفْقَۃُ عَلَی الْوَالِدَیْنِ وَالْاِحْسَانُ اِلَی الْمَمْلُوْکِ۔

(ترمذی شریف: اَبْوَابُ صِفَۃِ الْقِیٰمَۃِ)

ترجمہ: ”حضرت جابرؓ سے یہ روایت منقول ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے جس شخص کے اندر یہ باتیں پائی جائیں گی اللہ تعالیٰ اس پر اپنی حفاظت کی چادر ڈال دے گا اور اس کو اپنی جنت میں داخلہ عطا فرمائے گا۔ (1) کمزوروں کے ساتھ نرمی کرنا۔ (2) ماں باپ پر شفقت کرنا اور ان سے محبت رکھنا۔ (3) اپنے ماتحتوں پر احسان کرنا۔“

کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور پناہ میں آجائے یہ اس کے لیے بڑا عظیم تحفہ ہے۔ اس حدیث پاک میں بتایا گیا ہے کہ جو آدمی کمزوروں کے ساتھ نرمی کرے گا، ماں باپ پر شفقت و مہربانی کرے گا اور اپنے ماتحت لوگوں پر احسان یعنی اچھا معاملہ کرے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور پناہ میں آجائیگا اور اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں بھی داخل کرے گا۔

اس حدیث پاک میں سیٹھ، ساہوکار، امیر، مالدار، چودھری، سرکاری آفیسر، اور حاکم وغیرہ کے لئے بڑی اہم نصیحت ہے، آج کل کمزور لوگوں کو کچلنے کے پروگرام آئے دن دنیا میں بنائے جاتے ہیں، ہمارے اس سائنس اور ٹیکنالوجی کے دور میں بھی طاقتور ملک کمزور ملک کو دباتے رہتے ہیں یہ تو بڑی بات ہوئی لیکن اس کے علاوہ بھی دیکھنے میں آتا ہے ہزاروں ہزار انسان کمزوروں پر کوئی نرمی نہیں برتتے۔

والدین ماں باپ پر شفقت اور مہربانی کے بارے میں قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں بیشمار نصیحتیں اور حکم موجود ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَقَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ﴿23﴾ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴿24﴾

ترجمہ: ''اپنے رب کا فیصلہ سن لو کہ بندگی اس کے سوا کسی کی نہ جائے اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے تمہاری موجودگی میں اگر ماں باپ میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے تک پہنچ جائیں تو ان کو اف بھی نہ کہو اور ان کو جھڑکنا مت، اور بات چیت میں ماں باپ کی عزت اور اکرام کا بہت خیال رکھنا۔ محبت میں مہربان ہو کر اپنے دونوں بازوان کی خدمت کے لئے بچھا دو اور یہ دعا کرتے رہو کہ اے میرے رب تو ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے میرے بچپن کی بے بسی میں مجھے پال پوس کر

مہربانی کی تھی۔"

(17۔بنی اسرائیل، آیت: 23،24)

والدین کے حقوق کی ادائیگی کے بارے میں بہت سی آیات ہیں لیکن اسی ایک آیت پر انسان غور کرلے تو ماں باپ کے حقوق کی ادائیگی اور ان کی خدمت کرنے سے غافل نہ رہے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے پہلے حصہ میں فرمایا ہے کہ انسانوں پر لازم ہے کہ رب کے سوا کسی اور کی بندگی ہرگز نہ کریں اور اس کے بعد دوسری چیز جو لازم کی گئی ہے وہ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک اور اچھا برتاؤ کرنا ہے۔ یہ بات بھی یاد دلائی گئی ہے کہ ماں باپ بڑھاپے کے سبب آج اگر اپنی اولاد کے سہارے کے محتاج ہوئے ہیں تو اولاد پر بھی پہلے ایسے دن گذر چکے ہیں جبکہ وہ اپنے بچپن کی بے بسی میں ماں باپ کی محبت اور نظر عنایت کے محتاج تھے۔

حدیث شریف میں تیسری بات یہ کہی گئی ہے کہ مرتبہ میں اپنے سے چھوٹے لوگوں پر احسان اور بھلائی کرنا چاہئے اور اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ اللہ نے ان پر ہم کو فضیلت دی ہے یہ اس کا شکر ہے جتنی ہم کو ان ماتحت لوگوں پر بڑائی حاصل ہے اس سے کہیں زیادہ اللہ تعالیٰ کو ہم پر بڑائی اور فضیلت حاصل ہے اور جس طرح اللہ تعالیٰ ہم پر رحم و کرم اور احسان فرماتا رہتا ہے اسی طرح ہم بھی احسان بھلائی اور نرمی کر کے اپنے رب کو راضی کرلیں۔

(124) اصل پہلوان

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ قَالَ لَیْسَ الشَّدِیْدُ بِالصُّرَعَۃِ اِنَّمَا الشَّدِیْدُ الَّذِیْ یَمْلِکُ نَفْسَہٗ عِنْدَ الْغَضَبِ۔

(مُسْلِم کِتَابُ الْبِرِّ وَالصِّلَۃِ وَالْاٰدَبِ۔ بَابُ فَضْلِ مَنْ یَّمْلِکُ نَفْسَہٗ عِنْدَ الْغَضَبِ)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ طاقتور وہ نہیں جو کشتی لڑنے میں دوسرے کو بچھاڑ دے بلکہ اصلی طاقتور وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے۔''

حضرت محمد رسول اللہؐ نے بڑی سادہ مثال دے کر سمجھایا ہے کہ وہ پہلوان آپس میں کشتی کرتے ہیں۔ اب یہ کشتی بھی اس زمانہ میں کئی طرح کی ہونے لگی ہے کاروباری لوگ کاروبار میں اور ہر پیشہ والے لوگ اپنے ہر پیشہ میں بھی کشتی کرتے ہیں اور اپنے مقابل اور حریف کو پچھاڑنے کی کوشش کرتے ہیں اور طاقتور لوگ بھی جسمانی کشتی لڑکر اپنے مقابل کو بچھاڑتے اور ہراتے ہیں تو آپؐ نے فرمایا کہ طاقت کے ذریعہ اپنے مقابل کو بچھاڑ دینے والا اصل اور بڑا پہلوان نہیں ہے بلکہ بڑا پہلوان اور بہت طاقت والا وہ آدمی ہے کہ غصہ کے وقت اپنے آپ کو اور اپنے جی کو قابو میں رکھے اور اپنے غصہ کو ہرا دیوے۔ آپؐ نے انسانوں کی تربیت کے لئے بڑی سادہ مثال بیان کر کے بات سمجھائی ہے۔

قرآن مجید میں بھی ارشاد ہے۔

وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿134﴾

ترجمہ: ''اور غصہ کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کے قصور معاف کرتے ہیں تو اللہ بھی ایسے نیکی کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔''

(3۔ آل عمران، آیت: 134)

اس آیت میں مومن کی یہ صفت نہیں بتائی گئی کہ غصہ اس کو آتا ہی نہیں، غصہ تو آتا ہی ہے اور غصہ آنا فطری بات ہے۔ آئے دن ایسے حالات پیدا ہوتے ہیں کہ انسان کو غصہ آ ہی جاتا ہے، غصہ آنا بری بات نہیں ہے لیکن غصہ کے قابو میں آدمی آجائے یہ بری بات ہے۔ لہٰذا آدمی کو جب غصہ آئے تو اللہ کی طرف متوجہ ہوکر اپنے آپ پر اور اپنے غصہ پر قابو پانے کی کوشش کرے اور معافی و درگذر سے کام لے، یہ مومن کی

صفت ہے اور یہی اللہ سے ڈرنے والے لوگ ہیں، ایسے ہی لوگ اللہ کو محبوب اور پسند ہیں۔

(125) جنت میں داخل کرانے والے چار کام

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَلِّمْنِيْ عَمَلًا يُدْخِلُنِى الْجَنَّةَ قَالَ اَطْعِمِ الطَّعَامَ وَ اَفْشِ السَّلَامَ وَاَطِبِ الْكَلَامَ وَ صَلِّ بِاللَّيْلِ وَ النَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلِ الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ۔

(طبرانی۔ ترغیب وترہیب، ص، 423 ج 3)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک صحابیؓ نے آپؐ سے دریافت کیا کہ مجھے ایسا عمل بتایئے جس سے میں جنت میں چلا جاؤں۔ آپؐ نے فرمایا کہ بھوکوں کو کھانا کھلاؤ۔ سلام کو عام کرو۔ لوگوں سے اچھی باتیں کرو اور جب لوگ رات میں سو رہے ہوں تم اللہ کی عبادت کرو، تو تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔''

حضور اکرمؐ سے ایک شخص کا سوال ہے کہ مجھے کچھ ایسے اعمال بتا دیجئے جو میرے جنت میں داخل ہونے کا ذریعہ بن جائیں۔ آپؐ نے چار باتیں بتائیں۔

(1) بھوکوں کو کھانا کھلاؤ۔ (2) سلام کرنے کی عادت ڈالو۔ (3) بات اچھی اور بھلی کہو۔ (4) جب لوگ رات میں سو رہے ہوں تو تم تہجد یا نوافل میں مشغول رہو۔

پہلی بات ہے بھوکوں کو کھانا کھلانا، اس میں رشتہ ناتہ والے، مہمان غریبوں، مسکینوں محتاجوں، مسافروں وغیرہ سب کو کھلانا مراد ہے دین حنیف میں اللہ تعالیٰ نے سادگی اور انسان دوستی کا بڑا سرمایہ رکھا ہے، مشرکین کی عبادت اور طریقۂ بندگی کا اسلامی تعلیم سے کوئی جوڑ نہیں ہے، کہیں چراغ بتی، اگربتی عود وغیرہ جلا دیئے، ندی میں کپڑے پیسے ڈال دیئے۔ آگ میں گھی اناج ڈال دیئے پتلے کھڑے کئے ان کے

سامنے الٹی سیدھی حرکتیں کرنے لگے یہ کوئی دین نہیں ہے۔ اس سے انسانیت کا کوئی بھلا نہیں ہوا بلکہ چیزوں کو خراب اور برباد کیا گیا۔ حضرت محمدؐ کو اللہ تعالیٰ دین فطرت دے کر بھیجا اور آپؐ نے دین اسلام جو دین فطرت ہے اس کے مطابق لوگوں کی تربیت فرمائی کہ بھوکوں کو کھانا کھلایا جائے، مہمان نوازی کی جائے، ضرورت مند کی ضرورت کو پورا کیا جائے یعنی کسی چیز کو اس طرح دیا لیا اور خرچ کیا جائے کہ کسی انسان کو اس سے فائدہ پہنچے، قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ﴿8﴾ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ﴿9﴾

ترجمہ: ''اللہ کی محبت میں مسکین یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے تھے، اور کہتے تھے کہ اللہ کی رضا چاہنے کے لئے تم کو کھانا کھلایا ہے تم سے کچھ بدلہ پانا یا شکر گذاری حاصل کرنا ہمارا کچھ مقصود نہیں ہے۔''

(76۔الدھر، آیت: 8,9)

اس آیت میں حدیث پاک کی تفسیر آگئی، ہم کوئی شرعی اصول بیان نہیں کر رہے ہیں۔ لیکن یہ کہنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے کہ قرآن مجید کی شرح حدیث ہے اور ایک کلام رسول اللہؐ ہے دونوں کا تعلق ایک دوسرے سے جڑا ہوا ہے اور اس تعلق کو جدا کرنے سے دین کی بنیادوں میں فرق آنے کا اندیشہ ہے اس لئے تمام اہل ایمان کو لازم ہے کہ اللہ کے کلام کی طرف متوجہ ہوں اور صاحب قرآن حضرت محمدؐ کی جو تعلیم آئی ہے اس کو بھی سامنے رکھیں اور ان دونوں کی روشنی میں اپنے عمل کی چوکھٹ بنائیں۔

دوسری بات اس حدیث پاک میں جو بتائی گئی ہے وہ ہے سلام کی کثرت اور اس کو خوب پھیلانا، اہل ایمان ایک دوسرے کو سلام کریں بھی اور سلام کا جواب بھی دیں۔

اسلام کی یہ خوبی ہے کہ اس دین کا نام ہی اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام "السلام" سے بنا ہوا ہے۔ لہٰذا اسی دین میں لوگوں کے لئے سلامتی ہے، امن ہے، دنیا و آخرت کی ساری بھلائیاں ہیں، لوگوں کو چاہئے کہ ملاقات کے موقع پر قرآن مجید اور حدیث پاک میں سلام کا جو طریقہ بتایا گیا ہے اسی کو اختیار کریں اس کے علاوہ انسانوں نے یا بگڑے ہوئے مذاہب میں سلام کے جو طریقے بتائے ہیں وہ سب بے معنی اور بے مطلب ہیں، مزید وضاحت کے لئے ہم قرآن مجید کی ایک آیت نوٹ کرتے ہیں۔

وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ

ترجمہ: "اور جب آپؐ کے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں تو آپؐ فرما دو تم پر سلام ہو۔"

(6۔الانعام، آیت: 54)

ایک بات یہ بھی بتائی گئی ہے کہ کلام اچھا کرو، بات چیت اچھی اور سلیقہ مندی سے کی جائے اس کی پوری پابندی موجودہ دور میں ہو نہیں پاتی لیکن اس کی کوشش کرنی چاہئے کہ کلام اور بات چیت میں پاکیزگی اور سلیقہ مندی ہو۔

آخری بات اس حدیث میں جنت کا دروازہ کھولنے والی یہ بتائی گئی ہے کہ رات میں جب لوگ سو رہے ہوں تو نماز کے لئے کھڑے ہو، قرآن مجید میں بھی جنت والوں کی یہ صفت بیان کی گئی ہے۔

كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ﴿17﴾ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿18﴾

وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿19﴾

(51۔الذاریات، آیت: 17,18,19)

ترجمہ: ”رات میں بہت کم سوتے تھے رات کی آخری گھڑیوں میں استغفار کیا کرتے تھے اور اپنے مالوں میں مانگنے والے اور نہ مانگنے والوں کا حق سمجھ کر دیتے تھے۔“

یہ صفات قرآن مجید میں جنت والوں کی بیان کی گئی ہیں۔ رات میں کم سونا رات کے پچھلے حصہ میں توبہ استغفار کرنا اور اپنے مال میں سے سوالی اور بے سوالی کو جو کچھ دے سکے دیتے رہنا۔

(126) پانچ اہم باتیں

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ تَبَسُّمُکَ فِیْ وَجْہِ اَخِیْکَ لَکَ صَدَقَۃٌ وَ اَمْرُکَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَھْیُکَ عَنِ الْمُنْکَرِ صَدَقَۃٌ وَاِرْشَادُکَ الرَّجُلَ فِیْ اَرْضِ الضَّلَالِ وَ بَصَرُکَ لِلرَّجُلِ الرَّدِیِّ الْبَصَرِ لَکَ صَدَقَۃٌ وَ اِمَاطَتُکَ الْحَجَرَ وَ الشَّوْکَ وَالْعَظْمَ عَنِ الطَّرِیْقِ لَکَ صَدَقَۃٌ وَ اِفْرَاغُکَ مِنْ دَلْوِکَ فِیْ دَلْوِ اَخِیْکَ لَکَ صَدَقَۃٌ۔

(ترمذی، اَبْوَابُ الْبِرِّ وَ الصِّلَۃِ، بَابُ مَاجَآءَ فِیْ صَنَآئِعِ الْمَعْرُوْفِ)

ترجمہ: ”حضرت ابوذرؓ ارشاد رسولؐ نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ اپنے مسلم بھائی سے ملاقات کے وقت مسکرانا صدقہ ہے۔ نیکی کا حکم کرنا برائی سے روکنا بھی صدقہ ہے۔ اسی طرح راہ بھولے آدمی کو راستہ دکھانا صدقہ ہے۔ کم نظر آنے والے آدمی کو راستہ بتھا دینا تمہارے لئے صدقہ ہے اور راستے سے پتھر کانٹا اور ہڈی کا ہٹا دینا بھی صدقہ ہے، اور پانی ڈال دینا اپنی ڈول سے اپنے بھائی کے ڈول میں یہ بھی صدقہ ہے۔“

تعلیم نبویؐ کے ذریعہ پانچ اہم باتیں ہم کو معلوم ہو رہی ہیں ایک تو یہ کہ تمام انسان ایک ماں باپ یعنی

آدمؑ وحوا کی اولاد ہونے کے ناطے بھائی بھائی ہیں۔لہٰذا جب بھی کوئی انسان کسی انسان یعنی اپنے بھائی سے ملے تو ہنستا مسکراتا ہوا ملے۔دنیا کی یہ مسکراہٹ اور ہنسی آخرت میں بھی پہنچے گی اور اسے اس کا اجر بدلہ ملے گا،قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿38﴾ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿39﴾

ترجمہ: ''بہت سے چہرے اس دن چمک رہے ہوں گے بشارت پا کر مسکراتے ہوں گے۔''

(80۔عبس، آیت: 38,39)

یہ جنت والوں کی صفت بیان کی گئی ہے۔اس سب سے معلوم ہوا کہ مومن کسی سے ملاقات کرے تو ہنستا مسکراتا اور اچھے چہرہ سے ملاقات کرے ایسا نہ ہو کہ ڈراؤنا چہرہ،غصہ میں ملے تو ایسا لگے کہ کسی کو پھاڑ کھائیں گے اگر ایسی کسی کی عادت بنی ہو تو اس کو توڑنے کی کوشش کرنا چاہیے۔

ایمان والوں کے صاف ستھرے معاشرہ کے قیام کے لئے یہ بھی ضروری بتایا گیا ہے کہ بھلائی کا حکم کرتے رہیں اور برائی سے لوگوں کو روکا جائے اس میں اگر ذرا سی سستی اور ڈھیل ہوئی تو پہلے تو آدمی اپنی اولاد کو ہی خراب کرے گا،اولاد نماز نہیں پڑھ رہی ہے کچھ نہیں کہہ رہا ہے،لہو لعب،کھیل تماشہ میں حد سے زیادہ پڑے ہوئے ہیں اس پر بھی کوئی روک ٹوک نہیں کر رہا ہے۔بعض والدین ایسے ہوتے ہیں کہ اولاد کو روک ٹوک کرنا شاید اولاد سے محبت کے خلاف سمجھتے ہیں۔اس طرح آگے چل کر اولاد بگڑ جاتی ہے،سدھرے گا تو اس کا نصیب ہے اور بگڑے گا تو اس کا نصیب ہے۔لیکن والدین کے لئے غور کا مقام یہ ہے کہ اولاد کے بگڑنے میں ہم کیوں حصہ دار بنیں۔ ہمارا انہیں روک ٹوک نہ کرنا انکے بگڑنے میں حصہ دار بننے کے جیسا ہی ہے۔بعض اولاد روک ٹوک کے باوجود بھی بگڑ جاتی ہے لیکن والدین اس صورت میں اپنی ذمہ داری نبھا چکے ہیں۔مثال کے طور پر نمازہی کے لئے آدمی اپنی اولاد کو کہتا بولتا رہے

اور فجر کے وقت نیند سے اٹھاتا رہے۔ کہتے سنتے ایک عادت بن جاتی ہے۔ اولاد کو کوئی بری عادت لگ گئی ہو اس سے منع کرے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے اس دائرہ کو اور بڑھائے، بیوی بچوں سے وسیع کر کے اس دائرہ کو خاندان اور رشتہ داروں تک لے جائے پاس پڑوس والوں ملنے جلنے والوں سے بھی کہے سنے پھر جیسی جس کی حیثیت اور پہنچ ہو دائرہ کو وسیع کر کے عام انسانوں کو برائی سے روکتا رہے اور بھلائی کا حکم دیتا رہے۔

صاف ستھرا اور پاکیزہ معاشرہ وجود میں لانے کے لیے اس حدیث میں اور بھی باتیں ارشاد فرمائی ہیں، جیسے کہ راہ بھولے آدمی کو راستہ بتا دینا، کبھی کبھی راستہ چلتے چلتے لوگ کہیں سے کہیں پہنچ جاتے ہیں جس دور میں رسول اللہؐ نے راستہ بھولے کو راہ بتانے کی بات فرمائی تھی اس دور میں راستہ معلوم کرنا اتنا آسان نہیں تھا جتنا کہ ہمارے دور میں ہے تاہم آج بھی اسکی ضرورت ہے۔ بعض آدمی ایسے نکمے اور ست ہوتے ہیں کہ ان سے راستہ معلوم کرو تو آنکھیں پھاڑ کر دیکھتے ہیں اور کچھ جواب ہی نہیں دیتے یہ عادت ٹھیک نہیں ہے کہ راستہ پوچھنے والے کو راستہ نہ بتائے، بلکہ اگر معلوم نہ ہو تو نرمی سے کہدے مجھے معلوم نہیں ہے، سوچنا چاہئے کہ جس امت کو اللہ نے دنیا میں لوگوں کو راہ بتانے لئے بھیجا ہے وہ امت راہ نہ بتائے تو بھلا کون بتائے گا؟

اللہ کے رسولؐ یہ بھی حکم فرمایا ہے کہ جو آدمی آنکھ کی روشنی سے محروم ہو اس کو صحیح راستہ پر سہارا دے کر چلا دینا بھی ہمارے لئے ثواب اور اجر آخرت کا ذریعہ ہے۔ بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ اندھوں سے مذاق بازی کے ارادہ سے غلط سلط راستہ بتا دیتے ہیں اور وہ بیچارے تکلیف میں پڑتے ہیں تو یہ ان کی ٹھٹھا کرتے ہیں، مسلم محلوں میں بعض بچوں کو ایسی حرکتیں کرتے دیکھا گیا ہے، ماں باپ پر لازم ہے کہ اپنی اولاد کو اس قسم کی باتوں سے روکیں۔

پتھر، کانٹا، ہڈی، لکڑی یا کوئی بھی تکلیف پہنچانے والی چیز ہو جیسے کیلے کا چھلکا ان سب کا راستہ سے ہٹانا ثواب کا کام ہے اور اللہ کے حضور حاضری کے وقت انسان کو ان سب کا بدلہ اور اجر دیا جائے گا۔ حدیث شریف کی ان سب تعلیمات پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے انسانوں کو معاشرہ میں زندگی گذارنے کے لئے جو تعلیمات فرمائی ہیں اگر اس کا ایک حصہ بھی عام ہو جائے تو ہر شخص کے لئے جینا آسان ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق دے۔

(127) منہ پر ہاتھ رکھیں

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اِذَاتَثَاوَبَ اَحَدُکُمْ فَلْیُمْسِکْ بِیَدِہٖ عَلٰی فَمِہٖ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ یَدْخُلُ۔

(مُسْلِمْ شَرِیْف، کِتَابُ الزُّھْدِ، بَابُ تَشْمِیْتِ الْعَاطِسِ وَکَرَاھَۃِ التَّثَاؤُبِ)

ترجمہ: ''ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو جماہی آئے تو اپنا ہاتھ اپنے منہ پر رکھ لے اس لئے کہ شیطان (مکھی یا کیڑا وغیرہ) اندر گھس جاتا ہے۔''

زندگی کے ہر موڑ اور ہر چھوٹے بڑے موقع پر خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰؐ کی تعلیم امت کو مل جاتی ہے، اس حدیث شریف پر غور کریں کہ کسی شخص کو جماہی آئے تو فرمایا گیا ہے کہ وہ اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لے، آدمی کو جب جماہی آتی ہے تو وہ بڑا بے ڈھب اور بے ڈھنگا معلوم ہوتا ہے چاہے وہ کسی مجلس میں بیٹھا ہو یا کسی سے بات چیت کر رہا ہو اس کا چہرہ جماہی کے وقت ایسا اُلٹا ہو جاتا ہے کہ دیکھنے میں ڈراؤنا معلوم ہوتا ہے، ایسے موقع پر حضورؐ نے یہ تعلیم دی کہ منہ پر ہاتھ رکھ لیا جائے کیونکہ جماہی کے وقت منہ کے کھلنے کی وجہ سے منہ میں کیڑے مکوڑے یا اور کوئی نقصان دہ چیز داخل ہو سکتی ہے یا کوئی بھی شیطانی حرکت ہو سکتی ہے۔

(128) برے لوگ اور بری خصلتیں

عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ الْخَثْعَمِيَّةِ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقُوْلُ بِئْسَ 1 الْعَبْدُ عَبْدٌ تَخَيَّلَ وَاخْتَالَ وَ نَسِيَ الْكَبِيْرَ الْمُتَعَالَ وَ بِئْسَ 2 الْعَبْدُ عَبْدٌ تَجَبَّرَ وَاعْتَدٰى وَنَسِيَ الْجَبَّارَ الْاَعْلٰى بِئْسَ 3 الْعَبْدُ عَبْدٌ سَهٰى وَ لَهٰى وَ نَسِيَ الْمَقَابِرَ وَالْبِلٰى بِئْسَ 4 الْعَبْدُ عَبْدٌ عَتَا وَ طَغٰى وَنَسِيَ الْمُبْتَدَاءَ وَ الْمُنْتَهٰى بِئْسَ 5 الْعَبْدُ عَبْدٌ يَخْتِلُ الدُّنْيَا بِالدِّيْنِ بِئْسَ 6 الْعَبْدُ عَبْدٌ يَخْتِلُ الدِّيْنَ بِالشُّبُهَاتِ بِئْسَ 7 الْعَبْدُ عَبْدٌ طَمَعٌ يَقُوْدُهٗ بِئْسَ 8 الْعَبْدُ عَبْدٌ هَوًى يُضِلُّهٗ بِئْسَ 9 الْعَبْدُ عَبْدٌ رَغَبٌ يُذِلُّهٗ۔ (ترمذی شریف: اَبْوَابُ صِفَةِ الْقِيٰمَةِ)

ترجمہ: ''حضرت اسماء بنت عمیسؓ سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا (1) وہ بہت خراب آدمی ہے جو خیالی باتوں میں مگن رہتا ہے اور اکڑ بتا تا رہتا ہے اور بھول گیا اللہ بزرگ و برتر کو۔ (2) اور برا وہ بندہ بھی جس نے تکبر کیا اور ظلم و زیادتی کی اور بھول گیا اللہ تعالیٰ کو جو ہر طرح کی طاقت والا اور بلند و اعلیٰ ہے، (3) وہ انسان بھی بڑا برا ہے جو کھیل تماشہ میں لگ کر قبر کے انجام کو اور ہڈیوں کے گل سڑ جانے کو بھول گیا، (4) برا وہ آدمی جو اللہ کی حدوں کو پھاند گیا اور سرکشی کی اپنی پیدائش اور موت کو بھی بھلا بیٹھا۔ (5) وہ شخص بھی برا ہے جو دین کے ذریعہ دنیا حاصل کرے، (6) وہ بھی برا ہے جو شبہات کی وجہ سے دین میں نقصان پیدا کرے، (7) جس کو لالچ کھینچے کھینچے پھرے وہ بھی برا ہے 8، وہ بندہ بھی برا جسے نفس کی خواہشات گمراہ کریں، (9) وہ بھی برا ہے جس کو اسکی حرص اور لالچ ذلیل و خوار کرے۔''

اس روایت کی راویہ قبیلہ خثعم کی ایک خاتون حضرت اسماء بنت عمیسؓ ہیں اس سے معلوم ہوا کہ اہل ایمان خواتین نے بھی قرآن وحدیث کی خدمت میں بڑا حصہ لیا ہے، ہمارے آج کے زمانہ میں خواتین کی تعلیم

کا تھوڑا بہت انتظام تو ہو ہی رہا ہے مگر اتنا نہیں ہو سکا ہے جسے اطمینان بخش انتظام کہا جا سکے، سلام ہو حضرت محمدؐ پر کہ روز اول سے آپؐ نے خواتین کو دین کی تعلیم کے دائرے میں داخل فرمایا اگر ایسا نہ ہوتا تو حضرت اسماءؓ یہ روایت کیسے نقل کرتیں، معلوم ہوتا ہے کہ خواتین کلام رسولؐ کو سنتی بھی تھیں، مسجد نبوی میں آتی جاتی تھیں۔ احادیث سن کر کے حفظ بھی کرتی ہوں گی جبھی تو احادیث کے ذخیرہ میں خواتین صحابہ سے روایت نقل کی گئی ہے۔ آج کی ہماری بہنوں کو بھی چاہئے کہ قرآن وحدیث کی عبارت اوران کے ترجمہ ومطلب کی طرف متوجہ ہوں۔

اس حدیث رسول میں خراب اور برے آدمی کی عادتوں کی ایک پوری لسٹ اورفہرست دے دی گئی ہے، چنانچہ فرمایا جو آدمی خیالی باتوں میں لگا رہا، گھمنڈ اور اکڑ بتایا اللہ کو یعنی اپنے پیدا کرنے والے کو بھول گیا، ظلم زیادتی کی کھیل تماشہ میں لگ کر قبر اور آخرت کے انجام کو بھول گیا، شریعت کے احکام کو توڑا، کس طرح پیدا ہوا اور مر کر کہاں جانا ہے اس کا کوئی خیال نہیں رکھا یہ سب بہت ہی برے اور خراب لوگ ہیں۔

حدیث شریف میں اس آدمی کو بھی بہت ہی برا کہا گیا ہے جو دین کو دنیا حاصل کرنے کا ذریعہ بنائے یہ ہم جیسے لوگوں کے لئے جو دین کی دعوت کا کام کرتے ہوں بہت بہت سوچنے کی بات ہے کو آدمی دین کو مال ودولت کمانے کا ذریعہ نہ بنائے علماء یہود کی خصلت بتائی گئی، علماء نصاریٰ کی بھی ایسی عادت بتائی گئی ہے لیکن اس حدیث پاک میں کسی خاص طبقہ کو نہیں بلکہ ہر ایسے آدمی کو کہا گیا جو دین کو دنیا کمانے کا ذریعہ بنائے چاہے وہ کسی بھی زمانہ وقت یا طبقہ سے تعلق رکھتا ہو جس کی بھی یہ عادت ہوگی وہ اس وعید میں شامل ہے۔

دین میں شک شبہ کی باتیں کرنا بھی بری عادت ہے، مجھے یہ شبہ ہے، مجھے وہ اشکال ہے اس سے بھی ہم کو بچنے کی کوشش کرنا چاہئے۔ قرآن مجید میں ایک جگہ فرمایا ہے کہ

وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿14﴾

ترجمہ: ''پھر جو لوگ ان کے بعد کتاب کے وارث بنائے گئے وہ خود اپنی کتاب کے بارے میں ایسے شک شبہ میں پڑے جو ان کو سکھ چین سے بیٹھنے نہیں دیتا۔''

(42۔سورۃ الشوریٰ، آیت: 14)

پہلے کے لوگ اللہ کی کتابوں میں شبہات، اشکال، اعتراض و جواب خوب نکالتے رہے اور بعد کے لوگوں تک جب ان کی یہ سب باتیں پہنچی تو وہ اور زیادہ شکوک و شبہات میں پڑ کر گمراہ ہوئے اور دین کے بارے میں اس درجہ شک شبہ میں پڑ گئے کہ انھیں کسی کروٹ چین نہیں رہا۔ لہٰذا شک شبہ کی بات کرنے سے ہم بھی بچیں اور لوگوں کو بھی بچائیں اگر کسی کو کوئی شبہ یا شک ہو ہی جائے تو کسی عالم ربانی کی خدمت میں جا کر اس کی اصلاح کر لیں اور اس کا چرچا کرتے نہ پھریں اس سے دین کے کام کو نقصان پہنچے گا۔

اس آدمی کو بھی بہت برا بتایا گیا ہے جس کو دنیا کی لالچ لگ گئی ہو بالکل کتے کی طرح دنیا کے پیچھے پڑ جاتا ہے اور اپنے آپ کو دنیا کے پیچھے گھسیٹتا پھرے یہ بہت بری بات ہے، نفس کی خواہش اور آرزو کی زیادتی بھی انسان کو گمراہ کرتی ہے ہر وقت دنیا کے لقمے کے لئے منہ لٹکائے ہوئے ہے اور ہر ہر چیز میں منہ ڈالتا پھرتا ہے اس کی خواہشات اور چاہتیں کبھی ختم ہی نہیں ہوتیں ایسی حرص اور لالچ بھی اس چیزوں میں سے ہے جو انسان کو ذلیل و خوار کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب خصلتوں سے سب اہل ایمان کو محفوظ رکھے۔ آمین۔

(129) غصہ پینے اور زبان کی حفاظت کرنے کا بہترین بدلہ

رُوِیَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ مَنْ دَفَعَ غَضَبَہٗ دَفَعَ اللّٰہُ عَنْہُ عَذَابَہٗ وَمَنْ حَفِظَ لِسَانَہٗ سَتَرَ اللّٰہُ عَوْرَتَہٗ ۔ (طبرانی، ترغیب وترھیب،ص 449 ج 3)

ترجمہ: "حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ جس نے اپنے غصہ کو پی لیا اللہ نے اس سے عذاب کو ہٹالیا اور جس نے اپنی زبان کی حفاظت کی اللہ اسکے عیب کی پردہ پوشی فرمائے گا۔"

ہمارے اس دور میں اس حدیث شریف پر عمل کرنا قدرے مشکل ہے لیکن تعلیم رسولؐ کے تحت امت کے سبھی لوگوں کو اس پر عمل کرنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہئے، جن دونوں باتوں کی طرف حدیث میں توجہ دلائی گئی ہے ان میں سے ایک ہے غصہ کو پی جانا اور دوسری ہے اپنی زبان کی حفاظت کرنا، ان میں سے پہلی بات پر عمل کرنے والا اللہ تعالٰی کے عذاب سے محفوظ ہو جائے گا اور زبان کی حفاظت کرنا اپنے نقائص اور عیبوں کی پردہ پوشی کا سبب اور ذریعہ بنے گا۔

(130) حفاظت کی چادر

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ مَنْ کُنَّ فِیْہِ اٰوَاہُ اللّٰہُ فِیْ کَنَفِہٖ وَسَتَرَ عَلَیْہِ بِرَحْمَتِہٖ وَاَدْخَلَہٗ فِیْ مَحَبَّتِہٖ مَنْ اِذَآ اُعْطِیَ شَکَرَ وَاِذَا قَدَرَ غَفَرَوَاِذَا غَضِبَ فَتَرَ۔ (حاکم۔ ترغیب و ترھیب ص 449 ج 3)

ترجمہ: "حضرت ابن عباسؓ ارشاد رسولؐ نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جس شخص کے اندر یہ تین باتیں ہوں گی اللہ اس پر اپنی حفاظت کی چادر ڈال دے گا اور اس کو اپنی رحمت کے آغوش میں لے لے گا اور اس سے محبت فرمائے گا۔ (1) وہ شخص جس پر اللہ نعمت کی بارش کرے تو وہ شکر ادا کرے۔

(2) جب وہ بدلہ لینے پر قادر ہو تو معاف کردے۔ (3) جب غصہ آئے تو پی لے۔"

اس حدیث شریف میں انسانی زندگی کو اعلیٰ اصولوں پر قائم کرنے کے لئے بہت ہی بابرکت تعلیم نبوی ہے اس میں تین باتیں فرمائی گئیں۔ ایک یہ کہ جو کچھ نعمت انسان کو ملے چاہے وہ چھوٹی ہو یا بڑی اس پر اللہ کا شکر ادا کرے ایسا نہ ہو کہ اپنے آپ کو اس نعمت کا حقدار اور مستحق جانے کہ مجھے تو یہ نعمت ملنا چاہئے تھی بلکہ وَمَا بِكُم مِّن نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللَّهِ (جو کچھ بھی نعمتیں تم کو دی گئی ہیں سب کی سب اللہ کے عطا کرنے سے ملی ہیں) کے تحت نعمتوں کے ملنے پر اللہ کا شکر ادا کیا جائے اور احسان مانا جائے، اس نعمت کی قدر بھی کرنی چاہئے۔

کوئی آدمی کمزور ہو اور اپنے دشمن سے بدلہ نہ لے سکے تو کوئی کمال کی بات نہیں ہے لیکن جو شخص بدلہ لینے پر قدرت رکھتا ہو پھر بھی اپنے مخالف اور دشمن کو معاف کردے تو ایسا شخص بھی اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور پناہ میں رہے گا۔

تیسری چیز جو حدیث پاک میں بتائی گئی ہے وہ یہ کہ جب کسی کو غصہ آئے تو اس کو پی جائے، اگر کوئی شخص ان تین کاموں کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو وہ اللہ کی حفاظت کی چادر میں ہوگا اور یہ اعمال ہمارے گناہوں اور بداعمالیوں کی پردہ پوشی کا ذریعہ ثابت ہوں گے۔

(131) جسے من پسند حور چاہئے

عَنْ مُعَاذِبْنِ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَظَمَ غَيْظًا وَهُوَ قَادِرٌ عَلٰى اَنْ

يُنفِذَهٗ دَعَاهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَلٰى رُؤُوْسِ الْخَلَائِقِ حَتّٰى يُخَيِّرَهٗ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ مَاشَاءَ۔

(ابوداؤد، ترندی، ترغیب وترہیب ص 449)

ترجمہ: ''حضرت معاذ بن انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ جو شخص غصہ کسی پر اتارنے پر قدرت رکھنے کے باوجود غصہ کو پی جائے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو سب کے سامنے بلائے گا اور اسے اختیار دے گا کہ بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں میں سے جس کو چاہے اپنے لئے پسند کرلے۔''

جس آدمی کو غصہ آئے اور وہ اپنا غصہ اتارنے پر قدرت بھی رکھتا ہو پھر بھی غصہ کو پی جائے تو قیامت کے دن کے لئے اس کو بشارت دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کے بڑے اجتماع میں اس کو طلب فرمائے گا پھر اسے یہ اختیار دے گا کہ بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں میں سے جس کو چاہے اپنے لئے پسند کر کے لے جائے۔

(132) قتل مومن حرام ہے

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْ خُطْبَتِهٖ فِيْ حَجَّةِ الْوِدَاعِ اِنَّ دِمَاءَ كُمْ وَاَمْوَالَكُمْ وَاَعْرَاضَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِيْ شَهْرِ كُمْ هٰذَا فِيْ بَلَدِ كُمْ هٰذَا۔ (مُسْلِم، كِتَابُ الْحَجِّ، بَابُ حَجَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)

ترجمہ: ''حضرت جابر بن عبداللہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ بیشک لوگوں کے خون اور مال اور عزتوں کا ادب واحترام کرنا تم پر ویسا ہی ضروری ہے جیسا کہ آج کے دن (عرفہ کے دن) کی عزت کرنا اور حج کے مہینوں کا احترام کرنا اور شہر مکہ مکرمہ کا ادب کرنا ضروری ہے۔''

ارشادِ نبویؐ میں اخلاقی اور معاشرتی تعلیم کا ایسا اچھوتا اسلوب ہے جو پیغمبر کے سوا کسی اور کے بس کا نہیں ہو سکتا۔ حجتہ الوداع یعنی آخری الوداعی حج جس میں بیشمار صحابہ کرامؓ شریک تھے، ایسے مبارک موقع پر اللہ کے رسولؐ نے انسانوں کے نام اللہ کا پیغام نشر فرمایا اس کا ایک چھوٹا سا حصہ یہاں نقل کیا گیا ہے اس میں سارے انسانوں کو یہ نصیحت ہے کہ تمہارے خون اور تمہارے مال اور تمہاری عزت و ناموس کی حفاظت کرنا ایک دوسرے پر لازم ہے، خون خرابہ کرنا، لوگوں کے مال پر ہاتھ ڈالنا، لوگوں کی عزت اور ناموس سے کھلواڑ کرنا اور ان کی بے آبروئی کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے اور ان چیزوں کی حرمت کو ایسے قائم فرمایا جیسے کہ مکہ مکرمہ کی حرمت اور ذی الحجہ کے مہینہ نیز عرفہ کے دن کی حرمت و عزت ہے، حرام اور حرمت کے جو دو لفظ ہیں ان کے معنی سمجھنا چاہئے۔ حرام کے تو صاف معنی ہیں کہ یہ چیز منع ہے، ایسا نہ کرو اور حرمت کا لفظ جب استعمال ہوتا ہے تو اس میں ادب کا پہلو ہوتا ہے مثلاً عرفہ کا دن ہے اس کی حرمت کو قائم کیا جائے اور کوئی ایسا کام نہ کیا جائے جس سے اس دن کی حرمت اور عزت داغدار ہو۔

دنیا میں ہم جس دور سے گذر رہے ہیں اس میں جتنا خون خرابہ ہو رہا ہے وہ شاید تاریخ میں کبھی نہیں ہوا ہو، خود مسلمانوں کو بھی سوچنا چاہئے کہ نبی کریمؐ کی یہ تعلیم ہوتے ہوئے آپؐ کی امت کو کیا ہو گیا ہے کہ آپس میں جنگ و جدال اور مارا ماری میں جتنا خون مسلمان خود مسلمان کا بہاتا ہے شاید مشرک اور کافر لوگ مسلمان کا خون اتنا نہیں بہاتے ہوں گے۔ 1998ء کے دور سے ہم گذر رہے ہیں، ایران، عراق جنگ، عراق اور کویت کی جھڑپ، افغانستان میں طالبان اور دوسری ٹولیوں کے درمیان جنگ و قتال، پاکستان میں شیعہ سنی اور دوسرے مسلم طبقوں کے بیچ لڑائی اور مار کاٹ کے واقعات، کشمیر میں جہاد و قتال کے نام سے بم باری اور مارا ماری اغوا قتل وغیرہ کے جو حادثات ہو رہے ہیں اس میں کہیں بھی مومن اور مشرک و کافر کے درمیان دعوت ایمانی کے تحت قتال وغیرہ کا ہونا ہم کو نظر نہیں آتا اور یہ سب فی سبیل

اللہ جہاد کی کوشش نہ ہوتے ہوئے فی سبیل اللہ فساد کی کوشش ہیں۔

اہل ایمان اور اسلامی جماعتوں کو کیا ہو گیا ہے؟ کیا وہ اپنا محاسبہ نہیں کرتے ہمیں کسی بھی مومن کا تو کیا بلکہ عام انسانوں کا قتل کرنا ان کے مال کو تباہ و برباد کرنا ان کو بے عزت اور بے آبرو کرنا حرام ہے اور اس پر ہمارا عمل نہیں ہے تو ہم اللہ تعالیٰ کی حد بندیوں اور احکام کی حفاظت کرنے والے نہیں ہو سکیں گے۔

(133) عذاب قبر کے اسباب

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی قَبْرَیْنِ فَقَالَ اَمَا اِنَّھُمَا یُعَذَّبَانِ فِیْ کَبِیْرٍ اَمَّا اَحَدُھُمَا فَکَانَ یَمْشِیْ بِالنَّمِیْمَۃِ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَکَانَ لَایَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِہٖ۔

(مسلم شریف کتاب الطھارۃ، باب الدلیل علی نجاسۃ البول ووجوب الاستبراء منہ)

ترجمہ: ''حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ آپؐ کا گذر دو ایسی قبروں کے پاس سے ہوا جن میں مردوں پر عذاب ہو رہا تھا آپؐ نے فرمایا کہ ان کو عذاب ہو رہا ہے مگر کسی بڑے گناہ کی وجہ سے نہیں ہاں مگر کیوں نہیں حقیقت کے اعتبار سے وہ بڑے ہی گناہ ہیں۔ ان میں سے ایک ہمیشہ غیبت کیا کرتا تھا اور دوسرا پیشاب کے چھینٹے سے پرہیز نہیں کرتا تھا۔''

اس حدیث پاک میں رسول اللہؐ نے دو گناہوں کی وجہ سے قبر میں عذاب ہونے کی خبر دی ہے، ان میں سے ایک ہے غیبت کرنا۔ پیٹھ پیچھے ایک دوسرے کی برائی کرنے میں جو خرابیاں اور فسادات ہیں اس سے لگ بھگ سبھی لوگ واقف ہیں لیکن (چغل خوری) غیبت سے بچنا مشکل ہوتا ہے لیکن جب یہ عذاب قبر کا ذریعہ ہے تو اس سے بچنے کی طرف دھیان دینا بہت ضروری ہے۔

اس حدیث شریف میں ایک دوسرے مردے پر قبر میں عذاب ہونے کا بھی بیان آیا ہے، یہ شخص پیشاب کے چھینٹوں سے پرہیز نہیں کرتا تھا، اہل ایمان کے لئے یہ بہت سوچنے کی بات ہے کہ اسلامی عبادات میں بنیاد طہارت اور پاکیزگی ہے، سارا دین پاکی اور طہارت کے اوپر کھڑا ہے۔ البتہ مشرکین کے جو مذاہب ہیں تو ان کے یہاں پاکی ناپاکی کا کوئی سوال ہی نہیں ہے، جو مشرکین پیشاب پیتے ہوں یا پیشاب و پاخانہ کو بندگی میں استعمال کیا ہو بھلا وہ کیا پاکی اور ناپاکی سے واقف ہو سکتے ہیں؟ لیکن ایمان والوں کو برابر پاکی اور طہارت کا خیال رکھنا چاہئے الحمدللہ اہل ایمان میں جو نمازی طبقہ ہے وہ اپنے بدن اور کپڑوں کی طہارت اور پاکی کا پورا خیال رکھتا ہے اور پیشاب کرنے کے بعد پیشاب کی جگہ کو پانی سے دھولیتا ہے یا سکھانے کی چیز مٹی کے ڈھیلے وغیرہ سے سکھا لیتا ہے لیکن جو بے نمازی مسلمان ہیں ان کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے، کھڑے کھڑے پتلون کھولی پیشاب کیا چلتے بنے اور کپڑے پیشاب کے چھینٹوں اور قطروں سے سنے ہوئے ہیں، ایسے لوگوں کو غور کرنا چاہئے کہ ان کا طریقہ قبر میں ان پر عذاب ہونے کا ذریعہ اور سبب بنے گا۔ لہٰذا اس حرکت سے بچتے رہیں اور طہارت و پاکیزگی کو اپنی عادت بنائیں۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

(1) اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ

ترجمہ: ''بیشک اللہ محبت فرماتا ہے توبہ کرنے والوں سے اور خوب پاک صاف لوگوں سے۔''

(2۔البقرہ، آیت: 222)

(2) وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ

ترجمہ: ''اور اللہ ان لوگوں سے محبت فرماتا ہے جو پاک صاف ہوں۔''

(9۔التوبہ، آیت: 108)

ان آیات مبارکہ اور حدیث شریف کی تعلیمات کے مطابق ہر مومن کو طہارت و پاکیزگی کا پورا خیال رکھنا

چاہئے اور پیشاب وغیرہ اور دوسری نجس وناپاک چیزوں سے مکمل طور پر بچنا چاہئے۔

(134) غیبت کیا ہے؟

عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا الْغِيْبَةُ قَالُوْا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ ذِكْرُكَ اَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ قِيْلَ اَفَرَاَيْتَ اِنْ كَانَ فِیْ اَخِیْ مَا اَقُوْلُ قَالَ اِنْ كَانَ فِيْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدِ اغْتَبْتَهٗ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ فِيْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدْ بَهَتَّهٗ۔

(مشکوٰۃ: بَابُ حِفْظِ اللِّسَانِ وَالْغِيْبَةِ وَالشَّتْمِ)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہؓ مروی ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا کہ کیا تم لوگ جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے صحابہؓ نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ جانتے ہیں آپؐ نے فرمایا اپنے بھائی کی برائی کرنا جسے وہ سنے تو اسے تکلیف ہو کسی نے دریافت کیا۔ اگر وہ برائی اس میں واقعی موجود ہو تب بھی، آپؐ نے فرمایا یہی تو غیبت ہے۔ اگر وہ برائی اس میں نہ ہو تو یہ بہتان ہے۔''

اس حدیث شریف میں رسول اللہؐ نے صحابہ کرامؓ سے سوال فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ غیبت کیا ہے؟ پھر خود ہی رسول اللہؐ نے غیبت کی یہ حقیقت بیان فرمائی کی کسی شخص کے پیٹھ پیچھے اس کی ایسی باتوں کا بیان کرنا جسے وہ سنے تو اس کو برا لگے۔ اس پر کسی صحابی نے پوچھ لیا اگر وہ برائی اس آدمی میں موجود ہو تب بھی یہ غیبت ہوگی؟ آپؐ نے فرمایا یہی تو غیبت کیا ہے؟ پھر یہ بہتان ہوگا۔

یہ سب اتنی سادہ اور آسان بات ہے کہ ہر شخص غیبت کیا ہے؟ اور بہتان کیا ہے؟ یہ جان سکتا ہے کسی شخص میں پائی جانے والی برائی کو اس کے پیٹھ پیچھے بیان کرنا غیبت ہے تو جو برائی اس میں نہ پائی جاتی ہو وہ اس کا نام لے کر یا اس کی طرف نسبت کر کے بیان کرنا اور بھی زیادہ گناہ کی بات ہے جسے حدیث میں

بہتان کہا گیا ہے۔ بہتان ان کبائر اور بڑے بڑے گناہوں میں سے ہے کہ بیعت کے وقت جن گناہوں سے توبہ کرائی جاتی ہے ان کی لسٹ میں بہتان کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰ أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿12﴾

ترجمہ: ''اے نبیؐ! جب آپؐ کے پاس ایمان والی خواتین اس بات پر بیعت کرنے کو حاضر ہوں کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں گی اور چوری نہ کریں گی اور بدکاری نہیں کریں گی اور اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی اور اپنے ہاتھ پاؤں کے درمیان کوئی بہتان کھڑا کر کے نہ لائیں گی اور کسی بھلے کام میں آپؐ کی نافرمانی نہیں کریں گی تو ان کی بیعت قبول کرلو اور ان کے لئے اللہ سے مغفرت کی درخواست کرو بیشک اللہ مغفرت فرمانے والا رحیم ہے۔''

(60۔ الممتحنہ، آیت: 12)

معلوم ہوا کہ بہتان، شرک کی کیٹیگری سے لگتا ہوا گناہ ہے، اور بہتان سے ویسے ہی بچنے کی کوشش کی جائے جیسا کہ شرک سے بچنے کے لئے کی جاتی ہے، اگر کسی نے یہ سوال کیا کہ بھائی جب اس کے اندر یہ برائی پائی جاتی ہے تو پھر پیٹھ پیچھے بیان کرنے میں کیا حرج ہے؟ جواباً عاجز یہ عرض کرتا ہے کہ اس سے وہ مجرم اور زیادہ ڈھیٹ اور کٹر ہو جائے گا اس برائی اور گناہ میں، اس لئے بہتر یہ ہے کہ کسی میں کوئی برائی یا عیب نظر آئے تو اس سے تنہائی اور اکیلے میں مل کر بات کر کے اسے اس برائی اور گناہ سے روکنے کی کوشش کرے۔ اگر وہ سدھرتا ہے تو ٹھیک ہے اور اگر نہیں سدھرتا ہے تو ہم کوئی اس پر چوکیدار بنائے نہیں

گئے ہیں، اور کسی کی برائی بیان کرنے یا ظاہر کرنے میں آدمی ہر وقت اصلاح اور سدھار کا خیال رکھے دشمنی نکالنے، بدلہ وانتقام لینے کے جذبہ سے ہرگز نہ بیان کرے۔

(135) نیک عورت

عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اَرْبَعٌ مِّنَ السَّعَادَۃِ۔ اَلْمَرْاَۃُ الصَّالِحَۃُ وَالْمَسْکَنُ الْوَسِیْعُ۔ وَالْجَارُ الصَّالِحُ وَالْمَرْکَبُ الْھَنِیْئُ ۔ وَاَرْبَعٌ مِّنَ الشَّقَاءِ اَلْجَارُ السَّوْءُ۔ اَلْمَرْاَۃُ السَّوْءُ وَالْمَرْکَبُ السَّوْءُ۔ وَالْمَسْکَنُ الضَّیِّقُ۔

(رواہ ابن حبان فی صحیحہ، صفحہ 362 جلد 3)

ترجمہ: "حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ چار چیزیں نیک بختی کی علامت ہیں۔(۱) وفادار نیک بیوی (۲) رہائش میں سہولت والا مکان (۳) خیر خواہ پڑوسی (۴) ٹھیک ٹھاک سواری۔ چار چیزیں بڑی مشقت اور پریشانی میں ڈالنے والی ہیں۔(۱) بدخواہ پڑوسی۔(۲) بے وفا بیوی۔(۳) تکلیف دہ سواری (۴) بے سہولت مکان۔"

دنیا کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی بیشمار نعمتیں ہم کو ملی ہیں، ان نعمتوں میں سے چار نعمتوں کو رسول پاکؐ نے اس حدیث شریف میں ذکر فرمایا کہ وہ انسان کے لئے بڑی آسانی اور آرام وراحت کا ذریعہ ہیں۔(۱) نیک اور وفادار بیوی (۲) رہائش کے لئے سہولت والا مکان۔(۳) اچھا اور بھلا پڑوسی۔(۴) ٹھیک ٹھاک سواری۔ یہ چاروں بڑی نعمت ہیں جو اللہ کے دینے سے انسان کو ملتی ہیں جس کو اللہ نے دی ہوں وہ خیال نہیں کرتا کہ یہ کتنی بڑی نعمتیں ہیں اور شکر کی توفیق بھی بہت کم لوگوں کو ہوتی ہے۔ اس ارشاد رسولؐ میں ہم کو متوجہ کیا گیا ہے کہ اللہ نے جس کسی کو اس نعمت سے نوازا ہو وہ اللہ کا احسان مانے اور زیادہ سے زیادہ شکر ادا کرے۔

وفادار بیوی جس کو اللہ نے دی ہو اور وہ نیک بھی ہو، صالحہ بھی ہو، دکھ سکھ میں ساتھ دینے والی ہو، سلیقہ مند بھی ہو تو گویا ایسی بیوی اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔ اس طرح رہائش میں سہولت اور آسانی والا مکان جس میں ضرورت کی چیزیں بھی ہوں اس کا یہ مطلب نہیں کہ بنگلہ ہو، خوب زیب و زینت والا، قسم قسم کے فرنیچر ہوں، گاؤ تکیئے، باغ باغیچے، کیاریاں، پھلواریاں ہوں بلکہ مطلب یہ ہے کہ رہائشی ضروریات سہولت اور آسانی سے پوری ہو جاتی ہوں۔ بے پردگی اور تنگی نہ ہوتی ہو دھوپ سردی، بارش سے اچھی طرح بچاؤ ہو جاتا ہو اور آج کے زمانے میں لائٹ پنکھا اور دوسری متوسط درجہ کی چیزیں میسر ہوں تو ایسا مکان بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔

خیر خواہ اور بھلا چاہنے والا پڑوسی بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، اچھا پڑوسی ہونے سے آدمی کو رہنے سہنے میں تسلی ہوتی ہے اور اطمینان بھی رہتا ہے اور دکھ سکھ میں اچھے پڑوسی ایک دوسرے کے ساتھی اور مددگار بنتے ہیں۔ اچھے پڑوسی کا ذکر بھی قرآن مجید میں ہے اور انکے ساتھ حسن سلوک اور اچھا برتاؤ کرنے کا حکم بھی دیا گیا ہے اور ایسا پڑوسی مل جائے تو آدمی کی زندگی بڑی اچھی گذرتی ہے۔

وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ

ترجمہ: ”اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور رشتے ناتے والوں سے اور یتیموں اور محتاجوں اور قریب کے پڑوسی اور اجنبی دور کے ہمسایہ سے بھی اچھا سلوک کرو اور تھوڑی دیر کے لئے پہلو میں بیٹھنے والے اور کروٹ کے ساتھی کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرتے رہو۔“

(4۔النساء، آیت: 36)

چوتھی چیز بطور نعمت کے ذکر کی گئی ہے وہ ٹھیک ٹھاک سواری ہے۔ عمدہ ہو تکلیف دہ نہ ہو، آج کے مشینی

دور میں بھی اگر کسی کے پلے کوئی ایسی سواری پڑ جاتی ہے کہ جس میں آئے دن ریپیئرنگ اور مرمت کا کام ہو تو ایسی سواری سے بے سواری کا ہونا آدمی زیادہ پسند کرے گا، جس دور میں رسول اللہؐ نے اچھی سواری کی بات فرمائی تھی وہ تو وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۔ کے تحت اس زمانہ میں گھوڑے گدھے خچر اونٹ وغیرہ سواری میں استعمال ہوتے تھے لیکن آج الحمدللہ انسان کو ایسی ایسی سواریاں مل گئی ہیں جس کا پہلے زمانہ میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا تو ٹھیک ٹھاک سواری بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے چاہے وہ پہلے زمانہ کی سواریاں ہوں یا آج کے زمانے کی سواریاں ہوں۔ اسی لئے جب انسان سواری پر سوار ہو تو اسے درج ذیل دعا پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

ثُمَّ تَذْكُرُوا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ إِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُولُوا سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ ﴿13﴾ وَإِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا لَمُنقَلِبُونَ ﴿14﴾

ترجمہ: ''پھر اپنے رب کی نعمت یاد رکھو، جب ٹھیک سے سوار ہو جاؤ تو کہو کہ اللہ ہر عیب سے پاک ہے جس نے یہ سواری ہمارے قابوں میں کر دی ورنہ ہمارے بس کی بات نہ تھی کہ ہم اس کو اپنے قابو میں رکھ سکتے اور بیشک ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔''

(43۔الزخرف، آیت: 13,14)

آیت پر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ آدمی جس کسی بھی چھوٹی بڑی سواری پر بیٹھے تو اللہ کی حمد و تعریف بیان کرے اس کا شکر و احسان مانے اور قرآن مجید میں آئی ہوئی اس دعا کو بھی پڑھے۔

سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ ﴿13﴾ وَإِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا لَمُنقَلِبُونَ ﴿14﴾

یہ چار چیزیں خوش قسمت ہونے کی ہیں اور آرام و سہولت والی ہیں لیکن ان کے مقابلہ میں چار چیزوں کو اللہ کے رسولؐ نے بیان فرمایا ہے۔ جو مشقت اور تکلیف کا سبب ہوتی ہیں۔

(1) بدخواہ اور برا چاہنے والا پڑوسی۔ (2) بے وفا یعنی دکھ سکھ میں ساتھ نہ دینے والی بیوی۔ (3) تکلیف دہ اور جھنجھٹ میں ڈالنے والی سواری۔ (4) ایسا مکان جس میں رہائشی سہولیات نہ ہوں۔ سردی، گرمی، بارش دھوپ وغیرہ سے پورے طور پر بچاؤ نہ ہوتا ہو۔

قرآن وسنت کے علاوہ کسی اور مذہبی کتاب میں اس طرح کی باتیں میری نظر سے نہیں گذریں۔ یہ صرف رسول اللہؐ کا دعوتی اور اصلاحی کمال ہے کہ انسانی ضروریات کی جو چیزیں ہیں ان کی طرف آپؐ نے مکمل رہنمائی فرمائی اور ان کے فوائد ومنافع بتا کر انسان کے تشکر وامتنان کے جذبہ کو ابھارا ہے، بہر حال اگر کسی انسان کا واسطہ اڑنگے ڈالنے والی اور پریشان کرنے والی چیزوں سے پڑ جائے تو ان پر اللہ تعالیٰ سے سہولت اور آسانی مانگے اور صبر ودھیرج کی توفیق پانے کا طالب ہو اور اللہ کا نام لے کر جوں توں کر کے زندگی گذار دے۔

(136) اللہ کی محبت کے مستحق لوگ

عَنْ مُعَاذِبْنِ جَبَلٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى وَجَبَتْ مَحَبَّتِىْ لِلْمُتَحَابِّيْنَ فِىَّ وَ لِلْمُتَجَالِسِيْنَ فِىَّ وَ لِلْمُتَزَاوِرِيْنَ فِىَّ وَ لِلْمُتَبَاذِلِيْنَ فِىَّ ۔ (مؤطا امام مالک)

ترجمہ: ”حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت منقول ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری محبت ان لوگوں کے لئے واجب ہے جو ایک دوسرے سے صرف میرے واسطے محبت رکھتے ہیں۔ ایک دوسرے کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا بھی میرے واسطے کرتے ہیں اور میرے ہی لئے ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں اور میرے ہی واسطے ایک دوسرے پر خرچ کرنے والے ہیں۔“

حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ انسان کا کسی انسان سے ملنا جلنا، اٹھنا بیٹھنا ملاقات کرنا، محبت کرنا، اور ضروریات کے وقت ایک دوسرے پر خرچ کرنا یہ سب کام اگر اللہ کو راضی اور خوش کرنے کے لئے کئے جائیں تو یہ کام آدمی کو اللہ کا محبوب اور پیارا بندہ بنادیتے ہیں۔ یہ بھی دھیان رکھنا چاہئے کہ آدمی جب بھی کوئی اچھا اور نیک کام کرے تو صرف اللہ کو راضی کرنے کی ہی نیت سے کرے اس کے علاوہ اور کوئی نیت نہ ہونی چاہئے، اللہ کی رضا اور خوشی کے لئے کام کرنا ایمان کے مکمل ہونے کی علامت اور نشانی بھی ہے۔

(137) صدقہ جاریہ دو شرطوں کے ساتھ

عَنْ مُعَاذِبْنِ اَنَسٍؓ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ بَنٰی بُنْیَانًا فِیْ غَیْرِ ظُلْمٍ وَّلَا اِعْتِدَآءٍ اَوْ غَرَسَ غَرْسًا فِیْ غَیْرِ ظُلْمٍ وَّلَا اِعْتِدَآءٍ کَانَ لَہٗ اَجْرٌ جَارٍ یَّامَاانْتَفَعَ بِہٖ مِنْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی۔ (مسند احمد، ترغیب وترھیب، ص376، ج 3)

ترجمہ: ''حضرت معاذ بن انسؓ رسول اللہؐ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جس شخص نے بغیر کسی ظلم وغصب کے کسی جگہ کوئی گھر بنایا یا کسی ظلم وغصب کے بغیر کسی جگہ کوئی پودا لگایا تو اس کو اس کا اجر ملتا رہے گا۔ اس کے بدلے کہ اللہ کی مخلوق میں سے جو کوئی اس سے فائدہ اٹھائے گا۔''

حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ بڑے سے بڑا کام بھی اگر ظلم وزیادتی اور ناانصافی کے ساتھ کیا جائے تو وہ بھی اللہ کے یہاں مقبول نہیں ہے۔ ارشاد رسولؐ کا خلاصہ یہ ہے کہ جس کسی شخص نے لوگوں کے نفع اور فائدہ کے لئے کوئی عمارت بنائی بلا کسی ظلم وزیادتی اور غصب وخیانت کے یا کوئی درخت لگایا اور اس میں بھی کسی پر ظلم وزیادتی نہ کیا اور کسی کی زمین وغیرہ ہڑپا نہیں تو جب تک اللہ کی مخلوق اس عمارت یا درخت

سے فائدہ اٹھاتی رہے گی اس آدمی کو اس کا اجر اور بدلہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتا ہی رہے گا، یہ بات آج سے چودہ سو سال پہلے ارشاد فرمائی گئی ہے جبکہ زمینیں بغیر کسی مالکانہ حقوق کے یونہی پڑی رہتی تھیں۔ اس حدیث پاک میں انسان کی نیت کو جھنجھوڑا گیا ہے کہ کسی خالی زمین پر قبضہ کرنے کے لئے کسی پڑوسی کا حق مارنے، یا کسی عام راستہ کو بند کرنے کے لئے ثواب کی غرض سے کوئی عمارت نہیں بنا سکتے، اسی طرح کوئی درخت یا پودا لگانا یہ بھی نیک کام ہے، آج تو دنیا کی حکومتیں اس کا اہتمام کرتی ہیں کہ لوگ شجرکاری کریں اور پیڑ پودے لگائیں، غرض یہ کہ عام انسانوں کے نفع اور فائدہ کے لئے مکان وغیرہ تعمیر کرنا اور درخت پیڑ پودے لگانا ایسا نیک کام ہے جس کا بدلہ انسان کو اس کے مرنے کے بعد بھی بہت دنوں تک ملتا رہتا ہے لیکن اگر اتنے بڑے بڑے کام بھی نیت کی کھوٹ کے ساتھ کیے جائیں تو بے کار اور بے فائدہ ہیں۔ لہٰذا انسان کو چاہئے کہ کوئی بھی چھوٹا بڑا کام کرے تو اپنی نیت کو خالص کر لے۔ اور مخلوق کو نفع پہنچانے، اللہ کو راضی کرنے کی نیت سے کام کرے اور کسی کا حق مار کر نیک کام بھی اللہ کے یہاں مقبول نہیں۔

(138) اللہ کے نزدیک پسندیدہ عمل

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اَیُّ الْعَمَلِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ قَالَ الصَّلٰوۃُ عَلٰی وَقْتِھَا، قَالَ ثُمَّ اَیٌّ؟ قَالَ بِرُّالْوَالِدَیْنِ قَالَ ثُمَّ اَیٌّ؟ قَالَ الْجِھَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔

(بخاری۔ کتاب مواقیت الصلوۃ۔ باب فضل الصلوۃ لوقتھا)

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے آپؐ سے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ اللہ کو کونسا عمل سب سے زیادہ محبوب ہے، فرمایا وقت پر نماز، پھر پوچھا اس کے بعد کونسا عمل فرمایا ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، صحابیؓ نے پوچھا پھر اس کے بعد آپؐ نے فرمایا اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا۔“

حضرت ابن مسعودؓ نے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسندیدہ عمل کونسا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ ہر نماز اپنے وقت پر ادا کی جائے۔قرآن مجید میں بھی ارشاد ہے۔

إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا

ترجمہ: ''بیشک نماز تو ایمان والوں پر وقت کی پابندی کے ساتھ فرض ہے۔''

تو قرآن مجید اور حدیث شریف دونوں سے معلوم ہوا کہ نماز اپنے اپنے وقت پر ادا کی جائے۔

دوسرا عمل جو افضل اور پسندیدہ کہا گیا ہے وہ والدین کے ساتھ حسن سلوک اور اچھا برتاؤ کرنا ہے اس پر پہلے کسی حدیث شریف کے تحت ہم گفتگو کر چکے ہیں۔وہاں دیکھ لیا جائے۔اب رہا تیسرا عمل جو جہاد فی سبیل اللہ ہے اس پر ہم انشاءاللہ مفصل گفتگو کریں گے۔

الجہاد فی سبیل اللہ میں مخلوق کو فائدہ پہنچانا۔اللہ کی دعوت کو لوگوں تک پہنچانے کے لئے محنت کرنا، جدوجہد کرنا،سفر کرنا، دروازہ تک جاکر انسانوں کو اللہ کی بات بتانا اور سنانا۔اس جدوجہد میں جو قدم بھی اٹھے گا اسے اللہ کے یہاں لکھ لیا جائے گا پھر اس کا پورا پورا اجر اور بدلہ بھی دیا جائے گا۔

وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿121﴾

ترجمہ: ''اور اس مہم میں جو کچھ بھی چھوٹا بڑا خرچ انھیں کرنا پڑا اور جس میدان اور گھاٹی میں انھیں قدم رکھنے پڑے ان سب کاموں کو لکھ لیا گیا ہے تاکہ ان کے ہر اچھے عمل کا بدلہ انھیں دیا جائے۔''

(9۔سورۃ التوبہ، آیت: 121)

یہاں ایک بات سمجھ لینی چاہئے کہ ہمارے یہاں کی بعض نوجوان مسلم تنظیموں نے جہاد اور قتال دونوں کو خلط ملط کر دیا ہے جبکہ جہاد بڑا عام لفظ ہے اور اس کے معنیٰ میں بڑی وسعت ہے کسی سے اللہ کی بات کر رہے ہیں دین اسلام کے تعلق سے کوئی گفتگو کر رہے ہیں وہ بھی جہاد فی سبیل اللہ ہے، کسی کی اذیت و تکلیف پہنچانے پر صبر کرنا بھی ایک طرح کا جہاد ہے، اور قتال فی سبیل اللہ ایک دوسری چیز ہے جو اپنے وقت پر اور اس کے شرائط کے پائے جانے پر فرض ہوتی ہے یہاں یہ موقع نہیں ہے کہ فی سبیل اللہ کی فرضیت اور اس کے شرائط پر مفصل بات کی جائے اس کے لئے تو علماء کرام کی طرف رجوع کرنا بہتر ہوگا البتہ ہر مومن کو اتنی بات سمجھ لینی چاہئے کہ قتال فی سبیل اللہ کے لئے کچھ شرائط ہیں اور وہ شرطیں جب لاگو ہو جاتی ہیں اور علماء کرام مفتیان عظام دین، کی صحیح سوجھ بوجھ رکھنے والے اور قرآن و حدیث پر جن کی گہری نظر ہو وہ قتال فی سبیل اللہ کی فرضیت کا فتویٰ دیں تو یہ فرض ہوتا ہے۔ عام حالات میں جبکہ کئی قسم کے لوگ ہیں جیسے کہ ہمارا ملک ہندوستان ہے کہ یہاں دنیا کے بھی مذاہب کے ڈیرے پڑے ہیں، اب یہاں پر کس کس سے لڑنے بیٹھیں گے اور کس کس سے مارا ماری کرتے پھریں گے۔

دین کی دعوت جب مکمل طور پر عام انسانوں پر بے نقاب کر دی جائے اور اس پر محنت کرتے کرتے اس حد تک لے جائیں کہ ہجرت کا موقع آجائے اور اس شہر میں رہ نہ سکیں جہاں دعوت کا کام کر رہے ہیں پھر وہاں سے ہجرت کر جائیں، دار الایمان یا کسی اور مناسب مقام پر قیام ہو جائے پھر بھی غالی اور ظالم مشرکین چین سے رہنے نہ دیں اور برابر پیچھا کر کے دعوت کے کاموں میں اڑنگا ڈالیں تو پھر درج ذیل آیت کے تحت قتال فی سبیل اللہ کی فرضیت ہوگی۔

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ (39)
الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ ۗ

ترجمہ: ''جن لوگوں کو لڑائی کے لئے مجبور کیا گیا اور ان پر ظلم ڈھائے گئے اب اللہ کی طرف سے انھیں اجازت دی جاتی ہے کہ وہ بھی مقابلہ میں اٹھ کھڑے ہوں۔ بیشک اللہ تعالیٰ ان کی مدد پر قادر ہے، یہ کھلی اجازت ان کو دی جا رہی ہے جنہیں ناحق ان کے گھروں سے نکالا گیا۔ محض اس وجہ سے کہ وہ کہتے تھے کہ اللہ ہی ہمارا رب ہے۔''

(22۔الحج، آیت: 39,40)

آیات میں جن حالات کی طرف اشارہ ہے ان کے پیش آنے پر قتال کی اجازت بھی ملتی ہے اور اس کی فرضیت بھی ہوتی ہے لیکن عام حالات میں جبکہ پرامن طور پر دعوت کے مواقع حاصل ہوں، دینی جماعتی تنظیمیں نقل وحرکت کر سکتی ہوں، اقامت صلوٰۃ، ایتاءِ زکوٰۃ، حج وغیرہ کی ادیگی کے لئے کوئی رکاوٹ نہ ہو، دینی کتابیں لٹریچر کی اشاعت پر پابندی نہ ہو، قرآن مجید کی تفاسیر وتراجم کے عام کرنے اور احادیث مبارکہ کی تعلیمات کے پھیلانے میں کوئی بھی کسی طرح آڑے نہ آتا ہو تو اس ملک یا شہر کے عوام وخواص سے بلاوجہ ہتھیار بازی کرنا لڑائی بھڑائی اور مار اماری کرنا، خون خرابہ کرنا، قتال فی سبیل اللہ نہیں ہے بلکہ فساد فی الارض کے کھاتہ میں جائے گا اسے ہر کوئی اچھی طرح سمجھ لے۔

(139) نیک کاموں میں بھی اعتدال

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ قَالَ اَقْبَلَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ اُبَايِعُكَ عَلَى الْهِجْرَةِ وَالْجِهَادِ اَبْتَغِى الْاَ جْرَ مِنَ اللّٰهِ قَالَ فَهَلْ مِنْ وَّالِدَيْكَ اَحَدٌ حَيٌّ؟ قَالَ نَعَمْ بَلْ كِلَاهُمَا حَيٌّ قَالَ اَفَتَبْتَغِى الْاَ جْرَ مِنَ اللّٰهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَارْجِعْ اِلٰى وَالِدَيْكَ فَاَحْسِنْ صُحْبَتَهُمَا۔ (مسلم شریف: كِتَابُ الْبِرِّ وَالصِّلَةِ وَالْآدَابِ)

ترجمہ: ”حضرت عبداللہؓ ابن عمروؓ بن عاصؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک صحابیؓ آپؐ کے پاس آئے اور کہا میں آپؐ کے ہاتھ ہجرت اور جہاد کرنے پر بیعت کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی چاہتا ہوں آپؐ نے فرمایا کہ کیا تمہارے والدین میں سے کوئی زندہ ہے؟ انہوں نے عرض کیا بلکہ دونوں زندہ ہیں پھر آپؐ نے فرمایا کہ کیا تم اللہ کی خوشنودی چاہتے ہو؟ کہا ہاں۔ آپؐ نے فرمایا اپنے والدین کے پاس جاؤ، ان کی خدمت کرو اور بھلی طرح ان کے ساتھ رہو۔“

آج کے دور میں ہمارے یہاں کہیں تو نہ نماز ہے، نہ روزہ ہے، نہ زکوۃ ہے۔ نہ حج، پھر بھی ان کا اسلام برابر قائم ہے اور ایسے لوگ اپنے آپ کو مسلمان کہتے اور کہلواتے ہیں، اور کہیں ایسا ہے کہ دین کی باتیں ہیں، نماز روزہ ہے اور دوسرے اسلامی ارکان وفرائض وغیرہ پر عمل بھی ہے مگر اسلام کی روح اور اس کی صحیح سوجھ بوجھ سے خالی ہیں۔ اس طرح مسلمان کچھ ایسا ماحول بناتے ہیں جس سے دین کی صحیح تعلیم اور رسول اللہؐ کی قائم کی ہوئی ترتیب لوگوں کو بگڑی ہوئی دکھتی ہے اور وہ دین کے قریب آنے کے بجائے اس سے دور ہوتے جاتے ہیں، اس لئے اہل ایمان پر لازم ہے کہ قرآن مجید اور حدیث کی تعلیمات کی روشنی میں اسلامی احکام وفرائض کی صحیح ترتیب اور جوڑ بٹھائیں کہ اول کیا چیز ہے اس کے بعد کیا ہے اور اس کے بعد کیا ہے کس ماحول میں کونسی چیز کی اہمیت ہے اور کس وقت کیا کرنا مجید اور مناسب ہوگا، کس کام کو اولیت دی جائے اور کسے موخر رکھا جائے کہ ابھی اس کی ضرورت نہیں ہے، دین اسلام کے ارکان واحکام اور اعمال کو صحیح ترتیب پر بٹھانا امت کے ایک بڑے طبقہ کے ہاتھ سے نکل گیا ہے۔ ہمارے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید کا معنی کے ساتھ مطالعہ اور اس پر غور وتدبر کو چھوڑ دیا گیا ہے، دوسرے یہ کہ دور لٹریچر اور مضمون نویسی کا ہے۔ اتنے مضامین لکھے جاتے ہیں پڑھنے والوں کا تو پتہ نہیں کتنا پڑھ پاتے ہیں لیکن لکھنے والوں کی بڑی کثرت ہوگئی ہے۔ ان لکھنے والوں کے قول اور تحریروں میں

بھی یہ بات جھلکتی ہے کہ نہ تو ان مضامین اور لٹریچر میں دین کی پوری بات کہی جاتی ہے اور نہ دعوت دین خود مسلمانوں پر پورے طور پر کھولی جاتی ہے اور برادران وطن کا کہنا ہی کیا ہے۔ غیر مسلموں میں دین کے تعارف کا خانہ صدیوں سے خالی پڑا ہے لیکن جہاد قتال، اسلامی حکومت کا قیام، مارا ماری اور آپسی قتال تک کی بھی اب نوبت آچکی ہے کہ مسلمان خود مسلمان سے قتال و جہاد کر رہے ہیں، قارئین کرام بھی عالم کے مسلمانوں کے حالات پر ایک اڑتی ہوئی نظر ڈالیں تو وہ بھی انشاء اللہ ہماری رائے سے اتفاق کریں گے، مسلمانوں کی دینی ملی جماعتوں اور مسلم حکومتوں کے بھی حالات کیا ہیں سوائے اس کے کہ ایک دوسرے سے الجھے ہوئے ہیں اور گتھم گتھا ہیں۔

اوپر درج حدیث پاک کی روشنی میں موجودہ حالات پر غور کریں کہ ایک صحابیؓ رسولؐ نے عرض کیا کہ میں خدمت اقدس میں ہجرت اور جہاد فی سبیل اللہ پر بیعت کرنے کے لئے محض رضاء الٰہی کے تحت حاضر ہوا ہوں یہ سن کر حضور اقدسؐ نے فوراً یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ آؤ بیعت ہو جاؤ اور موقع ہو یا نہ ہو بس جہاد فی سبیل اللہ کے لئے نکل ہی جاؤ بلکہ اس صحابیؓ کے حالات پوچھے اور فرمایا کہ کیا تمہارے ماں باپ میں سے کوئی زندہ ہے، صحابیؓ نے عرض کیا ماں باپ دونوں ہی زندہ ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ بس تم اپنے ماں باپ کی طرف لوٹ جاؤ اور انکی صحبت وخدمت میں رہو ان کے ساتھ حسن سلوک اور اچھا برتاؤ کرو۔

حدیث پاک پر غور کرنے اور سوچنے کی ضرورت ہے کہ رسول اللہؐ کی زندگی کے ہر دور میں محنت، ہجرت، مشقت اور قربانی کے وقعات ملتے ہی رہتے ہیں لیکن ایک صحابیؓ ہجرت اور جہاد فی سبیل اللہ کا طالب ہو کر آیا تو فوراً ہی آپؐ نے ان کو یہ نہیں کہا کہ جاؤ قتال کرو، لہٰذا موجودہ دور میں کچھ آگا پیچھا نہ دیکھنا، کیا گھر بار ہے، کیسے حالات ہیں، عورت بچے کدھر ہیں، جن سے جہاد وقتال کے لئے جا رہے ہیں

کیا ان کے سامنے دین اسلام کی دعوت بے نقاب ہو چکی ہے یا نہیں یہ طریقہ قرآن وحدیث کی تعلیم کے مطابق نہیں معلوم ہوتا۔

جہاد وقتال کی آواز لگانے والوں کو ایک دوسرے پہلو کا بھی خیال رکھنا چاہئے کہ قرآن مجید میں حضرت اسماعیلؑ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا ہے۔

وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ ۖ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا (55)

ترجمہ: ''اور اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوۃ کی بڑی تاکید کرتے رہتے تھے اور اپنے رب کو ایسا راضی کر لیا کہ منظور نظر بن گئے۔''

(19۔سورۂ مریم، آیت: 55)

معلوم ہوا کہ بیوی بچوں کا ہم پر دینی حق بھی ہے کہ ہم ان کی دینداری کی دیکھ بھال کرتے رہیں کہ وہ نماز پڑھتے یا نہیں؟ پڑھتے ہیں تو کس طرح پڑھتے ہیں اور دوسرے اسلامی احکامات پر وہ کس درجہ عمل کرتے ہیں بیوی بچوں کی تربیت بھی ہم پر لازم ہے اگر ہر شخص اس کا خیال کرتے ہوئے اپنے اپنے اہل خانہ کی تربیت کرے تو انشاء اللہ دھیرے دھیرے معاشرہ اور سماج میں دینداری اور دین کی باتوں کا چلن عام ہوگا۔اب جہاد وقتال کی آواز لگانے والے ذرا اپنے گھر اپنے سماج اور ماحول کا جائزہ لیں کہ ان کے بچوں بھائیوں اور دوسرے اہل خانہ نیز اہل خاندان و رشتہ داروں میں کتنی دینداری ہے اور دین اسلام کے احکامات کا وہ کس درجہ میں خیال رکھتے ہیں اور اللہ ورسولؐ کے حکم کی پابندی کرتے ہیں۔

یہ سب کرتے ہوئے اگر حالات کہیں ایسے پیدا ہوں کہ جہاد وقتال کے بغیر کوئی صورت نہیں تو پھر ایسے ماحول میں جہاد وقتال بھی کرنا لازم اور ضروری ہوگا اور اس سے پیچھے ہٹنا گناہ ہوگا لیکن اگر حالات ایسے

نہ ہوں تو بلا وجہ دین کی ترتیب میں الٹ پھیر کرنا ہرگز مناسب نہیں ہے۔ حدیث پاک ہمیں یہ تاثر دیتی ہے۔

(140) عمر اور رزق میں بڑھوتری ہوگی

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يُّمَدَّ لَهٗ فِيْ عُمْرِهٖ وَيُزَادُ فِيْ رِزْقِهٖ فَلْيَبَرَّ وَالِدَيْهِ وَلْيَصِلْ رَحِمَهٗ ۔ (احمد، ترغیب و ترتیب، ص 137 ج 3)

ترجمہ: "حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنی عمر اور رزق میں زیادتی و برکت چاہتا ہو اسے چاہئے کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرے اور صلہ رحمی کرے۔"

اس حدیث پاک میں بتایا گیا ہے جس کی یہ خواہش ہو کہ اس کی عمر اور روزی میں بڑھوتری ہو تو وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرے اور ان سے محبت اور تعلق رکھے، ماں باپ پر رحم کرے۔ بہت سے لوگوں کو اس زمانہ میں دیکھا گیا ہے کہ ان کو ماں باپ پر رحم نہیں آتا، سینکڑوں اور ہزاروں خاندان ہیں جن کے یہاں ماں باپ کی کوئی اہمیت ہی نہیں ہے، اب تو بعض بعض ملکوں میں دیکھا گیا ہے کہ پورے پورے ملک کے لوگ اس بداخلاقی میں مبتلا ہیں، ہم نے اپنے سفر امریکہ کے دوران وہاں دیکھا کہ ماں باپ کی کوئی قدر ہی نہیں ہے، ماں باپ جب بوڑھے ہو جاتے ہیں تو سرکار کی طرف سے بنے مہمان خانوں میں پہنچا دیئے جاتے ہیں، اور وہاں اداسی، تنہائی اکیلے پن کی زندگی گذارتے ہوئے مر جاتے ہیں اور انھیں بیٹے بیٹی یا بہو کی کوئی محبت حاصل نہیں ہوتی۔ جس بیٹا بیٹی کی پرورش کی، تعلیم دلائی، شادی بیاہ کیا اور ہر طرح پروان چڑھایا اور جب بوڑھے ہو کر ماں باپ کو اولاد کے سہارے کی ضرورت ہوئی تو اولاد ان کے کام نہ آئے یہ بڑی محرومی کی بات ہے۔

وقت گلشن پر پڑا تو خون ہم نے دیا
اب بہار آئی تو کہتے ہیں تیرا کام نہیں

کوئی انسان ایسا نہیں ہے جو یہ چاہتا ہو کہ اس کی عمر اور رزق میں ترقی اور زیادتی ہو۔ لہٰذا ہر وہ شخص جس کی خواہش ہو کہ اسے لمبی عمر ملے اور روزی میں خوب برکت ہو تو اسے چاہئے کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرے ان سے محبت رکھے، ان کی خدمت کرے اور ان کے ساتھ صلہ رحمی کرے اور ان کے حق میں یہ دعا کرتا رہے۔

رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِىْ صَغِيْرًا ﴿24﴾

ترجمہ: ''اے ہمارے رب تو ان دونوں پر رحم فرما جیسا انہوں نے میرے بچپن کی بے بسی مجھے پال پوس کر مہربانی کی تھی۔''

(17۔بنی اسرائیل، آیت: 24)

(141) ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کا اثر

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرُّوْا اٰبَآءَ كُمْ تَبَرُّكُمْ وَعِفُّوْا تَعِفَّ نِسَآئُكُمْ ۔ (طبرانی ۔ ترھیب، ص 318 ،ج3)

ترجمہ: ''ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ تم اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرو تو تمہاری اولاد تمہارے ساتھ حسن سلوک کرے گی۔ تم پاک دامن رہو۔ تمہاری عورتیں بھی پاک دامن رہیں گی۔''

اس حدیث پاک میں ماں باپ کے ساتھ اچھا اور بھلا برتاؤ کرنے پر ایک نئے انداز سے ابھارا گیا ہے

کہ تم اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو تمہاری اولاد اور تمہارے ساتھ اچھا سلوک کرے گی۔ تم خود پاک دامن رہو تو تمہاری عورتیں بھی پاک دامن رہیں گی، رسول اللہؐ کی بتائی ہوئی یہ ایک فطری ترتیب ہے کہ گھریلو اور خاندانی زندگی میں ماں باپ تعلق اور مرتبہ کی نسبت سے اول ہوتے ہیں، ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے سے گھریلو ماحول میں اپنے بڑوں سے تعلق رکھنے محبت کرنے اور ان کی خدمت کرنے کی ایک فضا پیدا ہوتی ہے بچے بچیاں سب اس کی اہمیت سے واقف ہوتے ہیں لیکن جن گھروں میں ماں باپ کی عزت نہیں ہوتی ہے تو پھر آگے چل کر یہ سلسلہ چل پڑتا ہے کہ اس خاندان کے بچے بچیاں بڑے ہو کر اپنے ماں باپ کو کوئی اہمیت نہیں دیتے اور ان کے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں، بچے جیسا اپنے ماں باپ کو کرتا ہوا دیکھتے ہیں بڑے ہو کو خود بھی ویسا ہی کرتے ہیں۔

دوسری بات حدیث میں یہ فرمائی گئی کہ شادی شدہ جوڑے پاک دامن رہیں اپنی عصمت اور عفت کی حفاظت کریں، تانک جھانک، ناچ گانے عشقیہ شاعری اور گیت، گندے اور جنسی رسالوں کے پڑھنے سے بچیں، ٹی۔ وی کے فحش اور جنسی مناظر جس میں آدھی پونی کیا اب مکمل ننگی عورتیں دکھائی دیتی ہیں ایسا لگتا ہے کہ شیطان نے انسان کو مکمل طور پر بے لباس کر دیا ہے ایسے مناظر کو دیکھنے سے پرہیز کریں گھر کے بڑے لوگ یا ماں باپ دیکھیں گے تو بچے بھی یہی طریقہ اپنائیں گے، لہٰذا حدیث شریف میں ترتیب یہ بتائی گئی کہ ہم پہلے سدھریں تو ہماری اولاد ہمارے گھر کی خواتین میں بھی سدھار آئے گا۔ یورپ کے معاشرہ میں عفت و پاک دامنی کی کوئی اہمیت ہی نہ رہی اور انسانی زندگی کے محاسن سے ہی عفت و پاک دامنی کو نکال دیا گیا ہے۔ اسی کا اثر ہمارے مشرقی ملکوں میں بھی دھیرے دھیرے آرہا ہے اور خود مردوں میں جنسی انارکی بے راہ روی پائی جانے لگی ہے۔ جب طبقہ خواتین مردوں کو اس حال میں دیکھیں گی تو کیا وہ خود اپنے آپ کو عفت و پاک دامنی کے ہالہ میں محفوظ رکھ سکیں گی؟

(142) اللہ کی رضا مندی

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رِضَی الرَّبِّ فِی رِضَی الْوَالِدِ وَسَخَطُ الرَّبِّ فِیْ سَخَطِ الْوَالِدِ۔ (ترمذی۔ ابواب البر والصلۃ، باب الفضل فی رضا الوالدین)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اللہ کی خوشی باپ کی خوشی میں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا غصہ باپ کو ناراض کرنے میں ہے۔''

اللہ تعالیٰ کی رضا مندی اور خوشی حاصل کرنے کے لئے اس حدیث شریف میں بڑا عجیب طریقہ بتایا گیا ہے جس کی طرف بہت کم لوگوں کی نظر جاتی ہے۔ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا کہ رب تعالیٰ شانہ' کی خوشی باپ کے خوش ہونے میں ہے اور کسی انسان سے باپ ناراض ہوا تو اللہ تعالیٰ بھی اس آدمی سے ناراض ہو جاتا ہے۔

خاندان میں دیکھا جائے تو اولاد کے مقابلہ میں ماں سے زیادہ تعلق اور لگاؤ رکھتی ہے۔ بہت سے ایسے بدنصیب ہیں کہ نہ باپ سے محبت رکھتے ہیں اور نہ ماں سے، لیکن اکثر بیٹوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ ماں سے زیادہ قریب رہتے ہیں۔ کچھ تو ایسے ہوتے ہیں کہ باپ سے ان کی ان بن رہتی ہے، شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ کاروبار، کھانے پینے، اپنے پسند کے کپڑے پہننے اوڑھنے نیز اس طرح کی اور دوسری باتوں میں باپ اکثر اپنے بیٹے کو روکتا ٹوکتا رہتا ہے، کبھی کبھی ڈانٹ پھٹکار اور تنبیہ وغیرہ بھی کرتا ہے لیکن ماں ان چیزوں میں بیٹے کے زیادہ آڑے نہیں آتی لیکن باپ اکثر آڑے آتا ہے اور کاروباری، معاشی، تعلیمی زندگی، عادت واخلاق کے بارے میں کچھ نہ کچھ برابر کہتا رہتا ہے یہ فرنیچر نہ بنا، ایسا نہ کر، ویسا کرے، یہ نہ کر وہ کر اس طرح باپ کٹ کٹ کرتے رہتا ہے کیونکہ باپ نے زندگی دیکھی ہے اس روک ٹوک

میں الحمد للہ باپ کی نیت صاف ہوتی ہے، اپنی اولاد کو روک ٹوک کے ذریعہ باپ بلند مقام پر دیکھنا اور پہنچانا چاہتا ہے، اور اس کشمکش میں جوان بیٹوں کی باپ سے اکثر ان بن ہوتی رہتی ہے، پھر اور بڑے ہوگئے شادی ہوگئی، بچے ہوگئے تو ماں کے مقابلہ میں باپ سے زیادہ کٹاؤ ہوجاتا ہے۔ تھوڑا تھوڑا اختلاف رائے ہوتے ہوتے کبھی بڑے اصولی اختلافات ہوجاتے ہیں اور بیٹا اپنے بیوی بچوں کو لے کر باپ سے الگ ہوجاتا ہے۔

انتظامی صورت میں الگ ہونا کوئی بڑی بات بھی نہیں ہے لیکن بعض بیٹے باپ کا منھ دیکھنا نہیں چاہتے، ملنا جلنا بند کردیتے ہیں، صلہ رحمی کا کچھ خیال نہیں رکھتے، سلام دعا بند، بعضے تو مار پیٹ اور قتل پر اتر آتے ہیں، ہمارے شہر ناگپور میں ایک اہل حدیث عالم تھے امام خان صاحب بڑے متقی، پرہیزگار عالم اور ہمارے دعوتی کاموں میں الحمد للہ بڑے معاون تھے۔ ایک زمانہ میں بیٹے سے ان کی ان بن ہوگئی غالباً یہ 1950ء کا واقعہ ہے اور پھر مالیاتی، رہائشی لین دین کے اختلافات ہوتے رہے اور شیطان بھی برابر اپنا کام کرتا رہا۔ ایسے واقعات میں باپ کے ساتھ اپنا محاسبہ کرتا ہی ہوگا، بیٹے کو بھی اپنا احتساب کرنا چاہئے کہ میں باپ کے ساتھ جو سلوک کر رہا ہوں کیا یہ برابر ہے؟ لیکن اس خاندان میں ایسا نہیں ہوسکا اور ایک وقت ایسا آیا کہ رمضان مہینہ میں ٹھیک نماز تہجد اور سحری کے وقت میں بیٹے نے باپ کو قتل کردیا۔ انھیں ہسپتال میں داخل کیا گیا، ملنے جلنے والے دیکھنے آتے جاتے رہے یہ عاجز بھی ہسپتال میں ان سے ملنے گیا تو وہ مجھ سے کہہ رہے تھے پاریکھ صاحب آپ گواہ رہو میں توحید پر اپنی جان دے رہا ہوں، کلمۂ توحید اور کلمۂ شہادت بھی انھوں نے پڑھا انھیں بیٹے کا ان کو قتل کرنا یاد نہیں تھا بس وہ ایمان اور توحید کی بات کرتے رہے اور جان اللہ کے حوالے کردی، ان کے جنتی ہونے میں کیا شبہ ہے؟ بہر حال اس کے بعد بیٹے کو سزائے موت ملی، میں باپ اور بیٹے دونوں کی قبر پر گیا، باپ کی قبر پر سکون اور

ایک طرح کے سکینہ واطمینان کا منظر تھا اور بیٹے کی قبر سے ایسی سخت بد بو آرہی تھی کہ ہم کھڑے نہیں رہ سکے۔ یہ تو ظاہری چیز ہے اس پر میرا کوئی اصرار نہیں ہے لیکن کیا باپ کو قتل کرنا چاہئے کیا ایسے شخص کی بخشش کی کوئی امید رہی کیا؟

ایسے واقعات نہ ہوں اور لوگ جہنم کے مستحق نہ بنیں اس لئے ماں کو تھوڑا نظر انداز کرتے ہوئے رسول اللہؐ نے باپ کے خوش ہونے سے اللہ کے خوش ہونے اور باپ کے ناراض ہونے کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے ناراض ہونے کی بات ارشاد فرمائی ہے۔ اس لئے کہ ماں کے مقابلہ میں باپ سے بیٹے کی کشمکش زیادہ ہوتی ہے اور زندگی کے معاملات میں زیادہ واسطہ باپ ہی سے پڑتا ہے۔ ہم اپنے نوجوان بھائیوں سے اپیل کرتے ہیں کہ اللہ کے واسطے وہ باپ سے گھس گھس نہ کریں، بات بات میں کھینچاؤ وتناؤ نہ کریں، مار پیٹ گالی گلوچ سے دور رہیں۔ بہت زیادہ ان بن اور اختلاف ہونے پر حسن سلوک اور صلہ رحمی کا خیال رکھتے ہوئے اپنے بیوی بچوں کو لیکر الگ ہو جائیں، گاہے بگاہے ملنا جلنا اور سلام دعا بھی جاری رکھیں، حسن سلوک اور بھلا برتاؤ کرتے رہیں، بیماری میں آنا جانا کپڑے لتے لینا دینا بھی ہوتے رہنا چاہئے۔

بیوی بچوں کو لیکر الگ ہو جانا کوئی بہت اچھی بات نہیں اس میں کسی درجہ سلامتی ہو جائے گی، روز روز اختلاف کی نوبت نہیں آئے گی کی باپ بلاوجہ ناراض ہو، باپ ناراض ہو کر بھی اولاد کے لئے شفقت پدری کے تحت دعا کرتا ہے لیکن دل میں اس کے اتھل پتھل رہتی ہے، بیٹے کی باتیں یاد آتی رہتی ہیں تو اس حال میں باپ کی دعا بیٹے کے حق میں کیا قبول ہوگی؟ یہ بیٹے کے لئے دنیا وآخرت میں سخت خسارہ اور زبردست نقصان کی بات ہوئی جن نوجوان بیٹوں کو ایسا موقع پیش آیا ہو ان کو اپنا اچھی طرح محاسبہ کر کے جلد اصلاح اور سدھار کر لینا چاہئے ورنہ اس کی دنیا وآخرت دونوں ہی خطرے میں ہیں۔ بیٹا اگر حق

پر بھی ہو اور باپ سے کھینچاؤ تناؤ مار اماری کریگا تو باوجود حق پر ہونے کے دنیا میں دکھی رہے گا، بھلے سے آخرت میں چھوٹ جائے لیکن دنیا میں معاشی اور سماجی اعتبار سے پریشان رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

(143) باپ کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ إِنَّ أَبَرَّ الْبِرِّ أَنْ یَّصِلَ الرَّجُلُ أَهْلَ وُدِّ أَبِیْهِ۔ (ترمذی۔ أبواب البر والصلة۔ باب في إكرام صديق الوالد)

ترجمہ: ''حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ نیکی یہ بھی ہے کہ آدمی اپنے باپ کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کرے۔''

حضرت ابن عمرؓ کی روایت سے ہم تک حضرت رسول اللہؐ کا یہ حکم پہنچتا ہے کہ نیکیوں میں سے ایک معیاری نیکی یہ ہے کہ اپنے والد کے دوستوں کے ساتھ بھلے برتاؤ سے پیش آیا جائے اور حسن سلوک کیا جائے اور میل ملاقات کریں دعا سلام کریں احسان اور بھلائی کریں، باپ کا جو تعلق زندگی میں ان سے تھا اس کو نبھائیں، اس حدیث پاک میں یہ بھی ارشاد ملتا ہے کہ والد کے انتقال کے بعد میں جن لوگوں سے والد صاحب کا تعلق تھا انھیں یاد کیا جائے اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کر کے اس روحانی پیاس کو بجھایا جائے جو والد کی خدمت سے تعلق رکھتی ہے۔

اس زمانہ میں لوگ اپنے سگے باپ کے ساتھ احسان نہیں کرتے اور میل ملاپ نہیں رکھتے، خدمت کرنے سے کتراتے ہیں تو باپ کے دوستوں اور تعلق والوں کے ساتھ کیا احسان وسلوک کریں گے؟ یہ بڑی بد نصیبی کی بات ہے اس سے توبہ کی جائے اور رسول اللہؐ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے ہر کوئی والدین کے

ساتھ احسان کرے محبت و تعلق رکھے، خدمت کرے اور باپ کے دوستوں کا بھی پورا پورا خیال رکھے۔

(144) تین قسم کے لوگ بڑے خطرناک ہیں

عَنْ فُضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْفَوَاقِرِ اِمَامٌ اِنْ اَحْسَنْتَ لَمْ يَشْكُرْ وَاِنْ اَسَأْتَ لَمْ يَغْفِرْ وَجَارُ سُوْءٍ اِنْ رَاٰى خَيْرًا دَفَنَهٗ وَاِنْ رَاٰى شَرًّا اَذَاعَهٗ وَامْرَاَةٌ اِنْ حَضَرْتَ اٰذَتْكَ وَ اِنْ غِبْتَ عَنْهَا خَانَتْكَ۔

(طبرانی۔ترغیب وترتیب صفحہ385جلد 3)

ترجمہ: ''حضرت فضالہ بن عبیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین مصیبتیں بہت بڑی ہیں (اوران سے ہوشیار رہنا ضروری ہے۔)(1) بادشاہ یا امیر اگر تم اس پر احسان کرو تو وہ شکریہ نہ ادا کرے۔ اگر کوئی بدسلوکی ہو جائے تو نہ بخشے۔(2) وہ پڑوسی کہ تمہاری بھلائی کو دبالے اور تمہاری برائی کو مشہور کرے۔(3) وہ بیوی کہ تمہاری موجودگی میں تمہیں پریشان کرے ستائے اور تمہاری غیر موجودگی میں تمہارا مال بے جا صرف کرے۔''

حدیث پاک میں جن تین مصیبتوں کا ذکر کیا گیا ہے ان سے بچنے کے لئے اس عاجز کو کوئی علاج نہیں معلوم ہوتا سوائے اس کے کہ جس آدمی کا ان تینوں میں سے کسی مصیبت سے واسطہ پڑ جائے تو وہ اس پر صبر کرے، اللہ تعالیٰ سے دعا کرے اپنے لئے سہولت اور آسانی کی، تینوں میں سے کوئی ایک یا دو یا تینوں ہی مصیبتیں کسی پر پڑ گئیں تو اس بیچارے کی خیر نہیں، ان کا علاج یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کسی کے شر سے بچنے کے لئے قرآن مجید میں جو دعائیں آئی ہیں ان میں سے جو بھی یاد آجائے یا زبان پر چڑھ جائے اسے پڑھتا رہے۔ جیسے سورۂ فلق اور سورۂ ناس۔

احسان کرنے کے بارے میں ہم نے کسی بزرگ سے سنا کہ کسی پر احسان کرو تو اس کے شر سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرو۔ مطلب ہوا کہ احسان کر دیا بس کر دیا۔ جس پر احسان کیا ہے اس سے کچھ زیادہ بھلائی کی امید نہ رکھے۔ البتہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا و آخرت میں انشاء اللہ اس کا اجر ملے گا ہی، رہی بات برے پڑوسی کی تو پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک اور اچھا برتاؤ کر کے یا معافی اور در گذر کے ذریعہ اس کے شر سے بچا جا سکتا ہے۔ بہت سے لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ ان کے ساتھ کچھ احسان کیا جائے تو وہ اس کو چرچے میں نہیں لاتے لیکن اگر کوئی قصور آپ سے ہو جائے تو اس کو خوب اچھالتے ہیں اس کے لئے ہم کیا کر سکتے ہیں سوائے اس کے کہ پڑوسی کی اس حرکت پر صبر کیا جائے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی جائے، اور پڑوسی کے اس رویہ کے باوجود اس کے ساتھ نیک سلوک کرتا رہے۔

اب رہی ایسی بیوی کہ شوہر موجود ہو گھر میں تو اس کو ستاتی اور تکلیف پہنچاتی ہے اور گھر سے باہر چلا گیا تو اس کی امانت میں خیانت کرتی ہے اس کے مال کو ضرورت بلا ضرورت خوب اڑاتی ہے، بعض عورتیں ایسی بدمزاج اور بد دماغ ہوتی ہیں تو اگر ایسی عورت سے بھی واسطہ پڑ جائے تو جوں توں کر کے زندگی اس کے ساتھ نبھالے۔ ہو سکتا ہے کہ اس میں کوئی بھلائی بھی ہو قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ﴿19﴾

ترجمہ: ''عورتوں کے ساتھ بھلے طریقے سے گذران کرو اگر وہ تم کو اچھی نہ لگیں تب بھی ممکن ہے تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ نے اس میں بہت بھلائی اور خوبی رکھی ہو۔''

(4۔النساء، آیت: 19)

بہت ممکن ہے اس عورت کے ساتھ نباہ کرنے میں ہمارے گناہوں کی معافی ہو، اس کے ذریعہ ہماری کوئی ترتیب ہو رہی ہو یا اللہ تعالیٰ کو ہمارا مزاج اعتدال پر لانا مقصود ہو، بہر حال بیوی کے ساتھ نباہ اور بھلا گذران کرنا چاہئے جتنا سدھار سکتے ہوں سدھاریں، اللہ کرے کہ خرابیاں خوبیوں سے بدل جائیں، بیوی سدھر بھی سکتی ہے انشاء اللہ دعا بھی کی جائے دوا بھی ہو اس کی ترتیب بھی ہو اور اس کے ساتھ نیک سلوک بھی کیا جائے۔

(145) بھوکا پڑوسی

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْمُؤْمِنُ الَّذِىْ يَشْبَعُ وَجَارُهٗ جَائِعٌ۔ (طبرانی، ترغیب و ترھیب، صفحہ 358، جلد3)

ترجمہ: ''حضرت ابن عباسؓ سے روایت منقول ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ایسا شخص مومن نہیں جو خود پیٹ بھر کھائے اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔''

پڑوسی بھوکا ہو اور خود پیٹ بھر کھائے یہ شخص ایمان کے کامل درجہ پر نہیں ہے۔ اس حدیث میں رسول اللہؐ نے انسانیت کا اعلیٰ معیار بتایا، دین و مذہب صرف اسی کا نام نہیں ہے جو بعض لوگ سمجھ رہے ہیں کہ باجے بجالئے جلوس نکال لئے اور اس طرح کی اور جو بھی خرافات اسلام کے نام پر کر رہے ہیں یہ کچھ دین نہیں ہے، دین کی کچھ باتوں کا تعلق انسانوں سے متعلق ہیں ان کی تقسیم عام طور پر اس طرح کی جاتی ہے۔ ایک حقوق اللہ ہیں اور دوسرے حقوق العباد، اس حدیث پاک میں اسی دوسری چیز کا بیان ہے، اسلام میں انسان اور انسانیت کا جو مقام ہے اس کے پہلے سرے تک آج بھی لوگ پہنچ نہیں سکے ہیں جبکہ غریبوں کو روٹی، کپڑا، مکان اور دوسر سہولیات دینے کے لئے دنیا میں بہت ساری تحریکیں چلائی

جار ہی ہیں لیکن سلطنتیں بھی غریبوں کو سہولیت اور ضرورت کی چیزیں مہیا کرنے میں ناکام ہیں۔ رسول اللہؐ نے اس مسلہ کو حل کرنے کے لئے پڑوسی کو پڑوسی سے جوڑا ہے، جو بھی جس کی دیوار کے سائے میں رہتا ہو اللہ تعالیٰ نے کسی کو کھانے پینے میں سہولیت دی ہو اور اس کا پڑوسی بھوکا ہے تو سہولیت والا شخص اگر اس بھوکے پڑوسی کا خیال نہیں رکھتا تو ایسا شخص مومن نہیں ہے۔

دوسرں کو کھانا کھلانے، کپڑا پہنانے اور دوسری مالی ضروریات میں کام آنے کے بارے میں مسلمان کا حال الحمدللہ کچھ ٹھیک ہی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے یہاں صدقات اور زکوۃ کا نظام ہے کہ وہ اپنے مال کا ڈھائی فیصد ہر سال غریبوں اور ضرورت والے لوگوں کو دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی مختلف موقعوں پر اپنے مال میں سے کچھ نہ کچھ اہل ضرورت کو دیتے ہی رہتے ہیں۔ لیکن مسلمانوں کے علاوہ انسانوں کی جو دوسری یونٹ ہیں ان کے یہاں زکوۃ وصدقات کی کوئی ترتیب یا سال میں اپنے مال سے کوئی مقرر حصہ نکال کر غریبوں کو دینے کی بات دیکھنے میں بھی نہیں آتی۔

مسلمان کی دینی اور اصلاحی تحریکیں، ملی جماعتیں و تنظیمیں اگر یہ چاہتی ہیں کہ ایک ایک گلی اور کوچے کوچے میں ایمان پھیل جائے تو ہم کو اپنے یہاں کے نظام صدقات وزکوۃ میں مزید وسعت لانی چاہئے اور ہر آدمی چاہے جس حیثیت کا ہو اور جو بھی دوسروں پر خرچ کرسکتا ہو خرچ کرنے کی کوشش کرے اور کم زیادہ کی کوئی پرواہ نہ کرے، خاص طور سے بھوک اور کھانے پینے کا جہاں تک تعلق ہے اس میں اپنے نظریہ کو اتنا وسیع کرے کہ اگر ایک ہی روٹی اس کے پاس ہو تو آدھی روٹی اپنے پڑوسی کو دے دے اور اسے بھوکا ہرگز نہ سونے دے۔

سلام ہو حضرت محمدؐ پر آپؐ نے اصلاح کی جو بنیاد قائم فرمائی ہے وہ موجودہ دور کے سیاسی سماجی لیڈروں کی ترتیب اور طرز سے کہیں زیادہ قابل عمل اور مفید ہے۔ پڑوسی کے حقوق کے ادا کرنے کے لئے حدیث پاک میں کتنی زیادہ اہمیت آئی ہے۔اس کا اندازہ کرنے کے لئے ذیل کی حدیث شریف کو ملاحظہ فرمائیں۔

(146) حضرت جبرئیلؑ کی وصیت

عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَعَائِشَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَازَالَ جِبْرَئِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ یُوْصِیْنِیْ بِالْجَارِ حَتّٰی ظَنَنْتُ اَنَّهٗ سَیُوَرِّثُهٗ۔

(بخاری، مسلم، ترمذی، اَبْوَابُ الْبِرِّ وَالصِّلَةِ، بَابُ مَاجَاءَ فِیْ حَقِّ الْجِوَارِ)

ترجمہ: ''حضرت ابن عمرؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت جبرئیلؑ نے بار بار مجھے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی اتنی تاکید فرمائی کہ میں نے سمجھا کہ شاہداب پڑوسی کو بھی وراثت میں حصہ دار بنادیا جائے گا۔''

یہ حدیث بھی پہلی حدیث کے مضمون کو لئے ہوئے ہے لیکن انداز دوسرا ہے اس کے راوی بڑے پایہ کی شخصیتیں ہیں ایک راوی حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور دوسری راویہ حضرت عائشہ صدیقہؓ ہیں، کون مومن اور مسلم یہ نہیں جانتا کہ حضرت عائشہؓ ام المومنین ہیں، رسول اللہؐ کی زوجہ محترمہ ہیں کتاب وسنت کی بڑی زبردست عالمہ ہیں۔

پڑوسی کے حقوق ادا کرنے کے لئے حضرت جبرئیلؑ حضور اقدسؐ کو بار بار تاکید فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ آپؐ کو خیال ہونے لگا کہ کہیں پڑوسی کو وراثت میں حصہ دار تو نہیں بنادیا جائیگا۔ فرشتہ اعظم

حضرت جبرئیلؑ امین جو فرشتوں کے سردار ہیں اور قرآن مجید میں آپ کے تعلق سے ارشاد ہے۔

ذِیۡ قُوَّۃٍ عِنۡدَ ذِی الۡعَرۡشِ مَکِیۡنٍ ﴿20﴾ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیۡنٍ ﴿21﴾

ترجمہ: ''جو قوت والا ہے، عرش کے مالک کے نزدیک اس کا بڑا درجہ ہے، وہاں فرشتوں کا وہ سردار ہے۔ امانت دار ہے۔''

(81۔التکویر، آیت: 21 ,20)

انبیاء اور مرسلین کے پاس وحی لانے کی ذمہ داری حضرت جبرئیلؑ کی ہی ہے، تو حضرت جبرئیلؑ جو فرشتۂ اعظم ہیں اور حضرت محمدؐ جو رسول اعظم ہیں دونوں کی ملاقات پر اتنی بار پڑوسی کے حقوق ادا کرنے کے لئے حضرت جبرئیلؑ نے آپؐ کو وصیت فرمائی کہ نبی کریمؐ کو خیال ہونے لگا شاید پڑوسی کو وراثہ نہ بنادیا جائے۔

لیکن ایسا ہوا نہیں کہ پڑوسیوں کو وراثت میں حصہ دار مانا جائے پھر بھی بار بار کی تاکید اور وصیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے بیوی بچوں، والدین رشتہ دار وغیرہ کے حقوق ادا کرنے کے ساتھ ساتھ پڑوسی کے حقوق بھی ادا کرنے کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے اور ہم ان کے ساتھ ایسا سلوک کریں کہ ان کا ہمارے ساتھ رہنے اور بسنے کا جی چاہے، اور ہمارے غصہ ناراضگی، فتنے سے اور ہمارے شر و فساد سے پڑوسی محفوظ رہیں، نیز پڑوسیوں کی غربت بھی ان کے ساتھ بدسلوکی کا سبب نہ بنے، پڑوسی غریب ہو یا امیر ہو ہر ایک کے ساتھ انسان ہونے اور پڑوسی ہونے کے ناطے حسن سلوک سے پیش آیا جائے۔

(147) بدعت کی نحوست

عَنۡ حَسَّانَ قَالَ مَا ابۡتَدَعَ قَوۡمٌ بِدۡعَةً فِیۡ دِیۡنِهِمۡ اِلَّا نَزَعَ اللّٰهُ مِنۡ سُنَّتِهِمۡ مِثۡلَهَا ثُمَّ لَا یُعِیۡدُ

هَا اِلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۔ (رواہ الدارمی) (مشکوۃ۔ بَابُ الْاِعْتِصَامِ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ۔ تیسری فصل)

ترجمہ: ''حضرت حسانؓ سے مروی ہے کہ جس قوم نے بھی اپنے دین میں کوئی بدعت نکالی تو اللہ ان کے درمیان سے اسی کی مقدار سنت کو اٹھالیتا ہے۔ پھر تا قیامت اس سنت کو ان کے لئے دوبارہ واپس نہیں کرتا۔''

اس حدیث شریف کے معنی اور مفہوم پر غور کر کے امت کے بھی لوگوں کو اپنی روش بدلنا چاہئے جب بھی کسی قوم نے دین میں کوئی نئی بات نکالی تو اللہ تعالیٰ ایک سنت کو اس قوم کے درمیان سے اٹھالیتا ہے اور پھر قیامت تک یہ سنت اس قوم میں واپس نہیں آتی، آج دنیا میں مسلمان اللہ کی آخری کتاب قرآن مجید کے وارث ہیں اور دین اسلام کے محافظ اور نگہبان ہیں، اہل کتاب امت میں عیسائی قوم بھی ہے اور یہودی قوم بھی اور مسلمان تو ہیں ہی اہل کتاب ان تینوں کو ملایا جائے تو ساری دنیا میں اہل کتاب لوگوں کی ہی تعداد زیادہ ہے، بدعت کی بہت زیادہ تفصیل میں نہ جاتے ہوئے ہم صرف اتنا کہیں گے جس آسمانی کتاب اور نبی کے ذریعہ امت کا وجود ہوا ہو تو امت اسی آسمانی کتاب اور نبی کی تعلیم کے دائرہ میں رہے اور اگر امت نے اس دائرہ اور حد سے قدم باہر نکالا تو وہ دھیرے دھیرے بدعت میں گھسی چلی جائیگی۔

مثال کے طور پر یہودی ہیں کہ ان کو نماز، روزہ، والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے، اللہ تعالیٰ کے حدود کو توڑنے سے بچنے کے احکامات تھے۔ قرآن مجید میں یہودی کے تعلق سے بیشمار آیتیں ہیں جن میں ان کے مذہبی احکامات کی تفصیل ملتی ہے اور یہودی کی نافرمانیوں کا بھی تذکرہ ہے، اللہ کے حلال کو حرام کرنا اور حرام کو حلال کرنا، سنیچر کے دن کے بارے میں زیادتی، حضرت عزیزؑ کو اللہ کا بیٹا بتانے لگے ان کے علماء اور فقہا نے اپنی آراء کو کتاب اللہ میں داخل کردیا، مذہب کے نام پر مارا ماری، خون خرابہ، تفریقہ

بازی، وغیرہ وجود میں لائے۔ اوران سے بھی بیسے ہمارے مسیحی بھائی رہے جنھیں کرشچین کہا جاتا ہے، کتنے فرقے انھوں نے ایجاد کیئے؟ رومن کیتھولک، پروٹسٹنٹ۔

حضرت مسیحؑ کا جو 25 دسمبر کو یوم ولادت مناتے ہیں جسے ''کرمس'' کے نام سے جانا جاتا ہے، اس دن مسیح یعنی عیسائی لوگ جو کچھ کرتے ہیں کیا وہ انجیل کی تعلیم اور حضرت مسیحؑ کے طریقہ کے مطابق ہوتا ہے؟ شراب پیتے ہیں، ناچ، گانے مردوں عورتوں کے ملے جلے مجمعے، پٹاخہ چھوڑنا اور نہ معلوم کتنی اور کیسی کیسی خرافات کرتے ہیں، اوران چیزوں کا دین وشریعت سے ادنیٰ بھی تعلق نہیں ہے۔

ہم کوتو اس وقت قرآن مجید کو آسمانی کتاب ماننے والے اور حضرت محمدؐ کی نبوت کوتسلیم کرنے والے اہل ایمان گروہ سے بحث کرنا ہے لیکن حدیث میں چونکہ قوم کا لفظ ہے اس لئے ہم نے اس مضمون کا تھوڑا سا حصہ باہر نکالا ہے، بہرحال اس حدیث شریف پر نظر کرتے ہوئے ہم ایمان والوں کو دین میں کوئی نئی بات نکالنے سے بچنا چاہئے چاہے دنیا کی کوئی قوم بچے یا نہ بچے، خود مسلمانوں کو سوچنا چاہئے کہ کیا ہم نے دین میں کوئی بدعت ایجاد کی ہے یا نہیں، ہم اور آپ کسی کو کہیں گے کہ یہ بدعت ہے اور جو تم کررہے ہو وہ بھی بدعت ہے تو سامنے والا بھی جواب دے گا کہ یہ تو فلاں بزرگ نے بتایا ہے یا کیا ہے، تم کیسے بدعت کہتے ہو اور دنیا بھر کی باتیں کرے گا۔ اس لئے ہر مسلمان از خود فیصلہ کرے۔ قرآن اور نبی کریمؐ کی تعلیم کی روشنی میں کہ بدعت کیا ہے؟

مثال کے طور پر قبروں پر جو عرس کیا جاتا ہے تو عرس کے معنی دلہن کے ہیں اب سالانہ جو عرس ہوتا ہے، اس کا کیا مطلب کسی بزرگ یا ولی کو قبر میں دلہن بناتے ہیں یا اپنے میں سے کسی خاتون وغیرہ کو دلہن بنا کر لے جاتے ہیں یا پھر کیا صورت ہوتی ہے ''عرس'' کا لفظ حدیث میں استعمال ہوا ہے کہ مردہ جب قبر میں

دفنایا جاتا ہے تو منکر نکیر آتے ہیں تو مردے سے سوالات کرتے ہیں۔ اگر وہ ٹھیک انہیں جواب دے دیتا ہے تو منکر نکیر اس مردے سے کہتے ہیں نَمْ (سوتا رہ) لیکن مردہ اپنے گھر والوں کے پاس واپس آنا چاہتا ہے تاکہ ان کو اپنے اوپر گذرے ہوئے حالات کی خبر دے، پھر وہ دونوں فرشتے کہتے ہیں۔ کَنَوْمَۃِ الْعُرُوْسِ (سوتا رہ جیسے دلہن سوتی ہے) ترمذی شریف، اَبْوَابُ الْجَنَائِزِ بَابُ مَاجَاءَ فِیْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔

لفظ ''عرس'' حدیث پاک میں جس معنی کے لئے استعمال ہوا ہے۔ وہ آپ نے دیکھ لئے لیکن آج کے جاہل نادان لوگ اس لفظ کو جس معنی میں استعمال کر رہے ہیں قرآن وحدیث سے اس کے لئے کوئی سند اور دلیل نہیں ہے۔ چلئے ہم تھوڑی دیر کے لئے مان لیں کہ ''عرس'' کا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے تو کسی کا عرس ہے اس میں قرآن خوانی ہوئی۔ فاتحہ ہوئی، لوگ آئے بزرگ کی قبر کی زیارت کی بزرگ کے فضائل یاد کئے اور اللہ سے اپنے گناہوں کے لئے توبہ استغفار کئے یہ سب نیک اور ثواب کے کام ہوئے لیکن ناچنا، گانا، تھرکنا، ہجڑے، ڈھولک، منجیرہ، وقوالیاں ماتھے پیٹنا، عورت مرد کا ملا جلا جمگھٹ، فاحشہ عورتوں کا ناچ، صندل سواری، اور سڑکوں پر بزرگوں کی تصویر اور مورتیاں لیکر گھومنا اور جلسے جلوس اور پھر اس میں تصویر، مورتی جھنڈی منڈی سے ایسی سجاوٹ کرتے ہیں جیسے جلوس ہمارے ہندو بھائی اپنے تہواروں کے موقع پر کرتے ہیں۔ کیا یہ سب شریعت کے مطابق ہے؟ اور ثواب کا کام ہے؟

پھر قبروں پر سجدے کرنا، پھول مالا چڑھانا، چادریں چڑھانا، مجاوروں سجادہ نشینوں کا جمگھٹ اور ہیرا پھیری، سودے بازی ان میں بہت سے گانجہ اور چرس پینے والے، دارو اور شراب کے عادی، زانی بدمعاش، ایک نمبر کے لپاڑیئے، تارک الصلوۃ، اس پوری بھیڑ پر آپ نظر ڈالیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ سب مکمل بدعت ہے اور دینی کام یہ ہو ہی نہیں سکتا، اور بے سر و پیر الٹی سیدھی دلیلوں کا سہارا لے کر یہ

دھندہ چلائے ہوئے ہیں ان کو بھی معلوم ہے اور ان کا دل بھی گواہی دیتا ہے کہ نہیں یہ چیز صحیح نہیں ہے۔

بدعت جاری کرنے اور اس پر عمل کرنے کا سبب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ جس سائز کی بدعت ہوگی اسی کے مطابق ایک سنت اس بدعتی قوم سے چھین لی جائے گی یہ کیا کم بڑا عذاب ہے اہل بدعت پر؟ کہ نبیؐ کی تعلیم اور طریقہ کو ان سے واپس لے لیا جائے۔

(148) سنت کو مضبوط پکڑا جائے

عَنْ غُضَيْفِ بْنِ الْحَارِثِ الثُّمَالِيْ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَحْدَثَ قَوْمٌ بِدْعَةً اِلَّا رُفِعَ مِثْلُهَا مِنَ السُّنَّةِ فَتَمَسُّكٌ بِسُنَّةٍ خَيْرٌ مِّنْ اِحْدَاثِ بِدْعَةٍ۔

(مشکوٰۃ۔ بَابُ الْاِعْتِصَامِ بِالْکِتَابِ وَالسُّنَّۃِ۔ تیسری فصل)

ترجمہ: "حضرت غضیف بن الحارثؓ ثمالی آپؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جس قوم نے بھی دین میں نئی بات نکالی تو اللہ تبارک وتعالیٰ اسی کے بقدر سنت کو اٹھالیتا ہے۔ لہٰذا کسی سنت کو مضبوطی سے تھامے رہنا بدعت پیدا کرنے سے بہتر ہے۔"

دین میں بدعت اور نئی بات پیدا کرنے سے اس حدیث شریف میں منع کیا گیا ہے اور یہ وعید سنائی گئی ہے کہ جو لوگ بھی ایسا کریں گے انہیں دنیا میں یہ سزا ملے گی رسول اللہؐ کی ایک بابرکت سنت ان لوگوں سے اٹھالی جائے گی۔ یہ ایسی سزا ہے کہ ان لوگوں کے دین میں بدعت کی وجہ سے فرق آجائے گا اور یہ لوگ جو باتیں دین کی نہیں ہوں گی ان کو دین سمجھ کر کرنے لگیں گے سنت کے اٹھ جانے کے صاف معنی یہ ہیں کہ بدعت دین کے چہرے کو مسخ کرنے والی یعنی بگاڑنے والی ہے۔ اب یہ سمجھنا چاہئے کہ بدعت ہے کیا؟ اس میں لوگوں نے بڑی گھال میل کی ہے اور خوف خدا سے چھٹی کرالی ہے جس کی وجہ سے وہ

ایسی ایسی بات بولنے اور لکھنے لگے اور بدعت کی تشریح کرنے لگے کہ معاملہ بالکل الجھ گیا۔ بہر حال یہ سوال اپنی جگہ ہے کہ ہم بدعت کس کو کہیں گے؟ بعض لوگ اس بارے میں تھوڑی چالاکی بتاتے ہیں کہ کیا ریل اور بس میں بیٹھنا بدعت ہے؟ ہوائی جہاز سے سفر کرنا بدعت ہے؟ یہ سب باتیں ان کی بچکانہ باتیں ہیں۔ یہ سب چیزیں دین کے اصول میں سے نہیں ہیں، چیزوں کی ایجاد ایسی ہوتی ہے کہ آدمی کو سہولتیں ہوں یہ تو اللہ تعالیٰ نے وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا کے تحت فضیلت دی ہے۔ اور اس صدی میں جو کچھ ترقی ہوئی ہے آئندہ اور بھی ترقی ہوسکتی ہے۔ ان تکنیکی اور سہولت والی چیزوں میں تو کوئی اصول دین سمجھ میں نہیں آرہا ہے اور قرآن مجید وحدیث شریف میں جو کچھ دینی احکام بیان کئے گئے ہیں ان میں کوئی کمی اور زیادتی بھی نہیں ہورہی ہے کہ چار رکعت ظہر کی نماز دو رکعت کردی گئی ہے، یا چھ رکعت کر دی گئی ہو یہ سائنسی اور تکنیکی ترقیاں محض انسانوں کو سہولت اور آسانی پہنچانے والی ہیں اور بدعت کے جائز ہونے کے بارے میں یہ کوئی دلیل نہیں بن سکتی ہیں، بقول قرآن مجید حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ (اللہ کے نزدیک ان کی دلیل لچر ہے اور اس میں کوئی وزن نہیں ہے)۔

سنت اور بدعت کا فرق جاننے کے لئے قرآن وحدیث کا ترجمہ کے ساتھ پڑھنا یا سننا اور علماء حق کی بات کو سننا نیز ان سب پر غور وتدبر کرنا ضروری ہے اور اللہ کی ایسی کھلی ہوئی نعمت ہے کہ بڑی آسانی سے معلوم ہوجائے گا کہ سنت کیا ہے، اور بدعت کیا ہے؟ بدعت دین میں ایسی نئی بات ہے جو قرآن و حدیث میں نہ بتائی گئی ہو اور جسے لوگ دین سمجھ کر کرتے ہوں اور کرنے پر ثواب بتاتے ہوں نہ کرنے پر عذاب سے ڈراتے ہوں۔

دین کی ساری اصولی چیزیں الحمد للہ قرآن وحدیث میں موجود ہیں۔ لہذا ان میں کمی بیشی نہیں کرنی چاہئے۔ جیسی وہ ہیں ویسا ہی انہیں رکھا جائے۔ دین کی ان باتوں میں صحابۂ کرامؓ کا طریقہ کیا رہا ہے؟

اسے سامنے رکھیں تو دین کا سانچہ ڈھانچہ ہمیں کھلا کھلا نظر آئے گا۔ صحیح دین کے معلوم کرنے اور اس پر عمل کرنے میں انشاءاللہ بڑی سہولت ہوگی۔

(149) ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کا حق

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتٌّ بِالْمَعْرُوْفِ يُسَلِّمُ عَلَيْهِ اِذَا دَعَاهُ وَيُشَمِّتُهُ اِذَا عَطَسَ وَيَعُوْدُهُ اِذَا مَرِضَ وَيَتْبَعُ جَنَازَتَهُ اِذَا مَاتَ وَيُحِبُّ لَهُ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ۔

(مشکوۃ شریف، باب السلام۔ دوسری فصل)

ترجمہ: "رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ 6 بھلے حقوق ہیں (1) جب ملاقات ہو تو سلام کرے (2) جب دعوت دے تو قبول کرے (3) جب چھینکے تو جواب میں یَرْحَمُكَ اللّٰهُ کہے۔ (4) جب بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کرے۔ (5) جب انتقال کر جائے تو جنازہ کی نماز پڑھے۔ (6) اور اس کے لئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔"

اللہ پر ایمان رکھنے والے مومن بندے حقوق انسانی سے بھی کچھ آگے بڑھ کر ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کے پابند ہیں، اس حدیث شریف میں حضورؐ نے ایک مسلم کے دوسرے مسلم پر چھ (6) حقوق بتائے ہیں جن کی پابندی ہم پر لازم ہے۔

(1) ملاقات پر سلام کرے۔ اس سے سلام میں پہل کرنا بھی معلوم ہوتا ہے اور دوسرے پر وعلیکم السلام کہنا لازم ہے۔

(2) جب کوئی مسلمان کھانا کھانے کی دعوت دے تو یہ دعوت قبول کی جائے۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی پرانی رنجش یا ان بن ہو، بول چال بند ہو، آنا جانا بند ہو۔ اس کی وجہ سے بہانہ کرے اور کھانے کی دعوت قبول نہ کرے بلکہ اپنے مسلمان بھائی کی دعوت کو قبول کر لیوے اس کا اپنے اوپر حق سمجھتے ہوئے دعوت قبول

کرنے میں امیر غریب کے فرق کو بھی نہ رکھنا چاہئے اور معاشرہ میں امیری غریبی کی جو دیوار آڑے آتی ہے اس کو ڈھا دینا چاہئے۔

(3) کسی مجلس میں بیٹھے ہیں اور کسی مومن کو چھینک آ گئی تو چھینکنے والا جب اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے تو دوسرے مسلمانوں پر یَرْحَمُکَ اللّٰہُ (اللہ تم پر رحم کرے) کہنا لازم ہے یعنی چھینکنے والے اور سننے والے دونوں کو ہی اللہ کی حمد و تعریف کرنی چاہئے اور اللہ سے رحم کی دعا کرنی چاہئے، اس لئے کہ چھینک اگر رک جائے تو آدمی کی اسی وقت موت ہو جائے گی۔ اطباء اور ڈاکٹر بھی کہتے ہیں چھینک آتے وقت پلک جھپکنے کے برابر دل کی دھڑکن بند ہو جاتی ہے۔

(4) کوئی مومن بیمار ہو جائے تو دوسری مومنوں پر لازم ہے اس کی عیادت اور مزاج پرسی کے لئے جائیں اس میں یہ پہلو بھی جھلکتا ہے کہ اسے اگر دوا وغیرہ یا کسی اور چیز کی ضرورت ہو تو اس میں بھی حصہ لے۔

(5) جب کسی مومن کا انتقال ہو جائے تو اس کے جنازہ میں شریک ہو اور جنازہ کے ساتھ چلے بھی اور بخشش کی دعا بھی کرے۔

(6) ہر ایمان والا اپنے ایمان والے بھائی کے لئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ حدیث شریف کے اس آخری جملہ میں بڑی ہی زبردست تعلیم ہے اسے موضوع اور عنوان بنا کر کئی کتابیں لکھی ہیں یہ بڑی جامع اور وسیع بات ہے کہ مومن دوسرے مومنین کے لئے بھی وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

(150) دوسروں کا گناہ بھی اپنے سر

عَنْ جَرِیْرِبْنِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ سَنَّ سُنَّۃَ خَیْرٍ فَاتُّبِعَ عَلَیْہَا فَلَہٗ اَجْرُہٗ وَمِثْلُ اُجُوْرِ مَنِ اتَّبَعَہٗ غَیْرَمَنْقُوْصٍ مِنْ اُجُوْرِھِمْ شَیْئًا وَ مَنْ سَنَّ سُنَّۃَ شَرٍّ فَاتُّبِعَ

عَلَيْهَا كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهُ وَمِثْلُ اَوْزَارِ مَنِ اتَّبَعَهُ غَيْرَ مَنْقُوْصٍ مِنْ اَوْزَارِهِمْ شَيْئًا۔
(ترمذی شریف، اَبْوَابُ الْعِلْمِ بَابُ مَنْ دَعَا اِلٰی ھُدًی فَاتُّبِعَ)

ترجمہ: ''روایت ہے جریر بن عبداللہ سے اللہ کے رسولؐ نے فرمایا جس نے کوئی اچھا طریقہ پھیلایا اور لوگ بھی اس کے اس اچھے طریقہ پر چلے تو ایسے آدمی کے لئے اس کے کام کا ثواب تو ہے ہی، اس کے اچھے طریقہ پر چلنے والوں کے ثواب کے برابر بھی اسے ثواب ملے گا اور ان کے ثواب کے برابر بھی اسے ثواب ملے گا اور ان کے ثواب سے کچھ کمی بھی نہ ہوگی اور جس نے کوئی برا طریقہ نکالا اور لوگ بھی اس پر چلے تو اس پر اس کے عمل کا بوجھ ہوگا ہی اور ان لوگوں کے عمل کا بھی اس پر بوجھ ہوگا جو اس کے برے طریقہ پر چلے ہوں گے اور ان سے خود سے ان کے گناہ کا بوجھ کچھ کم نہ ہوگا۔''

کسی نے کوئی اچھی راہ نکالی لوگ اس پر چلے اور اس سے فائدہ اٹھایا تو اس آدمی کو اس کا ثواب اور بدلہ ملے گا ہی، اس کے اچھے طریقہ سے نفع اور فائدہ اٹھانے والوں کا ثواب بھی اس کو ملتا رہے گا، زندگی کے جملہ معاملات میں کچھ آسان اور سہل طریقے ہوتے ہیں، مفید بھی ہوتے ہیں کچھ مشکل اور ٹیڑھے ہوتے ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ ط

ترجمہ: ''اللہ تک پہنچنے کا ایک سیدھا راستہ ہے۔ اور دوسرے راستے ٹیڑھے ہیں۔

ان ٹیڑھے ترچھے راستوں میں اگر آدمی الجھ گیا تو اپنے مقصد تک پہنچنے میں دیر کردے گا یا پھر پہنچے گا ہی نہیں، ویسے ہی موجودہ سائنس اور ٹکنالوجی کے دور سے پہلے ایک دور تھا کہ انسان گدھے، گھوڑے، خچر اور اونٹ پر سفر کرتا تھا، جس آدمی نے پہلے چکا ایجاد کیا ہوگا۔ اس نے انسانوں کی بڑی خدمت کی ہے اس کا صلہ اس کو ملے گا شرط یہ ہے کہ وہ مومن بھی ہو اور اگر مومن نہ ہو تو کم سے کم دنیا میں اس کے

فائدے اسے ملے ہوں گے۔ چکّے کی ایجاد سے انسان کے سفر بہت ہی آسان ہو گئے ہیں۔ موجودہ زمانہ میں بھی چکا تمام ہی سواریوں میں چاہے وہ کتنی ہی تیز رفتار ہوں بنیاد اور اہم پرزہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

یہ حقوق انسانی ہیں کہ ایک آدمی نے ایسی راہ نکالی جو سہل آسان اور کار آمد ہو۔ اس میں دوائیاں، تعلیم کے ذرائع، انسان کے منافع اور راحت و آرام کی چیزیں وغیرہ شامل ہیں ایجاد کرنے والا اور بنانے والا اگر مومن ہو تو اس کا کہنا ہی کیا دنیا و آخرت دونوں میں اس کے لئے اجر ہی اجر ہے، اور غیر مومن ہے تو دنیا میں اسے شہرت و عزت کا ملنا ادب و احترام کے ساتھ اس کا نام لیا جانا یہی اس کا اجر و بدلہ ہے۔ اس کے برعکس حدیث پاک میں یہ بھی فرمایا گیا کہ جس نے کوئی بری اور خراب راہ نکالی اور لوگ بھی اس راہ پر چل پڑے تو اس کے برے عمل کا گناہ تو اس پر پڑے گا ہی جس نے یہ طریقہ نکالا ہے لیکن جو لوگ اس کی اس راہ پر چل پڑے ہیں اور گمراہ ہوئے ہیں ان کا وبال اور گناہ بھی اس شخص کو ملے گا۔ اس کے پیچھے اس غلط طریقہ پر چلنے والوں کو گناہ اور وبال تو ملنا ہی ملنا ہے۔

موجودہ دور کے اندر ناچ، گانے، بجانے، ٹیلیویژن، ریڈیو، وی۔ سی۔ آر، فحش لٹریچر، سینما اور کتنی ایسی چیزیں ہیں کہ شیطان نے انسان کو الٹی پٹی پڑھا کر ان غلط چیزوں میں الجھا کر غلط رخ پر ڈال دیا ہے۔ موجودہ دور میں ہمارے لئے بڑا امتحان ہے۔ خاص طور پر اہل دین کے لئے اور صاحب تقویٰ لوگوں کے لئے بڑی آزمائش ہے کہ وہ کیسے ان چیزوں سے خود بچیں اور اپنے اہل و عیال کو بچائیں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں نفع بخش اور فائدہ مند اسباب و ذرائع کو ایجاد کرنے اور ایسی چیزوں سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے اور غلط طریقوں اور اسباب و ذرائع کے ایجاد کرنے سے محفوظ رکھے اور ان کے شر و برائی سے بھی ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین۔

(151) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سات اہم وصیتیں

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَوْصِنِیْ قَالَ اُوْصِیْکَ بِتَقْوَی اللّٰہِ فَاِنَّہٗ اَزْیَنُ لِاَمْرِکَ کُلِّہٖ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ زِدْنِیْ قَالَ عَلَیْکَ بِتِلَاوَۃِ الْقُرْاٰنِ وَذِکْرِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ فَاِنَّہٗ ذِکْرٌ لَّکَ فِی السَّمَآءِ وَنُوْرٌ لَّکَ فِی الْاَرْضِ۔ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ زِدْنِیْ قَالَ عَلَیْکَ بِطُوْلِ الصَّمْتِ فَاِنَّہٗ مَطْرَدَۃٌ لِّلشَّیْطَانِ وَعَوْنٌ لَّکَ عَلٰی اَمْرِ دِیْنِکَ قُلْتُ زِدْنِیْ، قَالَ وَاِیَّاکَ وَکَثْرَۃَ الضِّحْکِ فَاِنَّہٗ یُمِیْتُ الْقَلْبَ وَیَذْھَبُ بِنُوْرِ الْوَجْہِ قُلْتُ زِدْنِیْ، قَالَ قُلِ الْحَقَّ وَاِنْ کَانَ مُرًّا قُلْتُ زِدْنِیْ قَالَ لَا تَخَفْ فِی اللّٰہِ لَوْمَۃَ لَآئِمٍ قُلْتُ زِدْنِیْ قَالَ لِیَحْجُزْکَ عَنِ النَّاسِ مَا تَعْلَمُ مِنْ نَّفْسِکَ۔

(مشکوٰۃ۔ بَابُ حِفْظِ اللِّسَانِ وَالْغِیْبَۃِ وَالشَّتْمِ فصل سوم)

ترجمہ: ''حضرت ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھے کچھ وصیت فرمایئے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا میں تمہیں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ اس لئے کہ تقویٰ تیرے ہر معاملہ کی زینت ہے میں نے عرض کیا کہ کیا کچھ اور ارشاد فرمایئے رسول اللہؐ نے فرمایا کہ قرآن کی تلاوت اور اللہ کا ذکر کرنے کی پابندی کرو کیونکہ اس کی وجہ سے آسمان میں تمہارا ذکر خیر ہوگا اور زمین میں تمہیں نورانیت حاصل ہوگی۔ میں نے عرض کیا کہ مزید فرمایئے آپؐ نے فرمایا کہ زیادہ تر خاموش رہو چونکہ خاموشی شیطان کو بھگانے والی اور تمہارے دینی معاملات میں مددگار ہے۔ میں نے عرض کیا کچھ اور فرمایئے آپؐ نے فرمایا زیادہ نہ ہنسو کیونکہ وہ دل کو مردہ کر دیتا ہے اور چہرہ کا نور ختم کر دیتا ہے۔ میں مزید نصیحت کا طلبگار ہوا تو آپؐ نے فرمایا ہمیشہ حق بات کہو چاہے کڑوی ہی کیوں نہ ہو، میں نے عرض کیا اور بھی ارشاد فرمایئے۔ فرمایا کہ اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوف زدہ نہ ہو، میں نے اصرار کیا کہ اور فرمایئے فرمایا کہ تیری جس بات سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہو اس

ایک طویل اور لمبا مضمون لئے ہوئے یہ بات بابرکت حدیث شریف پیش ہے ایک صحابیؓ حضرت رسول اللہؐ سے درخواست کرتے ہیں مجھے کچھ وصیت اور نصیحت فرمایئے۔ رحمتہ للعالمینؐ فرمایا کہ میں تم کو اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔

تقویٰ کا لفظ کتاب وسنت میں بڑے وسیع معنی اور مفہوم میں استعمال ہوا ہے، اللہ سے ڈرنا، اللہ کا لحاظ کرنا، اللہ سے محبت کرنا، اللہ کی نافرمانی سے بچنا، اللہ کے عذاب سے خود اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرنا یہ سب معنی تقویٰ کے آتے ہیں۔ تقویٰ انسان کے تمام کاموں کو زینت دیتا ہے اور سنوارتا ہے۔

آپؐ نے تلاوت قرآن اور ذکر اللہ کی پابندی کی بھی وصیت فرمائی کہ اس سے آسمانوں میں بندہ کا تذکرہ ہوتا ہے اور زمین میں روشنی اور نور کا ذریعہ ہے۔ کتاب اللہ کی تلاوت کے بغیر کوئی بھی معاشرہ چاہے وہ ختم نبوت سے پہلے کا دور ہو یا اس کے بعد کا وہ ضلالت اور گمراہی سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ سابقہ امتیں تورات، زبور، انجیل اور دوسرے صحف سماویہ کی تلاوت سے غافل ہوئیں تو وہ قومیں اور امتیں ضلالت وگمراہی کے مختلف چینلوں میں گھس کر تباہ وبرباد ہوگئیں۔ امت محمدیہ میں الحمد للہ کتاب اللہ کی تلاوت کی کثرت ہے، جہری نمازوں میں اور سری نمازوں میں قرآن مجید کی تلاوت ہوتی ہے اور نماز کے باہر بھی قرآن مجید کی حفظ وتلاوت خوب زیادہ جاری وساری ہے اور ہر جگہ قرآن قرآن ہے۔ اس پر ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں لیکن دکھ کی بات یہ ہے کہ شیطان نے ہم کو بھی چکر میں ڈال ہی دیا ہے وہ یہ ہے کہ ہم قرآن شریف کے معنی سمجھنے سے غافل ہوگئے۔ بس پڑھتے جاؤ جتنا پڑھنا ہے۔ سمجھنا جب کچھ ہے ہی نہیں تو کچھ کرنے یا کسی کام سے رکنے کی کوئی پابندی نہیں رہی۔ بعض لوگ قرآن مجید کے بارے

میں ایسی باتیں کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید مجھنے یا سمجھانے کی کتاب ہی نہیں ہے ایسی بات جو لوگ بھی کہہ رہے ہوں وہ اپنی آخرت خراب کر رہے ہیں۔ انہیں اپنا محاسبہ کر لینا چاہئے کہ وہ کیا کچھ کہہ رہے ہیں۔ میں سبھی اہل ایمان بھائی بہنوں سے اپیل کرتا ہوں کہ ہر روز ایک رکوع قرآن مجید ترجمہ کے ساتھ پڑھنا ہی پڑھنا ہے۔ اس طرح تقریباً ڈیڑھ سال میں پوری کتاب اللہ کا ترجمہ کے ساتھ آپ کے دماغ میں پھیرا پڑ جائے گا۔ آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ دین کے بارے میں آپ کتنی غلط باتیں کر رہے تھے یا کہہ رہے تھے اور اللہ کے کتنے احکامات ایسے تھے جن سے آپ غفلت برت رہے تھے۔ ترجمہ کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت کرنے کے ساتھ ساتھ ذکر اللہ کی بھی عادت ڈالیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ⑩

ترجمہ: ''اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت بہت کرتے رہو تا کہ تم کامیاب ہو۔''

(62۔الجمعہ، آیت: 10)

حدیث پاک اور قرآن مجید دونوں میں ہی زیادہ سے زیادہ اللہ کے ذکر کرنے اور ذکر اللہ کی عادت ڈالنے کی تاکید آئی۔ لہٰذا ہر انسان کو چاہئے کہ چلتے پھرے اٹھتے بیٹھتے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ اَلشُّكْرُ لِلّٰهِ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ۔ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِيْنَ۔ وغیرہ دعائیں پڑھتا رہے۔ ان کے علاوہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا حضرت یوسف علیہ السلام کی دعا، حضرت نوح علیہ السلام کی دعا اور جتنے پیغمبروں کی دعائیں قرآن مجید میں آئی ہیں ان کو بھی زبان پر جاری رکھا جائے پھر حدیث شریف میں حضرت محمدؐ نے امت کو دعاؤں کی سوغات عطا فرمائی ہے۔ ان تمام دعاؤں میں سے جو بھی دعا زبان پر آسکے اسے پڑھتے رہا کریں، چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، لیٹے لیٹے، کاروبار میں مشغول رہتے بھی یہ دعائیں پڑھی جا سکتی ہیں

اور اللہ تعالٰی کا ذکر ہو سکتا ہے قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ

ترجمہ: "جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے ہوئے بھی۔"

(3۔ آل عمران، آیت: 191)

زبان پر اللہ کا ذکر جاری کرنے کے لئے کچھ دنوں آپ کو دھیان اور توجہ کرنے کی ضرورت ہوگی پھر انشاء اللہ آپ کی زبان ذکر اللہ کی ایسی عادی ہو جائے گی کہ ذکر کے بغیر چین نہیں رہے گا اور اس سے آگے کی منزل یہ ہے کہ ذکر کرتے کرتے ایسے ذاکر ہو جائیں گے کہ آپ کی زبان پر اللہ کا ذکر پلک جھپکنے اور دل کی دھڑکن کی طرح جاری رہے گا اور آپ درج ذیل قرآن مجید کی بشارت کے مستحق قرار پائیں گے۔

وَّالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿35﴾

ترجمہ: "اللہ کا بہت ہی کثرت سے ذکر کرنے والے اور ذکر کرنے والیاں، ان سب کے لئے اللہ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔"

(33۔ الاحزاب، آیت: 35)

ذکر کا اعلٰی اور بلند درجہ یہ ہے کہ زبان کے ساتھ ساتھ قلب بھی ذاکر ہو اور دل ہر وقت اللہ کی طرف اور اللہ و رسول ؐ کے حکموں کے بجالانے کی طرف متوجہ رہے۔ قرآن مجید میں اس کی بھی یاد دہانی کرائی گئی ہے۔

وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿28﴾

ترجمہ: "اور کسی ایسے شخص کا کہنا مت مانو جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل پایا اور پھر تو ایسا شخص اپنی من چاہی کرنے میں لگ گیا ایسے آدمی کا ہر کام بے لگام ہے۔"

(18۔ الکہف، آیت: 28)

معلوم یہ ہوا کہ اعلیٰ درجہ کے ذکر کا تعلق قلب سے ہے، دل اللہ کے ذکر سے معمور اور آباد ہو تو سکرات کی اور موت کی منزلیں قبر اور حشر و حساب کی گھڑیاں انشاءاللہ آسانی سے گذر جائیں گی۔

حضرت محمدؐ کا انداز تخاطب اور نصیحت و وصیت کرنے کا طریقہ بھی دیکھئے کہ نہایت نادر نفیس اور اچھوتا ہے، موجودہ زمانہ میں ہم نے دینی رہبروں اور دنیا کے دوسرے مذاہب کے نصیحت کے طرز کو بھی دیکھا ہے۔ رسول اللہؐ کی نصیحت کا اندازہ ایسا ہے کہ بات سیدھے دل پر اثر کرتی ہے جبکہ دوسروں کے یہاں یہ بات بہت کم پائی جاتی ہیں پھر صحابہؓ اکرامؓ کی بھی بڑی اہمیت اور ان کا مرتبہ ہے اور ان کی ہوشیاری ہے کہ کس طرح وہ حضورؐ سے درخواست کر کے اپنے مطلب کو پا گئے چنانچہ اسی حدیث کے راوی کی طلب اور درخواست پر غور کریں کہ حضورؐ ایک ایک بات کی وصیت فرماتے جاتے ہیں اور صحابیؓ بار بار مزید وصیت و نصیحت فرمانے کی درخواست کرتے جا رہے ہیں۔

آپؐ نے چوتھی وصیت ان کو یہ فرمائی کہ زیادہ خاموش رہنے کی کوشش کرو اس لئے کہ خاموشی شیطان کو تھکا دینے والی اور بے بس کر دینے والی ہے۔

معلوم ہوا کہ خاموشی شیطان کو تھکانے کا بہت بڑا ہتھیار ہے ہم سے تو اس پر عمل ہوتا نہیں، دن بھر زبان چلاتے رہتے ہیں۔ اس بارے میں زیادہ کچھ کہنے میں اللہ تعالیٰ سے ڈر محسوس کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں بھی ارشاد ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ﴿2﴾

كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ ﴿3﴾

ترجمہ: ''اے ایمان والو! ایسی بات کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں، جو کہتے ہو اسے کرتے نہیں یہ بات اللہ کے یہاں بہت ناپسند ہے۔''

(61۔الصف، آیت: 2,3)

لیکن وَّ ذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿55﴾

ترجمہ: ''نصیحت کرنا جاری رکھو بیشک ایمان والوں کو نصیحت نفع دیتی رہے گی۔''

(51۔الذاریات، آیت: 55)

کے تحت عرض کرتا ہوں کہ خاموش رہنا شیطان کو تھکا دینے اور عاجز و بے بس کر دینے کا بہت ہی بڑا ہتھیار ہے۔ یہ نصیحت سننے کے بعد بھی وہ صحابی رسولؐ عرض کرتے ہیں کہ مجھے اور بھی کچھ بتائیے کہ میں کیا کروں؟ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ حق اور سچی بات کہو چاہے وہ کڑوی کیوں نہ ہو۔ ہم اس بارے میں عرض کرتے ہیں کہ لوگ حق اور سچی بات کہیں گے کہاں سے جب وہ قرآن مجید اور احادیث پاک کی تعلیمات سے ناواقف ہوں، قرآن مجید اور احادیث مبارکہ کے سوا حق اور سچی بات ہے ہی کہاں؟ لہٰذا حق اور سچی بات وہی آدمی کہہ سکتا ہے جو ان کا جاننے والا ہوگا اس لئے عام اہل ایمان کو چاہئے کہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے ساتھ اپنا رابطہ و تعلق پیدا کریں۔

یہ نصیحت سننے کے بعد بھی پھر وہ صحابیؓ مزید اور نصیحت کی درخواست کر بیٹھتے ہیں۔ حضرت خاتم النبیینؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والی کی ملامت سے ڈرنے کی کچھ بھی ضرورت نہیں ہے۔ قرآن مجید میں بھی ارشاد ہے۔

وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ؕ

ترجمہ: ''اور کسی ملامت کرنے والے کے الزام اور ملامت سے نہیں ڈریں گے۔''

(5۔المائدہ، آیت: 54)

یہ اعلیٰ درجہ کے ایمان والوں کی صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ دین کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت اور لعن طعن سے خوف ذدہ ہرگز نہیں ہوتے لیکن اگر ہم کو اللہ کے معاملات اور دین کے صحیح احکامات ہی معلوم نہ ہوں تو ہم ان پر عمل ہی نہیں کریں گے تو کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اہل ایمان کو چاہئے کہ وہ اللہ کے معاملات اور احکامات کی معلومات حاصل کر کے ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔

اس کے بعد ان صحابیؓ نے مزید نصیحت کی درخواست کی تو اللہ تعالی کے رسولؐ نے فرمایا کہ جس بات سے بھی لوگوں کو تکلیف اور اذیت پہنچے ایسی بات کے کہنے سے رک جاؤ۔

ہمارے بہت سے روزانہ کے معاملات سماجی، معاشی، معاشرتی، بازاروں منڈیوں کے لین دین اس میں ایک دوسرے سے تکلیف پہنچنے کے بہت سے مواقع آتے ہیں۔ اس طرف ہم لوگوں کو توجہ کرنا چاہئے کہ ہماری کسی بات یا کسی عمل اور حرکت سے لوگوں کو تکلیف اور دکھ نہ پہنچے، پھر رشتہ ناتے والے پاس پڑوس میں رہنے والے ہوں ان کے درمیان بھی نا چاقی ہوتی ہے اور آدمی کا دل و دماغ سکون میں نہیں ہوتا، بلاوجہ کا ٹینشن اور دماغی تناؤ ہوتا ہے۔ لہٰذا ہر ایسی بات سے دور رہنا بہتر ہے جس سے لوگوں کو تکلیف ہو سکتی ہو۔

یہ سب نصیحتیں کیا خوب سے خوب تر تحفہ ہیں ان لوگوں کے لئے جو اپنے نبی کریمؐ کی ہدایت اور ان ضروری نصیحتوں وصیتوں پر دھیان دیں اور ان پر عمل کریں۔ اچھی طرح سن کر اس پر عمل کرنے والوں کے لئے قرآن مجید میں بڑی بشارت ہے۔

فَبَشِّرْ عِبَادِ (17) الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ط اُولٰٓئِكَ
الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ (18)

ترجمہ: ''بس میرے ایسے بندوں کو خوشخبری سنا دو، یہ وہ لوگ ہیں جو بات کو دھیان سے سن کر اس پر اچھی طرح حسن وخوبی کے ساتھ عمل کرتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں کہ اللہ نے انہیں ہدایت کی راہ چلا دیا اور یہی لوگ عقلمند ہیں۔''

(39۔الزمر، آیت: 17,18)

(152) جنت کی ضمانت

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَضْمَنُوْا لِيْ سِتًّا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَضْمَنْ لَكُمُ الْجَنَّةَ اُصْدُقُوْا اِذَا حَدَّثْتُمْ وَاَوْفُوْا اِذَا وَعَدْتُّمْ وَاَدُّوْا اِذَا ائْتُمِنْتُمْ وَاحْفَظُوْا فُرُوْجَكُمْ وَغُضُّوْا اَبْصَارَكُمْ وَكُفُّوْا اَيْدِيَكُمْ ۔ (مشکوٰۃ شریف، بَابُ حِفْظِ اللِّسَانِ)

ترجمہ: ''حضرت عبادہ بن صامتؓ عرض کرتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ تم لوگ مجھے چھ چیزوں کی حفاظت کی ضمانت دیدو میں تمہارے لئے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔(1) ہمیشہ سچ بولو (2) وعدہ پورا کرو (3) امانت کی ادیگی کرو (4) اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرو (5) اپنی نگاہیں نیچی رکھو (6) ظلم سے ہاتھ روک لو۔''

حضور اقدسؐ نے اس حدیث پاک میں چھ باتوں پر عمل کر لینے سے جنت کی ضمانت دی ہے۔

(1) ایک تو یہ کہ آدمی سچ بولے جھوٹ سے پرہیز کرے۔

(2) جب وعدہ کرے تو اس کو پورا کرے، وعدہ خلافی نہ کرے۔

(3) اس کے پاس کوئی امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت نہ کرے۔

(4) اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرے۔

(5) اپنی نگاہیں نیچی رکھے۔

(6) ظلم وزیادتی سے ہاتھ روک لیوے۔

ان چھ باتوں پر جس اہل ایمان نے عمل کر لیا اس کے لئے اللہ کے رسولؐ نے جنت کی ضمانت دی ہے۔ ان میں سے ہم پانچویں بات کی طرف خاص توجہ دلاتے ہیں کہ سڑکوں، بازاروں، منڈیوں میں چلتے وقت ہم کو اپنی نگاہیں نیچی رکھنا بہت ضروری ہے ایسا اگر ہم نے نہیں کیا تو دنیا میں بڑی سے بڑی آزمائش میں پڑھ سکتے ہیں اور آخرت میں جو عذاب ہوگا وہ تو ہے ہی، دیدہ بازی، تاک جھانک کرنا اور آنکھ کو بالکل آزاد کر دینا کہ اپنے قابو میں نہ رہے اس سے بچنے کی قرآن پاک اور حدیث شریف میں بڑی تاکید آئی ہے۔

(153) جنت میں جانے والے لوگ

عَنْ عِيَاضٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَهْلُ الْجَنَّةِ ثَلٰثَةٌ ذُوْسُلْطَانٍ مُقْسِطٌ مُتَصَدِّقٌ مُوَفَّقٌ - وَرَجُلٌ رَحِيْمٌ رَقِيْقُ الْقَلْبِ لِكُلِّ ذِىْ قُرْبٰى وَمُسْلِمٍ وَعَفِيْفٌ مُتَعَفِّفٌ ذُوْعِيَالٍ -

ترجمہ: ’’حضرت عیاضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ تین طرح کے لوگ جنتی ہیں (1) انصاف کرنے والا، سخاوت کرنے والا باتوفیق بادشاہ (2) اور ایسا شخص جو ہر رشتہ دار اور ہر مسلمان پر رحم کرنے والا ہے، نرم دل ہے۔ (3) اور ایسا آدمی جو پاک دامن ہے، بیوی بچوں والا ہے، ضرورت مند ہو کر بھی سوال سے بچتا ہے۔‘‘

اس حدیث پاک میں جنت میں جانے والوں کی تین قسمیں بتائی گئیں ہیں۔(1) ایسے بادشاہ جو اپنی رعایا اور قوم کے ساتھ انصاف کریں اور سخاوت و داد و دہش بھی کرتے ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے کسی کو کرسی نشین بنایا ہے تو اس میں یہ دو باتیں پایا جانا ضروری ہے ایک تو وہ انصاف کرے۔ اپنے ماتحت لوگوں کے ساتھ اور ہر انصاف چاہنے والے کے ساتھ، دوسرے یہ ہے کہ ضرورت مندوں کی ضرورت کو بھی پورا کرے، آج کے ہمارے دور میں سیاسی جماعتوں کے افراد جس طرح حکومت کرتے ہیں۔ اس میں انصاف اور مخلوق کی ضرورت پوری کرنے کی بات بہت کم ہوتی ہے اور اس طرف حاکموں اور کرسی نشینوں کی توجہ بھی نہیں ہوتی، کہنے کو تو بہت کچھ کہتے ہیں لیکن جب کرنے کا موقع انہیں مل جاتا ہے تو پھر انہیں کسی کا کچھ خیال نہیں رہتا۔

(2) بادشاہ تو کچھ ہی لوگ ہوا کرتے ہیں لیکن عام آدمیوں میں ہم آپ جیسے لوگوں کو بھی مخلوق کے لئے نرم دل ہونا چاہئے خاص طور پر رشتہ داروں اور ہر اہل ایمان پر کہ اس کی تکلیف کو دیکھیں تو ہم پر رقت طاری ہو اور ہم میں یہ جذبہ پیدا ہونا چاہئے کہ ہم اس کے کچھ کام آجائیں۔

(3) جنت میں جانے والوں کی تیسری قسم یہ بتائی گئی ہے، بال بچوں والا اور ضرورت مند ہو کر بھی کسی سے کچھ مانگنے سے، ہاتھ پھیلانے سے، سوال کرنے سے بچتا ہو، قرآن مجید کی ایک آیت میں ایسے لوگوں کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۚ
لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ؕ

ترجمہ: ''ان کے نہ مانگنے کی وجہ سے نادان آدمی انہیں مالدار سمجھتا ہے تم ان کے چہروں سے پہچان لوگے وہ لوگوں سے لپٹ کر سوال نہیں کرتے۔''

(2۔البقرۃ، آیت: 273)

(154) جہنمی کی پہچان

قَالَ وَاَهْلُ النَّارِ خَمْسَةٌ اَلضَّعِيْفُ الَّذِىْ لَا زَبْرَلَهُ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْكُمْ تَبَعًا لَا يَبْتَغُوْنَ اَهْلًا وَّلَامَالًا۔ وَالْخَائِنُ الَّذِىْ لَا يَخْفٰى لَهٗ طَمَعٌ وَاِنْ دَقَّ اِلَّا خَانَهٗ وَرَجُلٌ لَا يُصْبِحُ وَلَا يُمْسِىْ اِلَّا وَهُوَ يُخَادِعُكَ عَنْ اَهْلِكَ وَمَالِكَ وَذَكَرَ الْبُخْلَ اَوِ الْكَذِبَ اَوِ الشِّنْظِيْرُ الْفَحَّاشُ۔

(مسلم شریف، کِتَابُ الْجَنَّةِ وَصِفَةِ نَعِيْمِهَا وَاَهْلِهَا۔ بَابُ صِفَاتِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاَهْلِ النَّارِ)

ترجمہ: ''اور فرمایا کہ دوزخ میں جانے والے پانچ طرح کے لوگ ہیں۔ (1) وہ بوڑھا آدمی جسے برے کام سے دور رہنے کی تمیز نہیں تمہارے ماتحت رہتا ہے پھر بھی بے فکری میں زندگی گذار رہا ہے نہ اسے مال چاہئے نہ اولاد۔ (2) وہ شخص کہ جب بھی اس کو لالچ پیدا ہوا امانت میں خیانت کرے۔ (3) وہ آدمی جس کی صبح شام اس حال میں گذرتی ہو کہ کسی کو اہل وعیال اور گھر والوں کے بارے میں دھوکا دیتا ہے یا کسی کو اس کے مال اسباب کے بارے میں دھوکا دیتا ہے۔ (4) چوتھے اور پانچویں کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ بخیل یا جھوٹے ہیں، یا فحش بکنے والا بدبخت انسان۔''

حدیث شریف سے ہمیں معلوم ہورہا ہے کہ پانچ طرح کے لوگ دوزخ میں جائیں گے۔ ایک ایسا شخص جو ضعیف اور بوڑھا ہو پھر بھی اسے برے کاموں سے بچنے کی کوئی فکر نہیں، کوئی تمیز نہیں، یہ انتہائی درجہ کی بدنصیبی ہے ایسے ضعیف اور بوڑھے آدمی کے لئے جو موت کے کنارے جالگا ہو لیکن اللہ کے منع کئے ہوئے کاموں سے بچنے کی اسے کوئی پرواہ ہی نہیں ہے۔ اور وہ کوئی بڑا خوشحال بھی نہیں ہے بلکہ کسی کا نوکر چاکر ہے، دنیا کی زندگی بھی تنگی اور پریشانی کی ہے لیکن یہ شخص ہے کہ بے فکری میں زندگی گذار رہا ہے۔ مال کی طلب بھی نہیں ہے اور اپنے گھر بار، آل اولاد کی بھی اسے کوئی فکر نہیں ہے۔ ایسے بے سلیقہ اور بے ڈھنگے آدمی کو جہنم میں جانے والا بتایا گیا ہے۔ اللہ تعالٰی ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

جہنم میں جانے والوں کے کچھ دوسرے اوصاف بھی اس حدیث میں بتائے گئے ہیں، جیسے لالچ اور حرص کی وجہ سے امانت میں خیانت کرنا صبح وشام اس حال میں گذارنا کہ کسی کو مال و دولت کے بارے میں کوئی دھوکہ دیدیا یا اس کی آل اولاد اور گھر والوں کے بارے میں کوئی دھوکہ دھڑی کا کام کیا کنجوس اور بخیل ہونا، جھوٹ بولنا، بدکلام اور ننگی گالیاں دینا، فحش اور بے شرمی کی بات کرنا یہ سب عادتیں انسان کو جہنم سے قریب کرتی ہیں یہاں تک کہ وہ آدمی اگر ان برے کاموں سے توبہ نہ کرے اور رکے نہیں تو اسے جہنم میں داخل ہونا ہی ہونا ہے۔

آج کے پورے معاشرہ پر نگاہ ڈالئے گلی گلی اور بازاروں، محلوں میں ہر جگہ لوگوں میں یہ بری عادتیں دکھائی دیتی ہیں، غیر اہل ایمان قوموں میں ان عادتوں کا پایا جانا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے لیکن جو قوم ایمان اور اسلام کی دعویدار ہے۔ ان میں یہ خراب حرکتیں دکھتی ہیں تو بڑے خطرے اور بہت زیادہ ڈرنے کی بات ہے، اور ہر مومن کو چوکنا ہو جانا چاہئے۔

(155) چار اچھی صفات

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرْبَعٌ اِذَا كُنَّ فِيْكَ فَلَا عَلَيْكَ مَافَاتَكَ مِنَ الدُّنْيَا حِفْظُ اَمَانَةٍ۔ وَصِدْقُ حَدِيْثٍ وَحُسْنُ خَلِيْقَةٍ۔ وَعِفَّةٌ فِىْ طُعْمَةٍ۔

(رواہ احمد طبرانی، ترغیب وترہیب۔ ص589 ج3)

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ تم میں سے جس کے اندر یہ چار خصلتیں جمع ہو جائیں تو اسے دنیا کی دیگر چیزوں کے چھوٹ جانے پر کوئی غم نہیں (1) امانت کی حفاظت کرنا (2) سچی بات کہنا (3) اچھے اخلاق والا ہونا (4) حلال کمائی کرنا۔“

حضرت نبی کریمؐ نے اہل ایمان کو بشارت دی کہ جس مومن کے اندر یہ چار صفات پائی جائیں تو دنیا بھر کی چیزیں بھی اگر اس سے فوت ہو جائیں تو بھی کوئی حرج اور نقصان نہیں۔وہ چار صفتیں یہ ہیں۔(1) امانت کی حفاظت کرنا (2) سچی بات کہنا (3) عادات اور اخلاق اچھے ہوں (4) حلال اور پاکیزہ صاف ستھری کمائی سے کھاتا ہو۔

انسانی سماج اور معاشرہ میں ان چار باتوں کی بڑی اہمیت اور قدر و قیمت ہے اور ہر خاص و عام انسانوں کو ان اوصاف کے ہونے سے بڑے فائدے پہنچے ہیں، لیکن چوتھی صفت ایسی ہے کہ اس پر انسان کی زندگی کی جڑ بنیاد قائم ہے۔اور حلال وحرام کمائی اور مال کی تمیز جب انسان کے دماغ سے ختم ہو جاتی ہے تو بڑی خرابیاں، برائیاں اور بگاڑ وجود میں آتے ہیں، معلوم ہوا کہ بہت سی سماجی اور معاشرتی خرابیوں سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ حرام اور ناجائز کمائی سے بچا جائے اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ سستی، کاہلی، نکماپن اور کام چوری سے بھی دور رہا جائے۔لیکن آج ہم مسلمانوں نے نکماپن، کام چوری، بے کاری کو زبردستی اپنے سر ڈال لیا ہے۔کوئی بیمار ہو اپاہج اور معذور ہو تو بات الگ ہے یہ بیچارے کر ہی کیا سکتے ہیں مگر اچھے ہٹے کٹے جوان ہوٹلوں میں بیٹھے گپ مار رہے ہیں کیرم بورڈ کھیل رہے ہیں، معمے بھر رہے ہیں، ناول اور افسانے پڑھ رہے ہیں، اور محنت کی حلال کمائی کا تصور ہم مسلمانوں کے ذہن سے نکلا جا رہا ہے، اس سے ادھار لے لیجئے اس سے مانگ لیجئے۔اس طرح کام چلانے کے عادی ہوتے جا رہے ہیں جبکہ اللہ نے جوانی قوت اور تندرستی دی ہے تو محنت کر کے حلال کمائی حاصل کرنے کی کوشش کرنا ضروری ہے۔ورنہ دنیا میں بھی ذلیل ہوں گے۔آخرت کا عذاب الگ ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو کسب حلال سے روزی حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(156) سچ اور جھوٹ کا انجام

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَیْکُمْ بِالصِّدْقِ فَاِنَّ الصِّدْقَ یَھْدِیْ اِلَی الْبِرِّ وَاِنَّ الْبِرَّ یَھْدِیْ اِلَی الْجَنَّۃِ وَمَا یَزَالُ الرَّجُلُ یَصْدُقُ وَیَتَحَرّٰی الصِّدْقَ حَتّٰی یُکْتَبَ عِنْدَ اللّٰہِ صِدِّیْقًا وَ اِیَّاکُمْ وَالْکِذْبَ فَاِنَّ الْکِذْبَ یَھْدِیْ اِلَی الْفُجُوْرِ وَاِنَّ الْفُجُوْرَ یَھْدِیْ اِلَی النَّارِ وَمَا یَزَالُ الرَّجُلُ یَکْذِبُ وَیَتَحَرَّی الْکِذْبَ حَتّٰی یُکْتَبَ عِنْدَ اللّٰہِ کَذَّابًا۔

(مُسْلِم، کِتَابُ الْبِرِّ وَالصِّلَۃِ وَالْاَدَبِ، بَابُ قُبْحِ الْکِذْبِ وَحُسْنِ الصِّدْقِ وَ فَضْلِہٖ)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ تم سچائی کو لازم پکڑو اس لئے کہ سچائی نیکی کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور نیکی جنت میں لے جاتی ہے اور آدمی جب تک سچ بولتا ہے۔ اور اس پر قائم رہتا ہے تو اللہ کے یہاں سچا لکھا جاتا ہے۔ اور فرمایا کہ جھوٹ سے بچو اس لئے کہ جھوٹ برائی کا راستہ بتاتا ہے اور برائی جہنم کی طرف لے جاتی ہے اور جب انسان ہمیشہ جھوٹ بولتا ہے اور اسی پر قائم رہتا ہے تو اسے اللہ کے رجسٹر میں جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔''

حضرت خاتم النبیین محمدؐ نے جو تعلیم فرمائی ہے وہ اہل ایمان قوم کے لئے فائدہ مند تو ہے ہی لیکن اگر اس نصیحت سے ہمارے ملک کے دوسرے مذاہب کے ماننے والے لوگ اس پر عمل کریں تو انہیں بھی بہت فائدہ اور نفع ہوگا۔ اور دنیا کے کسی بھی ذی ہوش اور صاحب سمجھ آدمی کو ان باتوں سے اختلاف نہیں ہو سکتا کہ سچائی کو لازم پکڑو۔ اس لئے کہ وہ نیکی اور بھلائی کی طرف لے جاتی ہے نیکی۔ اور بھلائی جنت میں جانے اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور بخشش حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ انسان سچ بولتے بولتے اللہ تعالیٰ کے یہاں یہ مقام بلند حاصل کر لیتا ہے کہ اسے سچا لکھا جاتا ہے۔

اسی طرح جھوٹ بولنے والا جھوٹ بولنے کی وجہ سے فسق و فجور اور گناہ کے کاموں کی طرف بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ جہنم میں جا پڑتا ہے اور اللہ کے یہاں جھوٹا لکھا جاتا ہے۔

(157) بلند مرتبہ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِّنْ مَالٍ وَّمَا زَادَ اللّٰهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ اِلَّا عِزًّا وَّمَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰهِ اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ۔

(مسلم شریف: کِتَابُ الْبِرِّ وَالصِّلَةِ وَالْاٰدَبِ، بَابُ اِسْتِحْبَابِ الْعَفْوِ وَالتَّوَاضُعِ)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا صدقہ دینے سے مال گھٹتا نہیں اور جو انسان لوگوں کی بھول چوک اور غلطی کو معاف کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی عزت کو بڑھاتے ہیں۔ اور جو آدمی اللہ تعالیٰ کے لئے عاجزی اور انکساری کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا درجہ بلند کرتا ہے۔''

اللہ کے راستے میں اللہ کو راضی کرنے کے لئے مال خرچ کرنے سے مال میں برکت ہوتی ہے، فقراء مساکین محتاج، یتیم، بیوہ، مریض، مسافر اور ضرورت مند کو مال دینے سے گھٹتا نہیں ہے بلکہ اللہ کے فضل و مہربانی اور برکت عطا فرمانے سے اور بڑھتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿39﴾

ترجمہ: ''اور جو بھی تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے اس کا بدلہ تم کو ضرور دے گا اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔''

(34۔سبا، آیت: 39)

حدیث پاک میں دوسری جو بات ارشاد فرمائی گئی وہ یہ ہے کہ انسان اگر دنیا میں بھی اپنے درجات کی بلندی اور اونچا مرتبہ و مقام حاصل کرنا چاہتا ہو تو لوگوں کی غلطیوں پر درگذر کرے اور معاف کرتا رہے،

بھول چوک پر زیادہ گرفت اور دار و گیر نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی عزت بڑھا دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے لئے اس نے تواضع اور عاجزی وانکساری کو اختیار کیا تو اس سے اس آدمی کا مرتبہ بلند ہوتا ہے۔

(158) مصیبت کبھی نہ آئے

عَنْ عُمَرَ وَاَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ رَاٰی صَاحِبَ بَلَاءٍ فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا لَمْ یُصِبْهُ ذٰلِكَ الْبَلَاءُ۔ (ترمذی۔ ترغیب وترہیب۔ ص 273 ج4)

ترجمہ: ”حضرت عمرو ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے کسی مصیبت زدہ شخص کو دیکھا اور یہ دعا پڑھی تو اس کو وہ پریشانی لاحق نہ ہوگی اس دعا کا ترجمہ یہ ہے تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے مجھے عافیت بخشی اس پریشانی سے جس میں تو پھنسا ہوا ہے اور مجھے اپنی مخلوق میں سے بہت سے لوگوں پر فضیلت بخشی۔“

دنیا کی مصیبتیں اور آفتیں انسان کے پیچھے لگی ہوئی ہیں۔ کتاب اللہ میں ارشاد ہے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ ﴿4﴾

ترجمہ: ”بیشک انسان کو پیدا کر کے ہم نے اسے مشقت اور الجھن میں ڈالا ہے۔“

(90۔ البلد، آیت: 4)

ترمذی شریف کی اس حدیث میں اللہ کے رسولؐ ارشاد فرمایا ہیں کہ جس کسی انسان نے دیکھا کہ کوئی انسان مصیبت میں پھنسا ہے اور اس دیکھنے والے نے درج ذیل دعا پڑھی تو یہ شخص خود اس مصیبت میں پھنسنے سے محفوظ رہے گا۔ وہ دعا یہ ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاکَ بِہٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا۔

معلوم ہوا کہ جب بھی کسی کو ہم مصیبت میں پھنسا ہوا دیکھیں تو یہ دعا پڑھ لینے سے انشاء اللہ ہم اس مصیبت سے محفوظ رہیں گے۔

لیکن کسی کو اگر یہ پوری دعا یاد نہ ہو عربی عبارت میں تو اس کا ترجمہ ہی جو اوپر لکھا ہے پڑھ لیں یا زبان سے یوں کہہ لیں کہ ''سب تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے مجھے اس مصیبت سے بچایا ہے''

ایک حدیث پاک میں یہ بھی آیا ہے اَللّٰھُمَّ عَافِہٖ وَعَافِنِیْ اے اللہ اس مصیبت زدہ شخص کو آسانی دے اور مجھے بھی اس مصیبت اور تکلیف سے بچالے۔

ان روایت پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوا کہ دعا کرنا چاہئے اپنے لئے بھی اور دوسروں کے لئے بھی اس سے اللہ کی رحمت متوجہ ہوتی ہے اور بندے کے بہت سارے کام بن جاتے ہیں، دعاؤں کی بڑی اہمیت ہے۔ دعا عبادت کا مغز ہے لہٰذا دعا کرنے میں غفلت اور لاپرواہی نہیں کرنی چاہئے۔

(159) مومن کا ہر پہلو خیر کا ہے

عَنْ صُھَیْبِ الرُّوْمِی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَجَبًا لِاَمْرِ الْمُؤْمِنِ اِنَّ اَمْرَہٗ کُلَّہٗ لَہٗ خَیْرٌ وَّ لَیْسَ ذَاکَ لِاَحَدٍ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِ۔ اِنْ اَصَابَتْہُ سَرَّآءُ شَکَرَ فَکَانَ خَیْرًا لَّہٗ۔ وَاِنْ اَصَابَتْہُ ضَرَّآءُ صَبَرَ فَکَانَ خَیْرًا لَّہٗ۔

(مسلم شریف۔ کِتَابُ الزُّھْدِ، بَابٌ فِیْ اَحَادِیْثَ مُتَفَرِّقَۃٍ)

ترجمہ: ''حضرت صہیب رومیؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ مومن کا معاملہ بہت عجیب ہے اس کے سارے کام میں بھلائی ہے۔اور یہ خصوصیت صرف مومن ہی کے لئے ہے۔اگر اسے کوئی خوشی حاصل ہوتو اللہ کا شکرادا کرے یہ اس کے لئے (اس کے حق میں) اچھا ہے۔اور اگر کوئی تکلیف پہنچے تو اس پر صبر کرے یہ بھی اس کے لئے باعث اجر ہے۔''

یہ دنیا امتحان اور آزمائش کی جگہ ہے اور یہاں انسان کو خوشی، غمی، نرمی سختی، آسانی، تنگی سب کا سامنا کرنا پڑتا ہے، بہت سے کام انسان کی چاہت اور اس کی خواہش کے مطابق ہوتے ہیں اور بہت سے کام اس کی مرضی اور منشاء کے خلاف بھی ہوتے ہیں، الجھنیں، پریشانیاں، بیماریاں، سکھ دکھ سے واسطہ ہوتا ہے مومن کے لئے اس حدیث پاک میں بڑی بشارت ہے کہ اس کے لئے دونوں حالتیں خیر و بھلائی کی ہی ہیں خوشی حاصل ہوتو اللہ کا شکر ادا کرے یہ بھی نیکی ہے اور اس کا اجر و بدلہ ملتا ہے۔کوئی تکلیف پہنچے اس پر صبر کرے اور اللہ سے آسانی کی دعا کرے یہ بھی نیکی اور بھلائی ہی ہے کہ صبر کرنے کا بدلہ اور ثواب اللہ تعالیٰ اس کو دے گا۔لہٰذا مومن کسی حال میں بھی نقصان میں نہیں رہا بلکہ ہر حال میں اس کو نفع اور فائدہ پہنچتا ہے۔

(160) دنیا کی بے حد محبت کا نتیجہ

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اُشْرِبَ حُبُّ الدُّنْیَا النَّاطَ مِنْھَا بِثَلَاثٍ۔(1) شَقَاءٍ لَّا یَنْفَدُ عَنَاءُہٗ (2) وَحِرْصٍ لَّا یَبْلُغُ غِنَاہُ۔(3) وَاَمَلٍ لَّا یَبْلُغُ مُنْتَھَاہُ۔ فَالدُّنْیَا طَالِبَۃٌ وَّمَطْلُوْبَۃٌ فَمَنْ طَلَبَ الدُّنْیَا طَلَبَتْہُ الْاٰخِرَۃُ حَتّٰی یُدْرِکَہُ الْمَوْتُ فَیَاْخُذَہٗ وَمَنْ طَلَبَ الْاٰخِرَۃَ طَلَبَتْہُ الدُّنْیَا حَتّٰی یَسْتَوْفِیَ مِنْھَا رِزْقَہٗ۔

(ترغیب و ترہیب، ص 176، ج 4)

ترجمہ: ’’حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے دل میں دنیا کی محبت پیوست ہوگئی اس سے تین باتوں کا صدور ہوتا ہے۔ (1) ایسی بدبختی جس کی نحوست ختم نہ ہو۔ (2) ایسا لالچ جس کو بے نیازی نصیب نہ ہو۔ (3) ایسی تمنا و آرزو جس کی فہرست کبھی ختم نہ ہو دنیا تو طلب بھی کرتی ہے اور طلب کی بھی جاتی ہے جو دنیا کے حصول کے چکر میں پڑ گیا اس کو آخرت بلاتی ہے۔ یہاں تک کہ موت آتی ہے اور اسے دبوچ لیتی ہے۔ اور آخرت کی فکر میں لگا رہا اس کو دنیا اپنی طرف بلاتی ہے۔ یہاں تک کہ موت آنے تک برابر اس کو پورا رزق ملتا رہتا ہے۔‘‘

اس روایت سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ جس آدمی کے دل میں دنیا کی محبت پلا دی گئی، حدیث شریف میں أُشْرِبَ کا لفظ استعمال فرمایا ہے قرآن مجید میں بھی یہ لفظ آیا ہے۔ جب بنی اسرائیل کے لوگ بچھڑا پرستی میں لگے تو ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَأُشْرِبُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْعِجْلَ (اور ان کے دل میں بچھڑے کی محبت پلا دی گئی) ہماری بول چال میں بھی بولا جاتا ہے ’’یہ چیز اس کی گھٹی میں پلا دی گئی‘‘ مطلب یہ ہے کہ آدمی اس طرح دنیا کی محبت لالچ اور حرص میں لگ جائے کہ ہر وقت دنیا دنیا یہاں تک کہ دنیا کا کتا بن جائے ایسا نہیں ہونا چاہئے لیکن جو شخص اس طرح دنیا کا لالچی ہو جائے گا تو حدیث میں بتایا گیا کہ ایسے آدمی سے تین باتیں ظاہر ہوں گی۔

(1) ایسی بدبختی اور بدنصیبی اس کے پیچھے لگ جائے گی جس کی نحوست اور برائی کبھی ختم نہ ہوگی۔

(2) لالچ، حرص، دنیا کی طلب میں ایسا لگ جائے گا کہ کبھی اس کے جی اور دل کو اطمینان نصیب نہ ہوگا۔

(3) آرزوں، جھوٹی تمناؤں اور بے کار خواہشات میں ایسا گھر جائے گا کہ کبھی اسے ان سے چھٹکارہ نہ مل سکے گا۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ، اللہ تعالیٰ ان عادتوں اور خصلتوں سے ہر ایمان والے کو محفوظ رکھے۔

اس حدیث پاک کے دوسرے حصہ میں دنیا و آخرت کی حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جو شخص دنیا کے پیچھے پڑتا ہے اتنا ہی دنیا اس سے دور بھاگتی ہے اور منہ پھیرتی ہے اور آخرت میں اس آدمی کے پہنچنے کا وقت قریب آتا جاتا ہے یہاں تک کہ دنیا طلبی میں مست اور آخرت کی یاد سے غافل شخص کو موت آدبوچتی ہے اور جو شخص آخرت کی طلب اور فکر میں لگا رہتا ہے تو اسے اس کا رزق تو ملنا ہی ہے اور ملتا بھی ہے لیکن وہ دنیا کی طلب میں اتنا مشغول نہیں ہوتا کہ آخرت کو بھول جائے اور اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونے سے بے فکر اور بے پرواہ ہو جائے۔ اسی لئے قرآن مجید اور حدیث پاک دونوں میں ہی ایمان والوں کو دنیا میں اعتدال اور بیچ کی راہ پر رہ کر زندگی گذارنے کا حکم دیا گیا ہے اور قرآن مجید میں اہل ایمان کو یہ دعا بتلائی گئی ہے۔

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿201﴾

ترجمہ: ''اے ہمارے رب ہم کو دنیا میں بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہم کو آگ کے عذاب سے بچالے۔''

(2۔البقرۃ، آیت: 210)

خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو حدیث شریف کی تعلیم پر عمل کرتے ہوئے دنیا کے حاصل کرنے کے بہت زیادہ چکر میں نہ پڑیں بلکہ دنیا و آخرت دونوں کی بھلائیاں پانے کی کوشش کریں۔

(161) منصب کا خواہش مند

عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ اُرْسِلَا فِيْ غَنَمٍ بِاَفْسَدَ لَهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِيْنِهِ ۔ (ترمذی شریف، ابواب الزہد)

ترجمہ: ''حضرت کعب بن مالکؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ دو بھوکے بھیڑیے جن کو بکری کے ریوڑ میں چھوڑ دیا گیا ہو وہ اتنے زیادہ نقصان دہ نہیں ہیں جتنا کہ وہ شخص جو مال کا لالچی اور دینی امور میں منصب کا خواہش مند ہو۔''

اس حدیث شریف میں بہت غور کرنے کی باتیں ہیں۔ حضور اقدسؐ نے مثال تو ایسی سادہ اور عام فہم دی کہ دیہات، گاؤں کے رہنے والے اور چرواہے وغیرہ اسے خوب سمجھ لیں گے۔ آپؐ نے فرمایا کہ بکریوں کے کسی ریوڑ میں دو بھیڑیے چھوڑ دیے جائیں تو وہ کتنا زبردست نقصان پہنچائیں گے اسے ہر کوئی سمجھ سکتا ہے، وبھیڑیے بکریوں کے ریوڑ میں گس کر جتنا زیادہ نقصان پہنچائیں گے اس سے کہیں زیادہ نقصان انسانی اور سماجی زندگی میں وہ شخص پہنچائے گا جو مال اور دینی کاموں میں بڑا مرتبہ پانے کا حریص اور لالچی ہوگا۔

حدیث شریف میں حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِيْنِهِ کا لفظ استعمال ہوا ہے یعنی مال کا لالچی اور دین کے کاموں میں زیادہ بڑا مرتبہ اور اونچا عہدہ پانے کا خواہشمند ہو تو ایسا آدمی معاشرہ اور سماج میں فساد اور خرابی پھیلانے والا ہوگا۔

دین تو ہم عام طور پر شریعت اور مذہب کو سمجھتے ہیں اور یہ صحیح بھی ہے لیکن دین کے معنی قانون اور انصاف عدل کے بھی ہیں ''مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ'' ہم کہتے ہیں تو اس کے معنی یہی ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قانون، انصاف اور حساب کے دن کا مالک ہے، سورہ یوسف کی ایک آیت میں ہے۔

مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ کہ عزیز مصر حضرت یوسفؑ اپنے بھائی کو بادشاہ کے قانون کے مطابق بلاوجہ روک نہیں سکتے تھے تو یہاں دین کے معنی قانون کے ہیں۔ انسانوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے دین اسلام پسند فرمایا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ

ترجمہ: ''بے شک اللہ کے پاس قبول ہونے والا دین صرف اسلام ہے۔''

دین کا ایک معنی ''انسانی زندگی کا بندوبست'' بھی ہے اور یہ ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب دہلویؒ نے تحریر فرمایا ہے، اس تفصیلی بحث کے بعد امید ہے کہ لوگوں پر یہ بات کھل جائے گی کہ آج کے دور میں مال کی لالچ اور حرص جگ ظاہر ہے۔ ہر طرف مال کی طلب اور تلاش ہے، حرام حلال، جائز ناجائز کی کوئی قید باقی نہیں رہی، حوالے گھپلے، چوریاں، رشوتیں، ڈاکے، اب تو کرسی نشین جو اقتدار کی کرسیوں پر بیٹھے ہوئے ہیں وہ بھی تقریباً سب کے سب اس مرض میں مبتلا ہیں اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہ اکیے دو کے اس سے بچے ہوں تو ہوں، خاص طور سے 98-1997ء میں ہمارے ملک کے کرسی نشین لوگوں کی پول پٹی کھل کر پوری دنیا کے سامنے آگئی۔ بیچاری عدالتیں بھی ان کی تحقیقات کرتے کرتے تھک گئی ہیں لیکن کوئی بھی پکڑ میں نہیں آسکا اور اگر کوئی پکڑ میں آیا بھی تو زور زبردستی اور اقتدار کی دھونس سے اور کرسی وعہدہ کے رعب سے چھوٹ گیا، اب قیامت کے دن جو یوم الحساب ہے سب کا صحیح صحیح فیصلہ ہونا ہے۔

موجودہ دور میں ہماری مسلمان حکومتوں کے لئے بھی حدیث پاک کے آخری حصہ میں ایک تنبیہ ہے سیکڑوں سے اوپر مسلمان سلطنتیں ہیں، مسلم سلطنتوں کی آپسی مارا ماری اور ان کے اختلاف بھی دیکھنے کے قابل ہیں، مال بھی ہڑپنا چاہتے ہیں اور دین وقانون کے منصب پر بھی قبضہ کرنا چاہتے ہیں اس کے لئے

وہ اٹھا پٹک بھی کرتے ہیں جس کے سبب قومی زندگی میں بڑا ارتعاش آتا ہے گٹ بندی اور تفرقے پیدا ہوتے ہیں، پوری امت میں ایسا دھینگا نا پھیلتا ہے جس کی روک تھام بڑی مشکل سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کریں اور ہم چوکنے بھی رہیں۔

کسی مسجد، انجمن، تنظیم، یا کسی بھی دینی رفاہی، عوامی ادارے کے صدر یا سکریٹری کے عہدوں کو حاصل کرنے کے لئے ہمارے مسلم معاشرہ میں کیسی کیسی حرکتیں اور چالبازیاں کی جاتی ہیں۔ حالانکہ ہر ایک مومن کو یہ سوچنا چاہئے کہ اللہ کو اس سے کوئی خدمت یا کوئی کام لینا ہوگا تو کسی طرح بھی لے سکتا ہے اسکے لئے عہدہ اور منصب ہی کیا ضروری ہے؟ کرسیوں کی کھینچ تان میں چاہے وہ جس نوعیت کی ہو، ہماری بھی خیریت نہیں اور سماج کی بھی خیریت نہیں۔

(162) مال بھی آزمائش

عَنْ كَعْبِ بْنِ عِيَاضٍ قَالَ سَمِعْتُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ لِكُلِّ اُمَّةٍ فِتْنَةً وَفِتْنَةُ اُمَّتِي الْمَالُ۔

(ترمذی شریف، اَبْوَابُ الزُّهْدِ، بَابُ مَاجَاءَ اَنَّ فِتْنَةَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ فِي الْمَالِ)

ترجمہ: ’’حضرت کعب بن عیاضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ ہر امت کی کوئی نہ کوئی آزمائش ہوتی ہے میری امت کی آزمائش مال ہے۔‘‘

حضورؐ نے فرمایا کہ میری امت کے لئے فتنہ اور آزمائش مال میں ہے، آج یہ خبر پوری ہوتی نظر آرہی ہے۔ مسلم امت کے پاس اس وقت جتنا مال ہے کسی کے پاس نہیں، پیٹرول اور سونے کے مالک ہیں،

سلطنتیں بھی ایک سو سے اوپر ہیں، کسی سڑک پر سو (100) گاڑیاں چلتی ہیں تو پینسٹھ (65) گاڑیوں کا پٹرول مسلمانوں کے ڈھیر پڑے ہوئے ہیں اور ڈالر کے انبار لگے ہوئے ہیں اسی پر دنیا کی بینکیں چل رہی ہیں۔

کون نہیں جانتا کہ آج سے پچاس برس پہلے عرب ملکوں کی جو حالت تھی اس کے دیکھنے والے آج بھی کچھ نہ کچھ موجود ہیں۔ الحمدللہ ان میں سے بھی ایک ہوں۔ 1953ء میں اللہ تعالیٰ نے مجھے حج کی توفیق عطا فرمائی تو میں نے دیکھا کہ کسی حاجی نے تربوز کھا کر تربوز کی چھال پھینک دی تو عرب تربوز کی چھال اٹھا لیتا تھا اور اپنے زنبیل میں رکھنے کے پہلے کچھ گودا دکھائی دیتا تو اسے کھا بھی لیتا تھا پھر پیٹھ پر لٹکی میلی تھیلی میں ڈال لیتا، میں نے اپنی بیوی سے پوچھا کہ یہ لوگ تربوز کی چھال کا کیا کرتے ہوں گے؟ تو انہوں نے بتایا کہ اس کو سوکھا کر اچار بنا کے کھائیں گے۔ یہ غربت ہم نے عربوں کی دیکھی ہے۔

آج وہی عرب ہیں کسی بھی عرب ملک کے اندر آپ دیکھیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دولت کی ندیاں بہہ رہی ہیں ان کے پاؤں کے نیچے، چاندی نہیں بلکہ سونے اور پٹرول کی ندیاں بہہ رہی ہیں۔ دنیا میں مال و دولت کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے عربوں کو بڑی عزت بخشی ہے۔

حدیث شریف میں ''مال'' کو فتنہ اور آزمائش بتایا گیا ہے۔ واقعی ہمارے عرب بھائیوں اور دوسری دولت مند مسلم سلطنتوں کی اس دور میں آزمائش ہی ہے، فضول خرچی، تکبر گھمنڈی اور مال آنے کے ساتھ ساتھ اور بھی بہت سی خرابیاں ان میں آ گئی ہیں، جن کے پاس یہ قدرتی وسائل نہیں ہیں انہیں یہ لوگ کمتر اور ذلیل بھی سمجھتے ہیں، مال کے بارے میں ہر کسی کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ مال بذات خود کوئی بری چیز نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ''مال'' کو مَالِ اللّٰہِ کہا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِیْ اٰتٰکُمْ

ترجمہ: ''اللہ نے جو مال تم کو عطا فرمایا ہے اس میں سے ان کی مدد کرو۔''

مَالِ اللّٰهِ، بَیْتُ اللّٰهِ، رَسُوْلُ اللّٰهِ، کِتَابُ اللّٰهِ کے وزن پر ہے۔ اس میں کیا برائی ہو سکتی ہے لیکن مال کے استعمال کے طریقہ میں برائی ہے، مال کی زکوٰۃ دی، صدقہ خیرات دیا، وقت ضرورت کسی کے کام آیا، کسی کا علاج دوا دارو کرا دیا، حج کیا، مال کے ذریعہ اللہ کی رضا کے لئے بہت سارے کام کئے جاتے ہیں۔ البتہ مال کی فضول خرچی کرنا، مال کے ذریعہ مستی کرنا مال کو ضائع برباد کرنا، اللہ کی ناراضی اور گناہ کے کاموں میں خرچ کرنا، اللہ کے دیئے ہوئے مال کی قدر نہ کرنا یہ سب برا ہے اور مال کو بے جا اڑانے، خرچ کرنے کو پسند نہیں کیا گیا ہے۔

آج عرب ملکوں کو دیکھ لیجئے کرکٹ اور ہاکی کے کھیل میں ایسے بدمست ہو گئے ہیں کہ اربوں کھربوں ڈالر کھلاڑیوں کو انعام دیتے ہیں۔ اسٹیڈیم بناتے ہیں۔ اس طرح کے اور بہت سارے فضول اخراجات کرتے ہیں۔ اب تو حال یہ ہے کہ مسلم ملکوں کے وزراء عین رمضان میں جمعہ کے دن اپنی پوری ٹولی اور گروہ کے ساتھ کرکٹ کا کھیل دیکھتے ہیں۔ نہ رمضان کا خیال ہے اور نہ ہی نماز جمعہ کے ادا کرنے کا کوئی دھیان ہے۔ یہی اصل میں مال کا فتنہ اور آزمائش ہے۔ لیکن اگر مال کا صحیح استعمال کیا جائے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے حکموں کے مطابق خرچ کیا جائے تو یہی مال رحمت ہے ورنہ واقعی فتنہ ہے۔

(163) فتنہ کے زمانہ میں عبادت کرنا

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْعِبَادَةُ فِی الْهَرَجِ کَهِجْرَةٍ اِلَیَّ۔

(ترمذی شریف، اَبْوَابُ الْفِتَنِ، بَابٌ فِی الْهَرَجِ)

ترجمہ: ''رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ فتنہ فساد کے زمانے میں اللہ کی عبادت کرنا میری طرف ہجرت کرنے کے برابر ہے۔''

آنے والے زمانے کئی طرح کے ہوں گے۔ اس لئے امت کو چوکنا رہنا چاہئے کہ کس وقت کیا کرنا ہے؟ اس حدیث پاک میں فرمایا گیا کہ فتنہ فساد کے زمانے میں اللہ تعالیٰ کی بندگی میں مشغول ہو جانا اور فتنہ سے دور رہنا ہماری (محمدؐ کی) طرف ہجرت کرنے کے برابر ہے، ایسے کئی دور آئے ہوں گے۔ فتنہ و فساد والے لیکن ہم جس دور سے گذر رہے ہیں وہ فتنہ و فساد کے اعتبار سے بڑا عجیب زمانہ ہے کسی ملک میں کسی شہر اور گلی کوچے میں کوئی ایسی جگہ خالی نہیں ہے۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿41﴾

ترجمہ: ''دھرتی اور دریا میں فساد جب بھی پھیلتا ہے انسانوں کے کالے کرتوت کے سبب کہ ان کو اپنے برے اعمال کا کچھ مزہ یہاں بھی چکھا دیا جائے تاکہ یہ لوگ اپنی حرکتوں سے باز آ جائیں۔''

(30۔الروم، آیت: 41)

ایسے فتنہ فساد کے دور میں آدمی کیا کرے، فتنوں کو سلجھانے جائیں سلجھتے نہیں، ان فتنوں میں اگر ہم الجھ جائیں تو ہماری بھی دنیا آخرت دونوں خراب ہو جائے۔ حدیث شریف کی تعلیم سے معلوم ہوتا ہے کہ فتنہ فساد کے زمانے میں آدمی اللہ کی بندگی اور عبادت میں مشغول رہے۔ نماز ذکر اذکار، تلاوت قرآن میں لگا رہے تو امید ہے کہ وہ فتنہ سے خود بچ جائے گا اور اسے ہجرت کرنے کے برابر ثواب پانے کی رسول اللہؐ نے بشارت دی ہے۔

اختلافی مسائل، سیاسی آراء، ملکی اور ملی مشوروں میں ایک دوسرے کے خلاف پوری انسانیت صف آراء ہے، اور تو خود مسلمان بھی بیچارے فتنہ فساد سے محفوظ نہیں ہیں، گاؤں گاؤں، شہر شہر محلہ محلہ میں جو کچھ ہوتا ہے وہ ہوتا ہی ہے لیکن اب مسجدیں اور دینی ادارے بھی فتنوں سے محفوظ نہیں رہے۔ کہیں آمین کے جھگڑے ہیں، کہیں رفع یدین پر لڑائی ہو رہی ہے، لیکن میلاد اور سلام پڑھنے پر تکرار ہو رہی ہے اور کسی جگہ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ ، حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ پر کھڑا ہونے نہ ہونے کے لئے بحث مباحثہ تو تو میں میں جاری ہے، یہ سلسلہ صرف علمی مباحثہ کی حد ہی نہیں رکتا بلکہ مسجدیں الگ الگ ہو جاتی ہیں اور ایک دوسرے کی مساجد میں آنا جانا منع ہو جاتا ہے کہیں کہیں تو مسجدوں سے نکال بھی دیا جاتا ہے، معمولی مسلکی اور عقائد کے اختلاف کی بناء پر مسجدوں میں تو اب گولیاں چلنے لگی ہیں اور قتل وخونریزی ہونے لگی ہے۔ قرآن مجید اور احادیث پاک کی تعلیمات کی روشنی میں اہل ایمان کو اپنے طور طریقہ اور عمل پر غور کرنا چاہئے کہ کیا صحیح کر رہے ہیں اور کہاں ہم سے غلطی ہو رہی ہے۔

(164) نورانی چہرے

عَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیَبْعَثَنَّ اللّٰہُ اَقْوَامًا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فِیْ وُجُوْھِھِمُ النُّوْرُ عَلٰی مَنَابِرِ اللُّؤْلُؤِ یَغْبِطُھُمُ النَّاسُ لَیْسُوْا بِاَنْبِیَآءَ وَلَا شُھَدَآءَ قَالَ فَجَثٰی اَعْرَابِیٌّ عَلٰی رُکْبَتَیْہِ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ حَلِّھِمْ لَنَا نَعْرِفْھُمْ قَالَ ھُمُ الْمُتَحَابُّوْنَ فِی اللّٰہِ مِنْ قَبَآئِلَ شَتّٰی وَبِلَادٍ شَتّٰی یَجْتَمِعُوْنَ عَلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ ۔ (طبرانی، ترغیب وترہیب۔ ص 21 ج 4)

ترجمہ: ”حضرت ابو درداءؓ نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کچھ ایسے لوگوں کو ظاہر فرمائے گا جنکے چہروں پر نور ہوگا اور وہ موتیوں کے ممبروں پر بیٹھے ہوں گے یہ نہ تو انبیاء ہوں گے اور نہ شہید ہوں گے لوگ ان کو دیکھ کر رشک کریں گے۔ ایک دیہاتی صحابیؓ نے اپنے گھٹنے کے بل

کھڑے ہو کر عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ یہ کون لوگ ہوں گے؟ بیان فرما دیں تا کہ ہم انہیں پہچان لیں۔ آپؐ نے فرمایا وہ مختلف خاندان اور مختلف جگہوں کے رہنے والے ہوں گے پھر بھی اللہ کی رضا کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہوں گے اور صرف اللہ کے ذکر کے لئے ایک جگہ جمع ہوئے ہوں گے۔''

میدان حشر میں کچھ نہایت ہی خوش قسمت لوگ جن کے چہروں پر نور ہوگا۔ موتیوں کے ممبر پر وہ براجمان ہوں گے اور یہ لوگ نبی بھی نہیں ہوں گے اور شہید بھی نہیں ہوں گے پھر بھی انہیں اللہ کے دربار میں یہ عظمت ملے گی کہ نورانی چہروں کے ساتھ موتی سے بنے ممبر پر بیٹھے ہوں گے۔ یہ عظمت و بڑائی انہیں اس وجہ سے ملے گی کہ وہ مختلف خاندان اور مختلف جگہ کے ہونے کے باوجود اللہ کے واسطے ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے اور صرف اللہ کے ذکر و اذکار کے لئے ایک جگہ جمع ہوتے تھے اس کے سوا اور کوئی غرض ان کے ایک جگہ جمع ہونے کی نہیں ہوتی تھی۔

(165) اللہ کی عطا

عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ رَبُّكُمْ يَاابْنَ اٰدَمَ تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِيْ اَمْلَأْ قَلْبَكَ غِنًى وَاَمْلَأْ يَدَكَ رِزْقًا يَاابْنَ اٰدَمَ لَاتَبَاعَدْمِنِّيْ اَمْلَأْ قَلْبَكَ فَقْرًا وَاَمْلَأْ يَدَكَ شُغْلًا۔ (حاکم۔ ترغیب وترہیب، ص 117 ج4)

ترجمہ: ''حضرت معقل بن یسارؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ تمہارا رب فرماتا ہے کہ اے آدم کے بیٹے تو میری عبادت کے لئے وقت نکال میں تیرے دل کو غنی کردوں گا اور تیرے ہاتھ کو رزق سے مالا مال کردوں گا۔ اے آدم کے بیٹے تو مجھ سے دور مت ہو ورنہ تیرے دل کو محتاجی اور تیرے ہاتھ کو تنگ کردوں گا۔''

اس ارشاد رسولؐ میں انسانوں کو یہ خبر دی گئی کہ بندگی کے لئے وقت کو فارغ کر، عبادات میں وقت کی بڑی اہمیت ہے، عبادت کے لئے وقت نکالا جائے، وقت کا پیچھا کیا جائے۔ جیسے نماز کا وقت ہو گیا تو آدمی کو بے چینی ہو کہ نماز پڑھنا ہے، نماز پڑھنا ہے۔ اول وقت سے ہی اس خیال کو اپنے دل میں جما لے کہ نماز ادا کرنی ہے تو انشاء اللہ اس کی نماز ادا ہو جائے گی اور اسے نماز ادا کرنے کا موقع مل ہی جائے گا، ورنہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو برسہا برس نماز نہیں پڑھتے، ان کے وقت میں ایسی بے برکتی ہوتی ہے کہ وہ وقت کو پکڑ نہیں سکتے، اس حدیث پاک میں اللہ کے رسولؐ نے امت کو رب تعالیٰ کی طرف سے ایک اطلاع دی ہے کہ آدم کے بیٹے میری عبادت کے لئے وقت نکال میں تیرے دل کو غنی کر دوں گا اور تیرے ہاتھوں کو رزق سے مالا مال کر دوں گا۔

عام طور سے لوگ تقسیم رزق کی حقیقت کو نہیں سمجھتے، روزی اللہ کی عطا اور دین ہے جس کی قسمت میں جو لکھا ہے وہ اسے ملنا ہی ہے لیکن ہاتھ پیر ہلانا، کاروبار کرنا، تجارت کرنا ضروری ہے، روزی کو ڈھونڈھنا اور تلاش کرنا بھی ضروری ہے لیکن ان سب کاموں میں روزی حاصل کرنے کے لئے ایسا مشغول ہونا کہ نماز اور بندگی چھوٹ جائے یہ دنیا و آخرت دونوں میں ہی پریشانی کا سبب ہوگا، روزی حاصل کرنے میں اتنا مصروف ہو کہ عبادت بندگی نماز روزہ سب چھوڑ دیا اور اللہ سے دور ہوتا گیا تو پھر اللہ تعالیٰ اس کے دل میں محتاجگی بھر دیتا ہے اس کی ضرورتیں بڑھتی جاتی ہیں اور وہ بس کمانے کھانے میں لگا رہتا ہے۔ نماز کی فرصت اور نہ ہی کسی اور عبادت کرنے کا اسے موقع ملتا ہے۔ معلوم ہوا کہ عبادت کرنے سے اللہ تعالیٰ کی نزدیکی حاصل ہوتی ہے اور عبادت و بندگی چھوڑ دینے سے بندہ اپنے رب سے دور ہوتا چلا جاتا ہے، اور اللہ سے دور ہونے کا مطلب یہ ہے کہ تقرب اور نزدیکی حاصل کرنے کی چیزوں کا چھوڑ دینا جیسے سجدہ کرنا ہے کہ سجدہ کرنا اللہ تعالیٰ کے تقریب کا ذریعہ ہے۔ حضورؐ سے فرمایا گیا ہے کہ۔

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿98﴾

ترجمہ: ''تو آپ اللہ کی تسبیح اور خوبیاں بیان کیجئے اور سجدہ کرنے والوں میں شامل رہیئے۔''

(15۔الحجر، آیت: 98)

قرآن مجید کی تلاوت، اقامت صلوٰۃ، ذکر اللہ، صدقہ خیرات، نیکیوں کے چلن کو زندہ کرنا، معاشرہ خاندان اپنے بیوی بچوں میں دینی فضا بنانا، منکرات وفواحش سے خود بھی دور رہنا دوسروں کو بھی دور رکھنا یہ سب تقریب الٰہی کا ذریعہ ہیں۔

(166) اللہ لوگوں کے دل کو متوجہ کرتا ہے کس کے لئے

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَفَرَّغُوْا مِنْ ھُمُوْمِ الدُّنْیَا مَا اسْتَطَعْتُمْ فَاِنَّہٗ مَنْ کَانَتِ الدُّنْیَا اَکْبَرَ ھَمِّہٖ اَفْشَی اللّٰہُ ضَیْعَتَہٗ وَجَعَلَ فَقْرَہٗ بَیْنَ عَیْنَیْہِ وَمَنْ کَانَتِ الْاٰخِرَۃُ اَکْبَرَ ھَمِّہٖ جَمَعَ اللّٰہُ لَہٗ اُمُوْرَہٗ وَجَعَلَ غِنَاہُ فِیْ قَلْبِہٖ وَمَا اَقْبَلَ عَبْدٌ بِقَلْبِہٖ اِلَی اللّٰہِ اِلَّا جَعَلَ اللّٰہُ قُلُوْبَ الْمُؤْمِنِیْنَ تَفِدُ اِلَیْہِ بِالْوُدِّ وَالرَّحْمَۃِ وَکَانَ اللّٰہُ اِلَیْہِ بِکُلِّ خَیْرٍ اَسْرَعَ۔ (ص 120 ج 4)

ترجمہ: ''آپ ؐ نے ارشاد فرمایا کہ جتنا ہو سکے اپنے آپ کو دنیا حاصل کرنے کے غم میں مبتلا نہ کرو اس لئے کہ جس شخص کا سب سے بڑا غم دنیا کا حاصل کرنا ہوتا ہے اللہ اس کے مال اسباب کو بکھیر دیتا ہے اور محتاجگی کو اس کے سامنے لا دیتا ہے۔ لیکن جس کا غم آخرت کا حصول ہوتا ہے اللہ اس کے تمام معاملات کو حل کر دیتا ہے اور اس کے دل میں مال سے بے نیازی ڈال دیتا ہے اور کوئی بھی بندہ جب دل سے اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ مومنین کے دل کو شفقت و محبت کے ساتھ اس کی طرف پھیر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو ہر بھلائی عطا فرماتا ہے۔''

دنیا کا مال اسباب سامان حاصل کرنے کے لئے انسان غم وفکر میں پڑے اس سے حدیث پاک میں منع کیا گیا ہے، محنت کوشش توجہ، حسن تدبیر، عقل، فہم کا صحیح استعمال، حساب وکتاب سب کرے، تیزی مندی بھی دیکھے، بازاروں کے اتار چڑھاؤ کا رخ بھی دیکھے غرض کہ سب کاموں میں آدمی کی جو خود کی ذمہ داری ہے اسے پورا کرے، پھر اللہ پر بھروسہ کرے۔ اب اگر اسے کامیابی ہوتی ہے اللہ کا شکر ادا کرے اور اس کی قدر جانے اور اگر کہیں ناکامی ہوتی تو بلاوجہ غم میں نہ پڑے، بعض لوگ روزی کی تلاش میں ایسے حیران اور سرگرداں ہوتے ہیں کہ دنیا کے اسباب وسامان حاصل کرنے اور جمع کرنے کو اپنی سب سے بڑی فکر بنا لیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے مال اسباب سامان اور روزی روٹی کے ذریعہ کو اللہ تعالیٰ بکھیر دیتا ہے۔ اور کوئی چیز اس آدمی کے قابو میں نہیں رہتی محتاجگی، مفلسی پریشانی اس کے سر پر سوار ہو جاتی ہے۔ لیکن اس کے برعکس جس کا غم آخرت کا غم ہو۔ موت کی سختیوں کا احساس ہو۔ عذاب قبر ہے، حشر و حساب ہے، اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونا ہے۔ یہ سب باتیں آدمی کے ذہن میں ہوں کہ اسے ان منزلوں سے گذرنا ہے اور آخرت کے غم کو اپنا غم بنا لے تو اللہ تعالیٰ اس کے کاموں کو یکجا فرما دیتا ہے اور اس کے دل کو دنیا کے سامان واسباب سے بے فکر کر دیتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ؕ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ
الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿64﴾

ترجمہ: ''اور اس پار کی زندگی حد میں بندی ہوئی ہے غفلت اور دکھاوے تماشے میں بہت جلد پاتھ سے نکل جاتی ہے اور آخرت کے گھر کے لئے اصل زندگانی ہے جس کی حد کبھی ختم نہ ہوگی، ان کا کتنا بھلا ہو جاتا اگر اس بات کو یہ لوگ جان لیتے۔''

(29۔العنکبوت، آیت: 64)

معلوم ہوا کہ اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے۔ رہی دنیا کی زندگی تو یہ کسی نہ کسی طرح گذر جانے والی

ہے لیکن آخرت کی زندگی مسلسل باقی رہنے والی ہے تو جو شخص آخرت کے غم کو اپنا غم بنائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے دل میں مال سے بے نیازی ڈال دے گا اور کوئی بھی بندہ جب دل سے اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہیں اور تو اللہ کی شفقت، محبت، رحمت و برکت اس آدمی کی طرف متوجہ ہوتی ہیں اور اللہ ایسے آدمی کو ہر بھلائی عطا فرمانے کے ساتھ ساتھ ایمان والوں کے دل بھی محبت و رحمت کے ساتھ اس کی طرف متوجہ فرما دیں گے۔

(167) ایسے ہوتے ہیں ایمان والے

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِیْ تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَ تَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ اِذَا اشْتَكٰى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعٰى لَهَا سَآئِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى۔

(مسلم شریف۔ كِتَابُ الْبِرِّ وَالصِّلَةِ وَالْآدَبِ ۔بَابُ تَرَاحُمِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَتَعَاطُفِهِمْ وَتَعَاضُدِهِمْ)

ترجمہ: ”نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے حضرت محمدؐ نے فرمایا ایمان والوں کی مثال دوستی، اتحاد و اتفاق اور شفقت و محبت میں ایسی ہے جیسے ایک بدن کہ بدن میں سے جب کوئی عضو درد کرتا ہے تو سارا بدن اس میں شریک ہو جاتا ہے۔ نیند نہیں آتی اور پورے بدن کو بخار آ جاتا ہے۔“

دوستی، محبت، بھائی چارہ، شفقت اور رحمت کے اعتبار سے ایمان والوں کی مثال ایک بدن کے جیسی ہے اگر کسی عضو میں درد اور تکلیف ہو تو سارا بدن ہی بے چین ہو جاتا ہے اور پورے جسم میں بخار اور تشنج کھینچاؤ تناؤ کی کیفیت رہتی ہے۔ ایمان والے سماج اور مسلم معاشرہ کی بھی یہی خوبی ہونی چاہئے کہ وہ اللہ کی رضا کی نسبت سے ایک دوسرے کے کام آئیں اور دکھ درد میں شریک ہوں۔ اگر کسی مومن کے دکھ درد کو سن کر بے چینی نہیں ہوتی اور دل میں یہ خیال پیدا نہیں ہوتا کہ ہمیں اپنے بھائی کی مدد کرنی چاہئے

یا اس کی تکلیف اور پریشانی کو ہلکا کرنے کی ترتیب کرنی چاہئے تو ہمیں اپنے ایمان کی خبر لینی چاہئے۔

مسلم معاشرہ کو حضورؐ کے اس ارشاد کے ایک ایک لفظ کو اپنے سماج کی دھری بنا لینا چاہئے۔ آپسی محبت بھائی چارہ، ایک دوسرے پر مہربانی، لطف و کرم اور ایک جسد واحد کی طرح دنیا میں زندگی گذارے طبقاتی کشمکش، الگ الگ ٹولیوں کے اندر بٹ جانا اور ہر ایک کو بس اپنی اپنی فکر ہو، یہ سب نہ ہوتے ہوئے سماج کو اس رخ پر ڈالیں جس طرح کہ ایمان والوں کے سماج کو رسول اللہؐ دیکھنا چاہتے ہیں۔

(168) انسان کی نیک بختی

عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مِنْ سَعَادَةِ الْمَرْءِ اَنْ يَطُوْلَ عُمُرَهٗ وَيَرْزُقَهُ اللّٰهُ الْاِنَابَةَ ۔ (رواہ حاکم ترغیب وترہیب، ص 90، ج 4)

ترجمہ: ''حضرت جابرؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ انسان کی نیک بختی یہ ہے کہ اللہ اس کی عمر میں برکت دے اور اس کو اپنی طرف رجوع ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔''

اس حدیث شریف میں انسان کی خوش بختی کی دو نشانیاں اور علامتیں بتائی گئی ہیں۔ (1) کسی انسان کو لمبی عمر ملے (2) اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی طرف رجوع ہونے کی توفیق سے بھی نوازیں۔ خیر و برکت والی عمر بھی اللہ تعالیٰ کی ایک عطا اور بخشش ہے لیکن عمر کی زیادتی کے ساتھ اگر انابت الی اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا نہیں ہے اللہ سے محبت اور تعلق نہیں ہے تو پھر ایسی لمبی عمر بلا وجہ کی پریشانی کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسی لمبی عمر کسی کو نہ دے، بعض لوگ تو کیا بلکہ پورے معاشرہ میں خوب زیادہ جینے کی تمنائیں بہت ہیں۔ بعض بعض مشرک تو ایسے ہیں جو قرآن مجید کے بیان کے مطابق ہزار

برس جینے کی تمنا اور آرزو لئے رہتے ہیں۔ حالانکہ چاہے جتنی لمبی عمر مل جائے اگر اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونے، اللہ سے محبت اور تعلق رکھنے کی کیفیت نہ ہو تو اس سے کوئی فائدہ نہیں، اس لئے ضروری ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی کو لمبی عمر کا عطیہ ملے تو رات دن اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے اور اللہ کا کثرت سے ذکر کرنے میں اس آدمی کو کوشش کرتے رہنا چاہئے۔

(169) اچھا خطا کار کون؟

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ کُلُّ ابْنِ اٰدَمَ خَطَّآءٌ وَخَیْرُ الْخَطَّائِیْنَ التَّوَّابُوْنَ۔

(ترمذی شریف، ترغیب وترھیب۔ص 91، ج4)

ترجمہ: ''حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ آدمؑ کا ہر بیٹا غلطی کرتا ہے مگر ان میں سب سے بہتر شخص وہ ہے جو غلطی کرنے کے بعد توبہ کرے۔''

بھول چوک ہر کوئی کرتا ہی ہے، خطا و نسیان بھول چوک سب سے ہوتی ہے، ہاں کوئی کم کرتا ہے اور کوئی زیادہ کرتا ہے، لیکن خطا کاروں اور بھول چوک کرنے والوں میں سب سے اچھا وہ ہے کہ جب اسے اپنی غلطی اور بھول کا از خود احساس ہو یا کوئی دوسرا احساس دلائے تو وہ اپنی غلطی سے توبہ کر لے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لے۔ ایسے لوگوں کو قرآن مجید میں ''تَوَّابِیْنَ'' کہا گیا ہے۔ یعنی گناہ سے پلٹ آنے والے اور گناہ کو یاد کر کے استغفار کرنے والے قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿31﴾

ترجمہ: ''اور ایمان والو! تم سب مل کر اپنی نادانی کی حالت سے پلٹ کر توبہ کر کے اللہ کی طرف آؤ کہ تم کامیاب ہو جاؤ گے۔''

(24۔النور، آیت: 31)

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اللہ کی طرف توبہ کر کے پلٹ آؤ، توبہ میں تمہاری خیر خواہی ہے، بہت جلد اللہ تمہارے گناہ دور فرمادے گا اور تم کو داخل فرمائے گا جنتوں میں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔''

(66۔تحریم، آیت: 8)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے توبہ ایسی زبردست تحفہ والی چیز ہے گنہگار بندوں کے لئے کہ توبہ کرنے سے اللہ تعالیٰ بندہ کی توبہ قبول فرماتا ہی ہے لیکن پچھلے گناہوں کو نیکیوں میں بدل کر اس کا اجر وثواب عطا فرماتا ہے۔ لہٰذا کسی بھی بڑے سے بڑے گنہگار کو اللہ کی رحمت، فضل اور اس کی بخشش سے ناامید نہیں ہونا چاہئے۔ اور غلطی معلوم ہوتے ہی اللہ تعالیٰ سے توبہ استغفار کر کے اپنے گناہوں کی معافی مانگنی چاہیے۔

(170) توبہ کی برکت

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّاذَنْبَ لَہٗ۔

(طبرانی، ابن ماجہ۔ ترغیب وترہیب۔ ص 97۔ ج 4)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ اس نے کوئی گناہ ہی نہ کیا ہو۔''

اس حدیث پاک میں بھی توبہ کرنے والوں کے لئے بڑی بشارت ہے۔ فرمایا حضرت رسول پاکؐ نے کہ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہ ہو۔ گنہگاروں کے لئے یہ ارشاد بھی بڑی ڈھارس کی بات ہے، ہم میں سے ہر ایک گنہگار کو یہ سمجھنا چاہئے کہ توبہ کے معنی گال پر تھپڑ مار لینا یا توبہ

توبہ کہہ لینا نہیں ہیں بلکہ توبہ کے اصل معنی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونے کے ہیں اور اس بات کا عہد کرنا ہے کہ یہ غلطی اب میں بالکل نہیں کروں گا اور جو گناہ اس سے ہو گیا تھا اسے چھوڑ بھی دے۔

(171) کالا دھبہ

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا اَخْطَأَ خَطِیْئَۃً نُکِتَتْ فِیْ قَلْبِہٖ نُکْتَۃٌ سَوْدَآءُ فَاِذَا ھُوَ نَزَعَ وَاسْتَغْفَرَ وَتَابَ صُقِلَ قَلْبُہٗ وَاِنْ عَادَ زِیْدَ فِیْھَا حَتّٰی یَعْلُوَ قَلْبَہٗ وَھُوَ الرَّانُ الَّذِیْ ذَکَرَ اللّٰہُ، کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ مَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ۔

(ترمذی شریف۔ اَبْوَابُ تفسیر القرآن ۔ من سورۃ وَیْلٌ لِلْمُطَفِّفِیْنَ)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انسان جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک کالا داغ لگ جاتا ہے اور جب یہ انسان اس گناہ سے رک جاتا ہے اور توبہ واستغفار کر لیتا ہے تو داغ دھبہ صاف ہو کر اس کا دل صاف ستھرا ہو جاتا ہے اور اگر وہ گناہ پر گناہ کئے جائے تو یہ کالا داغ بڑھتا جاتا ہے اور پورے دل پر چھا جاتا ہے اور یہی وہ ''ران'' ہے جس کا ذکر اللہ نے اس آیت میں کیا ہے کہ زنگ لگ گیا ان کے دلوں پر ان کی کرتوتوں کی وجہ سے۔''

جب کوئی بندہ گناہ کا کام کرتا ہے تو اس کے دل پر کالا داغ لگ جاتا ہے، پھر اگر وہ بندہ از خود یا کسی کے توجہ دلانے سے گناہ سے رک جاتا ہے اور توبہ استغفار کر لیتا ہے تو اس کا دل پھر پہلے کی طرح صاف شفاف ہو جاتا ہے لیکن اگر گناہ پر گناہ بار بار کئے جاتا ہے تو گناہوں کی وجہ سے یہ کالا داغ بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ پورا دل کالا اور سیاہ ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید میں جو ارشاد ہے۔

کَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ○

ترجمہ: ''زنگ لگ گیا ان کے دلوں پر ان کے کرتوتوں کی وجہ سے۔''

اس کا یہی مطلب ہے کہ گناہوں کی وجہ سے پورا دل سیاہ ہو جاتا ہے اور اس پر زنگ لگ جاتا ہے تو جس طرح زنگ لگی چیز بیکار ہو جاتی ہے اسی طرح گناہوں کی وجہ سے زنگ خوردہ دل بھی بھلائی اور اچھائی کی طرف متوجہ نہیں ہوتا جب تک کہ اللہ کے سامنے توبہ استغفار کر کے دل کے زنگ اور کالا پن کو دور نہ کیا جائے۔

معلوم ہوا کہ نفس اور جی کی کمزوری کے سبب کوئی گناہ ہو جائے تو جلد ہی اس سے توبہ کر لینا چاہئے۔ گناہوں پر ڈھیٹ اور دلیر نہیں ہونا چاہئے۔

(172) اللہ تعالیٰ کی خوشی

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اللّٰہُ اَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ اَحَدِکُمْ مِنْ اَحَدِکُمْ بِضَالَّتِہٖ اِذَا وَجَدَھَا۔ (مسلم، کتاب التوبۃ)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہؓ آپؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ تم میں سے جب کوئی گناہ سے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس سے کہیں زیادہ خوش ہوتے ہیں جتنا تم میں سے کوئی اپنا گما ہوا سامان واپس مل جانے سے خوش ہوتا ہے۔''

حضور اقدسؐ نے امت کے ہر فرد کو اصل حقیقت آسانی سے سمجھانے کے لئے بڑی سادہ اور سمجھ میں آنے والی مثالوں سے سمجھایا ہے۔ آپؐ نے مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ تم میں سے کسی کی کوئی چیز کھو جائے، گم جائے اور پھر وہ چیز اس کو مل جائے تو وہ آدمی کھوئی ہوئی چیز کے مل جانے پر جتنا زیادہ خوش ہوتا ہے اسی طرح جب کوئی بندہ توبہ و استغفار کر کے گناہوں کے کاموں کو چھوڑ کر اللہ کی اطاعت و فرماں برداری میں لگ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ خوش ہوتے ہیں۔ لیکن توبہ کے بارے میں ہر

آدمی کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ بار بار توبہ کرنا اور پھر بار بار اسی گناہ میں لگ جانا بڑی محرومی اور بدقسمتی کا ذریعہ ہے۔اس طرح انسان گناہ کا عادی ہو جاتا ہے اور اس کی توبہ کی بھی کوئی وقعت اور اہمیت نہیں ہوتی ۔توبہ، توبہ بولنا اور کہنا ایسے آدمی کا تکیۂ کلام بن جاتا ہے۔ایسی توبہ سے اللہ کی خوشی حاصل نہیں ہوتی۔ بہت ممکن ہے کہ اس طرح اس کی زندگی بھر سچی توبہ جو گناہوں کی مغفرت کا ذریعہ ہے نصیب نہ ہو۔

(173) سچی بات کی نصیحت

عَنْ مُعَاذٍ قَالَ اَخَذَ بِیَدِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَشٰی قَلِیْلًا ثُمَّ قَالَ یَامُعَاذُ اُوْصِیْکَ بِتَقْوَی اللّٰہِ وَصِدْقِ الْحَدِیْثِ ۔ وَوَفَاءِ الْعَھْدِ وَاَدَاءِ الْاَمَانَۃِ وَتَرْکِ الْخِیَانَۃِ وَ رَحِمِ الْیَتِیْمِ وَحِفْظِ الْجِوَارِ وَکَظْمِ الْغَیْظِ ۔

ترجمہ: ''حضرت معاذؓ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ میرا ہاتھ پکڑ کر تھوڑی دور تشریف لے چلے پھر فرمایا اے معاذ میں تمہیں چند چیزوں کی وصیت کرتا ہوں۔اللہ کا تقویٰ اختیار کرنا۔سچ بولنا۔وعدے کو پورا کرنا۔امانت کی ادائگی۔خیانت نہ کرنا۔یتیموں پر رحم کرنا۔پڑوسی کو تکلیف نہ دینا۔غصہ کو پی جانا۔''

حضور پاکؐ کی طرف سے اس حدیث پاک کو بطور تحفہ کے امت کو قبول کرنا چاہئے یہ اس وقت ہو سکتا ہے جب کہ اہل ایمان مرد و خواتین اس حدیث پاک کے معنی سمجھیں اور اس پر عمل کریں اور ابنائے وطن کو بھی آپؐ کی تعلیمات سے واقف کرائیں۔

حضرت معاذ بن جبلؓ اس حدیث کے روای ہیں کہ رسول اکرمؐ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور کچھ دور تک ساتھ ساتھ چلے پھر ارشاد فرمایا کہ اے معاذ! میں تمہیں چند باتوں کی وصیت کرتا ہوں۔(1) اللہ کا تقویٰ اور خوف اختیار کرنا۔یعنی ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور اس کے حکموں کا خیال رکھنا، نافرمانی

سے بچتے رہنا۔ حدود اللہ کی حفاظت کرنا۔(2) سچ بولنا(3) وعدے اور عہد کو پورا کرنا۔(4) امانت میں خیانت نہ کرتے ہوئے اس کو صحیح طور پر ادا کر دینا۔(5) خیانت اور بددیانتی سے دور رہنا۔(6) یتیم اور قابل رحم لوگوں پر رحم کرنا۔(7) پڑوسیوں کو تکلیف نہ دینا۔(8) غصہ کو پی جانا۔

اہل ایمان عید کارڈ اور نئے سال کی مبارک باد، نیز دوسرے مواقع پر کارڈ چھپواتے ہیں اور اہل تعلق دوست احباب کو بھیجتے ہیں اور اس پر ''عید مبارک''، ''عید مبارک'' یا ''نیا سال مبارک'' وغیرہ لکھتے ہیں مگر اس میں کوئی دعوتی پہلو نہیں ہوتا۔ مشکل یہ بھی ہے کہ اگر ہم یہ کہیں کہ اس طرح کے کارڈ چھپوانا اور بھیجنا فضول خرچی ہے تو کوئی مانے گا نہیں اس لئے ہم اپنے اہل ایمان بھائیوں کو یہ مشورہ دیتے ہیں کہ ان کارڈوں میں قرآن مجید کی منتخبہ آیات اردو ہندی اور انگریزی یا جس بھی زبان میں ہو ترجمہ کے ساتھ لکھی جائیں یا پھر کسی حدیث کا انتخاب کر کے ترجمہ کے ساتھ لکھ دیا جائے تا کہ عید کی مبارک باد یا نئے سال کی مبارک باد کے ساتھ دعوتی مقصد بھی حاصل ہو جائے اور اللہ تعالیٰ رسول اللہؐ کے احکامات سے لوگوں کے واقف ہونے کا ذریعہ بھی بن جائے۔ اور عید کارڈ بدعت ہونے کے بجائے قرآن مجید اور حدیث پاک کی تعلیمات کے عام کرنے کا ذریعہ بن جائے۔

(174) قرآن مجید کو سمجھ کر پڑھنا

وَلِيْنِ الْكَلَامِ وَبَذْلِ السَّلَامِ وَلُزُوْمِ الْاِمَامِ وَالتَّفَقُّهِ فِی الْقُرْاٰنِ وَحُبِّ الْاٰ خِرَةِ وَالْجَزْعِ مِنَ الْحِسَابِ وَقِصَرِ الْاَمَلِ وَحُسْنِ الْعَمَلِ۔

ترجمہ: ''گفتگو نرمی سے کرنا۔ سلام کو عام کرنا۔ امام اور حاکم کی اطاعت کرنا۔ قرآن مجید کو سمجھ کر پڑھنا۔ آخرت کی محبت۔ قیامت کے حساب سے خوفزدہ رہنا۔ امیدوں کی فہرست کم کرنا۔ اچھے اعمال کرنا۔''

اس کے پہلے ہم نے جو حدیث نقل کی اسی کا یہ بقیہ حصہ ہے، اور اس میں رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ گفتگو میں نرمی اختیار کی جائے۔ چیخنا، چلانا، دھاڑنا اور اس طرح بات کرنا کہ آدمی ہماری بات بھی نہ سمجھ سکے یہ سب بڑی اور خراب عادت ہے۔ نرمی تو اب کہاں؟ معلوم ہوتا ہے کہ پوری انسانیت سخت مزاجی پر اتر آئی ہے۔

دوسری بات یہ ارشاد فرمائی گئی کہ سلام کو عام کیا جائے اس میں صرف السلام علیکم کہنا ہی مقصد نہیں ہے، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ سلامتی، امن بھائی چارہ کا ماحول پیدا کیا جائے۔ عام طور پر سلام کے جو معنی سمجھے جاتے ہیں وہ صحیح ہیں لیکن اس کے اندرونی معنی یہ ہیں کہ اگلا یہ سمجھے کہ ہم سلام کرنے والے کے شر اور برائی سے محفوظ ہیں اور اس کی طرف سے مجھے کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ یعنی وہ مطمئن ہو جائے کہ اس کی کسی حق تلفی کے ہم مجرم نہ بنیں گے۔ معاشرہ اور سماج کو ایسا بنایا جائے کہ ہر کوئی مطمئن اور محفوظ رہے۔

اس حدیث شریف کو ہم نے دو ٹکڑوں میں اس لئے بھی کیا کہ حدیث کا یہ دوسرا حصہ مسلمانوں سے کچھ زیادہ ہی احکامات کے اعتبار سے تعلق رکھتا ہے۔ تیسری بات جو فرمائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ ہم امام اور حاکم کی اطاعت کو اپنے آپ پر لازم سمجھیں، جہاں اسلامی حکومت نہیں ہے اس کے بارے میں تو ہم کچھ کہتے نہیں لیکن پوری دنیا میں سینکڑوں حکومتیں مسلمانوں کی ہیں۔ سعودی عربیہ کے علاوہ کہیں بھی ڈھنگ کی اسلامی حکومت نہیں ہے۔ ہماری ذاتی رائے ہے کہ سعودیہ بھی امریکنوں کے آنے کے بعد لڑکھڑا گیا ہے، پہلے جیسی کیفیت اور حالت رہی نہیں اللہ اس کی حفاظت فرمائے۔ تاہم حاکم کی اطاعت، علماء کی اطاعت، اور صاحب امر لوگوں کی اطاعت بڑی حد تک پائی جاتی ہے۔ امام کی اطاعت کے مفہوم کو ہم آپ اپنی زندگی میں اس طرح لاگو کر سکتے ہیں کہ بھلی باتوں میں والدین، استاذ اور بڑوں کی اطاعت کی

جائے۔ بیوی اپنے شوہر کی اطاعت کرے، اور نوکر چاکر اپنے آقا کی اطاعت وفرماں برداری کریں۔

آج تو دنیا میں مزدوروں کا ذہن پچھلے ایک سو (100) سالوں سے ہمارے کمیونسٹ بھائیوں نے ایسا کر دیا ہے کہ وہ کتوں کی طرح منہ پر آجاتے ہیں، جس کا نمک کھایا ہے اس کی کوئی پرواہ نہیں کرتے۔ کہیں ہڑتالیں ہیں۔ کہیں زندہ باد، مردہ باد کے نعرے ہیں، کہیں کارخانوں اور فیکٹریوں کو آگ لگانا ہے ہمارے وسط ہند میں باہر کی کمپنیوں نے کارخانے لگائے اور اب وہ کارخانے کہیں اور اٹھا کر لے جانے کی فکر میں ہیں کہ مزدوروں کے مزاج کو انہوں نے سمجھ لیا کہ ہندوستانی مزدور اپنے آقا کا تقریباً دشمن ہے۔ جس کا کھاتا ہے اس کا وہ وفادار نہیں ہوتا۔ اخبارات جو لوگ پڑھتے ہیں وہ ان باتوں سے بخوبی واقف ہیں۔

پانچویں بات حضرت محمدؐ نے یہ فرمائی کہ قرآن مجید کو سمجھ کر پڑھا جائے، یہ بات بھی مسلمانوں کو سمجھنے کی ہے، کہ تفقہ فی القرآن کا حکم حدیث میں تو ہے ہی قرآن مجید میں بھی مختلف مقامات پر "تدبر قرآن" کے الفاظ ملتے ہیں ایک جگہ ارشاد ہے۔

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿29﴾

ترجمہ: "یہ ایک کتاب ہے جو ہم نے آپ کی طرف نازل فرمائی ہے بڑی برکت والی ہے تاکہ یہ لوگ اس کی آیات پر غور کریں اور عقل مند صاحب سمجھ آدمی نصیحت حاصل کرسکیں۔"

(38۔ص، آیت: 29)

اس آیت کے علاوہ اور بھی بیشمار آیات ہیں جن میں قرآن مجید کو سمجھ کر پڑھنے اور پڑھانے کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ ان سب آیات کو اگر پیش کیا جائے تو بات لمبی ہو جائے گی۔ آپ از خود قرآن مجید ترجمہ

کے ساتھ پڑھیں۔ انشاء اللہ آپ پر بھی یہ حقیقت کھل جائے گی۔ ترجمہ قرآن پڑھتے وقت جو بات سمجھ میں نہ آئے وہ علماء کرام سے پوچھ لینی چاہئے۔ بعض لوگوں کو ترجمہ سے کچھ الرجی سی ہوگئی ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ ترجمہ قرآن مجید سے لوگوں کو روک کر شاید وہ کوئی بڑی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ لیکن مجھے ایسا لگتا ہے کہ حشر کے دن انہیں یہ بات مہنگی پڑ جائے گی۔

البتہ یہ ضروری کہا جا سکتا ہے کہ ہر آدمی قرآن مجید کا ترجمہ بیان کرے مسائل کا استنباط کرے، یہ ممکن نہیں ہے مگر ترجمہ کی مدد سے قرآن مجید کا سمجھنا مسائل کے لئے آسان ہے۔ قرآن مجید کو سمجھ کر پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کس عمل سے اور کس عقیدہ سے راضی ہوتا ہے اور کس عمل کس عقیدہ سے ناراض ہوتا ہے۔

چھٹی بات یہ ارشاد فرمائی گئی کہ آخرت کی محبت ہو یعنی اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضری کی چاہت اور محبت ہونی چاہئے۔ ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے۔

مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ۔

ترجمہ: ”جو اللہ تعالیٰ سے ملنے کو پسند کرتا ہے اللہ بھی اس سے ملاقات کو پسند کرتے ہیں اور جو شخص اللہ کی ملاقات کو ناپسند کرے تو اللہ تعالیٰ بھی اس آدمی سے ملنا پسند نہیں فرماتے۔“

”ساتویں بات یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ قیامت کے حساب سے خوفزدہ رہے“ آج یہ دیکھنے میں آرہا ہے کہ لوگ دنیا میں بالکل بے حساب زندگی گذار رہے ہیں، کڑوروں میں سے دس پانچ آدمی ہی ایسے ہوں گے جنہیں قیامت کے دن کے حساب کا خوف اور ڈر ہو۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ﴿1﴾

ترجمہ: ''انسانوں کے حساب کی گھڑی قریب آ لگی ہے اور غفلت میں لوگ اس طرف دھیان نہیں دے رہے ہیں۔''

(21۔الانبیاء، آیت: 1)

''آٹھویں بات یہ فرمائی گئی کہ امیدوں کی فہرست کو کم کرلے۔'' یہ بڑی اہم اور زبردست بات ہے میں تو کہتا ہوں کہ دنیا کے مذاہب کی تاریخ میں یہ لفظ کسی اور مصلح کی زبان سے نہیں نکلا ہوگا۔ میں الحمدللہ مذاہب کی تاریخ اور ان کی حقیقتوں کو جانتا ہوں، چاہے وہ آسمانی ہوں یا غیر آسمانی۔ مجھے کسی بھی مذہب کی کتاب میں یہ جملہ نہیں ملا کہ امیدوں کی فہرست کو کم کیجئے لوگوں کی امیدیں آج ایسی ہیں وہ کم ہی نہیں ہوتیں اور کسی حد پر جا کر ان کا خاتمہ بھی نہیں ہوتا۔ ہم سب اہل ایمان بھائی بہنوں کو حدیث پاک کے اس جملے کو پیش نظر رکھ کر اپنی آرزوؤں اور تمناؤں کی فہرست کو کم کرنا چاہیے۔

اس حدیث پاک میں آخری بات رسول پاکؐ نے یہ ارشاد فرمائی کہ اچھے اعمال کی طرف توجہ کی جائے۔

(175) گالی گلوج نہ کر

وَاَنْهَاكَ اَنْ تَشْتِمَ مُسْلِمًا اَوْ تُصَدِّقَ كَاذِبًا اَوْتُكَذِّبَ صَادِقًا۔اَوْتَعْصِيَ اِمَامًا عَادِلًا وَاَنْ تُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ يَا مُعَاذُ اُذْكُرِ اللهَ عِنْدَ كُلِّ شَجَرٍ وَّحَجَرٍ۔وَاَحْدِثْ لِكُلِّ ذَنْبٍ تَوْبَةً۔اَلسِّرُّ بِالسِّرِّ وَالْعَلَانِيَةُ بِالْعَلَانِيَةِ ۔ (بیہقی۔ترغیب وترہیب ص107، ج4)

ترجمہ: ''اور دور رہ ان باتوں سے کہ کسی مسلم کو گالی دے۔ کسی جھوٹے کی تصدیق کرے۔ یا کسی سچے کو جھٹلا دے۔ یا کسی انصاف ور حاکم کی نافرمانی کرے۔ یا کسی جگہ فساد برپا کرے۔ اے معاذ! اللہ کا ذکر

ہر درخت و پتھر کے پاس سے گذرتے ہوئے کرو۔ (اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے) اور ہر گناہ سے توبہ کر۔ پوشیدگی میں ہوئے گناہ کی توبہ پوشیدگی میں۔ علانیہ ہوئے گناہ کی توبہ علانیہ میں۔''

کسی مسلمان کو گالی دینے سے منع کیا گیا ہے، کسی جھوٹ بولنے والے کو سچا نہ جانا جائے، سچ بولنے والے کو جھٹلایا نہ جائے، منصف مزاج حاکم یا امیر کی نافرمانی نہ کی جائے، زمین میں فتنہ، فساد، خون خرابہ کرنے سے مکمل طور پر دور رہا جائے، جس بھی درخت یا جگہ سے گذرنا ہو وہاں کچھ نہ کچھ اللہ کا ذکر کر لینا چاہیے، یعنی چلتے پھرتے بھی انسان اللہ کا ذکر کیا کرے۔ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے۔

الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ

ترجمہ: ''جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے ہوئے بھی۔''

(3۔آل عمران، آیت: 191)

معلوم ہوا کہ آدمی کہیں سے بھی گذرے تو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہی رہے۔ آدمی سفر میں ہو، راہ گیر بنا ہوا ہو، درخت یا پتھر کے پاس سے گذرے۔ مکان اور بلڈنگوں کے پاس سے گذرے ہر جگہ سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے کرتے ہی گذرے۔

کسی قسم کا کوئی بھی چھوٹا یا بڑا گناہ ہو اس سے توبہ کرے، جو گناہ چھپے اور پوشیدہ طور سے ہو گئے ہوں ان کی تشہیر نہ کی جائے بلکہ چپکے سے ان سے توبہ کر لی جائے اور یہ گناہ لوگوں کو بتایا ہوا نہ پھرے،، ہاں جو گناہ علانیہ اور کھلم کھلا ہوئے ہوں لوگوں کو معلوم ہوں، اور وہ اس سے متاثر ہوئے ہوں یا ان کو تکلیف پہنچی ہو تو ایسے گناہ علانیہ توبہ کی جائے۔

(176) پندرہ خصلتیں

عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا فَعَلَتْ اُمَّتِیْ خَمْسَ عَشْرَۃَ خَصْلَۃً حَلَّ بِھَا الْبَلَآءُ۔ قِیْلَ وَمَا ھِیَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ اِذَا کَانَ الْمَغْنَمُ دُوَلًا۔ وَالْاَمَانَۃُ مَغْنَمًا، وَالزَّکٰوۃُ مَغْرَمًا وَاَطَاعَ الرَّجُلُ زَوْجَتَہٗ وَعَقَّ اُمَّہٗ وَبَرَّ صَدِیْقَہٗ وَجَفَا اَبَاہُ۔ وَارْتَفَعَتِ الْاَصْوَاتُ فِی الْمَسَاجِدِ۔ وَکَانَ زَعِیْمُ الْقَوْمِ اَرْذَلَھُمْ۔ وَاُکْرِمَ الرَّجُلُ مَخَافَۃَ شَرِّہٖ۔ وَشُرِبَتِ الْخُمُوْرُ۔ وَلُبِسَ الْحَرِیْرُ وَاتُّخِذَتِ الْقِیَانُ وَالْمَعَازِفُ۔ وَلَعَنَ اٰخِرُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ اَوَّلَھَا۔ فَلْیَرْتَقِبُوْا عِنْدَ ذٰلِکَ رِیْحًا حَمْرَاءَ اَوْ خَسْفًا اَوْ مَسْخًا۔

(ترمذی شریف ۔ ابواب الفتن باب ما جاء فی اشراط الساعۃ)

ترجمہ: ”حضرت علیؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ جب میری امت پندرہ چیزیں کرنے لگے گی تو اس وقت اس پر بلا اور مصیبت کا آنا شروع ہو جائے گا۔ پوچھا گیا وہ پندرہ چیزیں کیا ہیں۔ (1) جب مال غنیمت اپنی ملکیت سمجھی جانے لگے۔ (2) اور امانت کو مال غنیمت یعنی اپنے لئے حلال سمجھا جانے لگے۔ (3) اور زکوۃ کو جرمانہ خیال کیا جانے لگے۔ (4) اور جب آدمی اپنی بیوی کی فرمانبرداری کرے اور اپنی ماں کی نافرمانی کرنے لگے۔ (5) کوئی انسان اپنے دوست کے ساتھ حسن سلوک کرے اور اپنے باپ کو تکلیف پہنچائے۔ (6) مسجد میں آوازیں بلند ہونے لگیں۔ شور ہونے لگے۔ (7) کسی قوم کا سرداران میں کا رذیل ترین آدمی ہو۔ (8) کسی آدمی کی عزت اس کے شر سے بچنے کے واسطے کی جاتی ہو۔ (9) شراب نوشی عام ہو جائے۔ (10) ریشم پہننا حلال سمجھا جانے لگے۔

(11) نکاح میں لائی عورت کو چھوڑ کر رکھیل عورتیں رکھی جانے لگیں۔ (12) ڈھول تماشہ عام ہو جائے۔ (13) اس امت کے بعد والے پہلے گذرے ہوئے لوگوں (صالحین) پر لعن طعن کرنے لگیں۔

(14) ان صورتوں کے ظہور کے بعد لوگوں کو سرخ ہوا یا لوگوں کے زمین میں دھنسائے جانے کا۔

(15) اور لوگوں کی صورتوں کے مسخ ہو جانے کا انتظار کرنا چاہئے۔''

قارئین کرام سے گذارش ہے کہ اس حدیث شریف کے عربی متن اور اس کے ترجمہ کو خوب غور سے پڑھیں اور حدیث پاک میں بیان کی گئی پندرہ باتوں کو اچھی طرح سے ذہن میں بٹھانے کے بعد اپنے اردگرد کے ماحول اور معاشرہ پر نظر ڈالیں تو آپ کو محسوس ہوگا کہ یہ ساری کی ساری خصلتیں اور عادتیں امت مسلمہ کے اندر پائی جاتی ہیں اور بہت ہی کم مسلم گھرانے ان بری عادتوں سے بچ سکے ہیں۔ یہ بڑے غور وفکر اور توجہ کا مقام ہے۔ اگر ہم نے ان سے اپنے آپ کو اور اہل ایمان بھائیوں کو بچانے کی فکر نہ کی تو وہ دن دور نہیں کہ ہم پر ایک کے بعد ایک مصیبتیں آنے لگیں گی، سخت اور تیز وتند ہوائیں اور آندھیاں، زمین میں دھنسا دیا جانا یا صورتوں کا بگاڑ دیا جانا وغیرہ عذابات ہم پر آنے شروع ہو جائیں گے۔

(177) بہترین زمانہ، برا زمانہ

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ يُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ خَيْرَكُمْ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ يَكُوْنُ بَعْدَهُمْ قَوْمٌ يَّشْهَدُوْنَ وَلَا يُسْتَشْهَدُوْنَ يَخُوْنُوْنَ وَلَا يُؤْتَمَنُوْنَ وَيَنْذِرُوْنَ وَلَا يُوْفُوْنَ وَيَظْهَرُ فِيْهِمُ السِّمَنُ ۔

(مسلم كتاب الفضائل ۔ (باب فضل الصحابة ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم)

ترجمہ: ''حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے پھر وہ زمانہ جو اس سے ملا ہوا ہے (صحابہ تابعین کا) پھر جو اس سے ملا ہو۔ (تبع تابعین کا) اس کے بعد ایسے برے لوگ ہوں گے جو گواہی دیں گے مگر ان کی گواہی قبول کرنے کے قابل نہ ہوگی۔ خیانت کریں گے امانت دار نہ ہوں گے۔ نذر مانیں گے لیکن اسے پورا نہ کریں گے۔ اور ان کے درمیان آرزوؤں کا چکر

چلے گا جس میں وہ الجھتے رہیں گے۔"

زمانوں میں سب سے بہتر زمانہ رسول اللہؐ کا زمانہ ہے بے شک وشبہ سے بالاتر ہے۔جن لوگوں نے یہ زمانہ پایا وہ بڑے خوش بخت اور خوش نصیب تھے،ان کا نصیبہ جاگا،اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے راضی ہوگیا۔پھر وہ زمانہ بہتر ہے اور خیر والا ہے جو صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کا زمانہ ہے پھر اس کے بعد تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کا زمانہ ہے۔ان باتوں کے بعد پھر بدتر اور برے زمانوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔

چنانچہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ پھر ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگوں سے گواہی کے لئے کہا نہیں جائے گا یا انہیں گواہ بنایا نہیں جائے گا پھر بھی وہ گواہی دینے لگیں گے یعنی جھوٹی سچی گواہیوں میں کوئی فرق نہ رہ جائے گا جن لوگوں کا مقدمات،کوٹ کچہری سے واسطہ پڑتا ہے۔انہیں معلوم ہے کہ کرایہ کے بہت سے گواہ مل جاتے ہیں۔معمولی رقم خرچ کیجئے اور کسی بھی قسم کی گواہی دلوالیں۔امانتداری بھی لوگوں سے اٹھ جائے گی۔خیانت بددیانتی خوب بڑھ جائیگی،لوگ اللہ کے لئے خوب نذر ومنت مانیں گے مگر انہیں پوری نہ کریں گے۔آج تو ہمارا زمانہ ایسا ہوگیا کہ لوگ اللہ کے لئے نذر ومنت ماننے کے بجائے پیروں فقیروں،ولیوں کے لئے نذر ومنت مانتے ہیں۔بعد کے زمانہ کی ایک خرابی یہ بھی بتائی گئی ہے کہ لوگ آرزوں،تمناؤں اور خیالی باتوں کے پیچھے پڑے رہیں گے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب کو ان برائیوں سے محفوظ رکھے۔اور جو لوگ ان برائیوں میں پڑے ہوئے ہیں ان کو توبہ کی توفیق دے۔ آمین۔

(178) پیٹ بھرنے کا چکر

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ۔اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ

الْجُوْعِ فَاِنَّهٗ بِئْسَ الضَّجِيْعُ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخِيَانَةِ فَاِنَّهَا بِئْسَتِ الْبِطَانَةُ۔

(ابوداؤد۔ نسائی ترغیب و ترھیب۔ ص10، ج4)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہؓ ارشاد رسولؐ نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ اے اللہ میں تیری پناہ پکڑتا ہوں ایسی بھوک سے جو بری طرح میرے ساتھ لگ جاوے اور تیری پناہ میں آتا ہوں خیانت اور بددیانتی کرنے سے کہ یہ پیٹ بھرنے کا بہت ہی برا چکر ہے۔''

اس حدیث پاک میں اللہ کے رسول اللہؐ نے دو چیزوں سے بچنے کے لئے اللہ کی پناہ طلب کی ہے ایک ایسی بھوک جو پیچھا نہ چھوڑے بھوک کی زیادتی، روزی کی تنگی کبھی کبھی آدمی کے ایمان اور عزت و آبرو کے لئے خطرہ بن جاتی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ

ترجمہ: ''ہم ضرور آزمائیں گے تم کو خوف اور بھوک سے۔''

(2۔البقرۃ، آیت: 155)

بھوک ایک طرح سے اللہ تعالٰی کی طرف سے آزمائش اور امتحان بھی ہے، جو بھوک کا شکار ہوتا ہے وہی بھوک کی شدت اور تکلیف محسوس کرسکتا ہے۔ دوسری چیز جس سے بچنے کی دعا حدیث شریف میں کی گئی ہے وہ ہے حرام اور ناجائز کمائی سے پیٹ بھرنا، یہ واقعتا بہت ہی برا طریقہ ہے کہ آدمی روزی کے حلال اور جائز طریقوں کو چھوڑ کر روزی حاصل کرنے کے ناجائز اور غلط طریقے اختیار کرے۔ اللہ تعالٰی نے ہر انسان کو پیدا کرکے اسے روزی دینے کا وعدہ فرمایا ہے اور ہر ایک کو اتنا ہی ملنا ہے جتنا اسے دینے کا فیصلہ کیا گیا ہے چاہے وہ جائز طریقے سے حاصل کرے یا ناجائز طریقے سے حاصل کرے۔ لہٰذا انسان جائز طریقے ہی سے کیوں نہ روزی حاصل کرے۔

(179) زکوٰۃ نہ دینے پر مصیبت

عَنْ بُرَيْدَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا نَقَضَ قَوْمُ الْعَهْدَ اِلَّا كَانَ الْقَتْلُ بَيْنَهُمْ وَلَا ظَهَرَتِ الْفَاحِشَةُ فِيْ قَوْمٍ اِلَّا سُلِّطَ عَلَيْهِمُ الْمَوْتُ وَلَا مَنَعَ قَوْمُ الزَّكٰوةَ اِلَّا حُبِسَ عَنْهُمُ الْقَطْرُ۔ (رواہ الحاکم۔ ترغیب وترہیب۔ ص11۔ ج4)

ترجمہ: ''حضرت بریدہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی قوم نے قول وقرار توڑنے کو اپنی عادت بنالیا ان میں قتل وقتال عام ہوجائے گا۔اور جس قوم میں بدچلنی عام ہوگئی ان میں موتیں زیادہ ہوں گی۔اور جو قوم زکوٰۃ دینے سے ہاتھ روک لے گی اللہ ان سے بارش کو روک لے گا۔''

جو لوگ قول وقرار توڑنے کی اپنی عادت بنالیں۔ان میں مارکاٹ خون خرابہ عام ہوگا اور قتل کا رواج پڑے گا،جس قوم میں بدچلنی ،بے حیائی ،زنا وغیرہ عام ہوگا ان میں موت کثرت سے ہوگی،جس قوم نے زکوٰۃ خیرات کو روکا تو اللہ تعالیٰ ان سے بارش کو روک لے گا،حدیث شریف میں فرمائی گئی تینوں باتیں سمجھنے کی ہیں۔

عہد معاہدہ قول وقرار چاہے لین دین کا ہو یا اور کسی قسم کا ہو۔امانتوں کے رکھنے رکھانے کا ہو،تو قول و قرار میں کوئی غداری اور بدعہدی نہ کی جائے اور سماج کی ایسی بندش ہونی چاہئے کہ کوئی شخص اگر ایسا کرے تو اس پر دباؤ ڈال کر قول وقرار کی پابندی کرائیں لیکن اگر ایسا نہیں ہوتا ہے اور بدعہدی کا چلن زور پکڑ لیتا ہے تو بازاروں اور منڈیوں میں اچھے اچھے لوگوں کی ساکھ گرنے لگتی ہے۔پھر لڑائی جھگڑے مار دھاڑ،مقدمہ بازی،غنڈہ گردی کا رواج پڑتا ہے،اسی طرح ننگا پن،فحش،بدچلنی لوگوں میں پھیل جائے تو مہلک،خطرناک اور جان لیوا بیماریاں وبائیں اس قوم میں پھیلنے لگتی ہیں اور ہر طرف سے انہیں موت ہی موت دکھائی دیتی ہے۔

ایسے ہی زکوٰۃ جو غرباء فقراء اور مساکین کا حق ہے اس کے نہ دینے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بارش روک دی جاتی ہے۔ہم اہل ایمان کو چاہئے کہ اگر ایسی پریشانیاں ہم پر آئیں تو ان مصیبتوں کے آنے کا دینی اور اخلاقی سبب ڈھونڈھیں کہ کیا وجہ ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے نعمتیں ہم سے روک دیں اور یہ بلائیں مصیبتیں ہم پر ڈال دی ہیں۔

(180) آسان نیکی

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَسْتُرُ عَبْدٌ عَبْدًا فِی الدُّنْیَا اِلَّا سَتَرَہُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ۔ (مسلم شریف: کِتَابُ الْبِرِّ وَالصِّلَۃِ وَالْاٰدَبِ۔ بَابُ مَنْ سَتَرَ اللّٰہُ عَلَیْہِ فِی الدُّنْیَا)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جو کوئی شخص دنیا میں کسی کا عیب چھپا دے گا اللہ تعالیٰ اس کا عیب قیامت کے دن چھپائے گا۔''

یہ بڑی سادہ اور بہت آسان نیکی ہوئی کہ کسی میں ہم کوئی عیب اور برائی دیکھیں تو اس کے سدھارنے کی فکر کی جاسکتی ہے مگر اس کی تشہیر نہ کریں یعنی کسی کے عیب کو ادھر ادھر ظاہر کرتے ہوئے نہ پھریں اگر کوئی شخص چاہے کہ اس کے عیب قیامت کے دن چھپائے جائیں تو ایسے آدمی کو چاہئے کہ دنیا میں وہ لوگوں کے عیب پر پردہ ڈالے۔آسانی سے حاصل ہونے والی اس نیکی کو ہر کوئی حاصل کرسکتا ہے۔

(181) امن وسلامتی کس کے لئے؟

رُوِیَ عَنْ سَخْبَرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اُعْطِیَ فَشَکَرَ۔ وَابْتُلِیَ فَصَبَرَ وَظَلَمَ فَاسْتَغْفَرَ وَظُلِمَ فَغَفَرَ۔ ثُمَّ سَکَتَ فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَالَہٗ ؟ قَالَ اُولٰٓئِکَ لَھُمُ الْاَمْنُ وَھُمْ مُّھْتَدُوْنَ ۔ (طبرانی۔ترغیب وترہیب 278 ،ج4)

ترجمہ: ''حضرت سنجرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو نعمت ملے اور وہ شکر ادا کرے اور جو مصیبت میں گرفتار ہو اور صبر کرلے، کسی پر ظلم کرے تو اللہ سے معافی چاہے اور اگر کوئی اس پر ظلم کرے تو اسے یعنی ظالم کو معاف کردے۔ یہ فرما کر آپؐ خاموش ہوگئے صحابہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ ان لوگوں کا کیا بدلہ ہے؟ فرمایا ان سب کے لئے امن وسلامتی ہے اور یہ لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔''

آج پوری انسانیت امن وسکون کی تلاش وجستجو میں لگی ہوئی ہے۔ مگر ہزار کوشش کے باوجود امن کے بجائے بدامنی، فساد، لڑائی جھگڑا مارکاٹ کی ہی فضا بنتی جارہی ہے، محسن انسانیت رحمت عالم حضرت محمدؐ نے چند باتیں ارشاد فرمائی ہیں کہ جو ان پر عمل کریں گے وہ امن وچین پانے والے ہوں گے۔

(1) جس کسی کو بھی کوئی چیز ملے تو چاہئے کہ وہ شخص دینے والے کا شکریہ ادا کرے۔

(2) کبھی کسی مصیبت اور پریشانی میں پھنس جائے تو اس پر صبر کرے، واویلا نہ مچائے اور بے صبرا ہوکر حد سے آگے نہ بڑھے۔

(3) بھول چوک یا نفس وشیطان کے بہکاوے میں آ کر کسی پر کچھ ظلم زیادتی کرے تو معافی طلب کرے اور اپنا جرم معاف کرائے۔

(4) کسی کی طرف سے ہم پر ظلم وزیادتی ہو تو ہمیں ظلم کرنے والے کو معاف کردینا چاہئے۔

(182) اپنے آپ پر، پردہ ڈالنے والے کی بخشش

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اُصِیْبَ بِمُصِیْبَۃٍ بِمَالِہٖ اَوْفِیْ نَفْسِہٖ فَکَتَمَھَا وَلَمْ یَشْکُھَا اِلَی النَّاسِ کَانَ حَقًّا عَلَی اللّٰہِ اَنْ یَّغْفِرَلَہٗ۔

(طبرانی۔ ترغیب وترہیب ص286 ج4)

ترجمہ: ''حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ جو شخص جانی یا مالی مصیبت میں گرفتار ہو اور وہ اسے چھپالے اور کسی سے شکایت نہ کرے تو اب اللہ کے ذمے ہے کہ اس کو بخش دے۔''

کسی جانی یا مالی مصیبت میں آدمی گرفتار ہو اور آزمائش میں ڈالا گیا ہو تو اپنوں سے اور دوسرے لوگوں سے شکوہ شکایت کرتا نہ پھرے بلکہ جو بھی جانی یا مالی مصیبت اس پر پڑی ہو اسے چھپالے اور اللہ تعالٰی کے سوا کسی سے بھی اس کی شکایت نہ کرے تو اللہ پر لازم ہے کہ ایسے شخص کی مغفرت اور بخشش فرمادیں۔ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ہر چھوٹی بڑی مصیبت کو اس طرح بیان کرتے ہیں جیسے کوئی بہت بڑی درد ناک کہانی ہو، سوچنا چاہئے کہ غیر متعلق آدمی سے اپنی مصیبت بیان کرنے سے کوئی فائدہ تو ہے نہیں وہ کچھ کر بھی نہیں سکتا ہے اور کچھ دے بھی نہیں سکتا ہے۔ حضرت یعقوبؑ کا قصہ قرآن مجید میں موجود ہے کہ حضرت یوسفؑ اور ان کے چھوٹے بھائی کے سلسلہ میں جدائی کے سبب حضرت یعقوبؑ کو جو تکلیف پہنچی تو انہوں نے فرمایا۔

إِنَّمَآ أَشْكُوا۟ بَثِّى وَحُزْنِىٓ إِلَى ٱللَّهِ

ترجمہ: ''میں تو اپنی بے قراری اور غم کا دکھڑا اللہ کے سامنے روتا ہوں۔''

(12۔یوسف، آیت: 86)

ہونا بھی یہی چاہئے کہ اپنی مصیبت اپنا غم اور دکھڑا اللہ تعالٰی سے بیان کیا جائے اس کے سوا اور کون ہے جو مصیبتوں کو دور کر سکے۔ لہٰذا انسان اپنے رب سے ہی مدد طلب کرے۔

(183) بیمار اور مسافر

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا مَرِضَ الْعَبْدُ اَوْسَافَرَ کُتِبَ لَہٗ مِثْلُ مَا کَانَ یَعْمَلُ مُقِیْمًا صَحِیْحًا ۔ (بخاری۔ ابوداؤد، ترغیب وترہیب۔ص289،ج4)

ترجمہ: ''حضرت ابو موسیٰؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جب بندہ بیمار ہوتا ہے یا سفر کی حالت میں ہوتا ہے تو ان دونوں شخص کے لئے مقیم (وطن میں رہنے والا) اور تندرست کے نیک عمل کے برابر نیکی لکھی جاتی ہے۔''

بہت سے لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ جب وہ بیمار ہوتے ہیں یا سفر کرتے ہیں تو بیماری اور سفر میں نمازیں چھوڑ دیتے ہیں جب کہ نماز ہر حال میں فرض ہے۔ مسافر کو یہ رخصت ہے کہ چار رکعت والی نماز صرف دو رکعت پڑھے اور اس کے لئے سنتوں کا پڑھنا بھی معاف ہے لیکن فرض نماز پڑھنا ہی پڑھنا ہے نہ پڑھنے والا نماز چھوڑنے کی وجہ سے گنہگار ہوگا۔ اس حدیث پاک میں مسافر کے لئے بشارت ہے کہ شرعی رخصت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اگر وہ سفر میں بھی فرض نمازیں ادا کرتا رہا تو اسے ان تمام اعمال کا بھی برابر ثواب ملے گا جنہیں وہ گھر رہتے ہوئے کرتا تھا مگر ابھی سفر میں نہیں کر پا رہا ہے۔

اسی طرح بیمار آدمی کو بھی چاہئے کہ ایک بھی نماز نہ چھوڑے بلکہ سہولت کے مطابق بیٹھ کر لیٹ کر اشارے سے جیسے بھی ہو سکے نماز ادا کرتا رہے وضو نہ کر سکتا ہو تیمم کر لے تو ایسے مریض کو بھی برابر ان اعمال صالحہ کا ثواب بیماری میں بھی ملتا رہے گا جنہیں وہ تندرستی کی حالت میں کرتا تھا مگر ابھی بیماری کے سبب نہیں کر پا رہا ہے۔ اور جہاں تک نمازوں کا تعلق ہے تو وہ کبھی معاف نہیں ہوتیں۔ البتہ ان کی ادائیگی کے لئے شریعت نے سہولت اور آسانی دی ہے کہ مسافر فرض کے پہلے اور بعد کی سنتیں نہ پڑھے اور چار رکعت والی

نماز صرف دو ہی رکعت پڑھے۔ مریض بیماری کی وجہ سے وضو نہ کر سکتا ہو تو تیمم کرلے۔ کھڑے ہو کر نماز پڑھی نہ جاسکے تو بیٹھ کر نماز پڑھے۔ رکوع سجدہ نہ ہو سکتا ہو تو اشارہ سے رکوع سجدہ ادا کرے۔

(184) نابینا کو انعام

عَنْ اَنَسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ قَالَ اِذَا ابْتَلَيْتُ عَبْدِیْ بِحَبِيْبَتَيْهِ فَصَبَرَ عَوَّضْتُهٗ مِنْهُمَا الْجَنَّةَ ۔ (بخاری شریف، ترغیب و ترہیب ص 301 ج 4)

ترجمہ: ''دونوں آنکھیں اللہ کی بڑی نعمت ہیں ان کی قدر اس آدمی سے پوچھئے جو ان سے محروم ہو یا ملنے کے بعد یہ نعمت چھن گئی ہو۔ آنکھوں کی اسی اہمیت اور قدر و قیمت کو بتلانے کے لئے حدیث میں آنکھوں کے لئے حَبِيْبَتَيْهِ (یعنی بندے کی دو محبوب چیزیں) استعمال ہوا۔ خاتم النبیینؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ رب العزت کا فرمان ہے کہ میں جب کسی بندے کو اس کی دونوں آنکھوں کے بارے میں آزمائش میں ڈالتا ہوں اور وہ اس پر صبر کرتا ہے تو اس کے بدلے اسے جنت دوں گا۔''

کوئی چھوٹی سی چھوٹی نعمت جب چھن جاتی ہے تو آدمی بلبلا اٹھتا ہے اور صبر کرنا اس کے لئے بڑا مشکل ہوتا ہے اور آنکھ جیسی نعمت کسی سے چھن جائے تو بندہ کو جتنا بھی دکھ ہو رنج ہو کم ہی ہے۔ جب وہ اس پر صبر کرے تو اس کا بدلہ جنت ہی ہونا چاہئے۔

(185) مریض کی عیادت کرنے کا ثواب

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَادَ مَرِيْضًا نَادٰی مُنَادٍ مِّنَ السَّمَآءِ طِبْتَ وَطَابَ مَمْشَاكَ وَتَبَوَّأْتَ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْزِلًا ۔

(مشکوٰۃ، بَابُ عِيَادَةِ الْمَرِيْضِ، فصل سوم)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جس نے کسی مریض کی عیادت کی تو اس کو آسمان سے کوئی فرشتہ پکار کر کہتا ہے کہ تجھے مبارک ہو تم نے بہت اچھا کام کیا اس کے عوض تمہارے لئے جنت میں ایک محل تیار کر دیا گیا ہے۔''

بیمار کی دیکھ بھال اور مزاج پرسی کے لئے اس کے گھر یا شفاء خانہ میں جانا، بیمار کی مدد کرنا اسے تسلی دینا، ہمت دلانا یا علاج معالجہ کے سلسلہ میں اچھا مشورہ دینا وغیرہ تو ایسے شخص کے لئے بہت بڑا اجر ہے۔ آسمان سے ایک آواز دینے والا کہتا ہے تو بڑا مبارک اور خوش نصیب آدمی ہے تو نے بڑا اچھا کام کیا تمہارے لئے جنت میں ایک محل تیار کر دیا گیا ہے۔

کوئی شخص جب مریض کو دیکھنے کے لئے جاتا ہے تو مریض کو اس کے آنے سے تسلی ہوتی ہے اور خوشی محسوس کرتا ہے، مریض کی آنکھوں میں خاص قسم کی چمک اور مسرت کی لہر نظر آتی ہے۔ ہر کوئی انسان مرض اور بیماری کا شکار ہوتا ہے چاہے مومن ہو یا غیر مومن اہل ایمان مریضوں کی عیادت کے لئے تو جانا ہی ہے رشتہ دار ہوں یا غیر رشتہ دار پڑوسی ہوں یا دور کے رہنے والے لیکن غیر اہل ایمان بیماروں کی عیادت کے لئے بھی انسانی ہمدردی کے ناطے جانا چاہئے تا کہ اسلام کی طرف ان کا جھکاؤ ہو اور ایمان کی دعوت کے راستے کھلنے لگیں۔

(186) بیمار آدمی سے درخواست

رُوِیَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عُوْدُوا الْمَرْضٰی وَمُرُوْھُمْ فَلْیَدْعُوْلَکُمْ فَاِنَّ دَعْوَۃَ الْمَرِیْضِ مُسْتَجَابَۃٌ وَذَنْبَ مَغْفُوْرٌ۔

(طبرانی۔ ترغیب و ترھیب۔ ص 322، ج 4)

ترجمہ: ''حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ مریضوں کی عیادت کرو اور ان سے دعا کی درخواست کرو۔ کیونکہ ان کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے اور اس کا گناہ بخشا ہوا ہے۔''

اس حدیث پاک میں مریضوں کی عیادت کرنے کے ساتھ حضرت محمدؐ نے عیادت کرنے والوں کو یہ ترغیب دی ہے کہ مریض سے دعا کی درخواست کرو اپنے لئے بھی اور خود مریض کے لئے بھی مریض کی دعائیں جلد قبول ہوتی ہیں کیونکہ بیماری کی وجہ سے اس کی بہت سی خطائیں معاف ہو چکی ہیں۔

مریض سے دعا کی درخواست کرنے کی ترغیب میں شاید یہ بات پوشیدہ ہو کہ اس سے مریض کے دل میں دعا کرنے کی توجہ اور طلب پیدا ہو اور ذکر اللہ کی طرف اس کا دھیان جائے کیونکہ دیکھا گیا ہے کہ بعض بعض مریض کراہنے واویلا مچانے یا چپ چاپ ادھر ادھر تکنے، آنے جانے والوں کو دیکھنے میں سارا وقت گذار دیتے ہیں، تو عیادت کے لئے جانے والوں کو وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ (نصیحت کرنا جاری رکھو۔ بیشک ایمان والوں کو نصیحت نفع دیتی رہے گی) کے تحت یہ لازم ہے کہ مریض سے دعا کی درخواست وغیرہ کر کے یا کسی طرح بھی مریض کا ذہن ذکر اللہ کی طرف پھیرنے کی کوشش کریں۔

اور مریض کو بھی چاہئے کہ دعا ذکر اللہ میں مشغول رہے۔ قرآن وحدیث میں بتائی گئی دعائیں اور کلمہ طیبہ وغیرہ کا ورد کرتا رہے۔ درود شریف پڑھتا رہے۔

(187) جنازے میں شریک ہونے کا اجر

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَهِدَ الْجَنَازَةَ حَتّٰى يُصَلِّيَ

عَلَيْهَافَلَهُ قِيْرَاطٌ وَمَنْ شَهِدَ هَاحَتّٰى يُدْفَنَ فَلَهُ قِيْرَاطَانِ۔قِيْلَ وَمَاالْقِيْرَاطَانِ قَالَ مِثْلُ الْجَبَلَيْنِ الْعَظِيْمَيْنِ۔ (بخاری، كِتَابُ الْجَنَائِز۔بَابُ مَنِ انْتَظَرَ حَتّٰى يُدْفَنَ)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ جو شخص کسی مسلم کے جنازے میں شریک ہوا اور نمازِ جنازہ ادا کی تو اس کو ایک قیراط کے برابر ثواب ملے گا اور جو قبرستان تک گیا اور دفن کرنے تک حاضر رہا اس کو دو قیراط کے برابر ثواب ملے گا۔صحابہؓ نے پوچھا کہ دو قیراط کا کیا مطلب؟ رسول اللہؐ نے فرمایا دو بڑے پہاڑ کو دو قیراط کہتے ہیں۔''

ایک مومن کا دوسرے مومن پر یہ حق ہے کہ جنازے میں شریک ہو۔جو شخص جنازے میں شریک ہوا اور جنازہ پڑھ کر لوٹ آیا تو اسے صرف ایک قیراط ثواب ملا اور جو تدفین کے وقت تک حاضر رہا۔اسے دو قیراط اجر وبدلہ ملے گا اور قیراط کے معنی بتائے گئے ہیں۔''بڑا پہاڑ''۔

اللہ کا شکر ہے کہ مسلمانوں کی بڑی تعداد جنازہ اور تدفین میں شریک ہوتی ہے۔میت سے نفرت کرنے اور دور رہنے کی عادت اہل ایمان لوگوں میں نہیں ہے بلکہ ان کے یہاں میت کا بڑا احترام اور اعزاز ہوتا ہے لیکن ہمارے ملک کی بعض قومیں میت کو زندہ آتش کرتی ہیں، جنگلوں میں پھینک دیتی ہیں یا دریا اور سمندر کی لہروں کے حوالہ کر دیتی ہیں، سلام ہو حضرت محمد رسول اللہؐ پر کہ آپؐ نے میت کے غسل دینے، نماز جنازہ پڑھنے اور پورے ادب واحترام کے ساتھ زمین میں دفنانے کا حکم فرمایا اور میت کا حق ہے جو اہل ایمان لوگوں پر لازم ہے۔

(188) بادل گرجنے کے وقت کیا کہنا چاہئے؟

عَنْ عَامِرِبْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ اَنَّهُ كَانَ اِذَا سَمِعَ الرَّعْدَ يَتْرُكُ الْحَدِيْثَ وَقَالَ سُبْحَانَ الَّذِىْ

يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ثُمَّ يَقُوْلُ إِنَّ هٰذَا الرَّعِيْدَ لِأَهْلِ الْأَرْضِ شَدِيْدٌ۔

(موطا امام مالک بَابُ الْقَوْلِ اِذَا سَمِعْتَ الرَّعْدَ)

ترجمہ: ''حضرت عامر عبداللہ بن زبیرؓ جب بادل کے گرج کی آواز سنتے تو بات چیت کرنا چھوڑ دیتے اور یہ دعا پڑھتے جس کا ترجمہ یہ ہے۔ پاک ہے وہ ذات جس کی پاکی بیان کرتا ہے رعد نام کا فرشتہ اور پاکی بیان کرتے ہیں تمام فرشتے اللہ کی۔ اس کے ڈر سے۔ دعا پڑھنے کے بعد عامر بن عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے یہ آواز زمین کے رہنے والوں کے لئے سخت ہے۔''

قرآن مجید میں تیرہ نمبر کی ایک سورت ہے جس کا نام رعد ہے۔ اس میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔

وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ

ترجمہ: ''اور بادل کی گھن گرج اللہ کی خوبیاں اس کی حمد کے ساتھ بیان کرتی ہے۔ اور فرشتے اس کی ہیبت سے تھر تھر کانپتے ہوئے اس کی پاکی اور تعریف بیان کرتے رہتے ہیں۔''

بادل کی گھن گرج بھی اللہ کی عجیب نعمت ہے کہ اس سے بارش کے آثار اور ماحول کا پتہ چلتا ہے۔ حدیث پاک کی مشہور کتاب ''ترمذی'' کی ایک حدیث میں رسولؐ نے رعد نام کے فرشتے کا ذکر کیا ہے جس سے اندازہ لگتا ہے کہ گھن گرج کا شاید یہ کوئی سپروائزر ہے جس کا نام رعد رکھ دیا گیا ہے۔ گھن گرج کے موقع پر انسانوں کو اس طرح ڈرنا، لرزنا چاہئے۔ جیسے اللہ کے خوف سے فرشتے لرزتے اور کانپتے ہیں، اس موقع پر ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرنا چاہئے۔ استغفار وغیرہ پڑھنا چاہئے اور اس حدیث شریف میں آئی ہوئی دعا بھی پڑھی جائے جو اس طرح ہے۔

سُبْحَانَ الَّذِيْ يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ۔

(189) صرف اللہ سے مانگو

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقَالَ يَاغُلَامُ اِنِّيْ اُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ، اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ اِذَا سَأَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰهَ وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَاعْلَمْ اَنَّ الْاُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلٰى اَنْ يَنْفَعُوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوْكَ اِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ وَاِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى اَنْ يَضُرُّوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوْكَ اِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ رُفِعَتِ الْاَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ۔ (ترمذی شریف۔ ابواب صفۃ القیمۃ)

ترجمہ: ''حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ میں ایک دن نبی کریمؐ کے پیچھے پیچھے تھا آپؐ نے فرمایا کہ اے لڑکے میں تجھے چند باتیں سکھا رہا ہوں۔ تم اللہ کو یاد رکھو، اللہ تمہاری حفاظت فرمائے۔ اللہ کے ذکر میں مشغول رہو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائے گا اور جب تم کوئی چیز مانگو تو اللہ تعالیٰ سے مانگو اور جب تم کو مدد کی ضرورت ہو تو اللہ تعالیٰ ہی سے مدد چاہو، یہ بات بھی اچھی طرح دھیان میں رکھو اگر تمام انسان جمع ہو کر تم کو کوئی نفع پہنچانا چاہیں تو نہیں پہنچا سکتے مگر وہی جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے اور اگر جمع ہو کر تم کو نقصان پہنچانا چاہیں تو کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گے مگر اتنا کہ جو اللہ نے تمہارے لئے لکھا ہے۔ قلم اٹھا لئے گئے اور جو کچھ ہونا تھا وہ سب تقدیر کے صفحات میں درج ہو چکا ہے۔''

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ جو اس حدیث کے راوی ہیں حضور اکرمؐ کے چچازاد بھائی تھے اور چھوٹی عمر کے تھے آپؐ کے ساتھ اکثر رہا کرتے تھے اور بڑی پھرتی اور چستی کے ساتھ آپؐ کی خدمت میں مشغول رہ کر بڑی دعائیں لی ہیں۔ صحبت نبویؐ اور تعلیمات رسول اللہؐ سے خوب خوب استفادہ کر کے امت مسلمہ کو بڑا فیض پہنچائے ہیں۔ اس حدیث پاک میں بھی اللہ کے رسولؐ نے حضرت ابن عباسؓ کو پیار سے اے لڑکے! کہہ کر مخاطب فرمایا ہے اور بڑی اہم باتیں تعلیم فرمائی ہیں۔

(1) ہر آدمی چاہتا ہے کہ وہ حفاظت اور امن میں رہے اس کے لئے تعلیم نبویؐ یہ ہے کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہو اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور پناہ میں رہو گے۔

(2) ذکر الٰہی اور اللہ تعالیٰ کے دھیان میں لگے رہنے سے انسان ہر وقت اللہ تعالیٰ کو مدد کرنے والا پائے گا۔

(3) انسان کو کسی بھی چیز کی ضرورت ہو چاہے وہ چھوٹی ہو یا بڑی ہو۔ صرف اللہ سے ہی مانگے، ہمارے دور کے قبر پرست معاشرہ کو حدیث پاک کے اس جملہ پر غور کرنا چاہیۓ کہ قبر پرست لوگ بزرگوں، پیروں، فقیروں اور نہ جانے کس کس سے کیا کیا مانگتے پھرتے ہیں؟ اور کس کس کو اپنی مدد کے لئے پکارتے ہیں ان کی دہائی دیتے ہیں جب کہ رسول اعظم حضرت محمدؐ نے تعلیم فرمائے ہیں کہ جب تم کو مدد کی ضرورت ہو یا کسی اور چیز کی حاجت ہو تو صرف اللہ تعالیٰ سے ہی مانگو۔

(4) نفع اور نقصان کا پہنچانا صرف اور صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے، پوری انسانیت نفع پہنچانا چاہے تو بھی اتنا ہی فائدہ اور نفع پہنچ سکتا ہے جتنا اللہ تعالیٰ کی مرضی ہو گی اور یہی معاملہ نقصان کا بھی ہے پھر بھی انسان کو نفع حاصل کرنے کی تدبیر اور نقصان سے بچنے کی تدبیر کرنے سے پیچھے نہیں رہنا چاہیۓ چونکہ یہ دنیا دار الاسباب ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے دنیا کے کاموں کو سبب اور ذرائع پر رکھا ہے اور سبب کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں رکھی ہے۔ حدیث شریف میں بیان کئے گئے مضمون کی تائید قرآن مجید کی درج ذیل آیات سے بھی ہوتی ہے۔

وَاِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ یُّرِدْكَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ یُصِیْبُ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ (107)

ترجمہ: ”اور اگر اللہ تجھ کو کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو اس کو اللہ کے سوا کوئی دور نہیں کر سکتا اور اگر اللہ یہ ارادہ کر لے کہ تجھ کو نفع پہنچانا ہے تو پھر اس کے فضل کو کوئی بھی رد نہیں کر سکتا، اپنے بندوں میں سے جسے جو

کچھ دینا چاہتا ہے پہنچا دیتا ہے اور وہی ایک بخشش فرمانے والا اور مہربان ہے۔"

(10۔یونس، آیت: 107)

مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ②

ترجمہ: "انسانوں کے لئے اللہ اپنی رحمت میں سے جو بھی در کھول دے تو پھر اس کو بند کرنے والا کوئی نہیں اور اللہ اپنی رحمت بند کر دے تو پھر اس کو جاری کر دینا اللہ کے سوا کسی کے بس میں نہیں کہ صرف وہی زبردست حکمت والا ہے۔"

(35۔فاطر، آیت: 2)

(190) رات میں سونے سے پہلے

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَغْلِقُوا الْبَابَ وَ اَوْ كُوا السِّقَاءَ وَاَكْفِئُوا الْاِنَاءَ اَوْ خَمِّرُوا الْاِنَاءَ وَ اَطْفِئُوا الْمِصْبَاحَ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَفْتَحُ غَلْقًا وَ لَا يَحُلُّ وِكَاءً وَ لَا يَكْشِفُ اٰنِيَةً فَاِنَّ الْفُوَيْسِقَةَ تُضْرِمُ عَلَى النَّاسِ بَيْتَهُمْ۔

(ترمذی شریف۔ اَبْوَابُ الْاَطْعِمَۃِ۔ بَابٌ فِیْ تَخْمِیْرِ الْاِنَاءِ وَ اِطْفَاءِ السِّرَاجِ وَ النَّارِ عِنْدَ الْمَنَامِ)

ترجمہ: "روایت ہے حضرت جابرؓ سے کہ فرمایا اللہ کے رسولؐ نے کہ رات میں سونے سے پہلے گھر کے دروازے بند کر لو۔ پانی کے گھڑے وغیرہ اچھی طرح ڈھانک دو، کھانے پینے کے برتن اوندھے کر کے رکھو یا اچھی طرح کپڑے وغیرہ سے ڈھانک دو۔ آگ اور چراغ وغیرہ بجھا دو۔ اس لئے کہ شیطان بند دروازوں اور ڈھکے ہوئے برتنوں کو نہیں کھولتا۔ اور چراغ بجھانا اس لئے کہ چوہا جلا دیتا ہے گھر لوگوں کے۔"

نبی کریمؐ نے امت کی اصلاح اور تربیت کے لئے کیا خوب بات ارشاد فرمائی ہے کہ سونے سے پہلے گھر کے دروازے ٹھیک طرح سے بند کر لو۔ یعنی اچھی طرح کنڈی چٹخنی اور سنکل وغیرہ لگا دو۔ لاپرواہ لوگوں کی طرح گھر کے دروازے کھلے نہ رکھو، اسی طرح پانی کے گھڑے کھانے پینے کے برتن اچھی طرح ڈھانک دو اوپر سے چھپکلی گر سکتی ہے کیڑے مکوڑے گر سکتے ہیں جو انسان کی ہلاکت یا بیماری کا سبب بن سکتے ہیں۔ اور اگر برتن خالی ہوں تو انکو اوندھا کر دو یا کپڑے سے ڈھانک ہی دو تا کہ رات میں کوئی شیطانی حرکت نہ ہو جائے، ان ہدایات پر عمل کرنے سے انسان کئی طرح کے نقصانات سے محفوظ رہے گا۔

آج بھلے ہی بجلی کا دور آ گیا ہے پھر بھی پاور کے چلے جانے سے چراغ، قندیل، موم بتیوں اور اس طرح کی اور روشن کرنے والی چیزوں کا استعمال لوگ کرتے ہیں، حدیث پاک میں حکم ہے کہ سونے سے پہلے ان آگ والی چیزوں کو بجھا دو، چولہے چوکے وغیرہ بھی اس حکم میں آ گئے کہ سونے سے پہلے ان کے بارے میں بھی اطمینان کر لیا جائے۔ ہر کوئی اندازہ لگا سکتا ہے کہ ان چھوٹی چھوٹی چیزوں میں لاپرواہی کرنے سے کتنے بڑے نقصان کا اس کو سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ دنیا میں کوئی ایسا مذہب نہیں ہے جس میں اتنی لطیف اور باریک تعلیم دی گئی ہو۔

(191) فنکاری میں چھچھورا پن

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ وَيْلٌ لِلَّذِيْ يُحَدِّثُ بِالْحَدِيْثِ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ فَيَكْذِبُ وَيْلٌ لَهُ وَيْلٌ لَهُ۔

(ترمذی شریف، اَبْوَابُ الزُّهْدِ، بَابُ مَا جَاءَ مَنْ تَكَلَّمَ بِالْكَلِمَةِ لِيُضْحِكَ النَّاسَ)

ترجمہ: ''نبی کریمؐ ارشاد فرماتے ہیں بربادی ہے اس شخص کے لئے جو جھوٹی اور بناوٹی باتیں اس لئے کہتا ہے کہ لوگ اس کو سن کر ہنسیں۔ بربادی ہے اس کے لئے، بربادی ہے اس کے لئے۔''

جھوٹی باتوں کو سہارا بنا کر جو لوگ فنکاری کرتے ہیں اور لوگوں کو ہنساتے ہیں وہ اپنا انجام اس حدیث شریف کی روشنی میں دیکھ لیں، اس وعید اور دھمکی میں ناچنے گانے والے، جھوٹے قصے کہانیاں بیان کرنے والے، سب شامل ہو گئے کہ لوگوں کو بے مطلب اور بے فائدہ ہنساتے رہتے ہیں، ایسے لوگوں کو بربادی تباہی اور ہلاکت کی خبر سنائی گئی ہے۔ غور کرنے کا مقام ہے کہ حدیث شریف میں تین مرتبہ "وَیْلٌ" کا لفظ فرمایا گیا ہے یعنی برباد ہوں، تباہ ہوں، ہلاک ہوں۔

مسلمانوں میں جن لوگوں نے اس پیشے کو اختیار کیا وہ بڑے ہی نقصان اور خسارے میں ہیں، بے تکی اور بے مقصد شاعری اور موجودہ زمانہ میں سنیما، خوش گپیاں ہانکنا وغیرہ بھی شامل ہیں اس وعید میں، اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

(192) زوال امت کے دو سبب

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُوْشِکُ الْاُمَمُ اَنْ تَدَاعیٰ عَلَیْکُمْ کَمَا تَدَاعَی الْاَکَلَۃُ اِلٰی قَصْعَتِھَا فَقَالَ قَائِلٌ وَمِنْ قِلَّۃٍ نَحْنُ یَوْمَئِذٍ؟ قَالَ بَلْ اَنْتُمْ یَوْمَئِذٍ کَثِیْرٌ وَ لٰکِنَّکُمْ غُثَاءٌ کَغُثَاءِ السَّیْلِ وَ لَیَنْزِعَنَّ اللّٰہُ مِنْ صُدُوْرِ عَدُوِّکُمُ الْمَھَابَۃَ مِنْکُمْ وَ لَیَقْذِفَنَّ فِیْ قُلُوْبِکُمُ الْوَھْنَ فَقَالَ قَائِلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَا الْوَھْنُ؟ قَالَ حُبُّ الدُّنْیَا وَکَرَاھِیَۃُ الْمَوْتِ۔

(ابوداؤد: عن ثوبان کتاب الملاحم)

ترجمہ: ''رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا عنقریب دیگر قومیں تمہاری سرکوبی کے لئے ایک دوسرے کو بلائیں گی اور پھر وہ سب مل جل کر دھاوا بول دیں گی جیسا کہ بہت سے کھانے والے افراد ایک دوسرے کو بلا کر دستر خوان پر ٹوٹ پڑتے ہیں ایک آدمی نے عرض کیا حضورؐ کیا اس وقت ہماری تعداد تھوڑی ہو گی؟ آپؐ نے فرمایا نہیں بلکہ اس وقت تم تعداد میں کثیر ہو گے لیکن تمہاری حیثیت سیلاب کے کوڑا کرکٹ اور جھاگ سے زیادہ نہ ہو گی اس وقت اللہ کا فیصلہ یہ ہو گا کہ دشمن قوموں کے دل سے تمہارا رعب ختم ہو جائے گا اور تمہارے دل وہن کا شکار ہو جائیں گے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ وہن کسے کہتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا دنیا سے محبت اور موت سے دور بھاگنا۔''

جس طرح بہت سے لوگ کھانا کھانے کے لئے ایک دوسرے کو دعوت دے کر بلاتے ہیں اور پھر وہ سب کے سب کھانے پر ٹوٹ پڑتے ہیں اسی طرح غیر مسلم ریاستیں اور ادارے بھی ملت اسلامیہ کا گھیراؤ کرنے اور اسے پچھاڑ کھانے کے لئے ایک دوسرے کو دعوت دیں گے۔ تحریکیں چلائیں گے اور منصوبے تیار کریں گے۔ اور مسلمانوں کی اجتماعی او سیاسی قوت کو کمزور کرنے کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں گے اور مل جل کر انکے خلاف سازش کریں گے بلکہ ان کے لئے ربط اور اتحاد کا بنیادی محرک یہ ہو گا کہ وہ ملت اسلامیہ کو زندگی کے ہر شعبہ میں ذلت، انتشار، تفرقہ بازی، بداخلاقی، ذہنی آوارگی اور فکری و نظریاتی الحاد میں مبتلا کر دیں۔

(193) لوگوں کا ہم سے سلوک

وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتَكُوْنُوْا اِمَّعَةً تَقُوْلُوْنَ اِنْ اَحْسَنَ النَّاسُ اَحْسَنَّا وَاِنْ ظَلَمُوْا ظَلَمْنَا وَلٰكِنْ وَطِّنُوْآ اَنْفُسَكُمْ اِنْ اَحْسَنَ النَّاسُ اَنْ تُحْسِنُوْا وَاِنْ اَسَآؤُوْا فَلَا

تَظْلِمُوْا۔ (ترمذی۔ اَبْوَابُ الْبِرِّ وَالصِّلَةِ۔ بَابُ مَا جَاءَ فِی الْاِحْسَانِ وَالْعَفْوِ)

ترجمہ: ''حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ امعہ نہ بنو کہ یہ کہنے لگو اگر لوگ ہمارے ساتھ اچھا کریں تو ہم بھی اچھا کریں گے اور اگر لوگ ہم پر ظلم کریں تو ہم بھی ظلم کریں گے بلکہ تم اپنے آپ کو اس کے لئے تیار کرو کہ لوگ اچھا سلوک کریں تو تم بھی اچھا سلوک کرو اور اگر وہ برا سلوک کریں تو تم ان کے ساتھ ظلم وزیادتی نہ کرو۔''

اس حدیث پاک میں جو تعلیم دی گئی ہے امت اگر اسے عام کرے تو ہمارے ملک کے اہل وطن بھائیوں کے لئے ایک اچھا نمونہ ہم پیش کر سکیں گے ہمارے دور میں ہر طرف مارکٹ، قتل وخون ریزی جاری ہے ایسے میں بہت ضروری ہے کہ رسول اللہؐ کی اس تعلیم کو عمل میں لایا جائے۔ اور خوب عام کیا جائے۔

اس حدیث میں احسان اور بھلائی کرنے کا صحیح معنی ومطلب بھی سمجھایا گیا ہے کہ اگر کسی نے آپ پر احسان کیا اور اس کے جواب میں آپ نے بھی اس پر احسان کیا تو یہ احسان نہیں بلکہ بدلہ اور برابری کا سلوک ومعاملہ ہو گیا اصل احسان یہ ہے کہ کوئی تمہارے ساتھ اچھا معاملہ کرے یا ظلم وزیادتی ناانصافی کرے ہر حال میں اس کے ساتھ تم احسان اور بھلائی ہی کرو تمہارا یہ برتاؤ احسان وبھلائی کا اعلیٰ درجہ ہے۔

(194) فی سبیل اللہ کی تشریح

عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ مَرَّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَرَأَى اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ جَلَدِهٖ وَنَشَاطِهٖ، فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ كَانَ هٰذَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ كَانَ خَرَجَ يَسْعٰى عَلٰى وَلَدِهٖ صِغَارًا فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاِنْ كَانَ خَرَجَ يَسْعٰى عَلٰى وَالِدَيْهِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاِنْ كَانَ خَرَجَ يَسْعٰى عَلٰى

نَفۡسِہٖ یُعِفُّھَا فَھُوَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَاِنۡ کَانَ خَرَجَ یَسۡعٰی رِیَآءً وَّ مُفَاخَرَۃً فَھُوَ فِیۡ سَبِیۡلِ الشَّیۡطَانِ۔ (المنذری بحوالہ طبرانی)

ترجمہ: ''حضرت کعب بن عجرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ کے پاس سے ایک شخص گذرا، آپؐ کے اصحاب نے اس کی محنت چوکسی اور سرگرمی کو دیکھا تو انہوں نے کہا یا رسول اللہؐ کاش اس آدمی کی محنت اور سرگرمی اللہ کے راستے میں ہوتی۔ آپؐ نے فرمایا اگر وہ اپنے چھوٹے بچوں کے لئے دوڑ دھوپ کر رہا ہے تو وہ اللہ کے راستے میں ہی ہے اور اگر اپنے ماں باپ کے لئے دوڑ دھوپ کر رہا ہو تو بھی وہ شخص اللہ کے راستے میں ہے، اور اگر وہ اپنی باعزت روزی کے لئے محنت کر رہا ہے تو بھی وہ اللہ کے راستہ میں ہے اس کے برخلاف اگر اس کی دوڑ دھوپ دکھاوے اور فخر و بڑائی کے لئے ہو تو پھر وہ شیطان کے راستے میں ہے۔''

جس شخص کو رسول اللہؐ کے اصحاب نے دیکھا وہ کوئی کاروباری محنت مزدوری کے سلسلہ میں دوڑ دھوپ کرنے والا آدمی ہونا چاہئے جسے دیکھ کر صحابہ کرام کو تعجب ہوا اور انہوں نے یہ خواہش ظاہر کی کاش یہ شخص راہ خدا میں اتنی محنت اور دوڑ دھوپ کرتا تو خوب ہوتا۔ اس پر رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ چھوٹے بچوں، والدین کی روزی روٹی اور ان کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے کاروبار اور کسب میں محنت کرنا اور خود اپنی باعزت روزی حاصل کرنے کے لئے دوڑ دھوپ کرنا محنت مشقت برداشت کرنا بھی راہ خدا میں محنت و مشقت برداشت کرنے کے جیسا ہی ہے، لیکن اگر اس شخص کا محنت و مشقت کرنا اور مال حاصل کرنا دکھاوے، فخر اور بڑائی کے لئے ہو تو پھر ایسا آدمی شیطان کے راستے میں محنت کر رہا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ کاروباری زندگی ہو، لین دین ہو، تجارت ہو، محنت مزدوری ہو اس میں آدمی چاق چوبند ہو اور حصول رزق کے لئے چلت پھرت کر رہا ہو، اور یہ چاہے بیوی بچوں کے لئے ہو یا بوڑھے ماں

باپ کے لئے ہو یا خود اپنی حلال باعزت روزی کے لئے ہو تو یہ سب فی سبیل اللہ میں شامل ہے۔

جو لوگ دین کو سنیاسیوں اور تارک الدنیا لوگوں کے ڈھنگ پر لے آتے ہیں اور دین کی تفسیر و تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ ترک دنیا کی طرف لوگوں کا جھکاؤ ہونے لگتا ہے لیکن اس حدیث شریف کے سامنے آنے سے معلوم ہوا کہ ان کا طریقہ صحیح نہیں ہے، ہاں اتنا ضرور ہے کہ مال و دولت کے حصول میں یہ نیت، ہو کہ آدمی اپنی اور اپنے اہل خانہ کی ضرورت پوری کرے گا اور خیر خیرات، صدقہ زکوٰۃ ادا کرے گا۔ مال کو رضاء الٰہی کے کاموں میں خرچ کرے گا ایسا نہ ہو کہ لوگوں پر بڑائی اور فخر کرنے کے لئے یا دکھاوے کے لئے مال و دولت حاصل کرے اگر اپنی مالداری کی نمائش کرتا پھرے تو واقعی یہ شخص شیطان کی راہ میں ہے۔

(195) سب سے نچلے درجہ کا مفلس اور کنگال

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَتَدْ رُوْنَ مَاالْمُفْلِسُ؟ قَالُوْا: اَلْمُفْلِسُ فِیْنَا مَنْ لَّادِرْهَمَ لَهٗ وَ لَامَتَاعَ فَقَالَ اِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ یَّاْتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ بِصَلٰوةٍ وَصِیَامٍ وَزَكٰوةٍ وَیَاْتِیْ قَدْشَتَمَ هٰذَا، وَ قَذَفَ هٰذَا، وَ اَكَلَ مَالَ هٰذَا وَسَفَكَ دَمَ هٰذَاوَضَرَبَ هٰذَا، فَیُعْطٰی هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ، وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ فَاِنْ فَنِیَتْ حَسَنَا تُهٗ قَبْلَ اَنْ یُّقْضٰی مَا عَلَیْهِ اُخِذَ مِنْ خَطَایَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَیْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِی النَّارِ۔ (مسلم شریف)

ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے ایک بار پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ لوگوں نے کہا ہم میں مفلس وہ ہے جس کے پاس درہم یعنی روپیہ پیسہ اور کوئی سامان نہ ہو، آپؐ نے فرمایا کہ میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ، زکوٰۃ لے کر آئے اور اسی کے ساتھ ساتھ وہ اس حال میں آئے کہ اس نے کسی کو گالی دی ہو یا کسی پر کچھ الزام لگایا ہو، کسی کا مال کھایا

ہو، کسی کا خون بہایا ہو، کسی کو مارا پیٹا ہو تو اس کی نیکیاں اس کو اور اس کو دے دی جائیں گی پھر اگر حساب برابر ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں تو لوگوں کے گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں گے اور پھر اس کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔"

تعلیمات نبوی کی یہ خصوصیت ہے کہ کبھی کبھی تعلیم و تربیت کی غرض سے نبیؐ اپنے مخاطب لوگوں سے سوال فرمایا کرتے تھے کہ کیا تم جانتے ہو یہ کیا ہے؟ وہ کیا ہے؟ اس طرح کا ایک سوال اس حدیث شریف میں آپؐ نے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہؓ نے جواب دیا جس کے پاس روپیہ پیسہ اور سامان زندگی نہ ہو وہ مفلس ہے۔ اس جواب کے بعد صحیح جواب خود رسولؐ نے دیا کہ میری امت میں دراصل مفلس اور نادار وہ شخص ہے جو میدان محشر میں قیامت کے دن نماز، روزہ، زکوٰت، حج، خیر خیرات وغیرہ نیکیاں لے کر آئے اور اس کے ساتھ ساتھ کسی کو گالی دی ہو، برا بھلا کہا ہو، کسی پر تہمت لگائی ہو، کسی کا ناحق مال کھا گیا ہو، کسی کا خون بہایا ہو، کسی کو مارا پیٹا ہو تو ایسا شخص حقیقی مفلس اور نادار ہے کہ اس کی ساری نیکیاں ان لوگوں کو دے دی جائیں گی جنہیں اس نے کسی طرح بھی ستایا ہو اور ان کا حق برباد کیا ہو اور اگر لوگوں کے تمام حقوق پورے ہونے سے پہلے نیکیاں ختم ہو گئیں تو ان کے گناہ اور خطا اس آدمی کے سر پر ڈال دی جائیں گی اور پھر اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

ہم سب کو اللہ اس کی توفیق دے کہ ہم اس حدیث شریف کے ذریعہ اپنی اصلاح کریں، اچھے اچھے لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ نیکیاں اور اچھائیاں تو خوب کرتے ہیں مگر لوگوں کو ستانے، تکلیف پہنچانے اور ان کا حق مارنے یا انکا، انکا ناحق مال کھا جانے سے نہیں بچتے جبکہ یہ بڑے خطرے اور نقصان کی بات ہے کہ ہماری اس لاپرواہی اور بے دھیانی کی وجہ سے ہماری نیکیاں قیامت کے دن دوسرے لوگ لے لیں گے۔ اس لئے امت کو چاہئے کہ اصل مفلس اور ناداری سے بچنے کی آج ہی سے فکر کرے۔

(196) مدینہ طیبہ کا ادب واحترام

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ طَلَعَ لَهٗ اُحُدٌ فَقَالَ هٰذَا جَبَلٌ يُّحِبُّنَا وَ نُحِبُّهٗ اَللّٰهُمَّ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَ اِنِّيْ اُحَرِّمُ مَا بَيْنَ لَا بَتَيْهَا ۔

(موطا امام مالکؒ، بَابُ مَاجَآءَ فِيْ تَحْرِيْمِ الْمَدِيْنَةِ)

ترجمہ: ''حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے ارشاد فرمایا رسول اللہؐ نے جب کہ آپؐ کو اُحُدْ پہاڑ دکھائی دیا کہ یہ وہ پہاڑ ہے جو ہم کو چاہتا ہے اور ہم بھی اس کو چاہتے ہیں اے میرے رب بیشک ابراہیم نے مکہ کو ادب واحترام کی جگہ بتایا اور میں مدینہ کے دونوں کناروں کے درمیان جو کچھ ہے اس کی حرمت اور ادب کا اعلان کرتا ہوں۔''

حضرت محمد رسول اللہؐ کو جو جنگیں لڑنی پڑیں انہیں میں سے ایک جنگ ''جنگ احد'' کے نام سے مشہور ہے۔ یہ جنگ اسی احد نام کے پہاڑ کے پاس لڑی گئی تھی جس کا ذکر اس حدیث پاک میں ہے، زمانہ قدیم میں بھی مدینہ کے لئے سرحدی چوکی کی حیثیت جبل احد رکھتا تھا اور آج بھی وہ اسی اہمیت کا حامل ہے۔ اسی تعلق کو رسول اللہؐ نے ان لفظوں میں ظاہر فرمایا ہے کہ یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ اسکے علاوہ ایک اور اہم بات کی طرف بھی توجہ دلائی گئی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کو محترم قرار دیا یعنی اس کا ادب اور احترام قائم فرمایا۔ رسول اللہؐ نے مدینہ کے ادب واحترام کے قائم رکھنے کی طرف امت کو متوجہ فرمایا ہے۔ لہٰذا اہل ایمان کے لئے سمجھنے اور دھیان کرنے کی بات ہے کہ جس طرح مکہ مکرمہ کا احترام اور ادب کرنا لازم ہے اسی طرح مدینہ منورہ کا بھی ادب واحترام کرنا ضروری ہے، مکہ مکرمہ کا ادب واحترام تو دور ابراہیم علیہ السلام سے چلا آرہا تھا لیکن رسول اللہؐ کے مدینہ طیبہ ہجرت فرمانے کے بعد سے مدینہ کو رب تعالیٰ کی طرف سے حرمت وادب کا درجہ مل ہی گیا۔

جانوروں کا پکڑنا، مارنا بھگانا، شکار کرنا، بدامنی، لڑائی جھگڑا وغیرہ مدینہ میں کرنا ویسا ہی حرام ہے جیسا کہ مکہ مکرم میں، افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ کبھی کبھی اپنے سیاسی مقاصد کے پیش نظر ان شہروں میں کچھ لوگ بدامنی پھیلاتے رہتے ہیں جیسا کہ کسی کسی سال حج کے موقع پر دیکھنے میں آیا کہ ہمارے ایرانی بھائیوں نے سعودی حکومت سے سیاسی اختلافات کی بنا پر حرم شریف میں بم پھوڑا، نعرہ بازی کی، جلوس نکالا، احتجاج کیا وغیرہ وغیرہ جو مکہ مکرمہ کے ادب واحترام کے خلاف ہے۔

کسی بھی مسلمانوں کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنے سیاسی مقاصد یا کسی اور مقصد کے تحت مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ میں معمولی سی بھی بدامنی کرے اور اگر کرتا ہے تو اللہ اور اس کے رسول اللہؐ کے نزدیک مجرم مانا جائے گا۔

(197) بھلا آدمی اور برا آدمی

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَقَفَ عَلٰی نَاسٍ جُلُوْسٍ فَقَالَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِخَیْرِكُمْ مِنْ شَرِّكُمْ قَالَ فَسَكَتُوْا فَقَالَ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَقَالَ رَجُلٌ بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَخْبِرْنَا بِخَیْرِنَا مِنْ شَرِّنَا قَالَ خَیْرُكُمْ مَنْ یُّرْجٰی خَیْرُهٗ وَ یُؤْمَنُ شَرُّهٗ وَ شَرُّكُمْ مَنْ لَّا یُرْجٰی خَیْرُهٗ وَ لَا یُؤْمَنُ شَرُّهٗ۔

(ترمذی شریف: اَبْوَابُ الْفِتَنِ، بَابُ مَا جَآءَ فِی النَّهْیِ عَنْ سَبِّ الرِّیَاحِ)

ترجمہ: "روایت ہے حضرت ابوہریرہؓ سے کہ رسول اللہؐ لوگوں کی ایک مجلس کے پاس کھڑے ہوئے پھر فرمایا کیا میں تم کو خبر نہ دوں کہ تم میں کون اچھا ہے اور کون برا ہے، راوی کہتے ہیں کہ لوگ خاموش رہے اور آپؐ نے تین مرتبہ یہی سوال دوہرایا تب ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہؐ خبر دے دیجئے ہم کو کہ کون ہم میں اچھا ہے اور کون برا ہے۔ آپؐ نے فرمایا تم میں وہ شخص اچھا ہے جس سے بھلائی اور اچھائی

کی امید رکھی جائے اور اس کے شر اور برائی سے محفوظ رہا جائے اور برا وہ ہے جس سے بھلائی کی امید نہ ہو اور لوگ اس کے شر اور برائی سے محفوظ نہ ہوں۔''

ٹھیک ٹھاک اور بھلا آدمی وہ ہے جس سے لوگ خیر اور بھلائی کی ہی امید کریں اور اس کے شر اور نقصان سے لوگ محفوظ رہیں یعنی وہ کسی کو نقصان نہ پہنچائے۔ اس حدیث شریف سے ہمیں یہ تعلیم بھی ملتی ہے کہ ہم کسی کو کچھ دے نہیں سکتے، کسی کا کچھ بھلا نہیں کر سکتے، کسی کے کام نہیں آسکتے تو کم سے کم یہی کر لیں کہ اپنے شر اور برائی سے لوگوں کو بچائے رکھیں اور کسی کو کوئی نقصان اور تکلیف نہ پہنچائیں۔

(198) قرآن سے بندھے رہو

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا مَثَلُ صَاحِبِ الْقُرْاٰنِ كَمَثَلِ صَاحِبِ الْاِبِلِ الْمُعَلَّقَةِ اِنْ عَهِدَ عَلَيْهَا اَمْسَكَهَا وَ اِنْ اَطْلَقَهَا ذَهَبَتْ۔

(موطا امام مالکؒ، بَابُ مَاجَاءَ فِی الْقُرْاٰنِ)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہؐ نے قرآن مجید پڑھنے والے کی مثال ایسی ہے جیسی اونٹ والے کی جب تک اونٹ کو بندھا رکھے گا تو وہ رکا رہے گا اور جب چھوڑ دے گا تو چلتا بنے گا۔''

اس حدیث پاک میں "صَاحِبِ الْقُرْاٰنِ" کا لفظ آیا ہے جس کے معنی حافظ قرآن کے بھی ہو سکتے ہیں۔ قرآن کو پڑھنے والے قرآن مجید کی بعض آیات اور سورتوں کو یاد رکھنے والے، یہ سب معنی ہو سکتے ہیں، صبح فجر کے وقت پابندی سے قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے یا يَتْلُوْنَ اٰيَاتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ (راتوں میں تلاوت کرتے ہیں اللہ کی آیات) کے تحت رات یا دن جب بھی موقع ملتا ہے۔ کتاب اللہ کی تلاوت

کرتے ہی رہتے ہیں یہ سب ''صاحب قرآن'' کے مفہوم میں شامل ہو سکتے ہیں۔ ان کی مثال حضور اکرمؐ نے بیان فرمائی ہے کہ یہ لوگ اونٹ والے کی طرح ہیں کہ جب تک اونٹ کا مالک اونٹ کو باندھے رکھے گا اس وقت تک اونٹ رکا رہے گا اور جب اونٹ کی رسی کھولی تو وہ چلتا بنے گا۔

اونٹ کی مثال حضورؐ نے شاید اس لئے بھی بیان فرمائی ہے کہ اس وقت کے عربی معاشرہ میں اونٹ کی وہ حیثیت تھی جو ہمارے یہاں بڑے بڑے ٹرکوں کی ہوتی ہے اور اسی جانور سے اس وقت عرب کی معیشت جڑی ہوئی تھی۔ اونٹ کے سوا دوسرے جانور کھونٹے سے نہ بھی باندھے جائیں تو گھوم پھر کر اپنی جگہ پر واپس آجاتے ہیں لیکن سنا گیا ہے کہ اونٹ کی رسی کھول دی جائے تو وہ چلتا بنے گا اور پھر اپنے کھونٹے اور باندھنے کی جگہ پر واپس نہیں آتا۔ لہٰذا اونٹ کی مثال دے کر حضرت محمدؐ نے آگاہ فرمایا ہے کہ قرآن والے اپنا تعلق برابر اور مسلسل قرآن مجید سے بنائے رکھیں اگر ذرا غفلت ہوئی تو پھر اس میں بڑھوتری ہی ہوتی ہے اور رفتہ رفتہ انسان قرآن مجید بھول جاتا ہے اور ہر طرح سے غافل ہو جاتا ہے۔

بعض لوگ جوش اور شوق میں آکر قرآن مجید کی بہت سی آیات اور سورتیں یاد کر لیتے ہیں، سورۂ کہف، سورۂ یٰس، سورۂ بقرہ کا آخری رکوع اور جب شوق کم ہوا تو دھیرے دھیرے تلاوت سے اور ان آیات اور سورتوں کو اکثر پڑھتے رہنے سے بے دھیان ہو جاتے ہیں اور پھر کچھ دنوں کے بعد بھول بھی جاتے ہیں۔

ہمارے زمانے میں تو ''حافظ قرآن'' بھی بہت سے ایسے ہوتے ہیں قرآن مجید کے حفظ کے بعد بھول جاتے ہیں، قرآن مجید حفظ کر لیا، تراویح پڑھائی اور منزل پڑھنے کا سلسلہ جاری رکھا، اور پھر کسی کاروباری الجھن میں پھنسے یا تراویح پڑھانا اور روزانہ ایک منزل پڑھنے کا معمول چھوڑ دیا تو وہ قرآن

مجید بھول گئے۔ اس عاجز نے کئی ایسے حافظوں کو دیکھا ہے کہ ایک زمانہ میں ان کا حفظ بہتر سے بہتر تھا اوراب یہ حال ہو گیا کہ کوئی ایک سورت بھی وہ صحیح طور سے پڑھ نہیں سکتے۔ یہ بڑے افسوس کا مقام ہے اور یہ حرکت اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور قیامت میں سخت عذاب کا سبب ہے۔ لہٰذا اس گناہ سے بچنے کی فکر کی جائے۔

عام مسلمان مردوں عورتوں کے لئے اس عاجز کا یہ مشورہ ہے کہ وہ روزانہ ایک رکوع قرآن مجید کی تلاوت ضرور کریں اپنی مصروفیات اور کام کاج میں سے ایک رکوع کی تلاوت کا وقت نکال لینا کچھ زیادہ مشکل نہیں ہے ہو سکتے تو کسی عالم دین کا ترجمہ بھی پڑھ لیں تا کہ قرآن مجید میں بیان کیے گئے اللہ تعالیٰ کے حکموں پر دھیان رہے۔ اس طرح انشاء اللہ قرآن مجید بھولنے کی نوبت نہیں آئے گی۔

''حافظ قرآن'' لوگوں کے لئے مشورہ ہے کہ ہر روز ایک منزل پڑھنے کا معمول بنائیں اور ہر ساتویں دن قرآن مجید ضرور ختم کریں۔ اور ہر رمضان کی تراویح میں قرآن مجید ضرور سنائیں سنانے کا موقع نہ ملے تو کسی سنانے والے کے پیچھے رہ کر سنیں، قرآن مجید میں سات منزلیں ہیں، چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے تلاوت کرتے رہنے سے روزانہ ایک منزل پڑھ لینا کچھ زیادہ مشکل نہیں ہے۔ اس زمانہ میں قرآن کے بہت سارے ترجمے چھپ چکے ہیں اور الفاظ القرآن کے معنی جاننے کے لئے بہت سی لغتیں بھی چھپ چکی ہیں، چھوٹے بڑے کتابچے بھی لکھے جا چکے ہیں ان سب میں سے جو بھی ہاتھ لگے یا آپ کو آسان اور سہل لگے اس کی مدد سے قرآن مجید کے معانی اور ترجمہ کو سمجھنے کی کوشش کریں یہ عمل بھی آپ کے حفظ کے لئے انشاء اللہ بہت معاون ثابت ہوگا۔

ایک اور ضروری بات یہ خادم حفاظ کرام ان کے والدین اور اساتذہ کے لئے عرض کرتا ہے کہ حفظ کے

بعد حافظ صاحب کوئی ایسا کاروبار شروع نہ کردیں جو ان کی امامت اور حفظ وتلاوت میں حارج اور رکاوٹ بنے مثلاً ٹرک ڈرائیور بن گئے، ٹرانسپورٹنگ کے کام میں لگ گئے، کوئی میکینیکل لائن اختیار کرلی، ہوٹل، چائے خانہ وغیرہ کے دھندہ میں لگ گئے یہ سب کام ایسے ہیں جو حفظ اور تلاوت قرآن میں حارج اور رکاوٹ بنیں گے۔ لہٰذا ان سب کاموں کو اختیار کرنے کے بجائے، درزی کا کام، کتابت، جلد سازی، دینی بک ڈپو وغیرہ کے کاروبار اختیار کریں۔ ان سے ان کی روزی روٹی اور ضروریات زندگی کا انتظام بھی ہو جائے گا اور حافظ صاحب کا حفظ امامت، نماز، اور ان کا دینی مرتبہ بھی باقی رہے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی عرض کیے دیتے ہیں کہ قرآنی علوم کے ماہرین اور علماء کرام نے سات منزلوں کے نشان لگا دئے ہیں ایک منزل تقریباً ساڑھے چار پارہ کی ہوتی ہے اور حافظ قرآن کے لئے ساڑھے چار پارہ روزانہ پڑھ لینا کچھ زیادہ مشکل نہیں ہے۔ لہٰذا ہر حافظ قرآن سے گذارش ہے کہ وہ ایک منزل روزانہ ضرور پڑھیں۔ اس سے انہیں حفظ قرآن کے باقی رکھنے میں انشاء اللہ بڑی مدد ملے گی۔

جن حفاظ کرام کا روزانہ منزل پڑھنے کا معمول نہیں ہے۔ ان کا حفظ کچھ زیادہ اچھا نہیں ہوتا، قرآن مجید کی حفاظت کے لئے اللہ تعالیٰ نے سیکڑوں اسباب اور ذرائع پیدا فرمائے ہیں۔ غیبی طور سے بھی اور ظاہر میں بھی، حفاظت قرآن کے ذرائع میں سے ایک ذریعہ حافظ قرآن بھی ہیں، اللہ نے انہیں قرآن مجید حفظ کرایا تو اسے بھولیں نہیں اور قرآن مجید کو نہ بھولنے کے طریقے ہم نے اوپر لکھ دئے ہیں۔

ناظرہ یعنی ''مصحف شریف'' کو دیکھ کر پڑھنے والوں کی سہولت کے لئے تیس پارے بنائے گئے ہیں اور ہر پارہ میں ربع (چوتھائی) نصف (آدھا) اور ثلث (تین چوتھائی) وغیرہ کے نشان لگے ہیں۔ ناظرہ پڑھنے والے روزانہ ایک پارہ تلاوت کریں تو ایک مہینہ میں ایک قرآن مجید ختم ہوگا، ہر روز آدھا پارہ

تلاوت کریں تو دو مہینہ میں ایک قرآن مجید کی تلاوت پوری ہوگی، ہر روز پاؤ پارہ پڑھیں تو چار مہینہ میں ایک قرآن مجید مکمل ہوگا اور تین ثلث یعنی تین چوتھائی کی تلاوت کا معمول ہو تو ان شاء اللہ تعالیٰ چالیس دن میں قرآن مجید کا ایک دور ہو جائے گا۔

یہ بھی عرض کئے دیتے ہیں کہ قرآن مجید میں کل 558 رکوع ہیں اگر ہر روز ایک رکوع ترجمہ کے ساتھ پڑھا جائے تو تقریباً ڈیڑھ سال میں معنی کے ساتھ پورے قرآن مجید پر آپ کی نظر پڑ جائے گی اور قرآن مجید میں بیان کئے گئے اللہ تعالیٰ کے احکامات سے آپ بڑی حد تک واقف ہو جائیں گے اور بہت سے عربی الفاظ کے معنی بھی آپ کو معلوم ہو جائیں گے اور یہ بھی آپ کو احساس ہو جائے گا اور روزانہ کی بول چال میں بہت سے الفاظ قرآن مجید کے بولے اور سمجھے جاتے ہیں۔ کسی بھی مسلمان مرد اور عورت کے لئے ترجمہ کے ساتھ ایک رکوع قرآن مجید کی تلاوت کے لئے وقت نکالنا کچھ بہت زیادہ مشکل نہیں ہے۔

(199) عیسائیوں جیسی حرکت سے باز رہو

وَعَنْ عُمَرَؓ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تُطْرُوْنِیْ کَمَآ اَطْرَتِ النَّصَارٰی ابْنَ مَرْیَمَ فَاِنَّمَآ اَنَا عَبْدُهٗ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ۔ (مشکوۃ شریف، باب المفاخرۃ و العصبیۃ)

ترجمہ: ''حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہﷺ نے، خوب بڑھا چڑھا کر میری تعریف نہ کرو جس طرح عیسائیوں نے عیسیٰؑ بن مریم کی خوب بڑھا چڑھا کر تعریف کی ہے، میں تو اللہ کا بندہ ہوں، مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسولﷺ کہو۔''

اس ارشاد رسولﷺ سے ہمیں یہ معلوم ہوا کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰؑ بن مریم کو خوب بڑھا چڑھا کر بیان کیا یہاں تک کہ حضرت عیسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنا دیا اور ان کی والدہ کو اللہ کی بیوی بتایا اور ایسی ایسی

باتیں کہنے لگے جس سے بڑے مذہبی جھگڑے پیدا ہوگئے اور عقائد میں بڑی گڑبڑی اور ہیرا پھیری ظاہر ہوگئی، ہم نے اپنے مسیحی بھائیوں کی قدیم کتابیں پڑھی ہیں ان کے مختلف فرقوں کے مذہبی عالموں نے جنہیں تربیت دی ہے۔ ہماری طرح مسیحیوں میں بھی خوب سے خوب اختلاف ہے اور ان کے بھی کئی فرقے اور جماعتیں ہیں جنہوں نے عقائد میں بڑی گھال میل اور مارا ماری کی ہے اور ہم نے بھی کچھ کم نہیں کیا ہے، ہمارے یہاں بھی بہت سے لوگ حضرت محمدؐ کو ''عالم الغیب'' ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں، بعض واعظین کو ہم نے یہ کہتے سنا کہ:

وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر

اتر پڑا ہے مدینے میں مصطفیٰ ہو کر

اور یہ جھوٹی روایت بھی بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرمؐ کی خدمت میں ایک مرتبہ جبریلؑ آئے تو اللہ کے رسولؐ صافہ باندھ رہے تھے یہ دیکھ کر جبریلؑ نے خوشی کا اظہار کیا تو حضرت محمدؐ نے پوچھا اے جبریلؑ کیا کبھی عرش پر آپ نے جھانک کر دیکھا انہوں نے جواب دیا کہ نہیں، تو حضورؐ نے فرمایا کہ ابھی جا کر دیکھ لینا، جبریلؑ نے عرش پر جھانک کر دیکھا تو اللہ تعالیٰ بھی عرش پر صافہ باندھ رہے تھے۔

یہ اور اس طرح کی اور بھی بہت سی جھوٹی اور غلط روایات ہیں جن کی کوئی اصلیت نہیں ہے۔ یہ سب یہودیوں اور اسلام دشمن لوگوں کی گھڑی اور بنائی ہوئی باتیں ہیں۔ جن کی وجہ سے امت میں ایسے فتنے پیدا ہوئے کہ رسول اللہؐ کو اللہ تعالیٰ کے برابر کر دیا اور بعضوں نے تو رسول اللہؐ کو اللہ تعالیٰ سے بھی زیادہ بڑھا دیا کہ رسول اللہؐ نے وہ کام کیے جو اللہ تعالیٰ بھی نہیں کر سکتے تھے، ان سب شرکیہ اور کفریہ باتوں کو رسول اللہؐ کی اس حدیث شریف نے ایک جھٹکے سے ختم کر دیا کہ جس طرح عیسائیوں نے حضرت عیسیٰؑ بن مریم کا حد سے زیادہ مرتبہ بڑھا کر غلطی کی ہے اور گمراہ ہوئے ہیں ایسا میری یہ امت نہ کرے، حضور اکرمؐ آگے ارشاد فرماتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ، ہوں اور اللہ کا رسول ہوں۔

لہٰذا ہمارا یہی عقیدہ ہونا چاہئے اور یہی ہماری دعوت ہونی چاہئے اور ان لوگوں کو اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھنا چاہئے جو حضرت محمدؐ کے بارے میں بے سند اور بے جڑ بنیاد باتیں کہتے ہیں یہاں تک کہ آپؐ کو بشریت سے خارج کرنے میں بھی بڑا زور لگاتے ہیں۔ بشریت انبیاء کے منکر بھی ہیں یعنی یہ کہتے ہیں کہ نبی انسان نہیں ہوسکتا جبکہ قرآن مجید کی سیکڑوں آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی انسانوں میں کا ہی ایک فرد ہوتا ہے جس کے خاندان قبیلہ، بیوی بچے، سسرال رشتہ ناتہ والے چچا بھتیجے سب ہوتے ہیں اور کھاتے پیتے بھی ہیں اور انسانوں کو لگنے والی دوسری ضروریات بھی ان کو لگتی ہیں۔ ان سب کے باوجود اللہ تعالیٰ ان کو اپنا نبی اور رسول بنا کر دوسرے انسانوں سے فضیلت اور مرتبہ میں بڑا بنا دیتے ہیں پھر بھی وہ بندہ ہی رہتے ہیں نبی اور رسول بنا دینے کی وجہ سے خدا کے برابر نہیں ہوتے۔ ہر اہل ایمان کو اس پر خوب غور فکر کر کے اپنا عقیدہ سدھار لینا چاہئے۔

(200) سونے چاندی کے برتن

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ نَهَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَشْرَبَ فِيْ اٰنِيَةِ الْفِضَّةِ وَالذَّهَبِ وَاَنْ نَاْكُلَ فِيْهَا وَعَنْ لُبْسِ الْحَرِيْرِ وَالدِّيْبَاجِ وَاَنْ نَجْلِسَ عَلَيْهِ۔ (مشکوٰۃ شریف، باب اللباس)

ترجمہ: ’’حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ منع فرمایا رسول اللہؐ نے ہم کو چاندی اور سونے کے برتن میں پینے اور کھانے سے اور ریشم و دیبا کے کپڑے پہننے سے اور ان سے بنے ہوئے فرش پر بیٹھنے سے۔‘‘

اللہ تعالیٰ کی طرف سے بعض لوگ جب مالی فراوانی کا دور پاتے ہیں تو ان میں بہت سے ایسے ہوتے ہیں جو اترانے لگتے ہیں سونے چاندی کے برتنوں میں کھاتے پیتے ہیں، ریشمی کپڑے پہنیں گے، قالین بنائیں گے، لاکھوں لاکھ روپئے کے فرش بچھائیں گے جبکہ اس سے محمد رسول اللہؐ نے منع کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اگر کسی کو رزق کی خوب کشادگی عطا فرمائی ہے اور مال و دولت کی ریل پیل کر دی ہے تو ایسے مومن آدمی کی ذمہ داری ہے کہ مال کو بیجا نہ اڑائے، تفاخر اور بڑائی نہ کرے، مستی نہ کرے، اترائے نہیں اور لوگوں پر اپنی دولت کا رعب و دبدبہ اور دھونس نہ جمائے بلکہ مال کو اللہ تعالیٰ کی عطاء اور انعام سمجھے اور مال میں یتیموں، مسکینوں، غریبوں، بیواؤں محتاجوں کا حق جانے اور ضرورت مندوں کی مالی ضرورت پوری کرے، اقربین رشتہ دار، پڑوسی، والدین وغیرہ کے حقوق بھی ادا کرے۔ اللہ کی رضا اور خوشنودی کے کام میں خرچ کرے۔

رسول اللہؐ نے مردوں کو خاص طور پر ریشمی کپڑے پہننے اور سونے چاندی کے استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے لیکن ہم مسلمانوں میں ایسے بہت سے مالدار اور روپیہ پیسہ والے ہیں جو ان چیزوں کا استعمال کرتے اور مال کو بے جا اڑاتے ہیں، بے مقصد اور بے فائدہ کاموں اور کھیل تماشوں میں خوب دل کھول کر خرچ کرتے ہیں۔

سوچنا چاہئے کہ دنیا کی ہر چیز آنی جانی ہے اور ہر کسی پر اچھے برے دن آتے جاتے رہتے ہیں، مال و دولت کو بھی کسی ایک کے پاس ٹھہراؤ نہیں ہے۔ مال والوں پر بھی کبھی ایسا برا اور خراب وقت آجاتا ہے کہ ان کے کھانے پینے تک کے ٹھکانے نہیں رہتے اور زندگی ایسی تنگ ہوتی ہے کہ چاروں طرف سے عذاب اور تکلیف میں گھری نظر آتی ہے، کیا حرج ہے اس میں کہ مالدار لوگ جن کو اللہ نے نوازا ہے وہ آپے میں رہیں، دائرے میں رہیں اور اعتدال کی حد سے آگے نہ بڑھیں۔

(201) سفید کپڑوں کی فضیلت

وَعَنْ سَمُرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِلْبَسُوا الثِّیَابَ الْبِیْضَ فَاِنَّهَا اَطْهَرُ وَاَطْیَبُ

وَكَفِّنُوْا فِيْهَا مَوْتَاكُمْ ۔ (مشکوٰۃ۔ کتاب اللباس فصل دوم)

ترجمہ: ’’حضرت سمرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا سفید کپڑے پہنوں کیونکہ وہ بہت پاکیزہ اور صاف ستھرے ہوتے ہیں اور اپنے مردوں کو سفید کپڑے میں کفن دو۔‘‘

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ سب کے سب لوگ سفید کپڑے ہی پہنیں بلکہ جہاں تک مردوں کے لئے رنگ والے کپڑوں کے استعمال کی گنجائش شریعت نے دی ہے ان کا بھی استعمال کیا جائے، سفید کپڑے کے استعمال کا چلن ہمارے یہاں جاری ہے۔ علماء اور صلحاء بھی اکثر سفید کپڑے پہنتے ہیں، صاحب بصیرت اور ڈھنگ کے لوگ بھی سفید کپڑوں کا ہی زیادہ استعمال کرتے ہیں۔ لیکن اہل ایمان کے علاوہ دوسرے مذاہب کے لوگوں میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ ڈھڈھا اور شوخ رنگ کے کپروں کا پہننا مذہبی نشان بنا رکھا ہے اور بعض بعض لوگوں نے تو خاص رنگ مقرر کر لئے ہیں جبکہ ان چیزوں کی دین اسلام میں کوئی اہمیت نہیں ہے۔ البتہ سفید کپڑوں کے استعمال کو پسند فرمایا گیا ہے۔

(202) لعنت کی پھٹکار

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلَ يَلْبَسُ لِبْسَةَ الْمَرْاَةِ وَالْمَرْاَةَ تَلْبَسُ لِبْسَةَ الرَّجُلِ ۔ (ابوداؤد)

ترجمہ: ’’حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے اس آدمی پر لعنت کی ہے جو عورتوں کا لباس پہنتا ہے اور اس عورت پر بھی لعنت کی ہے جو مردوں جیسا لباس پہنتی ہے۔‘‘

مرد عورتوں کے جیسے لباس پہننے لگے یا عورت مردوں کے جیسے کپڑے پہننے لگے تو اللہ کے رسولؐ نے ان پر لعنت کی ہے اور پھٹکار برسائی ہے رَحْمَةٌ لِّلْعَالَمِيْنَ کسی پر لعنت کریں تو اس کا بیڑا غرق ہوا۔ معاشرہ

میں عورت مرد لباس کے ذریعہ پہچانے جاتے ہیں۔ عورتوں کے لباس ریشمی اور شوخ رنگ کے اکثر ہوتے ہیں اور مردوں کے کپڑے عام طور پر سادہ ہوتے ہیں پھر سلائی کڑھائی اور ڈیزائن کا بھی فرق ہوتا ہے لیکن اگر مرد زنانہ ڈزائن پہننے لگیں اور عورتیں مردانہ لباس کوٹ پتلون ٹائی شرٹ وغیرہ پہننے لگیں یہ سب بڑی بے شرمی اور بے حیائی کی بات ہے۔ یورپ تو صدیوں پہلے اس عادت کو اختیار کر کے غارت و برباد ہوا ہے۔ ہمارے مالک کے لوگ بھی اب اسی بربادی کے راستہ پر پڑ گئے ہیں، اور پھر لباس کی اس آزادی سے عورت مرد کی شناخت اور پہچان بھی نہیں ہوسکتی، عورتیں اب بال بھی ایسے کٹانے لگی ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی مرد ہے۔ مردوں نے بھی عورتوں کی طرح لٹیں بڑھانے کا شوق اپنالیا ہے۔ یہ حرکت بھی لعنت میں شامل ہے۔

اب تو مسلم ملک اور مسلم گھرانے بھی اس لعنت اور خرابی سے محفوظ نہیں رہے، خاص طور پر عورتوں میں مرد بننے کا جذبہ زیادہ ہوگیا ہے مردوں کے جیسی چال ڈھال، مردوں کے جیسے کپڑے وغیرہ عورتوں نے بڑی تیزی سے اختیار کرنا شروع کردئے ہیں، بسا اوقات ٹرین یا ہوائی سفر میں اپنے بازو میں بیٹھے مسافر کے بارے میں یہ معلوم کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے کہ آیا یہ مرد ہے یا عورت ہے۔ دیکھنے میں تو عورت دکھتی ہے لیکن لباس مرد جیسا ہے یا پھر یہ کہ دیکھنے میں مرد دکھتا ہے لیکن لباس زنانہ ہے اور چال ڈھال بھی زنانہ جیسی ہے جس سے پہچاننا مشکل ہوجاتا ہے کہ اپنے پڑوس میں بیٹھا مسافر کیا ہے؟ یہ بڑی گھناؤنی حرکت ہے۔ اہل ایمان کو خاص طور پر اس سے بچنا چاہئے۔ بعض اچھے دیندار گھروں میں بھی دیکھا گیا ہے کہ چھوٹی بچیوں کو مردانہ پتلون اور شرٹ وغیرہ پہنا کر بہت خوش ہوتے ہیں۔ یہ طریقہ ٹھیک نہیں ہے آگے چل کر بڑے ہوکر یہی طریقہ انہوں نے اختیار کیا اور اسی کو اچھا سمجھا تو پھر ان کا کیا حال ہوگا اس لئے بچپن ہی سے لڑکیوں کو لڑکیوں جیسا لباس پہنایا جائے اور لڑکوں کو لڑکوں جیسا لباس پہنایا جائے۔

(203) قومی بربادی کے پانچ نشان

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ قَالَ مَاظَهَرَ الْغُلُوْلُ فِیْ قَوْمٍ قَطُّ اِلَّا اُلْقِیَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبُ وَلَا فَشَا الزِّنَا فِیْ قَوْمٍ اِلَّا کَثُرَ فِیْهِمُ الْمَوْتُ وَلَا نَقَصَ قَوْمٌ الْمِکْیَالَ وَالْمِیْزَانَ اِلَّا قُطِعَ عَنْهُمُ الرِّزْقُ وَلَاحَکَمَ قَوْمٌ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّا فَشَا فِیْهِمُ الدَّمُ وَلَا خَتَرَ قَوْمٌ بِالْعَهْدِ اِلَّا سُلِّطَ عَلَیْهِمُ الْعَدُوُّ۔

(مؤطا، امام مالک، بَابُ مَاجَآءَ فِی الْغُلُوْلِ)

ترجمہ: ''حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جس قوم نے مال غنیمت میں خیانت کی تو اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں ان کے دشمنوں کا رعب ڈال دیتا ہے، اور جس قوم میں زنا کی برائی پھیلی ان میں موت بہت ہوتی ہے، جس قوم نے ناپ تول میں کمی کی تو ان کا رزق تنگ ہو جاتا ہے اور جو قوم ناحق فیصلہ کرتی ہے ان میں خون ریزی اور قتل عام ہو جاتا ہے اور جو قوم عہد کو توڑتی ہے ان پر دشمن کو غالب کر دیا جاتا ہے۔''

مال غنیمت اور قومی مال یا آج کے دور میں مدارس دینیہ، مساجد، تعلیمی اور رفاہی ادارے، یتیم خانے، اوقاف، سرائے وغیرہ کے مال میں اگر خیانت شروع ہوئی تو اللہ تعالیٰ ایسی قوم کے دل میں دشمن قوموں کا رعب ڈال دے گا۔ اور یہ خیانت کرنے والے بزدل نکلے اور کاہل ہو کر رہ جائیں گے۔ شخصی مالوں میں خرد برد کرنا بھی بڑا جرم ہے کسی نے کوئی امانت رکھی ہو اس میں بد دیانتی کرنا یا کسی سے قرض لے کر واپس نہ کرنا، موقع دیکھ کر کسی کا مال جائداد دبا لینا بھی بڑا خطرناک اور مہلک جرم ہے اور حدیث پاک کے ان الفاظ میں ایسے ایسے سب لوگوں کے لئے وعید ہے اور مالی خیانت اور خرد برد سے بچنے کی تاکید ہے۔

قومی بربادی کی دوسری نشانی زنا کو بتایا گیا ہے، زنا بدترین اور گھناؤنا گناہ ہے جس سے قومی زندگی میں ایسی خرابی پیدا ہوتی ہے کہ نسل انسانی مشکوک ہو جاتی ہے کون کس کا باپ ہے اور کون کس کی اولاد ہے اس کا پتہ لگانا مشکل ہو جاتا ہے۔ گناہ کے اس چکر میں جو قوم پڑتی ہے ان میں بے حیائی، بے شرمی، خود

غرضی نفس وشہوت پرستی عام ہو جاتی ہے اور انسانی معاشرہ کے بجائے جانور نر مادہ کا معاشرہ بن جاتا ہے اور پھر اس گناہ سے انہیں کوئی نفرت نہیں رہتی جیسا کہ یورپ اور مغربی ممالک میں یہ بات دیکھنے میں آرہی ہے کہ زنا ان کے نزدیک کوئی ایسا گناہ نہیں رہا جس سے روکنے کی فکر کی جائے ۔عفت وعصمت طہارت و پاکدامنی کی بھی ان کے یہاں کوئی قیمت نہیں رہی۔

حدیث پاک میں بتایا گیا ہے کہ جس قوم میں زنا اور بدکاری پھیلی تو ان میں موت بہت زیادہ ہونے لگتی ہے۔ یورپی اور مغربی ممالک میں یہ بات سچ ثابت ہوتی نظر آرہی ہے۔تقریباً ملک کی آدھی سے زیادہ آبادی مہلک اور تباہ کن بیماریوں میں پھنسی ہوئی ہے، حادثاتی اور ایکسیڈنٹ وغیرہ سے جو موتیں روزانہ ہورہی ہیں وہ الگ ہیں۔

مسلم معاشرہ کو اس گناہ سے بچنے کے لئے بہت چوکنا رہنا چاہئے، ایسے گناہ کی ذرا بھنک لگے تو اس برائی کو مٹانے کے لئے اہل ایمان لوگوں کو دوڑ دھوپ اور تدبیر کرنی چاہئے۔قرآن مجید کی درج ذیل آیت بھی دھیان میں رکھیں۔

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿32﴾

ترجمہ: ”زنا کاری بدکاری کے قریب بھی مت پھٹکنا دراصل یہ بڑی بے شرمی اور بے حیائی کا کام ہے جس کے ذریعہ بدی کے راستے کھلتے ہیں۔“

(17۔بنی اسرائیل، آیت: 32)

ان مقدس اور پاکیزہ تعلیمات کو سامنے رکھیں اور ہم اپنے دور کے حالات پر اڑتی نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا ہمارے دور میں زنا تو اب فیشن کی صورت اختیار کر گیا ہے اور اس کا دور دورہ ہو گیا ہے اس کا روکنا کسی

جماعت یا تنظیم اور حکومت کے بس کا نہیں رہا بعض حکومتیں تو زنا کے جواز کے قوانین بھی بنا چکی ہیں۔ ایسے ایسے واقعات سننے میں آتے ہیں کہ دینی کام کرنے والوں کی ہمتیں ٹوٹی جارہی ہیں کہ کس طرح لوگوں کو اس برائی اور ناپاک کام سے روکا جائے پھر مشینی دور میں گانے بجانے ٹیلی ویژن، سینما، فحش لٹریچر نے بھی بڑی قیامت ڈھائی ہے۔ان افسوسناک حالات کو دیکھ کر ہم اہل ایمان مردوں عورتوں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اللہ کا نام لے کر اٹھ کھڑے ہوں اور زنا کی طرف لے جانے والی چھوٹی برائیاں جیسے ہی شروع ہوں، جیسے گانے بجانے اور ٹیلی ویژن پر آدھے پونے ننگے مناظر تو ان کی فوراً ہی روک تھام کی جائے۔

قومی ہلاکت اور تباہی کی تیسری نشانی ناپ تول میں کمی کرنا بتایا گیا ہے۔قرآن وحدیث میں شدت کے ساتھ ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی مذمت اور برائی آئی ہے اور ٹھیک ناپ تول کرنے کی بڑی تاکید آئی ہے۔ہم دو الگ الگ سورتوں کی چند آیات یہاں نقل کرتے ہیں۔

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ﴿1﴾ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ﴿2﴾ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ﴿3﴾ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ﴿4﴾ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿5﴾ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿6﴾

ترجمہ: ''ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے بڑی خرابی ہے، جو لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا بھر کر لیتے ہیں اور جب لوگوں کو ناپ کر یا وزن کر کے دیتے ہیں تو گھٹا کر ان کا نقصان کرتے ہیں، کیا ان کو اس کا خیال نہ رہا کہ انہیں قبروں سے زندہ ہو کر اٹھنا ہے، ایک زبردست دن میں، اس دن سارے انسان رب العالمین کے حضور کھڑے ہو جائیں گے۔''

(83۔المطففین، آیت: 1-6)

وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿85﴾ بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ

ترجمہ: ''اے میری قوم ناپ اور وزن کو انصاف کی بنیاد پر پورا کرو، اور لوگوں کو چیزیں تول کر دیتے وقت ان کا نقصان مت کرو اور زمین میں فساد پھیلانا بند کردو، اگر ایمان قبول رکھو تو اللہ کا دیا ہوا جو کچھ باقی رہے اسی میں تمہارا بھلا ہوگا۔''

(11۔ھود، آیت: 85,86)

جب کوئی چیز کسی کے ہاتھ بیچی گئی تو خریدنے والا اس کا مالک ہوجاتا ہے لہٰذا ناپ تول کر دیتے وقت کمی کرنا، دوسرے کا مال چوری کرنے کے برابر ہے۔ اور یہ بہت گناہ کا کام ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۣ

ترجمہ: ''اے ایمان والوں! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق ہڑپ کرکے نہ کھاجانا ہاں آپس میں راضی ہوکر تجارت اور سوداگری کی کھلی اجازت ہے۔''

(4۔النسآء، آیت: 29)

ان آیات کے مفہوم اور حدیث پاک کے مفہوم کو سامنے رکھنے سے پتہ چلا کہ ناپ تول پورا پورا کیا جائے اس میں کمی زیادتی نہ ہو کہ دیتے وقت کم دیا جائے اور لیتے وقت زیادہ لیا جائے اس کے سبب ملکوں میں فساد اٹھے گا۔ مالدار اور غریب ایک دوسرے کا قتل اور خون خرابہ شروع کردیں گے تجارت کے معاملات اور سوداگری میں بدیانتی کا رواج ہوگا تو سماج میں ایک آدمی دوسرے پر بھروسہ کرنا چھوڑ دے گا تب

آبادیاں فساد کے گھیرے میں آکر امن سے اور سکھ شانتی سے محروم ہو جائیں گی اور اللہ تعالیٰ بھی بارش اور رزق کے دروازے ایسے لوگوں پر بند کر دیں گے۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ تجارت اور سوداگری میں لین دین شرعی حدود کے مطابق اور رضامندی سے ہی ہونا چاہئے اس طرح حلال کی روزی سے جو نفع بچ رہے چاہے تھوڑا ہی ہو اسی میں خیر و بھلائی ہے۔

اس حدیث پاک میں چوتھی بات جو ارشاد فرمائی گئی ہے وہ بے انصافی ظلم اور زیادتی سے دور رہ کر عدل و انصاف کا طریقہ اختیار کرنا چاہئے اور جو بھی فیصلہ ہو عدل و انصاف کے ساتھ ہی کیا جائے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۡ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۫ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿8﴾

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اللہ کے واسطے انصاف کی گواہی دینے کے لئے کھڑے ہو جاؤ اور کوئی قوم تمہاری دشمن ہو جائے تو اس کی دشمنی میں انصاف چھوڑ دینے کا جرم مت کرنا بلکہ ہر حال میں عدل و انصاف پر قائم رہو کہ تقویٰ (پرہیزگاری) حاصل کرنے کا یہی راستہ نزدیک پڑتا ہے، پس اللہ کی نافرمانی سے دور رہو اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو اس کی خبر ہے۔''

(5۔المائدہ، آیت: 8)

بار بار اس آیت کے متن اور ترجمہ پر نظر ڈالیں تو آپ کی سمجھ میں آئے گا کہ اللہ کی کتاب اور دین اسلام کی یہ خوبی ہے کہ دشمن کے ساتھ بھی انصاف کرنے کا حکم دیا گیا ہے، کسی کے مخالفت اور دشمنی میں

ابھر کر جو بھی آدمی عدل وانصاف کا دامن چھوڑ دے وہ تقویٰ حاصل نہیں کرسکتا۔اس لئے ضروری ہے کہ ناحق فیصلوں سے دور رہا جائے اور ہر حال میں ہر کسی کے ساتھ عدل وانصاف کیا جائے، ہماری سلطنتوں ، ہمارے بادشاہوں، ہمارے شرعی قاضیوں ، یا علمائے کرام کے پاس یا مسلمانوں میں صاحب فراست لوگ ہیں ان کے پاس عدل وانصاف کا کوئی بھی طالب آئے چاہے وہ کافر ہو مشرک ہو یا مومن ہو، رشتہ دار ہو یا غیر رشتہ دار، ہو ماں باپ ہوں یا بھائی بہن کسی کی بھی موافقت یا مخالفت میں انصاف کا دامن ہرگز نہ ہرگز چھوڑا جائے گا۔قرآن مجید میں دوسری جگہ ارشاد ہے۔

وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ط

ترجمہ: ''اور جب بھی لوگوں کے درمیان جھگڑے کا فیصلہ کرو تو عدل وانصاف سے فیصلے کیا کرو۔''

(4۔النسآء، آیت: 58)

قرآن مجید اور حدیث پاک کی ان تعلیمات و ہدایات کے باوجود اگر اہل ایمان ناحق اور ظلم و زیادتی والے فیصلوں سے دور نہ رہے تو دوسری قوموں سے عدل وانصاف کی کیا امید کی جاسکتی ہے؟ جس حدیث پاک کی ہم تشریح کر رہے ہیں اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ یاد رکھو اگر تم نے ناحق فیصلے کئے تو تمہاری وجہ سے دنیا میں خون خرابہ اور قتل وغارت گری پھیل جائیگی۔

پانچویں بات اس حدیث پاک میں یہ فرمائی گئی ہے کہ ''جو قوم عہد و پیمان کو توڑتی ہے اسے غارت اور برباد کردیا جاتا ہے۔''

معلوم ہوا کہ شخصی اعتبار سے یا قومی اور ملکی اعتبار سے کوئی بھی معاہدہ اور قول وقرار کسی سے ہو تو اسے نہیں توڑنا چاہئے، تجارتی مالیاتی معاہدہ ہو یا سیاسی اور انتظامی معاہدہ ہو۔قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

وَاَوۡفُوۡا بِالۡعَهۡدِ ۚ اِنَّ الۡعَهۡدَ كَانَ مَسۡـُٔوۡلًا ﴿34﴾

ترجمہ: ''اور قول و قرار کی پابندی کرتے رہنا یقیناً اس عہد کے بارے میں تم سے سوال کیا جائے گا۔''

(17۔بنی اسرائیل، آیت: 34)

اگر مشرکین و کفار سے بھی کوئی قول و قرار اور معاہدہ ہو تو قرآن مجید میں ہمیں رب العالمین نے یہ حکم دیا۔

فَاَتِمُّوۡۤا اِلَيۡهِمۡ عَهۡدَهُمۡ اِلٰى مُدَّتِهِمۡ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُتَّقِيۡنَ ﴿4﴾

ترجمہ: ''تم ان سے قول و قرار کی مدت پوری کرو، بیشک اللہ تو انہیں لوگوں سے محبت فرماتا ہے جو اپنے اقرار کا لحاظ کرتے ہیں۔''

(9۔التوبہ، آیت: 4)

لہٰذا اہل ایمان کو چاہئے کہ جو بھی قول و قرار اور معاہدہ کسی سے ہو اسے اس کی مدت تک پورا کیا جائے۔ ہاں بیچ میں اگر کافروں کی طرف سے قول و قرار اور معاہدہ کے توڑنے کا تمہیں خطرہ ہو تو سامنے والے کو صاف صاف اطلاع دے دی جائے اور کہہ دیا جائے تمہارے ہمارے درمیان جو معاہدہ تھا وہ ختم ہوا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنۡ قَوۡمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذۡ اِلَيۡهِمۡ عَلٰى سَوَآءٍ‌ؕ

ترجمہ: ''اور اگر کسی قوم سے تم کو خیانت اور دغا بازی کا اندیشہ ہو تو کھلے طور پر صلح کا قول و قرار ان کی طرف پھینک دو (واپس کردو) تاکہ قول و قرار میں مساوات اور برابری قائم رہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو پسند نہیں کرتا جو خیانت کرتی ہو۔

(8۔الانفال، آیت: 58)

(204) خطاب کا اہم نمونہ

وَعَنْ عَمْرٍو اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَطَبَ یَوْمًا فَقَالَ فِیْ خُطْبَتِہٖ اَلَا اِنَّ الدُّنْیَا عَرَضٌ حَاضِرٌ یَّاکُلُ مِنْہُ الْبَرُّ وَ الْفَاجِرُ اَلَا وَ اِنَّ الْاٰخِرَۃَ اَجَلٌ صَادِقٌ وَیَقْضِیْ فِیْھَا مَلِکٌ قَادِرٌ اَلَا وَاِنَّ الْخَیْرَ کُلَّہٗ بِحَذَافِیْرِہٖ فِی الْجَنَّۃِ اَلَا وَاِنَّ الشَّرَّ کُلَّہٗ بِحَذَافِیْرِہٖ فِی النَّارِ اَلَا فَاعْمَلُوْا وَاَنْتُمْ مِّنَ اللّٰہِ عَلٰی حَذَرٍ وَاعْلَمُوْا اَنَّکُمْ مَعْرُوْضُوْنَ عَلٰی اَعْمَالِکُمْ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ ۔ (مشکوٰۃ شریف: کتاب الرقاق)

ترجمہ: ''حضرت عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبیؐ نے خطبہ دیا تو آپؐ نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا آگاہ ہو جاؤ دنیا کچھ دنوں کا سامان ہے اس میں نیکی کرنے والے اور بدی کرنے والے دونوں ہی کھا رہے ہیں۔ خبردار ہو جاؤ آخرت ایک سچا وعدہ ہے اس دن قدرت والا بادشاہ اپنے فیصلے فرمائے گا یہ بھی سمجھ لو کہ تمام کی تمام نیکیاں بھلائیاں جنت کی طرف لے جانے والی ہیں اور سب کی سب برائیاں دوزخ میں لے جانے والی ہیں عمل کرتے رہو، اللہ سے ڈرتے بھی رہو اور جان لو کہ تم اپنے اپنے اعمال کے ساتھ پیش کئے جاؤ گے، جو شخص ذرہ برابر نیکی کرے گا اسکی جزا دیکھ لے گا اور جو کوئی ذرہ برابر برائی کریگا اس کی سزا دیکھ لے گا۔''

امت کے بھی خطیبوں اور واعظین، مبلغین کو علماء اور ناصحین کو نبی کریمؐ کے اس خطبہ میں خطابت اور وعظ کا ایک انمول نمونہ مل گیا ہے اس میں نبیؐ کے وعظ فرمانے اور خطبہ دینے کا جو طرز جھلک رہا ہے اسے اختیار کرنا چاہئے۔ مختصر اور جامع تقریر ہو ایک ایک لفظ سے دنیا کی بے قیمتی اور آخرت کی اہمیت اور قدر و قیمت کی طرف اشارہ ہو۔ ہمارے یہاں فن تقریر میں جو طریقہ اختیار کیا گیا ہے اس میں نبوی طرز کا عکس کم ہی مل پاتا ہے، اس حدیث شریف کو دو تین مرتبہ پڑھ لیجئے، عربی تین اور ترجمہ دونوں پر ہی بار

بار غور کریں تو پڑھنے والوں کو یہ اندازہ ہو جوئے گا کہ رسول اللہؐ کا خطاب کا طریقہ کیا رہا ہے۔ اختصار ایسا کہ لوگوں کو تھکان نہ ہو اور جامع ایسا کہ دنیا و آخرت، نیکی بدی اور سزا و جزا کا سارا نقشہ سامنے آ گیا۔

یہ حدیث نبوی ایک عام نصیحت نامہ ہے صرف مسلمانوں کے لئے ہی نہیں بلکہ پوری انسانیت کو راہ ہدایت بجھانے والی ہے۔ سلام ہو حضرت محمدؐ پر کہ آپؐ نے بہت سادگی سے دنیا و آخرت کی حقیقت بتادی ہے اور برائیوں سے بچ کر نیکیوں کے راستہ پر چلنے کی رغبت دلائی ہے۔

ایک بات ہم یہاں عرض کئے دیتے ہیں کہ شادی کارڈ، ختنہ کارڈ، عقیقہ کارڈ، عید مبارک کارڈ، نئے سال کی مبارکباد کا کارڈ اور نہ معلوم لوگ کتنے کارڈ اور کیسے کیسے کارڈ کروڑوں اور اربوں روپیہ کے سالانہ چھاپے اور بھیجے جاتے ہیں لیکن بہت کم لوگ ہیں جو ان کارڈوں کو کتاب و سنت کی اشاعت کا ذریعہ بناتے ہوں۔ لہٰذا میری درخواست ہے کہ قرآن مجید اور حدیث پاک کے ذخیرہ میں سے منتخب آیات یا منتخب احادیث کے ترجمے ان کارڈوں میں لکھے جائیں تا کہ دعوتی مقاصد بھی حاصل ہوں اور کارڈ جس مقصد سے بھیجا جا رہا ہے وہ تو حاصل ہے ہی۔

(205) کوئی کسی کے کام نہ آئے گا

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْنَ اُنْزِلَ عَلَیْہِ "وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ" یَا مَعْشَرَ قُرَیْشٍ اِشْتَرُوْآ اَنْفُسَکُمْ مِنَ اللّٰہِ لَآ اُغْنِیْ عَنْکُمْ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا یَا بَنِیْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ! لَآ اُغْنِیْ عَنْکُمْ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا، یَا عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَآ اُغْنِیْ عَنْکَ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا یَا صَفِیَّۃُ (عَمَّۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) لَآ اُغْنِیْ عَنْکِ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا یَا فَاطِمَۃُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ سَلِیْنِیْ مَا شِئْتِ لَآ اُغْنِیْ عَنْکِ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا۔ (مسلم، کتاب الایمان)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ پر جب یہ آیت اتری ''اپنے خاندان کے قریبی رشتہ داروں کو بھی خبردار کردو'' تو آپؐ نے فرمایا اے قریش کے لوگوں! (نیک عمل کر کے) تم اپنی جانوں کو اللہ سے خرید لو میں اللہ کے سامنے تمہارے کچھ کام نہیں آسکتا۔ اے عبدالمطلب کے بیٹو! میں تمہارے بھی کچھ کام نہیں آسکتا اے صفیہؓ (رسول اللہؐ کی پھوپی) میں تمہارے بھی کچھ کام نہیں آسکتا، اے فاطمہؓ بنت محمدؐ تو میرے مال میں سے جو چاہے مانگ لے لیکن اللہ کے حضور میں تمہارے بھی کچھ کام نہ آسکوں گا۔''

ایمان والو! اللہ تمہیں مبارک کرے کہ ذخیرۂ حدیث شریف کے ذریعہ حضرت محمدؐ کے ارشادات ہم تک پہنچے، اس حدیث کے ترجمہ پر بار بار غور کیجئے۔ عربی عبارت بھی کوئی پڑھے اگر چہ اسے عربی نہ آتی ہو تو بھی پڑھنے والے کے دل پر عربی عبارت کا عکس پڑے گا اور معنی کی مدد سے اس کے دل و دماغ میں بات اچھی طرح بیٹھے گی۔

وَاَنۡذِرۡ عَشِيۡرَتَكَ الۡاَقۡرَبِيۡنَ ﴿214﴾

ترجمہ: ''اپنے خاندان کے قریبی رشتہ داروں کو بھی خبردار کردو۔''

جب نازل ہوئی تو حضرت محمدؐ نے قریشیوں کو جمع فرما کر خطاب کیا کہ تم اپنی جانوں کو اللہ سے خرید لو قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

كُلُّ نَفۡسٍۢ بِمَا كَسَبَتۡ رَهِيۡنَةٌ ﴿38﴾

ترجمہ: ''ہر نفس اپنے کیے میں گرفتار ہے۔''

حضرت محمدؐ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اپنی جان کو جو اللہ کے یہاں اپنے کیے اعمال کے سبب گرفتار ہے کسٹڈی میں ہے اس کو نیک اعمال کر کے چھڑاؤ اور آزاد کراؤ اللہ کے عذاب سے، دنیا کی تقریباً تمام اہل کتاب امتیں اپنے نبی کے بارے میں غلو اور زیادتی سے کام لے کر گمراہ ہو چکی ہیں۔ نبی اور پیغمبر جو اللہ کے احکامات سنا رہے تھے ان پر دھیان دیا نہیں اور نہ ہی ان پر عمل کیا بلکہ نبیوں اور پیغمبروں کو بشریت سے نکالا اور اللہ کے دربار میں ہر طرح ان کو مختار کل مانا کہ ہم کچھ بھی کریں ہمارے نبی ہمیں اللہ کے عذاب سے چھڑا لیں گے۔ انبیاء میں سے کسی نبی کو خدا کا بیٹا بھی بنایا اور ان کی والدہ کو خدا کی بیوی کہا گیا، انبیاء مرسلین اور صلحاء کی قبروں کو بعض امتوں نے پوجا بھی اور ان کو سجدہ گاہ بنایا بعض نبیوں کی لوگوں نے تصویریں اور مورتیاں بنائیں، قریش مکہ نے حضرت ابراہیمؑ کا بت بنایا اور اس وقت اور بہت سے دوسرے انبیاء کی تصویریں خانہ کعبہ میں بنائی گئی تھیں، خود عیسائی جن کی آج بھی بڑی تعداد موجود ہے انہوں نے بھی حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریمؑ کے پتلے اور مورتیاں بنائیں۔ جگہ جگہ ان کی عبادت گاہوں میں یہ دیکھا جا سکتا ہے۔

یہ سب بگاڑ اس وجہ سے آیا کہ ان لوگوں نے پیغمبروں کے منصب اور ان کی دعوت کو سمجھا ہی نہیں معنی کے اعتبار سے نہیں سمجھا اور عمل کے اعتبار سے ان کی دعوت کو اختیار نہیں کیا اور انبیاء کو نبوت کے منصب سے ہٹا کر خدا کا مرتبہ اور مقام دے دیا اور خود بے عمل ہو گئے۔ یہی ان قوموں کی گمراہی اور بربادی کا سبب ہے۔

اوپر لکھی حدیث شریف کے ایک ایک لفظ پر غور کریں، حضرت عباسؓ بن عبد المطلب حضور اکرمؐ کے چچا ہیں۔ حضرت صفیہؓ آپؐ کی پھوپی ہیں اور حضرت فاطمہؓ حضورؐ کی چہیتی صاحبزادی ہیں، ان

سب کو حضرت محمدؐ نے ہانکے پکارے کہدیا کہ تم میرے مال میں سے جو کچھ چاہو مانگ لو لیکن اللہ تعالیٰ کے حضور میں تمہارے کچھ کام نہ آسکوں گا۔

اہل ایمان بھائیو۔ بہنو! حضورؐ کے ان الفاظ پر غور کرو اور سوچو کہ تم نے یہ کیا کیا۔ ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش تینوں ملکوں میں ہم نے دیکھا ہے کہ جو لوگ رسول اللہؐ کی دعوت کے امین تھے۔ اللہ کے ولی تھے، اللہ کی طرف لوگوں کو بلانے والے تھے ان کی قبروں پر مسلمانوں نے جو تماشے کیے وہ مشرکوں اور غیر قوموں کی مذہبی رسومات اور طور طریقے سے بہت قریب ہیں۔ ان بزرگوں اور ولیوں کی قبروں پر مسلمانوں نے سجدہ کیے ان سے دعائیں کیں، ان سے اپنی ضرورتوں کو مانگا، ان کی قبروں کا طواف کیا، فاحشہ عورتوں کے ناچ کرائے۔ قوالیاں کرائیں، یہ سب کام تم نے کیا سمجھ کر کیا ہے۔ یہ سب کام تمہارے اس لئے تھے کہ تم نے ان ولیوں بزرگوں کو اللہ کے دربار میں مختار کل مان لیا ہے اور ہر طرح سے اللہ کے عذاب سے بچانے والا اور چھڑانے والا سمجھ لیا ہے کہ یہ اللہ کے یہاں سفارشی ہیں اور ہمارے کام آنے والے ہیں چاہے ہمارے عمل ٹھیک ہوں یا نہ ہوں۔

اہل ایمان بھائیوں اور دوستو! آپ قرآن مجید پڑھ جایئے ہزاروں جگہ تم کو یہ بات ملے گی کہ کوئی کسی کے کچھ کام آنے والا نہیں ہے ہر ایک کو اپنے کیے دھرے کا جواب دینا ہے۔ اور اس کی سزا جزا پانا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ﴿38﴾ وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ﴿39﴾
وَاَنَّ سَعْیَهٗ سَوْفَ یُرٰی ﴿40﴾ ثُمَّ یُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰی ﴿41﴾

ترجمہ: ”کوئی کسی کا بوجھ نہ اٹھائے گا، اور یہ کہ انسان کو آخرت میں وہی کچھ ملنا ہے جس کی اس نے خود

محنت کوشش کی ہوگی اور بہت جلد اس کی محنت کا جائزہ لیا جائے گا۔ پھر اس کی محنت پوری جزا دی جائے گی۔''

(53۔النجم، آیت: 41-38)

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿17﴾ ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿18﴾
يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا ۭ وَالْاَمْرُ يَوْمَىِٕذٍ لِّلّٰهِ ﴿19﴾

ترجمہ: ''اور تم کو کچھ معلوم ہے کہ انصاف کا دن کیا ہوگا۔ پھر بتادو کہ تم بدلے کے دن کے بارے میں کیا کچھ معلوم ہے۔ جس روز کوئی شخص کسی کا کچھ بھی بھلا نہ کر سکے گا اور حکم اس دن صرف ایک اکیلے اللہ کا جاری ہو چکا ہوگا۔

(82۔انفطار، آیت: 19-17)

جس حدیث شریف کی تشریح آپ پڑھ رہے ہیں اس میں اور قرآن مجید کی بیشمار آیات میں اتنی واضح ہدایت آئی ہے کہ کسی مومن مسلم مرد اور عورت کے مشرک ہونے کا اور عقیدہ کی خرابی کا کوئی موقع ہی باقی نہیں رہتا۔

(206) اپنے بڑوں کی خدمت

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْخَلَآءَ فَوَضَعْتُ لَهٗ وَضُوْءً فَلَمَّ خَرَجَ قَالَ مَنْ وَضَعَ هٰذَا فَاُخْبِرَ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِی الدِّيْنِ۔

(مشکوٰۃ، بَابُ مَنَاقِبِ اَهْلِ بَيْتِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ طہارت خانہ میں داخل ہوئے میں نے آپؐ کے لئے وضو کا پانی رکھا جس وقت آپؐ باہر نکلے فرمایا یہ کس نے رکھا ہے، آپؐ کو بتلایا گیا تو آپؐ نے

دعا فرمائی اے اللہ اس کو دین کی سمجھ عطا فرما۔“

اس حدیث سے یہ نکتہ سمجھ میں آتا ہے کہ اپنے بڑوں کی خدمت کرنا، ادب کرنا، ان کو راحت اور آرام پہنچانا، چاہے اٹھنے بیٹھنے کا موقع ہو، کھانے پینے کا ہو یا وضو اور طہارت وغیرہ کا موقع ہو غرض کہ ہر وقت ان کا تعاون کیا جائے اور خدمت کی جائے اور یہ طریقہ ہے اللہ کے نیک اور مقبول بندوں کی دعاؤں کے حاصل کرنے کا۔ جو لوگ اپنے بڑوں اور بزرگوں کے مرنے کے بعد ان کے ساتھے وغیرہ بیان کرتے ہیں اور قبروں پر چادر اور پھول مالا وغیرہ چڑھاتے ہیں وہ اپنے اس عمل سے بڑوں اور بزرگوں کی کوئی خدمت نہیں کرتے نہ اس سے بزرگوں کو ہی کوئی فائدہ پہنچتا ہے اور نہ ہی ان حرکتوں کے کرنے والوں ہی کو کوئی فائدہ پہنچتا ہے بلکہ قبروں پر یہ بے ہودہ حرکتیں کرنے والے الٹے اور عذاب میں گرفتار ہونے کا راستہ تیار کر رہے ہوتے ہیں۔

اپنے بڑوں اور بزرگوں کی ضرورت کا خیال رکھنا، ان کو آرام، راحت اور سہولت دینے کی کوشش کرنا نیکی کی بات ہے، ماں باپ اور خاندان یا رشتہ کے بڑے بوڑھے ہوں، یا علماء کرام اور صلحاء ہوں، مسجدوں کے امام ہوں۔ اساتذہ ہوں یہ سب ہی اپنے بڑے اور بزرگ ہیں ان کی خدمت کر کے ان کو خوش کر کے ان کی دعاؤں میں شریک ہونے کی پوری کوشش کرنا چاہئے۔

(207) سو کر اٹھتے ہی پہلا کام

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اسْتَیْقَظَ اَحَدُکُمْ مِنْ نَوْمِهٖ فَلَا یَغْمِسْ یَدَهٗ فِی الْاِنَاءِ حَتّٰی یَغْسِلَهَا ثَلَاثًا فَاِنَّهٗ لَا یَدْرِیْ اَیْنَ بَاتَتْ یَدُهٗ۔ (مسلم شریف، کتاب الطہارة)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی تم میں سے سوکر اٹھے تو اپنا ہاتھ پانی بھرے برتن میں نہ ڈالے جب تک اس کو تین بار دھو نہ لے کیونکہ معلوم نہیں کہاں رہا اس کا ہاتھ۔''

امت کے لوگوں کو اچھا طریقہ سکھانے کے لئے ذخیرۂ حدیث شریف میں نبی کریمؐ کی ہر موقع پر تعلیم مل جاتی ہے۔ اس حدیث میں فرمایا گیا کہ کوئی شخص جب بھی سوکر اٹھے تو اپنا ہاتھ پانی بھرے برتن میں نہ ڈالے کیونکہ سوتے وقت معلوم نہیں کہ ہاتھ کہاں کہاں اور بدن کے کس کس حصہ پر پھرتا رہا ہو۔ اس تعلیم نبوی میں بڑی نظافت اور صاف ستھری تہذیب پائی جاتی ہے کہ سوکر اٹھتے ہی پانی یا اس طرح کی اور دوسری کھانے پینے کی چیزوں پر ہاتھ نہ ڈالے بلکہ پہلے تین مرتبہ اچھی طرح اپنے ہاتھ دھو ڈالے اس کے بعد پانی میں ہاتھ ڈالے یا دوسری کھانے پینے کی چیزوں کو ہاتھ لگائے۔

بہت سے لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ نیند سے اٹھتے ہیں، آنکھوں میں چیپڑ لگی ہوئی ہے، ناک سرسرا رہی ہے۔ منھ سے بدبو آرہی ہے۔ فیس اور جھاگ منھ سے نکل رہا ہے اور اسی حال میں ہاتھ دھوئے بغیر کسی برتن میں یا کھانے پینے کی چیزوں کو ہاتھ لگا دیتے ہیں۔ گھڑے میں ہاتھ ڈال دیا یہ طریقہ صحیح نہیں ہے۔ صحت کے لئے بھی مضر ہے اور پانی کے یا کھانے پینے کی چیزوں کے ناپاک اور گندہ ہوجانے کا ڈر ہے۔ حضرت رسول اللہؐ کا ہمیں احسان ماننا چاہئے کہ آپؐ نے ہمیں بہت ہی پاکیزہ اور صاف ستھری تہذیب کی تعلیم فرمائی ہے۔

اللہ رب العزت نے سات سوراخوں کی ہنڈیا آدمی کے جسم پر لگادی ہے۔ دو آنکھیں ہیں، ناک کے دو نتھنے ہیں۔ کان کے دو سوراخ ہیں، ایک منھ ہے۔ آدمی سوکر اٹھے تو ہاتھ اور منھ اچھی طرح دھولے۔ اس

طرح ان شاء اللہ طبیعت میں بشاشت بھی آئے گی اور تروتازگی بدن میں محسوس ہوگی۔ کوئی کام کرنا چاہے تو کام میں بھی طبیعت لگے گی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسی فضیلت والی زندگی گذارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(208) حساب کی سختی

عَنْ عَائِشَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَیْسَ اَحَدٌ یُحَاسَبُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اِلَّا ھَلَکَ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَلَیْسَ قَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَہٗ بِیَمِیْنِہٖ ۔ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا ۔ فَقَالَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا ذٰلِکَ الْعَرْضُ وَلَیْسَ اَحَدٌ یُنَاقِشُ الْحِسَابَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اِلَّا عُذِّبَ ۔

(بخاری شریف: کِتَابُ الرِّقَاقِ بَابُ مَنْ نُوْقِشَ الْحِسَابَ عُذِّبَ)

ترجمہ: ''حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا قیامت کے دن جس کسی کا سختی سے حساب لیا گیا وہ تباہ و برباد ہوگا۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا یارسول اللہؐ ! اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے جس کا نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا اس کا حساب آسانی سے لیا جائے گا۔ آپؐ نے فرمایا اس سے اعمال کا پیش کرنا مراد ہے لیکن حساب کی پیشی کے بعد جس کے حساب کی اچھی طرح چھان پھٹک کی گئی اس کو تو عذاب ہوگا۔''

انسانوں کے حساب کی گھڑی قریب آگئی ہے پھر بھی وہ غفلت اور بے دھیانی میں حساب کے دن کی یاد کو ٹالتے جارہے ہیں۔ حضرت محمدؐ نے یہ فرمایا کہ قیامت کے دن جس کسی کا حساب لیا گیا وہ برباد ہوا۔ یہ سن کر حضرت عائشہ صدیقہؓ نے یہ آیت پڑھی:

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَہٗ بِیَمِیْنِہٖ (7) فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا (8)

ترجمہ: ''جس کا نامۂ اعمال اس کے سیدھے ہاتھ میں دیا گیا تو اس کا حساب بہت جلد آسانی سے لے لیا جائے گا۔''

(84۔انشقاق، آیت: 7,8)

اس کے بعد حضورؐ سے سوال کیا اس آیت میں ذکر کیے گئے ''حساب یسیر'' یعنی آسان حساب کا کیا مطلب ہے؟ حضرت رسول کریمؐ نے اس کی وضاحت فرمائی کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حساب پیش ہوا اڑتی ہوئی نظر ڈال لی گئی بس ہوگیا حساب اور بندہ یہ جا وہ جا جنت میں داخل ہوگیا لیکن جس کسی کے حساب کی بہت باریکی سے چھان بین کی گئی ایک ایک چیز کے بارے میں پوچھ پرچھ ہوئی تو اس کے لئے چھٹکارہ کی راہ مشکل ہوئی اور اسے عذاب میں پڑنا ہی پڑتا ہے۔

دنیا میں بھی ہم اس کی مثال دیکھتے ہیں کہ کورٹ کچہریوں میں کسی کسی کا ایک دو پیشی میں ہی مقدمہ سلجھ جاتا ہے اور اس کی چھٹی ہو جاتی ہے اور اگر حاکم ایک ایک بات پر جرح کرے بحث کرے اور ایک ایک فائل الٹ کر دیکھی جائے تو پھر آدمی کہیں نہ کہیں پھنس ہی جاتا ہے، اسی طرح کسٹم کے موقع پر بھی سامان کی جانچ پڑتال ہوتی ہے، چیکنگ کرنے والوں نے کسی کے سامان پر سرسری نظر ڈال کر اسے آسانی سے گذرنے دیا تو وہ آدمی فوراً نکل جاتا ہے اور کسی کسی کا ایک ایک سامان کھولا اور دیکھا جاتا ہے۔ایک ایک چیز الٹی پلٹی گئی تو پھر اس مسافر کا حال دیکھنے کے قابل ہوتا ہے ایسے منظر اکثر اس عاجز نے بھی دیکھے ہیں، بہر حال ہم اہل ایمان اس سے حشر وحساب کے دن کی سختی کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔لہٰذا ہم کو آج ہی سے فکر کرنی چاہئے کہ ہم حساب کی سختی سے بچ جائیں اور ہمارا حساب ''حساب یسیر'' ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنا محاسبہ ابھی سے کرلیں۔حضرت عمر فاروقؓ کا قول ہے:

حَاسِبُوا قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوا۔

ترجمہ: ''اپنا حساب خود کر لو اس سے پہلے کہ تمہارا حساب لیا جائے۔''

اَللّٰھُمَّ حَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا ۔

ترجمہ: ''اے اللہ حساب کے دن میرا بہت ہی آسان حساب فرما۔''

(209) حاجات بشری

وَعَنْ جَابِرٍؓ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اَھْلَ الْجَنَّةِ یَاْکُلُوْنَ فِیْھَا وَیَشْرَبُوْنَ وَلَا یَتْفُلُوْنَ وَلَا یَبُوْلُوْنَ وَلَا یَتَغَوَّطُوْنَ وَلَا یَمْتَخِطُوْنَ قَالُوْا فَمَا بَالُ الطَّعَامِ قَالَ جُشَاءٌ وَّرَشْحٌ کَرَشْحِ الْمِسْکِ یُلْھَمُوْنَ التَّسْبِیْحَ وَالتَّحْمِیْدَ کَمَا تُلْھَمُوْنَ النَّفَسَ ۔

(مسلم شریف: کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمھا واھلھا)

ترجمہ: ''حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ کو فرماتے ہوئے سنا میں نے کہ جنت والے، جنت میں کھائیں گے اور پئیں گے لیکن نہ وہ تھوکیں گے اور نہ ہی ان کو پیشاب پاخانہ کی حاجت لگے گی اور ناک بھی نہیں چھنکیں گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا تو جنت والوں کا کھانا پینا کس طرح ہضم ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا ڈکار لیں گے اور خوشبو کی طرح پسینہ نکلے گا اور جس طرح سانس نکلتی ہے ایسے ہی وہ اللہ کی پاکی بڑائی اور تعریف بیان کریں گے۔''

جنت والوں کو جنت میں ہر طرح کے میوے، پھل فروٹ، قسم قسم کے مشروبات، الگ الگ ذائقے اور خوشبو کے کھانے دیے جائیں گے جس کا جگہ جگہ قرآن مجید میں ذکر کیا گیا ہے اور حدیث پاک میں بھی مختلف انداز سے بیان ہوا ہے لیکن ان نعمتوں پر مزید اضافہ یہ ہوگا کہ دنیا میں کھانے پینے کے بعد انسانوں کو جو ضرورتیں لگتی ہیں ایسی کوئی بھی ضرورت جنت والوں کو نہ لگے گی لوگ دنیا میں جب کھاتے

پیتے ہیں تو کھانستے کھنکھارتے ہیں، بلغم نکالتے ہیں، تھوکتے ہیں۔ دن میں کئی کئی مرتبہ پیشاب پاخانہ کے لئے جاتے ہیں۔ شرمگاہ کو کھول کر ضرورت سے فارغ ہونے کے بعد پیشاب پاخانہ کو اپنے ہاتھ سے دھونا ہر ایک کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ بڑے سے بڑا بادشاہ ہو، منسٹر ہو، وزیر ہو کوئی بھی ہو یہ بڑی شرمندگی کی بات ہے کہ آدمی تنہائی میں بے لباس ہو اور پھر اپنے ہی بدن سے نکلی ہوئی گندگی کو اپنے ہاتھ سے دھوئے یہ انسان کی ایک بہت بڑی کمزوری بھی ہے اور عیب کی بات ہے۔

عیسائی لوگ حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا اور حضرت مریمؑ کو خدا کی بیوی کہتے تھے اور ان کے بعض فرقے انہیں کو خدائی میں شریک مانتے ہیں۔ قرآن مجید میں ان دونوں کے لئے فرمایا گیا ہے: كَانَا يَأْكُلٰنِ الطَّعَامَ (دونوں ماں بیٹے کھانا کھاتے تھے) اس کی تشریح میں شاہ عبدالقادر صاحبؒ لکھتے ہیں کہ دنیا میں جو کھانا کھائے اسے پیشاب پاخانہ لگنا ضروری ہے اور جس کو حاجت بشری لگے وہ خدا یا خدا کا شریک کیسے ہو سکتا ہے؟

بہرحال معلوم ہوا کہ جنت کی نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت یہ ہے کہ آدمی کو پیشاب پاخانہ کی حاجت سے چھٹی مل جائے گی۔ ناک صاف کرنے اور چھنکنے کی بھی ضرورت نہ ہوگی دنیا میں کبھی آدمی کو نزلہ زکام ہو جاتا ہے تو وہ ناک چھنکتے چھنکتے بے حال ہو جاتا ہے لیکن جنت میں ان میں سے کسی کی بھی ضرورت نہ ہوگی بس خوشبودار ڈکار اور پسینہ کے ذریعہ کھائی اور پی گئی چیزیں ہضم ہوتی رہیں گی، غرض ہر ایسی حالت جس سے انسان پریشانی میں پڑے اور اسے شرمندگی ہو اہل جنت کو اس سے اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا ہے اور اللہ کی بہت ہی بڑی نعمت ہے۔ اس کی قدر کرنی چاہئے اور جنتی لوگوں کے جیسے اعمال بھی کرنا چاہئے۔

(210) زوال سے نجات

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَاَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَا اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یُنَادِیْ مُنَادٍ اِنَّ لَكُمْ اَنْ تَصِحُّوْا فَلَا تَسْقَمُوْا اَبَدًا وَّاِنَّ لَكُمْ اَنْ تَحْیَوْا فَلَا تَمُوْتُوْا اَبَدًا وَّاِنَّ لَكُمْ اَنْ تَشِبُّوْا فَلَا تَهْرَمُوْا اَبَدًا وَّاِنَّ لَكُمْ اَنْ تَنْعَمُوْا فَلَا تَبْاَسُوْا اَبَدًا۔ (مسلم شریف، كِتَابُ الْجَنَّةِ وَصِفَةِ نَعِيْمِهَا وَاَهْلِهَا)

ترجمہ: ''ابوسعیدؓ اور ابوہریرہؓ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہؐ نے ایک آواز دینے والا اعلان کرے گا اے اہل جنت! تم تندرست رہو گے کبھی بیمار نہ ہو گے، تم زندہ رہو گے تمہیں موت نہیں آئے گی، تم ہمیشہ جوان رہو گے کبھی بوڑھے نہ ہو گے، تم ہمیشہ نعمتوں اور امن چین میں رہو گے کبھی غمگین اور ناامید نہ ہو گے۔''

اس حدیث پاک کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ جنت والوں کو بہترین صحت اور تندرستی عطا فرمائیں گے۔ اور جوانی بھی ہمیشہ باقی رہے گی بڑھاپا نہ آئے گا۔ موت بھی نہ آئے گی، اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں سے وہ کبھی محروم نہ ہوں گے۔ یعنی عروج ہی عروج ترقی ہی ترقی ہے۔ ہر وقت نعمت میں ہی ہوں گے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زوال اور ڈھلوان سے چھٹکارہ مل گیا۔

(211) دینداری اور اخلاق کو اہمیت دو

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَطَبَ اِلَیْكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِیْنَهٗ وَخُلُقَهٗ فَزَوِّجُوْهُ اِلَّا تَفْعَلُوْا تَكُنْ فِتْنَةٌ فِی الْاَرْضِ وَفَسَادٌ عَرِیْضٌ۔

(ترمذی شریف: اَبْوَابُ النِّكَاحِ، بَابُ مَاجَاءَ فِیْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِیْنَهٗ فَزَوِّجُوْهُ)

ترجمہ: ''روایت ہے حضرت ابوہریرہؓ سے ارشاد فرمایا رسول اللہؐ نے جب نکاح کا پیغام بھیجے ایسا شخص جس کی دینداری اور عادت واخلاق کو تم پسند کرتے ہو تو اس سے نکاح کرا دو، اگر ایسا نہ کرو گے تو زمین

میں بڑا فتنہ ہوگا اور بہت بڑا فساد ہوگا (دینداری کم ہو جائے گی بے دینی پھیلے گی)۔"

بیٹی والوں کے پاس جب نکاح کا کوئی پیغام آتا ہے تو ظاہر بات ہے پیغام بھیجنے والے کے رشتہ ناتہ، خاندان، کاروبار عادت واخلاق اور دوسری چیزوں کی دیکھ ریکھ اور چھان پھٹک ہوتی ہے۔ حضرت رسول کریمؐ نے فرمایا کہ لڑکا یعنی پیغام دینے والا ایسا ہو کہ جس کی دینداری اور عادت واخلاق اچھے ہوں تو اس سے نکاح کرادو یعنی جوڑا باندھ دو۔

پیغام نکاح کے لئے قرآن مجید میں خِطبہ کا لفظ آیا ہے جسے ہماری زبان میں منگنی کہتے ہیں، پیغام نکاح کے آنے کے وقت بعض بعض خاندان میں دیکھا گیا ہے کہ پرانے ساکھے اور خاندان کی بڑی کھدائی اور چھلائی کرتے ہیں تین تین چار چار پیڑھیاں دیکھتے رہتے ہیں، پھر مال، جائداد، کھیت کھلیان، گھر، کاروبار آمدنی، بڑی بڑی ڈگریاں اور نہ معلوم کیا کیا اور کتنی چیزیں دیکھی اور پرکھی جاتی ہیں، پھر ہوتا یہ ہے کہ جس خاندان کے لوگ بہت ہی زیادہ جستجو چھان بین میں لگتے ہیں اور بہت ہی زیادہ اپنی پسند کی چیز دیکھتے ہیں تو لڑکے میں اگر ان کی مطلوبہ چیزوں میں سے دو ایک باتیں نہ ہوں تو رشتہ واپس کر دیا جاتا ہے اس طرح کبھی کبھی لڑکیاں چالیس پینتالیس سال کی ہو جاتی ہیں اور ان کا نکاح ہی نہیں ہو پاتا کہ ماں باپ نے ایک رشتہ آیا اس کو نا کہہ دیا اسی طرح دوسرا تیسرا رشتہ بھی یہ کمی ہے وہ کمی ہے کہہ کر واپس کر دیا پھر ہوتے ہوتے ایسا ہو جاتا ہے کہ لوگ رشتہ لانا ہی بند کر دیتے ہیں کہ بھئی یہ تو لڑکی کسی کو دیتے نہیں رشتہ لے جانے سے کیا فائدہ؟

(212) پیغام نکاح میں اولیت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تُنْکَحُ الْمَرْاَةُ لِاَرْبَعٍ لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا

وَلِجَمَالِهَا وَلِدِيْنِهَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ۔

(مسلم شریف، کتابُ الرِّضَاعِ، بَابُ اِسْتِحْبَابِ نِکَاحِ ذَاتِ الدِّیْنِ)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبیؐ نے ارشاد فرمایا عورت سے نکاح کیا جاتا ہے چار سبب سے،اس کے مال کے لئے یا خوبصورتی اور جمال کی وجہ سے یا اعلیٰ حسب ونسب دیکھ کر یا دینداری کی وجہ سے۔تم دینداری والی عورت سے نکاح کرنے میں کامیابی حاصل کرو زمین کی خیر وبرکت تمہارے ہاتھوں میں آجائے گی۔''

اس سے پہلے والی حدیث شریف میں لڑکے کی دینداری، اچھی خصلتوں، اوراچھے عادات واخلاق کا تذکرہ تھا،اس حدیث میں لڑکی کے تعلق سے ارشاد ہے کہ جس عورت سے نکاح کیا جاتا ہے اس میں یہ چار چیزیں یاان میں سے کوئی دوایک دیکھی جاتی ہیں۔

(1) مالداری۔ (2) خاندان اورحسب ونسب۔ (3) خوبصورتی۔ (4) دینداری۔

یہ چاروں باتیں جس کسی لڑکی میں مل جائیں سبحان اللہ کیا کہنا لیکن اگر کسی لڑکی میں کچھ نہیں صرف دینداری ہے تو حضور اقدسؐ نے فرمایا کہ تم اس کی دینداری کی طرف توجہ کرو اس سے نکاح کرنے میں اگر کامیاب ہوئے تو زمین بھر کی خیر وبرکت تمہارے ہاتھ آجائے گی۔

حضرت محمدؐ کی اس ہدایت پر عمل کرتے ہوئے غریب دیندار لڑکیاں جو خاندانی وجاہت نہ رکھتی ہوں۔ صورت شکل میں کچھ زیادہ قابل قبول نہ ہوں، مال بھی ان کے پاس نہ ہو پھر بھی ان سے نکاح کرنے میں محض دینداری کی بنا پر پہل اور سبقت کی جائے ورنہ اگر خوبصورتی، مال اور خاندانی وجاہت کو دیکھتے ہوئے ہی نکاح کیا جائے تو غریب خاندانوں کی اور غیر قبول صورت لڑکیاں کہاں جائیں گی اور اس کا

کیا ہوگا جو خاندانی وجاہت نہ رکھے گی وہ بھی گھر بیٹھی رہے گی، جس کے پاس مال نہ ہوگا اس کا بھی گھر آباد نہیں ہو سکے گا اور جو بدصورت ہوگی وہ بھی اپنے ماں باپ کے گھر رہ کر اپنی زندگی پر کڑھتی رہے گی۔ لہٰذا نبی کریمؐ کے اس فرمان کی طرف اہل ایمان تو کیا غیر مسلموں کو بھی توجہ کرنی چاہئے۔ پوری انسانیت کی خیریت اسی پر عمل کرنے میں ہے جو حضرت محمدؐ نے فرمایا ہے۔

(213) تین کاموں میں دیر نہ کرو

عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهٗ یَا عَلِیُّ ثَلَاثٌ لَا تُؤَخِّرْهَا اَلصَّلٰوةُ اِذَا اٰنَتْ وَالْجَنَازَةُ اِذَا حَضَرَتْ وَالْاَیِّمُ اِذَا وَجَدْتَ لَهَا کُفُوًا۔

(ترمذی شریف، اَبْوَابُ الْجَنَائِزِ، بَابُ مَاجَاءَ فِیْ تَعْجِیْلِ الْجَنَازَةِ)

ترجمہ: ''حضرت علی بن ابی طالبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا اے علیؓ تین چیزوں میں تاخیر نہ کیجیو۔ ایک جب نماز کا وقت ہو جائے۔ دوسرے جب جنازہ حاضر ہو۔ تیسرے جب شادی کے لائق لڑکی ہو یا بیوہ ہو اس کے برابر کا رشتہ مل جائے۔''

اس حدیث پاک میں نصیحت فرمائی گئی ہے کہ تین کاموں میں جلدی کرو اور دیر ہرگز نہ کرو۔

(1) نماز جب اس کا وقت ہو جائے تو ادائیگی کے لئے فوراً ہلچل کی جائے اگر ذرا بھی ڈھیل دی کہ یہ کام کر لیں وہ کام کر لیں پھر نماز پڑھیں گے اس طرح جیسے جیسے تاخیر ہوتی ہے تو نماز بھاری ہونے لگتی ہے اور کبھی کبھی ایسا مصروف ہو جاتا ہے آدمی کہ نماز قضا ہو جاتی ہے یا مکروہ وقت میں نماز ادا کرتا ہے بہت اندیشہ رہتا ہے کہ اس طرح اسے نماز چھوڑنے کی عادت نہ پڑ جائے۔ اس لئے ہر اہل ایمان کو چاہئے کہ نماز کا وقت ہوتے ہی اس کے ادا کرنے کی فکر کرے اور پہلی فرصت میں نماز ادا کر ڈالے۔

(2) جب جنازہ تیار ہو جائے تو اس میں دیری نہ کی جائے۔ ایمان والوں کا اس پر بڑی حد تک عمل بھی

ہے دیکھا گیا ہے کہ جب جنازہ لے کر چلتے ہیں تو بڑی تیزی سے چلتے ہیں۔ اندازہ نہیں لگایا جا سکتا کہ کب قبرستان پہنچ جائیں گے۔ مردہ اگر نیک ہے تو بھلائی اسی میں ہے کہ اس کے اچھے مقام تک اسے جلدی پہنچا دیا جائے اور اگر مردہ بدعمل ہے تو جلد از جلد ہم اس کی ذمہ داریوں سے الگ ہو جائیں گے۔

(3) حضور اقدسؐ نے تیسری نصیحت یہ فرمائی کہ نکاح کے لائق جب کوئی لڑکی ہو یا بیوہ عورت ہو تو اس کے نکاح کرانے میں دیری نہ کی جائے۔ برابر کا اور ٹھیک ٹھاک رشتہ جب مل جائے تو بہت زیادہ پسند نا پسند، چھان بین کھوج کرید وغیرہ نہ کرتے ہوئے نکاح کرا دینے میں جلدی کرنی چاہئے۔ لڑکی یا لڑکے میں کچھ انیس بیس ہو تو اسے نبھالے۔ یہی فطری زندگی کی کامیابی کا راز ہے۔

حضور اکرمؐ نے اپنی مقدس تعلیمات میں بیوہ یعنی جھلسے ہوئے رخساروں والی عورت کو نکاح ثانی کا جو تحفہ دیا ہے وہ اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے ہمارے ملک ہندستان میں بیواؤں کے دوسرے نکاح کو پسند نہیں کیا جاتا۔ شوہر کے مرنے پر بعض قوموں میں یہ رواج تھا کہ عورت کا چک منڈل کر دیتے تھے اور بے ڈھب لباس پہنا کر گھر کے باہر بٹھا دیتے تھے اور اس کو پلید اور اچھوت سمجھتے تھے۔ مذہب اسلام میں ایسی تمام رسم و رواج کو غلط قرار دیا اور بیواؤں کے دوسرے نکاح کرنے کا حکم دیا۔ خود حضور اکرمؐ نے کئی بار کئی بیوہ عورتوں سے نکاح فرمایا ہے۔ بیواؤں سے نکاح کرنا سنت رسول اللہ ہے، افسوس کی بات ہے کہ آج سے دو تین سو سال پہلے جہالت اور نادانی کے سبب ہندستان مے مسلمان بھی بیواؤں کے دوسرے نکاح کو عیب جانتے تھے لیکن علماء کی کوششوں اور محنتوں کے سبب اللہ کا فضل ہے کہ اب یہ بات نہیں رہی۔

حدیث کی اس تعلیم کی روشنی میں لازم ہے کہ سماج اور بڑے لوگ، رشتہ ناتہ والے بیوہ خواتین کے دوسرے نکاح کے کرانے میں ہلچل کریں ہاں اگر کوئی بیوہ خاتون نکاح کرنا نہ چاہے اسے ضرورت ہی نہ

ہو یا وہ اپنے بچوں کے ساتھ صبر و شکر سے زندگی نبھالے گی تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور نکاح کرنے پر کوئی زور زبردستی نہیں کی جائے گی۔ لیکن بہرحال اتنا ضرور ہے کہ شریعت نے بیواؤں کے دوسرے نکاح کرنے کے لئے دروازہ کھلا رکھا ہے۔

(214) تجارت کے ساتھ صدقہ

عَنْ قَیْسِ بْنِ اَبِیْ غَرَزَۃَ قَالَ خَرَجَ اِلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ نَحْنُ نُسَمَّی السَّمَا سِرَۃَ فَقَالَ یَا مَعْشَرَ التُّجَّارِ اِنَّ الشَّیْطَانَ وَالْاِثْمَ یَحْضُرَانِ الْبَیْعَ فَشُوْبُوْا بَیْعَکُمْ بِالصَّدَقَۃِ۔

(ترمذی شریف، اَبْوَابُ الْبُیُوْعِ بَابُ مَاجَآءَ فِی التُّجَّارِ وَتَسْمِیَۃِ النَّبِیِّ اِیَّاھُمْ)

ترجمہ: ''حضرت قیس بن غرزہؓ روایت کرتے ہیں کہ ہمارے پاس سے رسول اللہؐ کا گذر ہوا اور ہم کو لوگ اللہ سماسرہ یعنی دلال کہتے تھے، پھر فرمایا رسول اللہؐ نے کہ اے تاجروں کی جماعت! تمہارا شیطان سے بھی واسطہ پڑتا ہے اور گناہ بھی ہو جاتا ہے لہٰذا تم خریدنے اور بیچنے کے ساتھ صدقہ بھی کیا کرو (تاکہ کفارہ ہو جائے)۔''

کچھ لوگ مال کے بیچنے والے ہوتے ہیں اور کچھ لوگ مال کے خریدنے والے ہوتے ہیں، کچھ بچولیا ہوتے ہیں جنہیں دلال یا کمیشن ایجنٹ کہا جاتا ہے یہ لوگ دونوں پارٹیوں کو الگ الگ سے بات کرکے جوڑتے ہیں اور سودا جمانے کی کوشش کرتے ہیں، اس حدیث پاک میں یہ بیان آیا ہے کہ رسول اللہؐ کا گذر ایک ایسی جگہ سے ہوا جہاں سماسرہ یعنی دلال لوگ جمع تھے حضورؐ نے انہیں مخاطب کرکے فرمایا۔

''بیچنے خریدنے کے وقت بیچنے اور خریدنے والوں سے واسطہ پڑتا ہی ہے اس کے ساتھ ساتھ شیطان بھی تمہارے پیچھے لگا ہوا ہے اور کچھ گناہ کے کام ہو ہی جاتے ہیں۔ لہٰذا تم خریدنے اور بیچنے کے ساتھ کچھ نہ کچھ مال صدقہ میں دے دیا کرو۔''

بھی کاروباری لوگوں کے لئے یہ بہت اہم بات ہے کہ لین دین بات چیت، بھاؤ تاؤ بتانے وغیرہ میں کچھ نہ کچھ بھول چوک ہر کسی سے ہو ہی جاتی ہے پوری کوشش تو یہ ہونی چاہئے کہ ہیرا پھیری والی باتوں سے اور کم زیادہ بتانے سے کاروباری لوگ دور رہیں۔ لیکن پھر بھی ایسی کوئی بات ہو جائے تو رسول اللہؐ نے اس کے تدارک اور تلافی کی یہ صورت بتلائی ہے کہ صدقہ کر دیا کرو۔

(215) صبح سویرے نکلو

عَنْ صَخْرِ الْغَامِدِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِاُمَّتِيْ فِيْ بُكُوْرِهَا قَالَ وَكَانَ اِذَا بَعَثَ سَرِيَّةً اَوْ جَيْشًا بَعَثَهُمْ اَوَّلَ النَّهَارِ وَكَانَ صَخْرٌ رَجُلًا تَاجِرًا وَكَانَ اِذَا بَعَثَ تِجَارَةً بَعَثَهُمْ اَوَّلَ النَّهَارِ فَاَثْرٰى وَكَثُرَ مَالُهٗ۔ (ترمذی ابواب البیوع)

ترجمہ: ”صخر غامدیؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا اے اللہ برکت دے میری امت کو سویرے سویرے جانے میں، راوی کہتے ہیں کہ آپؐ جب کسی چھوٹے یا بڑے لشکر کو بھیجتے تو دن کے اول حصہ میں ہی روانہ کرتے، صخرؓ (جو اس حدیث کے راوی ہیں) تاجر آدمی تھے جب وہ اپنے گماشتوں کو بھیجتے تو دن کے اول حصہ میں ہی بھیجتے تو وہ مالدار ہو گئے اور ان کا مال بہت ہو گیا۔“

خیر و برکت کی باتوں کو دیکھتے اور پڑھتے ہی جایئے۔ اس حدیث شریف میں حضور انورؐ نے کیا خوب دعا فرمائی اپنی امت کے ان لوگوں کے لئے جو صبح سویرے کاروبار اور سوداگری کے لئے منڈیوں میں جاتے ہیں۔ خود حضورؐ کا یہ دستور تھا کہ دعوتی دستے یا لشکروں کو جب روانہ فرماتے تو صبح سویرے ہی ان کو بھیجتے اس حدیث کے راوی حضرت صخر غامدیؓ خود بھی تاجر تھے انہوں نے اپنا دستور یہ بنا لیا کہ تجارت کے سلسلے میں اپنے ایجنٹوں، آدمیوں اور گماشتوں کو مال خریدنے اور بیچنے کے لئے صبح سویرے روانہ کرتے تھے۔ تھوڑے ہی دنوں میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ بڑے ہی خوشحال تاجر ہو گئے اور اللہ تعالیٰ

نے ان کو مال کی بڑی کثرت دی۔

یہاں ہم اپنے مسلمان بھائیوں سے کہنا چاہیں گے کہ کچھ لوگوں کو چھوڑ کر عام مسلمانوں کا طریقہ کاروبار اور تجارت کے بارے میں صحیح نہیں ہے۔ مسلم محلوں میں عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ لوگ نو دس بجے دن چڑھے تک سوئے پڑے رہتے ہیں۔ جس امت پر فجر کی نماز فرض ہو اس کا حال دن چڑھے تک سونے کا ہو یہ بڑے دکھ کی بات ہے، تجارت سے جو ہم لوگوں کی ہکال پٹی ہوئی اور دوسری قوموں کے ہاتھ میں تجارت کی باگ ڈور قدرت نے دے دی اس پر ہم اپنا محاسبہ کریں کہ آخر ایسا کیوں ہوا، کاروباری لوگوں کو ہم نے دیکھا ہے چاہے وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو جیسے مارواڑی ہوئے، جین ہوئے، گجراتی، سندھی ہوئے۔ یہ لوگ صبح سویرے اپنے کاروبار کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، منڈیاں بھی صبح سویرے لگتی ہیں اور نیلام شروع ہوتے ہیں اور دن نکلتے ہی لوگ اپنا مال خرید کر ادھر ادھر بیچنے کے لئے نکل پڑتے ہیں۔ گاؤں کھیڑوں اور شہر کے دور دراز کے محلوں تک مال لے کر پہنچ جاتے ہیں، اس قدرتی ترتیب کے لئے ضروری ہے کہ مال کے خریدار اور بیچنے والے، کمیشن ایجنٹ سب کے سب صبح سویرے گھر سے باہر نکلیں۔

یہاں رسول اللہؐ نے اپنی امت کے لوگوں کے لئے برکت کی دعا فرمائی ہے جو صبح سویرے اٹھ کر کاروبار میں مشغول ہوتے ہیں۔ اہل ایمان دوستوں سے ہم عرض کریں گے اپنی غربت اور اپنے مسائل کا دکھڑا رونے کے بجائے رسول اللہؐ کی تعلیم میں اصل علاج ڈھونڈھیں۔

(216) بازار میں آنے پر

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهِ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی اَنْ یُّتَلَقَّی الْجَلَبُ فَاِنْ تَلَقَّاهُ اِنْسَانٌ فَابْتَا

عَهٗ فَصَاحِبُ السِّلْعَةِ فِيْهَا بِالْخِيَارِ اِذَا وَرَدَ السُّوْقَ ۔ (ترمذی، ابواب البیوع)

ترجمہ: ''روایت ہے حضرت ابوہریرہؓ سے کہ نبی کریمؐ نے منع فرمایا کہ شہر میں مال بیچنے کے لئے آنے والے قافلہ کو شہر کے باہر ہی روک کر تاجران سے مال خریدنے کا سودا کرلیں اور اگر کسی نے ایسا کیا تو مال والا جب شہر کے بازار میں آئے تو اسے اختیار رہے شہر کے باہر جس کو مال بیچا تھا اس سے سودا واپس کر لے۔''

بڑے گاؤں، قصبات اور شہروں میں ایسا ہوتا ہے کہ مال بیچنے والے قافلے آتے ہیں تو شہر کے دلال لوگ ان کو شہر سے باہر ہی روک کر مال کا سودا کرلیتے ہیں، آج تو ٹرکوں اور تیز رفتار مال گاڑیوں کا دور ہے پھر بھی ایسا ہوتا ہے شہر میں داخل ہونے سے پہلے دلال اور ایجنٹ لوگ لاریوں تک پہنچ جاتے ہیں اور مال کا وہیں سودا کرلیتے ہیں، مال لانے والے کو بھی تھوڑا اطمینان ہو جاتا ہے کہ مال بک گیا اور ایڈوانس بھی مل گیا لیکن عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ مال بیچنے والے کا اس میں گھاٹا اور نقصان ہوتا ہے، شہر کے باہر ہی مال بیچنے کا سودا کر کے جب شہر کی منڈیوں میں داخل ہوتا ہے تو یہاں مال کی قیمت کچھ اور ہی ہوتی ہے۔ اور بیچنے والے کو خیال ہوتا ہے کہ ہمارا مال اونے پونے بک گیا ہے۔

حضرت رسول کریمؐ کا بڑا احسان ہے ایسے تاجروں پر جن کا مال دلالوں نے کم قیمت پر ہوشیاری سے شہر کے باہر ہی خرید لیا۔ حدیث پاک میں ایسے تاجروں کو اختیار دیا گیا ہے کہ شہر کے باہر جس سے مال بیچنے کا سودا ہوا تھا اس سے مال واپس کرالیں اور پھر منڈی کے ریٹ بھاؤ کو سامنے رکھتے ہوئے جس کو چاہیں اپنا مال بیچیں۔

اس حدیث پاک کو سامنے رکھئے اور موجودہ دور کی منڈیوں اور دلالوں کی حرکتوں پر نظر ڈالئے کہ بڑے

بڑے بیوپاری دلال، مہاجن سیٹھ ساہوکار کیا قیامت ڈھاتے ہیں کسانوں اور چھوٹے بیوپاریوں پر اور باغبانوں پر، کہ یہ سیٹھ ساہوکار، دلال ایڈوانس یا بطور قرض کے رقم دے دیتے ہیں اور فصل تیار ہونے پر یا مال کے تیار ہونے پر اپنی مرضی کے مطابق جہاں چاہتے ہیں لے جاتے ہیں اور جس بھاؤ میں چاہتے ہیں خرید لیتے ہیں مال والے کی مرضی کا اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا وہ بیچارہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے افسوس کے ساتھ تکتا رہ جاتا ہے، عموماً چھوٹے بیوپاریوں، کسانوں اور باغبانوں کا نقصان ہوتا ہے کبھی کبھی بڑے بیوپاری، مہاجن اور دلال بھی نقصان کے گھیرے میں آجاتے ہیں۔اوپر جو حدیث شریف لکھی گئی ہے اس کو سامنے رکھتے ہوئے اہل ایمان کو اس قسم کی تمام حرکتوں سے دور رہنا چاہئے۔

(217) اناج مت روکو

عَنْ مَعْمَرِبْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ فَضْلَۃَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا یَحْتَکِرُ اِلَّا خَاطِیٌٔ ۔ (ترمذی شریف، باب ما جاء فی الاحتکار)

ترجمہ: ''حضرت معمر بن عبداللہ بن فضلہؓ سے روایت ہے کہ سنا میں نے رسول اللہؐ سے آپ نے فرمایا غلہ اور اناج کو روک کر مہنگا ہونے کا انتظار وہی کرتا ہے جو گنہگار ہو۔''

احتکار کے معنی ہیں کھانے پینے کی چیزوں کے بیچنے سے اس لئے روک لینا کہ جب مہنگی ہوگی تب فروخت کریں گے۔اس طرح مال کا اسٹاک کر لینا اور جب تک خوب مہنگائی نہ آجائے، بیچنے سے رکے رہنے کو حدیث پاک میں منع کیا گیا ہے۔حضور پاکؐ نے فرمایا کہ ایسی حرکت کوئی بڑا گنہگار آدمی ہی کر سکتا ہے۔

لہٰذا ہر تاجر کو اس گناہ سے بچنے کے لئے رزق کی چیزوں کا احتکار کرنے سے رک جانا چاہئے اور اللہ تعالیٰ

کی مخلوق کی مجبوری اور ضرورت کا بے جا فائدہ نہیں اٹھانا چاہئے۔

(218) سورہ ھود کا اثر

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ اَبُوْبَکْرٍ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَدْ شِبْتَ قَالَ شَیَّبَتْنِیْ ھُوْدٌ وَالْوَاقِعَۃُ وَ الْمُرْسَلٰتُ وَعَمَّ یَتَسَآءَ لُوْنَ وَاِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ۔ (مشکوۃ شریف، باب البکاء والخوف)

ترجمہ: ''حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہا ابو بکرؓ نے اے اللہ کے رسولؐ آپ نے فرمایا مجھ کو سورہ ہود، سورہ واقعہ، سورہ مرسلات، عَمَّ یَتَسَآءَ لُوْنَ اور وَاِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ نے بوڑھا کر دیا۔''

صحابیٔ رسولؐ پوری فکر و توجہ سے آپؐ کے ارشادات کو سننے اور آپؐ کی زیارت میں مشغول ہوتے ایسے ہی کسی موقع پر حضرت ابو بکر صدیقؓ کی نظر آپؐ پر پڑی ہوگی تو انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول آپؐ بوڑھے ہو گئے یعنی آپؐ پر اتنی جلدی بڑھاپے کا اثر کیسے ہو گیا؟ حضور اکرمؐ نے فرمایا۔ قرآن مجید کی سورہ ہود، سورہ واقعہ، سورہ مرسلت، سورہ نباء اور سورہ اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ نے مجھ پا بڑھاپے والا اثر ڈال دیا۔

امت کے بھی لوگوں کے لئے سوچنے کی بات ہے کہ صاحب قرآن یعنی جن پر قرآن مجید کا نزول ہوا ان پر قرآن مجید کی ان سورتوں کا یہ اثر ہوا کہ بہت جلد آپؐ پر بڑھاپے کی علامتیں ظاہر ہونے لگیں۔ ان سورتوں میں زیادہ تر قیامت، میدان محشر کے احوال اور حشر و حساب کا بیان ہے جنت کی نعمتوں اور جہنم کی بھیانک سزاؤں کا بھی ذکر ہے، ہمیں بھی ان سورتوں کو کثرت سے پڑھتے رہنا چاہئے تا کہ حشر و حساب کے احوال اور قیامت کے بھیانک مناظر سے واقفیت ہو۔ دلوں میں اللہ کا خوف ہو، ان سورتوں

میں کہیں کہیں ایسے احوال بھی بیان کئے گئے ہیں جن کو پڑھ کر پڑھنے والے پر بے قراری اور رقت طاری ہوتی ہے جس سے رونا آتا ہے اور اہل ایمان مردوں عورتوں سے یہ چیز مطلوب بھی ہے کہ وہ قرآن مجید پڑھیں اور رقت وخشیت ان پر طاری ہو۔ خوف الٰہی سے ان کو رونا بھی آئے۔

(219) عمل قوم لوط

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ وَجَدْ تُمُوْهُ يَعْمَلُ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ فَاقْتُلُوا الْفَاعِلَ وَالْمَفْعُوْلَ بِهٖ۔ (ترمذی شریف، اَبْوَابُ الْحُدُوْد)

ترجمہ: ''حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جس کسی کو تم ''قوم لوط'' کے عمل کے جیسا عمل کرتے ہوئے پاؤ تو قتل کرو فاعل (کرنے والے) اور مفعول (کرانے والے) دونوں ہی کو۔''

حضرت لوطؑ کی قوم اس فعل بد میں بہت زیادہ ملوث تھی اسے ہم جنسی کا فعل بھی کہتے ہیں کہ آدمی آدمی سے صحبت کرے یعنی آدمی جو فعل اپنی بیوی سے کرتا ہے ویسے ہی کوئی آدمی کسی آدمی سے کرے جسے HOMO-SEXUALITY انگریزی میں کہا جاتا ہے، یہ اتنا بھیانک اور گھناؤنا فعل ہے کہ اس کی وجہ سے ایک پوری کی پوری قوم تباہ و برباد کر دی گئی اس قوم کو ہم اور آپ ''قوم لوط'' کے نام سے جانتے ہیں ان کے تباہی و بربادی کے قصہ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بڑی تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ اس برے کام کے کرنے والے اور کرانے والے دونوں کے قتل کرنے اور جان سے مار ڈالنے کا حکم حدیث شریف میں دیا گیا ہے، اسلامی حدود قائم کرنے والی سلطنتیں دنیا میں اب رہی نہیں سوائے ایک سعودیہ عربیہ کی حکومت کے جبکہ سو سے اوپر مسلم حکومتیں دنیا میں موجود ہیں لیکن یہ حکومتیں ''حدود اللہ'' کی کوئی پرواہ نہیں کرتیں یہ بڑے افسوس کا مقام ہے۔

حضرت لوطؑ کی قوم کا جو برا فعل ہے اس سے یہ امت پورے طور پر بچ نہیں سکی ہے اور اس حرام و پلید کام میں بہت سے لوگ پھنسے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پوری امت کو اس ناپاک کام سے محفوظ رکھے۔ امت کے افراد کو خود بھی اس کے بھیانک انجام اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا خیال کر کے اس برے اور خراب کام سے دور رہنا چاہئے ورنہ ڈر ہے کہ کہیں ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے گھیرے میں نہ آجائیں۔

(220) ہم جنسی کا فعل

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِیْلٍ اَنَّہٗ سَمِعَ جَابِرًا یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَخَافُ عَلٰی اُمَّتِیْ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ۔ (ترمذی شریف، اَبْوَابُ الْحُدُوْد)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن محمد بن عقیل سے روایت ہے کہ انہوں نے جابرؓ سے سنا کہ ارشاد فرمایا رسولؐ نے کہ میں اپنی امت پر سب سے زیادہ جس چیز سے ڈرتا ہوں ''وہ قوم لوط'' کا عمل ہے۔''

اس حدیث شریف میں حضور اکرمؐ نے اپنی امت پر جس کام کے سب سے زیادہ خطرے کا اظہار فرمایا ہے وہ عمل ''قوم لوط والا عمل'' ہے۔ آج دنیا میں بہت سی حکومتوں نے بھی '' آدمی آدمی سے اپنی خواہش پوری کرے'' ۔اس کام کو قانون کی بندش سے آزاد کر دیا ہے۔ برطانیہ و امریکہ اور دوسرے یورپی ممالک میں یہ مصیبت بہت ہی پھیلتی جا رہی ہے۔ بعض ملعون تو اس کے فوائد بھی بیان کرتے ہیں۔ اللہ کی لعنت ہو ان پر اس بات کا برابر خطرہ بنا ہوا ہے کہ یہ لوگ دیر سویر ملکی اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی لعنت اور عذاب کے گھیرے میں نہ آجائیں، اللہ اہل ایمان کو محفوظ فرمائے آمین۔

ہم یہاں یہ بھی لکھنا چاہیں گے کہ اس زمانہ میں بہت سے غلط جملے لوگوں کی زبانوں پر چڑھ جاتے ہیں

جن کی اصلاح بڑی مشکل سے ہوتی ہے جیسے کہ ہمارے زمانے میں ''عمل قوم لوط'' کولوطی فعل یا لواطت کہا جاتا ہے۔ پڑھے لکھے لوگ یہاں تک کہ علماء اور حکماء بھی اس فعل بد کو لوطی فعل کہتے ہیں ''لوطی'' کے معنی ہوئے ''لوط'' والا فعل'' اس سے اللہ کے نبی کی، جانے انجانے میں بے ادبی ہوتی ہے۔ اس لئے اس گندے اور خراب فعل کو ''عمل قوم لوط'' یا ''فعل بد'' کہا جائے ان کے علاوہ دوسرے اور بہت سے الفاظ ہو سکتے ہیں۔

اللہ کے تمام نبیوں اور رسولوں کی تعظیم لازم ہے۔ میں نہیں کہتا کہ جان بوجھ کر کوئی ایسا لفظ استعمال کرتا ہے بلکہ ایک غلط لفظ شروع میں کسی کی زبان سے چل پڑا ہوگا اور بعد میں لوگ اسی طرح بولتے لکھتے رہے لیکن غلطی معلوم ہونے پر اصلاح کرنے میں کیا حرج ہے؟

ترمذی شریف کے حوالہ سے **ابواب الحدود** کی جو دونوں حدیثیں ہم نے اوپر نقل کی ہیں ان کے عربی متن پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ حدیث شریف میں اس فعل بد کے لئے لوطی فعل یا لواطت کا لفظ استعمال کرنے کے بجائے ''عمل قوم لوط'' کا لفظ حضور پاکؐ نے ارشاد فرمایا ہے۔ لہٰذا ہم سب پر لازم ہے کہ اپنی غلطی کی اصلاح کر ہی لیں۔

(221) روزہ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ الصَّوْمُ لِیْ وَ اَنَا اَجْزِیْ بِهٖ يَدَعُ شَهْوَتَهٗ وَ اَكْلَهٗ وَ شُرْبَهٗ مِنْ اَجْلِیْ وَ الصَّوْمُ جُنَّةٌ وَلِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ حِيْنَ يُفْطِرُ وَفَرْحَةٌ حِيْنَ يَلْقٰى رَبَّهٗ ۔ (بخاری شریف: کتاب التوحید)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا نبیؐ نے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں روزہ خاص میرے لئے رکھا جاتا ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ روزہ رکھنے والا اپنی خواہش کی چیزیں اور کھانا پینا میری رضا کے لئے چھوڑ دیتا ہے اور روزہ گناہوں سے بچانے والا ہے۔ روزہ دار کو دو خوشیاں حاصل ہوتی ہیں ایک خوشی افطار کے وقت اور دوسری خوشی اپنے رب سے ملاقات کے موقع پر۔''

رمضان کا مہینہ جیسے جیسے قریب آیا ہے تو علماء کرام واعظین ، ائمہ حضرات اور اہل علم رمضان المبارک کے فضائل بیان کرتے ہیں اور اس کی خوبیوں وخصوصیات کی وضاحت کرتے ہیں، بڑی حد تک امت الحمدللہ اس سے واقف بھی ہے۔ اس حدیث شریف میں روزہ کی فضیلت میں ایک ایسی بات کہی گئی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے شایان شان ہے۔ حضور اکرمؐ نے امت سے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بیان فرمایا ہے۔

''روزہ صرف میرے لئے ہے اور میں ہی اپنے بندہ کو روزہ کا بدلہ اور ثواب عطا کروں گا۔''

اللہ رب العزت کے اس ارشاد سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ روزہ کی جزا بے انتہا اور بے حد وحساب ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ روزہ کی نیت صرف اللہ کے لئے کی جائے اور اسی کے نام پر روزہ رکھا جائے۔ اہل ایمان کے علاوہ مشرک قومیں بھی الٹا سیدھا روزہ رکھتی ہیں نہ ان کے کھانے پینے کے اوقات صحیح ہوتے ہیں اور روزہ کی صحیح شکل بھی نہیں ہوتی روزہ بھی رکھتے ہیں اور اناج چھوڑ کر باقی سب کھاتے پیتے بھی رہتے ہیں۔ بہر حال مشرکوں کے یہاں بھی روزہ کی کچھ نہ کچھ شکل ہے۔ کوئی ''اپاس'' کہتا ہے اور کسی نے ''برت'' نام رکھا ہے مگر یہ سب روزے اجر کا ذریعہ نہیں ہیں۔ جاہل مسلمانوں اور اہل بدعت نے بھی روزہ کی ایک اور قسم ایجاد کر لی کہ یہ لوگ غیر اللہ کے لئے روزہ رکھنے لگے کسی نے پیر کے نام کا روزہ رکھنا شروع کر دیا، کوئی غریب نواز کے نام سے روزہ رکھنے لگا یہ کھلا ہوا شرک ہے جس طرح اللہ

کے علاوہ کسی اور کو سجدہ کرنا حرام ہے ویسے ہی غیر اللہ کے نام پر روزہ رکھنا بھی حرام ہے۔ لہٰذا اہل علم اور سمجھدار مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ جاہل مسلمان مردوں اور عورتوں کو غیر اللہ کے نام پر روزہ رکھنے سے روکیں۔

روزہ کی حقیقت ہے خواہشات نفسانی کو دھکا دینا، کھانے پینے سے بھی دور رہنا روزہ کے اوقات میں، اللہ کی نافرمانی اور گناہوں سے بچانے کے لئے اور عذاب جہنم سے محفوظ رہنے کے لئے روزہ ایک ڈھال ہے یعنی بچاؤ کا ذریعہ ہے۔ روزہ افطار کے وقت روزہ دار کو جو فرحت اور خوشی ہوتی ہے وہ جگ ظاہر ہے ہر روزہ دار اس خوشی کو جانتا ہے۔ دوسری خوشی روزہ دار کو اپنے رب کے دربار میں حاضری کے موقع پر ہوگی۔

(222) خوش خبری پر سجدہ میں گر پڑو

عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اَتَاہُ اَمْرٌ فَسُرَّ بِہٖ فَخَرَّ سَاجِدًا۔

(ترمذی شریف۔ اَبْوَابُ الْجِھَادِ، بَابُ مَاجَآءَ فِیْ سَجْدَۃِ الشُّکْرِ)

ترجمہ: ''حضرت ابوبکرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ کو کسی کام کی کوئی خوش خبری ملتی تو آپؐ خوش ہوتے اور سجدہ شکر ادا فرماتے۔ (یعنی سجدہ میں گر پڑتے)''

انبیاء، مرسلین اور صلحاء کی یہ صفت بتائی گئی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی آیتیں ان پر پڑھی گئیں تو وہ سجدہ میں جا گرے، سجدہ اللہ تعالیٰ کے تقرب اور نزدیکی کا ذریعہ بھی ہے، سجدہ نماز میں بھی ہوتا ہے اور تلاوت کا بھی سجدہ ہوتا ہے یعنی قرآن مجید میں سجدہ کی آیت جب پڑھی جاتی ہے تو پڑھنے اور سننے والوں پر سجدہ کرنا واجب ہے اور یہ کل چودہ مقامات ہیں۔ اس حدیث شریف میں ''سجدۂ شکر'' کا ذکر ہے۔ حضور اکرمؐ

کو جب کوئی خوش خبری سنائی جاتی تو رسولؐ شکرانہ کے طور پر سجدہ فرماتے۔ حدیث شریف میں "خَرَّسَا جِدًا" کا لفظ آیا ہے۔ جس کے معنی ہیں کہ آپؐ فوراً سجدہ میں گر پڑتے اور خَرَّ کے معنی ہی یہی ہیں کہ آدمی ایک دم سے بے اختیار ہو کر پیشانی سجدہ میں اللہ کے سامنے ڈال دے۔

ہم اہل ایمان کو اس حدیث سے یہ نصیحت ملتی ہے کہ ہم میں سے جب بھی کسی کو کوئی خوشی اور مسرت کا موقع حاصل ہو تو وہ اللہ کے لئے سجدہ شکر ادا کرے جیسے کسی کے یہاں اولاد کی پیدائش ہو، یا کوئی روزی روٹی سے لگ جائے، شادی طے ہو جائے، تجارت اور کاروبار میں برکت اور کشادگی ہو، یا کاروباری نقصان سے بچ جائے اس طرح کے اور بھی بہت سے خوشی اور مسرت کے مواقع ہیں جو اللہ کے عطا فرمانے سے ہی بندہ کو ملتے ہیں تو اہل ایمان کو چاہئے کہ کسی اور طرح سے مسرت اور خوشی ظاہر کرنے کے بجائے اللہ کی رضا کے کام کر کے اور سجدۂ شکر ادا کر کے اپنی خوشی ظاہر کرے تا کہ دنیا کی کامیابی ملنے کے ساتھ ساتھ بندہ کو آخرت کی بھی کامیابی ملے، سجدۂ شکر ادا کرنا رسول اللہؐ کی ایسی سنت ہے جو بہت سے مسلمانوں کو معلوم نہیں اور یہ امت محمدؐیہ کے لئے بڑے افسوس کا مقام ہے۔

(223) ذکر خفی اور ذکر جلی

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ یَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ وَاَنَا مَعَهٗ اِذَا ذَکَرَنِیْ فَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ نَفْسِهٖ ذَکَرْتُهٗ فِیْ نَفْسِیْ وَ اِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ مَلَاءٍ ذَکَرْتُهٗ فِیْ مَلَاءٍ خَیْرٍ مِّنْهُمْ وَ اِنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ بِشِبْرٍ تَقَرَّبْتُ اِلَیْهِ ذِرَاعاً وَ اِنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ ذِرَاعاً وَ اِنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ ذِرَاعاً تَقَرَّبْتُ اِلَیْهِ بَاعاً وَ اِنْ اَتَانِیْ یَمْشِیْ اَتَیْتُهٗ هَرْوَلَةً۔ (بخاری شریف، کتاب التوحید)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہؓ نے روایت کیا ہے کہ فرمایا نبی کریمؐ نے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں، میں

اپنے بندے کے ساتھ ہوں جب وہ مجھے یاد کرے مجھے اپنے پاس ہی پائے گا، اگر بندہ اپنے جی اور دل میں مجھے یاد کرے تو میں بھی اسے اپنے نفس میں یاد کرتا ہوں اور اگر کسی جماعت میں یا لوگوں کے سامنے میرا ذکر کرے تو میں اس جماعت سے بہتر جماعت (فرشتوں) کے بیچ اس کا تذکرہ کرتا ہوں، اگر بندہ ایک بالشت مجھ سے قریب ہو تو میں ایک ہاتھ اس سے قریب ہو جاتا ہوں اگر وہ مجھ سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے تو میں ایک باع یعنی دونوں ہاتھوں کے پھیلانے کے برابر اس کے قریب ہو جاتا ہوں اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِىْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿205﴾

ترجمہ: ''اور اپنے رب کو عاجزی سے گڑگڑا کر اپنے جی میں یاد کرتے رہو اور خوف سے چپکے چپکے دھیمی آواز سے صبح و شام اس کا ذکر کرتے رہو اور کبھی غفلت میں پڑے لوگوں کے ساتھ نہ ہونا۔''

(7۔الاعراف، آیت: 205)

جی کے جی میں چپکے چپکے پوشیدہ طور پر اللہ کا ذکر ایک بڑا اہم وصف ہے جو عام طور سے اہل ایمان کے اندر پایا جاتا ہے اور اگر کوئی مومن یادِ الٰہی کے وصف سے محروم ہو تو اسے اللہ کے ذکر میں مشغول ہونے کی کوشش کرنا چاہئے اور جی کے جی میں اللہ کو یاد کرنے کی عادت ڈالے، اللہ کا ذکر ہلکی آواز سے بھی کر سکتا ہے اور زور کی آواز سے بھی کر سکتا ہے لیکن بہت زیادہ چیخ کر اور چلا کر اللہ کا ذکر کرنا پسندیدہ نہیں ہے۔

اس حدیث شریف میں یہ بتایا گیا ہے کہ کوئی بندہ مومن اپنے قلب اور جی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرلے تو اللہ تعالیٰ بھی اسے یاد رکھیں گے اور اگر بندہ لوگوں کے سامنے، پبلک کی موجودگی میں اللہ کا ذکر کرے۔ اسکی حمد وثناء بیان کرے، اس کی وحدانیت اور اکیلا معبود ہونا بیان کرے، کتاب اللہ یا احادیث رسول اللہ کا درس دے یا عام وعظ ونصیحت کرے یہ سب ذکر اللہ میں ہی شامل ہیں۔ لہٰذا جب کوئی شخص عوام کے سامنے اللہ کو یاد کرتا ہے تو رب تعالیٰ شانہٗ فرشتوں کی جماعت میں ایسے بندہ کا تذکرہ فرماتے ہیں۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ، سُبْحَانَ اللّٰہ۔ کیا بڑی بشارت ہے، اور اگر کوئی بندہ ایک بالشت بھر اللہ کے قریب آنے کی کوشش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بندہ کے ایک بالشت سے کئی گھنا زیادہ قریب ہو جاتے ہیں ویسے اس حدیث میں ایک ذراع یعنی ایک ہاتھ بھر قریب ہونے کا اشارہ دیا گیا ہے، اور اگر کوئی اللہ کی رضا اور خوشی حاصل کرنے کے لئے ایک ذراع کے برابر کوشش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اپنی رحمت کی بانہیں پھیلا دیتے ہیں اور جو شخص دوڑ کر اللہ کے قریب ہو جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ؕ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ﴿90﴾

ترجمہ: ’’یقیناً یہ سب لوگ بھلے کاموں میں دوڑ کر چلتے تھے اور ہم کو امید و خوف میں بڑے شوق سے دعا میں پکارتے رہتے تھے اور ہماری محبت اور خوف میں ان کے دل پگھل جاتے تھے۔‘‘

(21۔الانبیاء، آیت: 90)

قرآن مجید میں ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ
اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿133﴾

ترجمہ: ’’اور دوڑ کر چلو اپنے رب اور مغفرت کی اور اس جنت کی طرف جس کی چوڑان آسمانوں اور

زمین جیسی ہے تیار کردی گئی ہے پرہیزگاروں کے لئے۔"

(3۔آل عمران، آیت: 133)

حدیث پاک کے پورے متن اور ترجمہ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن بندہ اگر اللہ تعالیٰ کا تقرب اور نزدیکی حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے تو جتنا بندہ کوشش کرتا ہے اس سے کئی گنا زیادہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنا تقرب عطا فرما دیتے ہیں اور بندہ کے قریب اور نزدیک ہو جاتے ہیں اور ہر طرف سے بندہ کی جھولی اللہ کے رحمت سے بھر جاتی ہے۔

(224) عرش کے سایہ میں

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَنْظَرَ مُعْسِرًا اَوْ وَضَعَ لَهٗ اَظَلَّهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِهٖ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ۔

(ترمذی شریف، اَبْوَابُ الْبُيُوْعِ، بَابُ مَا جَاءَ فِیْ اِنْظَارِ الْمُعْسِرِ وَالرِّفْقِ بِهٖ)

ترجمہ: "روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ سے انہوں نے کہا کہ فرمایا رسول اللہؐ نے جو شخص کسی تنگدست قرضدار کو مہلت دے یا قرض معاف کر دے تو اللہ تعالیٰ قیامت میں ایسے شخص کو اپنے عرش کے سایہ میں جگہ دیں گے جس دن عرش کے سایہ کے علاوہ کہیں سایہ نہ ہوگا۔"

قرض ایک ایسی بلا اور مصیبت ہے کہ قرضدار اس کی وجہ سے دن میں ذلیل اور بے عزت ہوتا ہے، رات کو غمگین ہوتا ہے کسی طرح بھی اسے چین نہیں ملتا۔ نبی پاکؐ نے دعا مانگی ہے اللہ تعالیٰ سے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ۔ (اے اللہ بیشک میں آپ کی پناہ میں آیا قرض کے بوجھ سے اور لوگوں کی غضبناک نگاہوں سے مجھے بچا لیجئے) قرضدار کی حالت بسا اوقات تو مریضوں سے بھی

بدتر اور بری ہوتی ہے اللہ تعالیٰ ہر مومن کو اس بلا سے محفوظ رکھے۔ قرآن مجید میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔

وَاِنۡ كَانَ ذُوۡ عُسۡرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيۡسَرَةٍ ‌ؕ وَاَنۡ تَصَدَّقُوۡا خَيۡرٌ لَّكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿280﴾

ترجمہ: ''اور اگر کوئی تنگدست ہو تو فراغت تک اس کو ڈھیل دینا چاہئے اور اگر قرض معاف کر دو تو تمہارے لئے بہتر ہو گا اگر تم کو سمجھ ہو۔''

(2۔البقرۃ، آیت: 280)

قرآن مجید اور حدیث شریف دونوں میں ہی اس بات کی ترغیب دی گئی ہے کہ قرضدار اگر تنگدست ار پریشان حال ہو تو اسے مہلت دی جائے اور اس کا پیچھا نہ کیا جائے یہاں تک کہ اسے سہولت اور آسانی حاصل ہو، اور اگر قرض پورا کا پورا معاف کر دیا جائے یا آدھا پونا معاف کر دیا جائے تو نیکیوں میں سے بڑی نیکی ہے اور معاف کرنے والے کے لئے حدیث میں یہ بشارت ہے کہ قیامت کے دن اس کو عرش کا سایہ نصیب ہو گا جبکہ عرش کے علاوہ اور کوئی سایہ کی جگہ نہ ہو گی۔ دنیا میں طرح طرح کے سائے ہیں مکان کا سایہ ہے، چھت کا سایہ ہے، پہاڑ اور درخت کا سایہ ہے مگر یہ سب سائے عارضی اور ختم ہو جانے والے ہیں مگر عرش کا سایہ دائمی ہے ہمیشہ رہنے والا ہے۔ رعش کا سایہ جسے مل گیا یہ بڑی خوش قسمتی کی بات ہے، پس مالدار لوگوں کو اللہ کا شکر گذار ہونا چاہئے کہ ان کے دیئے ہوئے قرض میں جو آدمی پھنس گیا اور نکل نہیں پا رہا ہے تو مالدار لوگ اس موقع کو ہاتھ سے جانے نہ دیں، قرضدار کو ڈھیل دے کر یا قرض معاف کر کے حدیث شریف میں دی گئی بشارت کے پانے کی پوری کوشش کریں نیکیوں میں ہم لوگوں کا ذہن چھوٹے چھوٹے مسائل میں بہت الجھ گیا ہے۔ یہ بات اپنی جگہ صحیح بھی ہے، لوگ ایک ہاتھ سے مصافحہ یا دو ہاتھ سے مصافحہ پر لڑ پڑتے ہیں جھگڑے کر کے مسجدیں الگ الگ بنا لیتے ہیں مگر بہت سے مسائل جو کسی انسان کی زندگی کو بنا دیں ان کی معلومات بھی نہیں ہے، لوگ جانتے بھی نہیں کہ اس میں

کیسے ثواب ہیں پس قرضداروں کومعافی دینے کی عادت مالدار لوگ ڈالیں یہ ان کے لئے بڑے مرتبہ کی بات ہے۔

(225) دل کی مالداری

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اَنَّہٗ کَانَ یَقُوْلُ۔ ''اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُکَ الْھُدٰی وَالتُّقٰی وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰی۔'' (مسلم شریف، کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ یہ دعا مانگتے تھے کہ اے اللہ تجھ سے میں ہدایت مانگتا ہوں، گناہوں سے بچنے کی طاقت، پاکدامنی اور دل کی مالداری کا بھی سوال کرتا ہوں۔''

اس حدیث میں حضور اکرمؐ نے اپنی امت کو یہ تعلیم دی ہے کہ آدمی اپنی ہر طرح کی ضرورتوں کی پوری کرنے کی دعا اللہ تعالیٰ سے مانگے انسانی ضرورتیں ہزار ہا ہزار ہیں ان ضرورتوں میں سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ انسان کو ہدایت یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا سیدھا اور سچا راستہ مل جائے، زندگی کی راہ اگر سیدھی ہوگئی اور آدمی ہدایت کی راہ پر چل پڑا تو یہ اس کی بڑی خوش قسمتی ہے۔ لوگ عارضی دینے والی چیزوں کی طلب میں مشغول رہتے ہیں اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے ہدایت طلب کرنے کی تعلیم دی ہے اور دعاء بتائی ہے اور خود بھی اللہ تعالیٰ سے ہدایت کا سوال کیا ہے۔ اس دعاء میں دوسری چیز جو اللہ تعالیٰ سے مانگی گئی ہے وہ تقویٰ ہے یعنی گناہوں سے بچنے کی طاقت، اللہ کی نافرمانی سے بچنے کی قوت اور ہمت۔ تیسری چیز جو طلب کی گئی ہے وہ عفاف یعنی پاکدامنی ہے کہ آدمی اپنی شرمگاہ اور نگاہوں کی حفاظت کرے اور گناہ کے کام میں پڑنے سے الگ رہے۔ اس میں انسان کتنی بھی کوشش کرے بچ نہیں سکتا جب تک کہ اللہ کی مدد شامل حال نہ ہو اس لئے دعاؤں میں بھی آدمی اللہ تعالیٰ سے صاف ستھری اور بے گناہی کی زندگی گذارنے کی بھی طلب کرتا رہے۔ چھوتھی بات

جس کی دعا اللہ تعالیٰ سے کی گئی ہے وہ غنیٰ یعنی مالداری ہے اللہ تعالیٰ سے مال کا اور روزی کا بھی سوال کرے۔ مال اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے ہمارے دور میں بعض مبلغین اور واعظین مال کی اتنی تحقیر اور تذلیل کرتے ہیں کہ گویا مال کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور وہ حقارت و ذلت کی ہی چیز ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ مال زندگی کا سامان ہے۔ رب تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْۤ اٰتٰىكُمْ ؕ

ترجمہ: ''اور اللہ نے تم کو جو مال عطا فرمایا ہے اس میں سے ان لوگوں کی مدد بھی کرو۔''

اگر آپ کے پاس مال ہی نہ ہوگا تو پھر کسی کی مدد کیسے کر سکیں گے؟ کیا کسی قرضدار کی گردن چھڑا لیں گے؟ ماں باپ کی خدمت کے لئے پیسہ کہاں سے خرچ کر سکیں گے؟ بعض لوگوں کے بوڑھے ماں باپ آٹھ آٹھ دس دس برسوں تک بیماری کے سبب بستر پر پڑے رہتے ہیں ان کی خدمت دوا علاج پیسے کے بغیر کس طرح ہو سکتے ہیں؟ ہر کسی کو معلوم ہونا چاہئے کہ پیسے کا کام پیسہ ہی کرتا ہے اگر پیسہ نہ ہو تو کیا کوئی حج کرلے گا؟ کسی بیوہ کے سر دوپٹہ ڈال سکے گا؟ کسی یتیم کی کفالت کر سکے گا؟ کسی کو تعلیم دلا سکے گا؟ یا کسی کا علاج اور آپریشن وغیرہ کرا سکے گا؟

مال اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے البتہ وہ مال انسان کو غفلت میں ڈال دے اور غلط راستوں پر لے جائے، لہو ولعب کھیل تماشے میں لگا دے، عیش وعشرت میں پھنسا دے ایسا مال یقیناً بلا اور مصیبت ہے لیکن اگر مال ہر طور پر بری چیز ہوتی تو کیا رسول اللہ ﷺ دل کی مالداری کی دعا کرنے کی تعلیم دیتے؟ امام ترمذیؒ نے اپنی کتاب ترمذی شریف میں ''اَحَادِيْثُ شَتّٰى مِنْ اَبْوَابِ الدَّعْوَاتِ'' کے تحت حضرت علیؓ سے روایت نقل کی ہے کہ ایک غلام حضرت علیؓ کے پاس آیا اور یہ شکایت کی کہ میں قرض ادا کرنے سے عاجز ہو گیا ہوں۔ آپ میری مدد کیجئے۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ میں تجھے ایسی دعا سکھاتا

ہوں جو مجھے رسول اللہؐ نے سکھائی ہے اگر تجھ پر صیر نام کے پہاڑ کے برابر بھی قرض ہو تو اللہ تعالیٰ تجھ سے ادا کرادیگا۔ وہ دعا یہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ ۔

ترجمہ: ''یا اللہ مجھے حلال روزی دے کر حرام سے بچالے اور مجھ پر اپنی مہربانیاں فرما کہ میں آپ کے سوا کسی غیر کا محتاج نہ رہوں۔''

پس واعظین اور مبلغین کو بھی احتیاط برتنی چاہیئے کسی بھی امر اور حکم شرعی بیان کرنے میں زیادتی نہ کریں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ①

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسولؐ سے آگے بڑھ کر بات نہ کرو، اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، بیشک اللہ سب کچھ سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔''

(49۔الحجرات، آیت: 1)

جو لوگ ہر طرح سے مال کی برائی اور مذمت کرتے ہیں انہیں سمجھنا چاہیئے کہ بعض عبادات کا تعلق مال سے ہے، جیسے، حج، زکوٰۃ، نفلی صدقہ و خیرات، صدقہ فطر قربانی وغیرہ بس ہم سب کو اللہ تعالیٰ سے ہدایت، تقویٰ، پاکدامنی اور مالداری و غنیٰ کی دعا کرنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں مشکلات سے بچائے اور دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائے۔

(226) شیطان کی پھونک کا توڑ ذکر اللہ میں

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ یَبْلُغُ بِہِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ قَالَ یَعْقِدُ الشَّیْطٰنُ عَلٰی قَافِیَۃِ رَأْسِ اَحَدِ کُمْ ثَلٰثَ عُقَدٍ اِذَا نَامَ، بِکُلِّ عُقْدَۃٍ یَضْرِبُ عَلَیْکَ لَیْلًا طَوِیْلًا، فَاِذَا اسْتَیْقَظَ فَذَکَرَ اللّٰہَ، انْحَلَّتْ عَنْہُ عُقْدَۃٌ فَاِذَا صَلّٰی انْحَلَّتِ الْعُقَدُ فَاَصْبَحَ نَشِیْطًا طَیِّبَ النَّفْسِ وَاِلَّا اَصْبَحَ خَبِیْثَ النَّفْسِ کَسْلَانَ۔ (مسلم شریف، کتابُ صلوۃ المسافرین)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے انہیں یہ خبر پہنچی کہ فرمایا نبیؐ نے کہ جب انسان سوجاتا ہے تو شیطان اس کے دماغ پر تین گرہیں لگاتا ہے اور ہر ایک گرہ پر یہ پھونک دیتا ہے کہ ابھی رات بہت ہے، لیکن جب انسان جاگتا ہے اور اللہ کا ذکر کرتا ہے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے۔ پھر جب وضو کرتا ہے تو دو گرہیں کھل جاتی ہیں اس کے بعد جب وہ صبح کی نماز ادا کرتا ہے تو سب گرہیں (بندھن) کھل جاتی ہیں پھر وہ شخص صبح کو ہشاش بشاش اور خوش مزاج ہو کر اٹھتا ہے نہیں تو پھر وہ گندہ دل اور سست رہتا ہے۔''

نیند اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے چاہے دن میں ہو یا رات میں ہو۔ مخلوق کے لئے نیند ایسا تحفہ ربانی ہے کہ اگر یہ نہ ہو تو لوگ پاگل ہو جائیں گے پیغمبروں نے اپنی اپنی امت کو یہ تعلیم دی کہ جب سوئیں تو بھلی طرح اور انسانوں کے جیسا سوئیں اور اس نعمت کی قدر کریں دل و زبان سے اللہ کی حمد و ثنا بیان کریں اور اس نعمت کے پانے پر جذبہ تشکر کا اظہار کریں۔

حدیث شریف میں بتایا گیا کہ کہ انسان جب سوتا ہے تو شیطان اس کے دماغ پر تین گرہیں لگا دیتا ہے، اور ہر گرہ لگانے پر یہ پھونک دیتا ہے کہ ابھی رات بہت ہے۔ شاید اسی شیطانی اثر کی وجہ سے برے برے خواب دکھتے ہوں اور غافل لوگ دن چڑھے تک سوتے رہتے ہوں، جبکہ مومن کو صبح سویرے اٹھ

کر نماز فجر ادا کرنا چاہئے اور پھر اپنے دن کے کام کاج کی تربیت بنانا چاہئے لیکن جو بے مقصد لوگ ہوتے ہیں ان کے لئے گویا کوئی قائدہ قانون ہے ہی نہیں۔ رات کے آخری وقت میں یا نماز فجر کے وقت اٹھنے کا آدمی ارادہ کرے تو وہ اٹھ ہی جاتا ہے اور نصرت الٰہی بھی اس کی معاون ہوتی ہے مگر جو خود ہی غافل ہو کر سوتا ہے وہ شیطان کے پھندے میں پھنس ہی جاتا ہے اور شیطان تو تھپکی دیتے ہی رہتا ہے کہ سو جا ابھی رات بہت لمبی ہے، تھوڑی دیر اور تھوڑی دیر اور کی لوری بھی سناتا رہتا ہے ایسا کرتے کرتے شیطان اس آدمی کی رات کی عبادت بھی اور نماز فجر بھی چھڑوا دیتا ہے، شیطان رات کو سوتے وقت انسان کے دماغ پر جو تین گرہیں لگا دیتا ہے ان کو کھولنے کے لئے اللہ کا ذکر ہی سب سے بڑا ہتھیار ہے۔ سو کر اٹھتے ہی اللہ کا نام لے، شکر ادا کرے تو پہلی گرہ کھل گئی، وضو اور تہارت کیا دوسری گرہ کھل گئی، اور جب فجر کی نماز ادا کر لی تو اب سب گرہیں کھل گئیں اور شیطان کے سب بندھن سے آدمی آزاد ہو گیا پھر ایسا آدمی ہشاش بشاش اور چاق و چوبند ہو جاتا ہے، دل و دماغ کی گندگی سستی اور کسل دور ہو جاتا ہے لیکن جس آدمی نے یہ تینوں کام نہیں کیے وہ شیطان کے بندھن سے آزاد نہیں ہوتا دن بھر اس پر خباثت، سستی اور کسل چھائی رہتی ہے۔ لہٰذا مومنوں کو چاہئے کہ وہ ذکر اللہ کو اپنے لئے ڈھال بنائیں۔ سوتے وقت بھی لیٹے لیٹے ذکر اللہ میں مشغول رہیں یہاں تک کہ نیند آ جائے تو اللہ کی نصرت سہارا دیتے ہی رہتی ہے۔

(227) تھکے بھی اور آرام بھی کیا

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَخَذَ مَضْجَعَهُ مِنَ اللَّيْلِ وَضَعَ يَدَهُ تَحْتَ خَدِّهِ ثُمَّ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ أَمُوْتُ وَأَحْيَا وَإِذَا اسْتَيْقَظَ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُوْرُ۔ (بخاری شریف، کتاب الاستئذان)

ترجمہ: ''حضرت حذیفہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریمؐ جب رات کو آرام فرماتے تو اپنا ہاتھ اپنے گال کے نیچے رکھ لیتے پھر یوں کہتے! یا اللہ میرا مرنا اور جینا دونوں تیرے مبارک نام سے ہیں، اور جب سو کر اٹھتے تو کہتے! شکر ہے اس اللہ کا جس نے ہم کو مار کر پھر جلایا (سلا کر پھر جگایا) اور اسی کی طرف ہم کو قیامت کے دن اٹھ کر جانا ہے۔''

اس حدیث مبارک میں رات کے وقت رسول اللہؐ کے سونے اور آرام فرمانے کی کیفیت اور حالت کا تذکرہ ہے۔

معلوم ہوا کہ نبی کو نیند آتی ہے اور تھکان پر اسے آرام کرنے کی ضرورت ہوتی ہے، جو لوگ انبیاء اور مرسلین کو خدا بنائے بیٹھے ہیں یا خدا کا شریک بتاتے ہیں اور انبیاء کو بشریت سے خارج کر کے الوہیت میں داخل کرتے ہیں اس طرح ان کے خداؤں کی فہرست بڑی لمبی ہو جاتی ہے، ایسے خبیثوں کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ نے اپنی کتابیں نازل فرمائیں زمین پر بسنے والے انسانوں کو ہدایت کے لئے نبی و رسول بھی بھیجے اور یہ سب کے سب نبی اور رسول انسان تھے یہ کھانے بھی کھاتے تھے، بازار ہاٹ میں بھی جاتے تھے، ہمیشہ دنیا میں رہے نہیں بلکہ ایک مدت تک دنیا میں رہ کر اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچا دئے گئے۔ انہیں نیند اور آرام کی بھی ضرورت تھی اس لئے سوتے بھی تھے۔

سید الانبیاء خاتم النبیین محمد رسول اللہؐ بھی آرام کرتے اور سوتے تھے، یہ تو صفت صرف اللہ کی ہے کہ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ (اس پر اونگھ اور نیند کبھی طاری نہیں ہوتی) جس حدیث شریف کی ہم تشریح لکھ رہے ہیں اس کے راوی حضرت حذیفہؓ ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسولؐ جب رات کو آرام فرماتے تو اپنا ہاتھ اپنے گال کے نیچے رکھ لیتے اور یہ دعا پڑھتے۔

اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْيَا۔

ترجمہ: ''یا اللہ! میرا مرنا اور جینا دونوں تیرے مبارک نام کے ساتھ ہے۔''

حضرت رسول کریمؐ کا رات میں آرام کرنا اور سونا کیا تھا؟ قرآن مجید پڑھئے تو معلوم ہوگا۔

اِنَّ لَكَ فِی النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا ﴿7﴾

ترجمہ: ''بیشک دن میں تم کو بہت مصروفیت ہوتی ہے۔''

(73۔المزمل، آیت: 7)

یعنی دن میں لوگوں سے ملنا ملانا، سمجھنا سمجھانا، دوسروں کی بات سننا، اپنی معاشی حالت کے لئے محنت کرنا، یہ سب مشغولیت ہوتی ہے، اس کے بعد والی آیت میں اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے۔

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ﴿8﴾

ترجمہ: ''اپنے رب کے نام کا ذکر جاری رکھو اور رات میں سب سے کٹ کر اسی ایک کے ہو جاؤ۔''

اس آیت کے متن اور ترجمہ پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ مخلوق کو چھوڑ چھاڑ کر ترک دنیا کی تعلیم اللہ تعالٰی نے نہیں دی ہے بلکہ دن میں سب کام کاج نبٹا کر رات میں کچھ وقت خاص طور پر نکال لے اور سب سے کٹ کر ایک اللہ کی طرف متوجہ ہو کر ذکر اللہ، تلاوت قرآن مجید اور نماز میں جی لگایا جائے۔

اور ایک جگہ نبی کریمؐ کو مخاطب کر کے ارشاد باری تعالٰی ہے۔

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿79﴾

ترجمہ: ''رات کے اوقات میں، تہجد کی نماز کے لئے کھڑے ہو جاؤ، یہ آپ کے لئے نفل ہے یعنی

زیادہ مرتبہ والی نماز ہے بہت قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو ایسے مقام پر کھڑا کرے گا جو (بہت ہی تعریف والا) محمود مقام ہوگا۔''

(17۔بنی اسرائیل، آیت: 79)

تہجد کی نماز حضرت محمدؐ نے مسلسل پڑھی ہے۔ آپؐ کے اس معمول سے اور قرآن مجید کی آیات و احادیث پاک سے معلوم ہوا کہ آپؐ رات کے وقت بہت ہی کم سوتے تھے اور جب آپؐ نیند سے بیدار ہوتے یعنی جاگتے تو یہ الفاظ زبان پر جاری ہوتے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَا نَا بَعْدَ مَآ اَمَا تَنَا وَ اِلَیْہِ النُّشُوْرُ۔

ترجمہ: ''شکر ہے اللہ کا جس نے ہم کو مار کر پھر زندہ کیا (سلا کر پھر جگایا) اور اسی کی طرف ہم کو قیامت کے دن اٹھ کر جانا ہے۔''

کسی کو اگر یہ شبہ ہو کہ حدیث شریف میں "اَحْیَا نَا بَعْدَ مَآ اَمَا تَنَا" (مار کر پھر زندہ کیا) فرمایا گیا ہے تو نیند موت ہے کیا؟ جواباً یہ عاجز عرض کرتا ہے کہ ہاں نیند موت کی چھوٹی بہن ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا۔

اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِھَا ۚ فَیُمْسِکُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْھَا الْمَوْتَ وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰٓی اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ (42)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ ہر جاندار کی موت کے وقت اس کی روح قبض کر لیتا ہے اور جو ابھی مرا نہیں اس کی روح نیند کی حالت میں اپنے قبضے میں رکھتا ہے پھر کسی کے لئے نیند کی حالت میں موت کا فیصلہ ہو چکا تو اسے اپنے پاس لیتا ہے اور دوسری جانوں کو ان کا وقت پورا ہونے تک کے لئے چھوڑ دیتا ہے، بیشک جو

لوگ غوروفکر سے کام لیں گے ان کے لئے اس میں بڑی نشانیاں موجود ہیں۔“

(39۔الزمر، آیت: 42)

نیند میں سوتے وقت جب تک اللہ تعالیٰ اپنی طرف انسانی روح کو عارضی طور پر کھینچ نہ لے آدمی سو نہیں سکتا، یہی وجہ ہے کہ بعضوں کو لاکھ علاج کرنے پر بھی چند گھنٹے کی نیند میسر نہیں۔ نیند کے بارے میں جو جدید تحقیقات ہوئیں تو بڑے بڑے راز کھلے۔ تاہم اب بھی نیند کی اصل حقیقت تک انسان ٹھیک اسی طرح نہیں پہنچ پایا ہے جیسا کہ روح کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکا ہے۔

(228) اپنے ماتحتوں کے ساتھ حسن سلوک

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اِخْوَانُکُمْ جَعَلَھُمُ اللّٰہُ فِتْیَۃً تَحْتَ اَیْدِیْکُمْ فَمَنْ کَانَ اَخُوْہُ تَحْتَ یَدِہٖ فَلْیُطْعِمْہُ مِنْ طَعَامِہٖ وَلْیُلْبِسْہُ مِنْ لِبَاسِہٖ وَلَا یُکَلِّفْہُ مَا یَغْلِبُہٗ فَاِنْ کَلَّفَہٗ مَا یَغْلِبُہٗ فَلْیُعِنْہُ ۔ (ترمذی شریف، اَبْوَابُ الْبِرِّ وَالصِّلَۃِ، بَابُ مَا جَآءَ فِی الْاِحْسَانِ اِلَی الْخَادِمِ)

ترجمہ: ”حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا یہ تمہارے بھائی ہیں جنہیں اللہ نے تمہاری ماتحتی میں رکھ کر جوان کیا ہے، تو جس کا بھائی اس کے ہاتھ کے نیچے ہو اسے اپنے کھانے میں سے کھلائے اور اس کو کپڑے پہنائے اور جس کام کے کرنے کی اس میں طاقت نہ ہو ایسا کام نہ لے اور اگر کبھی ایسے مشکل کام میں لگا دیا تو خود اس کی مدد کرے۔“

کسی خاندان میں چھوٹے بھائی بڑے بھائی کے زیر سایہ میں پرورش پا رہے ہوں یہ بھی ماتحت ہیں اور نوکر چاکر ملازم یہ بھی ماتحت ہیں، ماتحتوں ہی کے ساتھ برتاؤ کرنے کے احکام اس حدیث شریف میں دیئے گئے ہیں۔ رسول اللہ کی انسانی تربیت میں باریک بینی بھی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ ارشاد

فرمایا کہ تمہارے وہ بھائی جنہیں اللہ نے تمہاری ماتحتی میں رکھا ہے اپنے کھانے میں سے کھلاؤ اور اسے ٹھیک ٹھاک ڈھنگ کے کپڑے بھی پہناؤ، اور اس سے کوئی ایسا کام نہ لو جسے وہ کر نہ سکے مگر بڑی مشقت اور تکلیف سے، اور اگر کبھی ایسی ضرورت پڑ جائے کہ دشوار کام میں لگائے بغیر چارہ نہیں تو پھر اس مشکل کام کے کرنے میں اس کی مدد کی جائے اور ہاتھ بٹایا جائے۔

ہر کوئی یہ سمجھ لے کہ اگر معاشرہ اس رخ پر پڑ جائے کہ انسانی محبت، بھائی چارہ، خاندان کی محبت، ماتحت لوگوں کی خیر خواہی اور ان کے حقوق کی ادائیگی وغیرہ کا خیال رکھا جائے تو جو ماحول دنیا میں بنے گا وہ واقعی انسانیت کے لئے ایک تحفہ محمدی ہوگا۔ اور ہر کسی کا رہنے اور جینے کو جی چاہے گا۔

(229) چھوٹے گناہوں کا کفارہ

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ الصَّلٰوتُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَۃُ اِلَی الْجُمُعَۃِ وَ رَمَضَانُ اِلٰی رَمَضَانَ مُکَفِّرَاتٌ مَا بَیْنَھُنَّ اِذَا اجْتَنَبَ الْکَبَائِرَ۔

(مسلم شریف، کتاب الطہارۃ باب فضل الوضوء والصلوۃ عقبہ)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ فرماتے تھے پانچوں نمازیں اور جمعہ سے جمعہ تک اور ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک کفارہ ہوتا ہے ہیں ان گناہوں کے لئے جو ان کے بیچ ہو جائیں لیکن شرط یہ ہے کہ وہ آدمی کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے۔''

تعلیمات نبوی میں سادہ طریقہ اہل ایمان لوگوں کو بتایا گیا، اس حدیث پاک میں یہ بشارت ہے کہ جو شخص پابندی سے پانچ وقت کی نمازیں ادا کرے اور جمعہ کے دن نماز جمعہ بھی بلا ناغہ ادا کرے اور ہر سال رمضان مہینہ کے پورے پورے روزے رکھے تو ان کے بیچ کے وقت میں جو کچھ چھوٹے موٹے

گناہ ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرما دیں گے لیکن شرط یہ ہے کہ کبائر یعنی بڑے بڑے گناہوں سے وہ شخص بچتا رہے، بندہ و بشر ہے غلطیوں سے ہم کہاں خالی ہیں جس دور سے ہم گذر رہے ہیں اس میں تو ہمارا حال ہی برا ہے۔ جانے انجانے میں نہ جانے کیا کیا کام اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے ہوتے ہی رہتے ہیں۔ لہٰذا اس دور میں تو بہت ہی ضروری ہے کہ فرض نمازوں، روزۂ رمضان، نماز جمعہ وغیرہ کی بڑی سختی سے پابندی کی جائے تاکہ ہمارے چھوٹے موٹے گناہ معاف ہو جائیں، ان گناہوں کی معافی کے لیے حدیث پاک میں یہ کہا گیا ہے کہ بڑے گناہوں سے بچتا رہے، اسی مضمون کو لئے ہوئے قرآن مجید کی آیت بھی پیش ہے۔

اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ۭ

ترجمہ: ''وہ جو بڑے بڑے گناہوں سے بچتے ہیں اور بے حیائی کی باتوں سے دور رہتے ہیں، مگر ہلکے قصور کا کوئی داغ دھبہ لگ جائے تو بیشک آپؐ کے پروردگار کی مغفرت میں بڑی گنجائش ہے۔''

(53۔النجم، آیت: 32)

ایک دوسری آیت میں ارشاد ہے۔

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَاۗىِٕرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ﴿31﴾

ترجمہ: ''اگر بچتے رہو گے ان بڑے بڑے گناہوں سے جن سے تم کو منع کر دیا گیا ہے تو ہم تمہارے چھوٹے چھوٹے قصوروں کو معاف کر دیں گے اور جنت میں تم کو عزت و اکرام والا داخلہ عطا فرمائیں گے۔''

(4۔النساء، آیت: 31)

اسی مضمون کی ایک تیسری آیت بھی ملاحظہ فرمائیں۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ﴿2﴾

ترجمہ: ''اور جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور ایمان لائے اس پر جو محمد پر نازل فرمایا گیا (یعنی قرآن مجید) اور وہ حق ہے انکے رب کی طرف سے تو اللہ نے ایسے لوگوں کے گناہ معاف کر دیے اور ان کی حالت درست فرمادی۔''

(47۔محمد، آیت: 2)

معلوم ہوا کہ یہ جو اچھے اچھے اور نیک اعمال ہیں یہ گناہوں کے معاف ہونے کا سبب اور ذریعہ ہیں اور ان کا ثواب تو آخرت میں ملنا ہی ملنا ہے اور اگر ان اعمال صالحہ کے کرنے کے ساتھ ساتھ بندہ کو توبہ کی توفیق مل جائے تو چھوٹے گناہوں کے ساتھ بڑے بڑے گناہ بھی معاف ہو جائیں گے جیسا کہ ہم نے اس کتاب کے پچھلے صفحات میں سورۂ فرقان کی آیت 70 کے حوالہ سے یہ لکھا ہے کہ توبہ کرکے اعمال صالحہ میں لگنے والے انسان کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں میں بدل دیتے ہیں۔ یہ مومن کے لئے بڑی حوصلہ افزائی اور ڈھارس کی بات ہے۔

اعمال صالحہ کی ادائیگی سے چھوٹے گناہوں کے مٹ جانے کی بشارت جو دی گئی ہے اور اس کے لئے یہ شرط لگائی گئی ہے کہ کبائر سے اجتناب ضروری ہے تو اب جاننا چاہئے کہ کبائر یعنی بڑے بڑے گناہ کون سے ہیں۔ انہیں قرآن وحدیث میں تلاش کیا جائے نہ سمجھ میں آئے تو علماء سے پوچھا جائے۔ اللہ کا فضل ہے کہ ہر گاؤں دیہات قصبہ اور شہر میں چھوٹے بڑے عالم ہیں۔ ویسے ہم اختصار کے ساتھ یہاں عرض کرتے ہیں کہ سب سے بڑا کبیرہ گناہ شرک ہے اس کی مزید تفصیل کے لیے تعلیم الحدیث کے حصہ اول کی حدیث ۶ صفحہ ۴۹ اور اس کا ترجمہ وتشریح دیکھ لیں اور ذیل میں ہم قرآن مجید کی ایک آیت لکھ رہے

ہیں اس سے بھی آپ کو کبیرہ گناہ معلوم ہو جائیں گے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (12)

ترجمہ: ''اے نبی! جب آپ کے پاس ایمان والی خواتین اس بات پر بیعت کرنے کو حاضر ہوں کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں گی، اور چوری نہ کریں گی، اور بدکاری نہ کریں گی، اور اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی اور اپنے ہاتھ پاؤں کے درمیان کوئی بہتان گھڑ کر کے نہ لائیں گی اور کسی بھلے کام میں بھی آپ کی نافرمانی نہیں کریں گی تو ان کی بیعت قبول کرلو اور ان کے لئے اللہ سے مغفرت کی درخواست کرو بے شک اللہ مغفرت فرمانے والا رحیم ہے۔''

(60۔الممتحنۃ، آیت: 12)

(230) چیز دے کر واپس لینے والا

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ لَيْسَ لَنَا مَثَلُ السَّوْءِ، اَلْعَائِدُ فِيْ هِبَتِهِ كَالْكَلْبِ يَعُوْدُ فِيْ قَيْئِهِ۔ (ترمذی شریف، ابواب البیوع، باب ماجاء فی کراھیۃ الرجوع من الھبۃ)

ترجمہ: ''حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا ہمیں ایسا کوئی کام نہیں کرنا چاہئے جس میں بری کہاوت ہو، کسی کو کوئی چیز دے کر واپس لینے والا ایسا ہے جیسا کہ کتا قے کرتا ہے اور پھر اسے کھا جاتا ہے۔''

رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اے لوگو! تمہاری مثال کتے کے جیسی نہیں ہونی چاہئے، اور کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہئے جس کی وجہ سے کوئی بری مثال اور کہاوت ہم پر صادق ثابت ہو، اس حدیث شریف میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ کسی حاجت مند یا رشتہ ناتہ والے کو کوئی چیز دی جائے تو اسے پھر واپس نہ لیا جائے، کپڑا، مکان، روپیہ پیسہ یا کوئی بھی چیز دی جائے پھر اس کو واپس لینا ایسا ہے جیسا کہ کتا قئے (الٹی) کرتا ہے اور پھر اسے خود ہی کھا جاتا ہے، یہ انتہائی گھناؤنا فعل ہے۔ اس سے اہل ایمان کو بچنا چاہئے۔

(231) ضرورت مندوں کے لئے دوڑ دھوپ

عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَیْمٍ یَرْفَعُهٗ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ السَّاعِیْ عَلَی الْاَرْمَلَةِ وَالْمِسْکِیْنِ کَالْمُجَاهِدِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَوْ کَالَّذِیْ یَصُوْمُ النَّهَارَ وَیَقُوْمُ اللَّیْلَ۔

(بخاری شریف، کتاب الادب، باب الساعی علی الارملة)

ترجمہ: ''حضرت صفوان بن سلیمؓ روایت کرتے ہیں کہ نبیؐ نے فرمایا بیواؤں اور مسکینوں کی ضرورت پوری کرنے کے لئے دوڑ دھوپ اور کوشش کرنے والا مجاہد فی سبیل اللہ کے برابر ہے اس کو اس آدمی کے جیسا ثواب ملے گا ہی جو دن میں روزہ رکھتا ہو اور رات کو عبادت کرتا ہو۔''

اگر کوئی شخص بیواؤں، یتیموں اور مسکینوں کی مدد کے لئے دوڑے، خود تو جو بن سکتا ہے وہ کرے ہی کرے لیکن دوسروں کو بھی انکی مدد کرنے پر ابھارے اور تیار کرے، بے سہارا لوگوں کی روزی روٹی کا انتظام کرے، انہیں کھلانے پلانے کی طرف توجہ کرے ان کے مسائل اور ان کی مشکلات کو سلجھانے کی کوشش کرے تو ایسے آدمی کا یہ عمل اللہ کے نزدیک ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی شخص نے جہاد فی سبیل اللہ کیا ہو اور اگر اس کام کے کرنے میں کسی درجہ کی کوتاہی رہ گئی ہو تب بھی اس کو اتنا ثواب مل ہی جائے گا جیسے کہ کوئی عابد وزاہد آدمی دن کو روزہ رکھتا ہو اور رات کو عبادت کرتا ہو یعنی بیوہ، مساکین اور یتیموں کے لئے

دوڑ دھوپ کرنے والے کی محنت اور کوشش کسی حال میں بھی انشاء اللہ رائیگاں نہیں جائیگی۔

ہمارے آج کے دور میں ڈھول دھما کے، شادی بیاہ کی فضول خرچیاں اور تفاخر و بڑائی کا اظہار، رسم و رواج اور عرسوں میں اتنا کچھ خرچ کرتے ہیں اور ایسی کچھ حرکتیں کرتے ہیں جسے دیکھ کر بڑی شرمندگی ہوتی ہے کہ دین کا اتنا بھونڈا تصور لوگوں کو دلا رہے ہیں سڑکوں پر جوان کے جلوس نکلتے ہیں چاہے وہ صندل کے ہوں یا عرس کے ہوں خاص طور پر شادیوں کے جو جلوس نکلتے ہیں ان سب کے دیکھنے سے نفرت ہوتی ہے، یہ سب بالکل ہنود کے طریقے ہیں جنہیں اہل ایمان نے اختیار کرلیا ہے جبکہ ان سب کاموں کی سند اور دلیل نہ تو ہنود کے پاس ہے اور نہ مسلمانوں کے پاس ہے۔

ہم اللہ کے بندے ہیں ہمیں غور کرنا چاہئے کہ اللہ نے ہمیں جو مال دیا ہے اس کو کس راستے میں خرچ کرنا چاہئے؟ کیا ان راستوں اور ان چیزوں میں خرچ کرنا بہتر ہے جسے ہم نے اپنے طور پر وضع کیا؟ یا پھر ایسی جگہ خرچ کریں جس میں خرچ کرنے کا حکم اللہ اور اس کے رسولؐ نے دیا ہے؟

(232) قبروں کو سجانے والے دھیان کریں

عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَنْ تُجَصَّصَ الْقُبُوْرُ وَاَنْ يُّكْتَبَ عَلَيْهَا وَاَنْ يُّبْنٰى عَلَيْهَا وَاَنْ تُوْطَا۔

(ترمذی شریف، ابواب الجنائز، باب ماجاء فی کراھیۃ تجصیص القبور والکتابۃ علیھا)

ترجمہ: ''حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسولؐ نے منع فرمایا قبروں کے پختہ بنانے سے اور قبر کے اوپر یا قبر کے پاس کچھ لکھنے سے اور قبر کے اوپر عمارت تعمیر کرنے سے اور قبر کے اوپر چلنے سے بھی منع فرمایا۔''

مسلمانوں پر لازم ہے کہ رسول اللہؐ کے حکم پر عمل کریں اور جس کام سے اللہ کے رسولؐ نے منع کیا ہے اس سے رک جائیں اسی میں ہمارے ایمان واسلام کی سلامتی ہے، اس حدیث پاک کو سامنے رکھ کر مومنوں کو اپنا محاسبہ کرنا چاہئے کہ وہ قبروں کے ساتھ موجودہ زمانہ میں کیا کچھ کررہے ہیں، جگہ جگہ پختہ قبریں بنائی ہیں، بزرگان دین اولیاءاللہ کی قبروں کو پختہ بنانے اور میلہ ٹھیلہ لگانے کا ایک سلسلہ چل پڑا ہے اور اس پر کروڑہا کروڑ روپے خرچ کئے جاتے ہیں، معمولی معمولی آدمی جن کی کوئی بڑی حیثیت نہیں۔ اب تو ان کی قبروں پر بھی بڑے بڑے گنبد اور مینارے بنائے جانے لگے ہیں، ایک ایک پختہ قبر اور اس کے مینارے گنبد اتنا بڑا حصہ گھیرتے ہیں جس میں سو مردے آسانی سے دفن کئے جاسکتے ہیں، توبہ، توبہ مسلمانو! کچھ تو غور کرو تم یہ کیا کررہے ہو؟

ایمان والو! دل کے کان کھول کر سنو کہ اللہ کے رسولؐ نے قبروں کو پختہ بنانے سے قبروں کے اوپر عمارت تعمیر کرنے سے اور قبروں کے اوپر کچھ لکھنے سے منع فرمایا ہے۔

لیکن ہم میں سے کتنے لوگ ہیں ایسے جن کا اس حدیث پاک پر عمل ہو؟ ہم میں سے تو بعض لوگ ایسے ہیں کہ اپنی زندگی ہی میں اپنی پختہ قبر بنوا کر پہلے سے ہی اپنے دفن ہونے کی جگہ ریزرو کرلیتے ہیں، اور طرح طرح کے ڈیزائن نقشے، بیل بوٹے جھالر مار بنواتے ہیں، اپنے شجرے، شاخے، لمبے لمبے نام اور اپنے عہدے درجے مرتبے کی بڑی بڑی تختیاں بھی قبروں پر لگاتے ہیں یہ حرکت ہندوستان کے چھوٹے بڑے شہروں میں بھی دیکھنے کو ملے گی اور پڑوسی ملک پاکستان کے شہر کراچی میں تو لوگ کروڑہا کروڑ روپے قبروں کے سجانے سنوارنے میں خرچ کرتے ہیں، قبرستان میں جائیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی قبرستان نہیں جس کی زیارت کرنے پر موت کی یاد تازہ ہو بلکہ حسین جمیل باغیچہ یا پارک ہے۔

سن لیجئے یہ سب طریقے سنت کے خلاف ہیں اوراس سے دین پر آنچ آتی ہے، آج دنیا میں مردوں کے جلانے اور دفن کرنے پر بحث چلی ہوئی ہے، بحث کرنے والے ہم مسلمانوں کو نشانہ بناتے ہیں کہ مردوں کو دفن کر کے یہ لوگ لاکھوں فٹ زمین پھنسا لیتے ہیں جن پر نہ کھیتی باڑی کی جاسکتی ہے اور نہ رہائشی مکانات تعمیر کئے جاسکتے ہیں اس لئے وہ زور لگا کر کہتے ہیں کہ مردوں کو دفن کرنے کے بجائے جلانا زیادہ اچھا ہے، جبکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ مردوں کو جلانا اتنا گندہ فعل ہے کہ اس کی گندگی اور بدبو سے فضاء میں ہزاروں قسم کی بیماریاں پھیلتی ہیں اس کی راکھ اور جسم کے ادھ جلے اجزاء جو ندیوں میں ڈال دیے جاتے ہیں اس سے پینے کا پانی غلیظ اور ناپاک ہوتا ہے، بہت ساری بیماریوں کا سبب بھی بنتا ہے۔ نیز میت یا تو باپ یا بیٹے، یا بھائی یا اور کسی قریبی رشتہ دار کی ہوگی یا ماں، بیوی، بیٹی یا کسی قریبی خاتون کی ہوگی۔ اس میت کو کس طرح ماچس لگانا انسان گوارہ کرتا ہے؟ یہ سوچنے کی بات ہے، اور یہ انسانی ہمدردی کے اعتبار سے بہت ہی گری ہوئی حرکت ہے، پھر بھی جلانے کی آواز اٹھانے والوں کو اپنی اس انسانیت سوز حرکت پر اس لئے ناز اور گھمنڈ کہ ان کا مردہ کوئی جگہ نہیں گھیرتا۔

اہل ایمان کے مردوں کو دفنانے کے لئے اللہ کے رسول اللہؐ نے سادی قبریں بنانے کا حکم دیا ہے، قبروں کو سجانے سنوارنے، سجدہ گاہ بنانے والوں پر آپؐ نے اللہ کی لعنت اور پھٹکار برسائی ہے، تفصیل کے لئے دیکھئے "تعلیم الحدیث" حصہ اول حدیث 45-44 ان سب احادیث کے ہوتے ہوئے یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ مسلمان قبروں پر کیوں اتنے دھنگانے کرتے ہیں کیا کوئی عالم ان جاہلوں اور بے دینوں کا محاسبہ نہیں کرتا کہ آخر یہ بے علم لوگ کیا کر رہے ہیں؟ بلکہ بعض پیٹ بھرو علماء اور عالم نما جاہل ایسے ہیں جو عوام کو ابھارتے اور اکساتے ہیں قبروں پر دھینگا نا کرنے اور انہیں سجدہ گاہ بنانے کے لئے اور جو لوگ اس سے منع کرتے ہیں ان کو وہابی اور بے دین بتا کر دین سے خارج کرتے ہیں، جبکہ صحیح کیا ہے اور غلط کیا ہے، دین کیا ہے، بے دینی کیا ہے اس کا فیصلہ ہم مسلمانوں کو کتاب وسنت سے کرنا چاہئے۔

میت کو دفنانے کا جو طریقہ حضور اکرمؐ نے بتایا ہے کہ میت کو غسل دیا جائے اور سفید بے سلے ہوئے کپڑوں کا کفن پہنایا جائے، اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے، کاندھے بدلتے ہوئے پورے اکرام کے ساتھ میت کو قبرستان پہنچایا جائے، قبر میں اتار کر قبلہ رخ لٹا دیا جائے اور یہ سب کام پوری سادگی اور عین سنت کے مطابق کیا جائے۔ انسان مٹی سے بن کر آیا تھا اور پھر مرنے کے بعد مٹی میں چلا گیا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

مِنۡهَا خَلَقۡنٰكُمۡ وَفِيۡهَا نُعِيۡدُكُمۡ وَمِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً اُخۡرٰى ﴿55﴾

ترجمہ: ''اسی زمین سے ہم نے تم کو پیدا کیا اور اسی میں واپس ڈال دیں گے اور اسی میں سے دوسری بار تم کو نکال کھڑا کریں گے۔''

(20۔طٰہٰ، آیت: 55)

اب رہی یہ بات کہ مسلم مردے جگہ گھیرتے ہیں تو اس کے جواب میں عرض ہے کہ دس بارہ سال تک ایک چھوٹے حصہ میں مردے دفن کیے جاتے ہیں پھر دوسرے حصہ میں دس بارہ سال تک دفن کیے جاتے ہیں پھر ہوتے ہوتے پہلی جگہ پر تدفین ہونے لگتی ہے اس طرح گھوم پھر کر بہت ہی چھوٹے قبرستان میں بڑی بھاری تعداد میں مردے برسہا برس تک دفن کئے جاتے رہتے ہیں اور جگہ کی کوئی تنگی یا کمی نہیں ہوتی، حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن ایک ایک قبر سے ستر ستر ہزار مردے اٹھیں گے۔ اس طرح پون لاکھ قبر کے مردے ایک ہی قبر سے میدان حشر میں نکلیں گے۔

ان سب باتوں کو اگر دھیان میں رکھا جائے تو مسلم میت کے جگہ گھیرنے والا اعتراض خود بخود ختم ہو جاتا ہے، آج بھی ہندستان میں قبرستان کے لئے جو جگہیں مسلمانوں کے پاس ہیں ان میں صدیوں سے مردے دفن ہو رہے ہیں مگر ابھی تک جگہ کی کمی کی کوئی شکایت نہیں ہے اور آئندہ انشاء اللہ ایسی کوئی

شکایت ہوگی بھی نہیں۔

حدیث میں یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ قبروں کو روندا نہ جائے یعنی ان پر چلا پھرا نہ جائے۔ قبر پر قدم نہ رکھا جائے بلکہ بچا کر اس کے کنارے سے گذر جائے اس طرح میت کا احترام ہوتا ہے اور وہ بے حرمتی سے بچ جاتی ہے۔ ہاں اگر بھولے سے کسی قبر پر قدم پڑ جائے یا مٹ مٹا کر زمین کے برابر ہو گئی ہو اور معلوم ہی نہ پڑتی ہو کہ قبر ہے اس پر پیر پڑ جائے یا کوئی چلے پھرے تو حرج نہیں۔

(233) سفر میں دوسروں کے حقوق

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ مَنْ کَانَ مَعَہٗ فَضْلُ ظَھْرٍ فَلْیَعُدْ بِہٖ عَلٰی مَنْ لَّا ظَھْرَ لَہٗ وَمَنْ کَانَ لَہٗ فَضْلُ زَادٍ فَلْیَعُدْ بِہٖ عَلٰی مَنْ لَّا زَادَ لَہٗ۔ مسلم

ترجمہ: ''رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ حالت سفر میں جس کے پاس ایک سے زائد سواری ہو وہ دوسروں کو دے دے جنکے پاس سواری نہ ہو اور جس کے پاس ضرورت سے زائد توشہ ہو وہ دوسرے نادار کو زائد کھانا دے دے۔''

سماج اور معاشرہ میں کمزور اور ضعیف لوگوں کا صاحب حیثیت لوگ خیال رکھیں اس کا اس حدیث پاک میں بہت واضح اشارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو جو کچھ عطا فرمایا ہے اس میں جو ہماری ضرورت سے زیادہ ہو وہ دوسروں کو استعمال کرنے کے لئے دینا چاہئے۔ آپ کے پاس سواری ہے اس میں کچھ زیادہ جگہ ہو تو دوسرے آنے جانے والوں اور مسافروں کو بٹھا لیا جائے عموماً یہ معاملہ ریل اور بسوں میں پیش آتا ہے، ایمان والوں کو چاہئے کہ تھوڑی گنجائش کر کے دوسرے وہ مسافر جنھیں بیٹھنے کی جگہ نہیں مل سکی ہے انہیں بٹھا لیں یہ انسانی ہمدردی اور محبت و بھائی چارہ کے لئے بہت ضروری ہے۔

اسی طرح جس کے پاس کھانے پینے کا سامان اور توشہ ہو تو جن کے پاس نہ ہو انہیں بھی کچھ دے دے اور کھلا پلا دے۔ حدیث پاک کی یہ ایسی سادہ تعلیم ہے کہ انسانی بربادی کا دسواں حصہ بھی اگر اس پر عمل کرنے لگے تو امیروں اور غریبوں کی کشمکش کھینچ تان اور نادار لوگوں کی مصیبتیں اور پریشانیاں بڑی حد تک ختم ہو جائیں گی اور ضرورت مندوں کی ضرورتیں بھی پوری ہو جائیں گی۔ اور انسانی ترقی اور بھلائی کا یہ ایسا نسخہ ہے کہ جو لوگ بھی اسے اپنائیں گے وہ ہر طرح سے راحت و آرام حاصل کر لیں گے۔

(234) سواری کی قدر جانو

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ لَا تَتَّخِذُوْا ظُھُوْرَ دَوَآبِّکُمْ مَنَابِرَ فَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اِنَّمَا سَخَّرَھَا لَکُمْ لِتُبَلِّغَکُمْ اِلٰی بَلَدٍ لَّمْ تَکُوْنُوْا بَالِغِیْہِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ وَجَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فَعَلَیْھَا فَاقْضُوْا حَاجَاتِکُمْ۔ (ابوداؤد: ص 347، ج1، مشکوٰۃ باب آداب السفر ص 57، ج2)

ترجمہ: ''رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے چوپایوں کی پیٹھ کو منبر اور کرسی نہ بنالو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو تمہارے تابع کر دیا ہے تاکہ تم کو وہ سواری ایسی جگہ تک پہنچائے جہاں بلا مشقت نفس تم نہیں پہنچ سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے زمین بنائی ہے اس پر چلو پھرو اور اپنی ضروریات پوری کرو۔''

رب تعالیٰ کا بڑا احسان اور کرم ہے کہ ہمیں سواریاں عطا فرمائیں کہ ہم ان کی مدد سے دور دراز کے لمبے اور طویل راستے طے کر لیتے ہیں اور جہاں برسوں میں پہنچا جا سکے وہاں اب گھنٹوں میں پہنچ جاتے ہیں، پرانے زمانے میں جانوروں میں سے اونٹ، گھوڑے، گدھے اور خچر جیسی سواریاں تھیں اور لوگ انہیں پر سفر کرتے تھے چاہے دور کے سفر ہوں یا قریب کے، دھیرے دھیرے انسانوں نے لکڑی وغیرہ کی ایسی سواریاں بنائیں جسے جانور کھینچتے تھے اور ان سواریوں پر کئی کئی لوگ سوار ہوتے تھے، اور سامان بھی لادے جاتے تھے، آج کے مشینی دور میں بھی اللہ کے پیدا کئے ہوئے سواری کے جانوروں کی سواری کے

لئے ضرورت پڑتی ہی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ؕ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿8﴾
وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ ؕ وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿9﴾

ترجمہ: ''اور گھوڑے خچر اور گدھے بھی تمہارے کام میں لگا دیئے کہ ان پر جب سواری کرتے ہو تو زینت اور بناؤ میں تمہاری شان جھلکتی ہے اور آگے وہ کچھ اور سواریاں بھی تمہارے لئے پیدا کر دے گا جسے تم ابھی جانتے نہیں اور جان لو کہ اللہ تک پہنچنے کا راستہ پکا اور طے شدہ ہے اور دوسرے راستے ٹیڑھے ہیں اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو اکٹھے ایک ہی راستے پر چلا دیتا۔''

(16۔النحل، آیت: 8,9)

گھوڑے گدھے، خچر ایسی ایسی جگہ آج بھی سواری اور سامان لے جانے کے کام آتے ہیں جہاں مشینی سواریاں نہیں جا سکتیں، جیسے پہاڑی علاقے ہیں، جنگلی راستے وغیرہ ہیں، گھوڑے فوجی لوگوں کے بھی کام آتے ہیں، قرآن مجید کے نازل ہونے کے زمانے کے بعد ترقی پذیر زمانے کی خبر دی گئی ہے کہ اس زمانے میں لوگ گھوڑے خچر اور گدھے کی سواری کرتے تھے لیکن بعد کے زمانہ میں ضرورت پڑنے پر وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔ (اللہ تمہارے لئے کچھ اور سواریاں پیدا کریگا جسے تم ابھی جانتے نہیں۔) کے تحت موجودہ زمانے میں ریل گاڑی، موٹر، سمندر میں چلنے والے جہاز، ہوائی جہاز، ہیلی کاپٹر، راکٹ وغیرہ جیسی سواریوں کے بنانے کی طرف اللہ نے انسانوں کی رہنمائی فرمادی۔ آئندہ بھی انسانوں کو ضرورت پڑنے پر اور بھی اس سے زیادہ تیز اور زیادہ سہولت والی سواریاں مل سکتی ہیں۔ اس طرح الحمدللہ قرآن مجید کی پیشین گوئی پوری ہو بھی رہی ہے اور انشاء اللہ پوری ہوتی رہے گی۔

اللہ کے رسولؐ نے چوپایوں اور جانوروں کی پیٹھ پر منبر بنانے سے منع فرمایا ہے، جانوروں کی طاقت سے

بہت زیادہ بوجھ لادنا، جانوروں کو تکلیف دینا اوران کا خیال نہ رکھنا۔ وغیرہ باتوں سے بھی آپؐ نے منع کیا ہے۔ پس اہل ایمان کو چاہئے کہ وہ اپنی زندگی کو ہر معاملہ میں ایسے رخ پر ڈالیں جس رخ کو حضرت محمدؐ نے پسند فرمایا ہے۔

(235) احسان بھی کرو دعا بھی کرو

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَتَخَلَّفُ فِي الْمَسِيْرِ فَيُزْجِي الضَّعِيْفَ وَيُرْدِفُ وَيَدْعُوْلَهُمْ۔ (ابوداود: ص 354، ج 1 مشکوۃ، باب اداب السفر ص 57، ج 2)

ترجمہ: ''آپؐ دوران سفر صحابہؓ سے پیچھے رہتے تھے۔ آپؐ کمزوروں کا خیال رکھتے، ان کو پیچھے بٹھا لیتے اوران کے لئے دعائیں فرماتے۔''

اس حدیث مبارکہ میں حضور اکرمؐ کی یہ عادت شریفہ سامنے آتی ہے کہ راستے میں سواری پر چلتے چلتے کوئی ضعیف اور کمزور آدمی دکھا تو اپنی سواری پر اس کو بھی سوار کر لیا یعنی پیچھے بٹھا لیا اور اس کے لئے دعا بھی کی، چھوٹی سی حدیث ہے۔ مگر بہت سوچنے اور سمجھنے کی ہے کہ جس پر احسان کرو اس کے لئے دعا بھی کرو۔ اکثر ایسا دیکھا گیا ہے کہ انسان احسان فراموش ہوتا ہے بھی بھی وہ اپنے ساتھ احسان کرنے والے سے حسد اور جلن بھی کرنے لگتا ہے، میں نے اپنے مرشد محترم حضرت اقدس مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی کے مواعظ میں ایک مرتبہ سنا کہ جس پر احسان کرو اس کے حسد اور شر سے بچنے کی دعا بھی کرو۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص پر احسان کیا تو وہ سمجھتا ہے کہ یہ تو میرا حق تھا جو مجھے دیا گیا ہے۔ لہٰذا مجھ پر کسی کا کیا احسان؟ یہ بڑی بدنصیبی اور محرومی کی بات ہے کہ محسن کے احسان کو بھلا دیا جائے اور

احسان کرنے میں اس نے کیسی تکلیف اور مشقت برداشت کی ہوگی اس کا خیال نہ کیا جائے۔ کسی کو اپنی سواری پر بٹھالینا بھی ایک احسان ہے اور اس میں احسان کرنے والا تکلیف بھی برداشت کرتا ہے کہ گنجائش نہ ہوتے ہوئے بھی جگہ بنا دیتا ہے اور ایک آدمی کی جگہ پر دوسرے کی بھی جگہ بنا دیتا ہے۔ ریلوں، بسوں میں ایسا ہوتا رہتا ہے۔ اس احسان میں مالی امداد اور دوسری چیزیں بھی داخل ہیں کسی طرح سے بھی کوئی احسان کرنے والا احسان کرے تو اس کے احسان کو فراموش نہ کرنا چاہئے۔ عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ جو آدمی سخاوت کرتا ہے، دوسروں کے کام آتا ہے محض اللہ کی رضا کے لئے تو لوگ اسی سے حسد اور جلن رکھتے ہیں انسانوں میں یہ کیسا برا رواج اور طریقہ شیطان نے ڈالا ہے کہ اس کے کمال کی بھی داد دینی چاہئے۔ ورنہ انسان کی فطرت تو یہ ہے کہ اپنے محسن کا احسان پہچانے چاہے وہ بہت ہی معمولی اور کم درجہ کا احسان ہی کیوں نہ ہو، ایک حدیث مبارک کے الفاظ اس طرح ہیں مَنْ لَّمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہَ جو شخص انسانوں کے احسان کی قدر نہ کرے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے احسانات اور انعامات کی بھی قدر نہ کر سکے گا۔

لوگوں کو خیال کرنا چاہئے کہ بہت معمولی معمولی چیزیں لوگوں کے اعمال برباد کرتی ہیں اور دوسرے کے حقوق کی ادائیگی میں رکاوٹ بنتی ہیں بلکہ الٹا دشمنی کرنے پر تیار کر دیتی ہیں۔ یہ بات ایمان والوں کے لئے اچھی نہیں ہے۔

(236) سفر میں سرداری

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ سَیِّدُ الْقَوْمِ فِی السَّفَرِ خَادِمُھُمْ فَمَنْ سَبَقَھُمْ بِخِدْمَةٍ لَمْ یَسْبِقُوْہُ بِعَمَلٍ اِلَّا الشَّھَادَةَ۔ (مشکوٰۃ شریف، باب آداب السفر، ۵۹۰، ج ۲)

ترجمہ: ''رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ سفر میں لوگوں کا سردار (امیر) ان کا خادم ہوتا ہے۔ جو خدمت میں پہل کرتے تو لوگ سوائے شہادت کے کسی اور عمل کے ذریعہ نیکی میں اس سے آگے نہیں بڑھ سکتے۔''

جس کسی کو بھی اللہ تعالیٰ نے کوئی حیثیت دی ہو، امیر بنایا ہو، بادشاہ بنایا ہو، حاکم بنایا ہو، مالدار بنایا ہو یا کسی اور بڑی حیثیت سے نوازا ہو تو ایسے آدمی کو اپنے ماتحت اور اپنے سے چھوٹے لوگوں کی خدمت کرنے کی اس حدیث میں ترغیب دی گئی ہے۔ اپنے سے چھوٹے اور کم درجہ کے لوگوں کی خدمت کرنے میں جس نے سبقت کی تو اسے اتنا زبردست ثواب اور بدلہ ملے گا کہ اللہ کی راہ میں شہید ہونے والے کے علاوہ کوئی بھی شخص اس کے عمل سے آگے نہ بڑھ سکیگا۔ قرآن مجید میں حضرت رسول اکرمؐ کی صفت میں یہ ارشاد فرمایا گیا ہے۔

الَّذِیْ یَرٰىكَ حِیْنَ تَقُوْمُ ﴿218﴾ وَ تَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ ﴿219﴾

ترجمہ: ''تم جب بندگی کے لئے کھڑے ہوتے ہو تو اللہ کی نگاہ کرم تم پر ہوتی ہے۔ اور سجدہ کرنے والوں کی دیکھ بھال کے سبب تم اور بھی ہمارے منظور نظر ہو گئے۔''

(26۔الشعراء، آیت: 218,219)

ان آیات میں مفہوم جھلکتا ہے کہ حضور اکرمؐ صحابۂ اکرامؓ کے مسائل کے حل کرنے میں انہیں آسانی اور سہولت پہنچانے کے لئے دوڑ دھوپ کرتے تھے دلچسپی لیتے تھے لہٰذا ہم میں سے ہر صاحب حیثیت اور مرتبہ والے کو، مالدار کو چاہئے کہ وہ اپنے سے چھوٹوں اور کم درجہ کے لوگوں کے مسائل کو سلجھانے میں اور انہیں آرام و راحت پہنچانے میں دلچسپی لے انبیاء و مرسلین کی اطاعت کے یہی معنیٰ ہیں کہ ان کے قول و عمل کے مطابق عمل کرے اور جس قدر ہو سکے رسول اللہؐ کی سنتوں کو اپنانے کی کوشش کرے۔

(237) راستہ میں پڑاؤ ڈالنے سے ممانعت

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ لَا تُصَلُّوْا عَلٰی جَوْدِ الطَّرِیْقِ وَلَا تَنْزِلُوْھَا فَاِنَّھَا مَاْوَی الْحَیَّاتِ وَسِبَاعِ وَلَاتَقْضُوْا عَلَیْھَا الْحَوَائِجَ فَاِنَّھَا الْمَلَاعِنُ۔ (مجمع الزوائد، 213 ج 3)

ترجمہ: ’’رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ راستہ میں نہ نماز پڑھو اور نہ پڑاؤ ڈالو کیونکہ وہ (رات میں) سانپوں اور درندوں کی پناہ گاہ ہے اور راستہ میں قضائے حاجت نہ کرو کیونکہ اس کی وجہ سے گذرنے والے اس پر لعنت کریں گے۔‘‘

راستہ میں نماز پڑھنے اور پڑاؤ کرنے سے منع کیا گیا ہے، چاہے وہ گاؤں کھیڑے کے راستے ہوں نیشنل ہائیوے NATIONAL HIGHWAY ہوں یا کوئی بھی راستہ اور سڑک ہو اسے روک کر اس پر نماز پڑھنا اور پڑاؤ ڈالنا اس سے راہ گیروں اور چلنے والوں کو تکلیف ہوگی۔ مسلمانوں کا آج یہ حال ہے کہ نہ انہیں قرآن مجید معلوم ہے اور نہ ہی وہ حدیث پاک جانتے ہیں اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید اور حدیث پاک کو معنی کے ساتھ پڑھتے ہی نہیں، اور مسلمانوں کو معلوم ہی نہیں کہ دین کیا ہے؟

ہم نے ممبئی میں نماز جمعہ وغیرہ کے موقع پر دیکھا کہ نماز جمعہ ہوگئی بہت سے نمازی نماز پڑھ کر جا بھی چکے ہیں اور مسجد کا اندرونی حصہ بڑی حد تک خالی ہو گیا ہے۔ پھر پانچ دس آدمی سر پر رومال باندھے ہوئے سڑک پر کھڑے نماز پڑھنے میں مشغول ہیں ان کی حالت سے معلوم ہو رہا تھا کہ ہفتہ میں ایک بار نماز پڑھنے والے ہیں، یہ بڑے دھیان اور اہتمام سے نماز پڑھ رہے ہیں کوئی سلام ہی نہیں پھیر رہا ہے اور ادھر ٹرافک رکا پڑا ہے، مسجد سے باہر نکلنے والے نمازیوں کو بھی نکلنے اور آنے جانے میں تکلیف ہو رہی ہے۔ ایسا کرنے والوں کو سمجھ لینا چاہئے کہ ان کی اس حرکت سے دوسرے لوگ نماز کو نفرت اور ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھنے لگے ہیں، دعوت ایمانی کا کام کرنے والوں کی دعوت کے سبب اگر بھی کوئی

ایمان واسلام سے قریب ہوتا بھی ہے تو ہماری اس قسم کی بے ڈھنگی حرکتوں سے جلد ہی وہ اسلام اور ایمان سے دور ہو جاتا ہے۔ لہذا ہم اہل ایمان کو رسول اللہ ؐ کی اس تعلیم کو دھیان میں رکھنا چاہئے اور راستہ وغیرہ میں نماز پڑھنے سے دور رہنا چاہئے اور اگر نماز جمعہ اور عیدین وغیرہ یا سفر میں ضرورت پڑ ہی جائے تو بہت ہی مختصر نماز پڑھ کر جلدی سے راستہ خالی کر دینا چاہئے۔

اکثر ایسا دیکھا گیا ہے کہ امام صاحب کے نماز جمعہ میں سلام پھیرنے کے بعد تقریباً آدھی سے زیادہ مسجد خالی ہو جاتی ہے ایسے موقع عقلمندی کی بات یہ ہے کہ جو لوگ سنت اور نوافل پڑھنا چاہتے ہیں وہ جماعت ہو جانے کے بعد سڑک اور راستے سے ہٹ کر مسجد کے اندر جا کر یا پھر اپنے گھر اور دوکان میں جا کر سنت اور نفل پڑھ لیں۔ سڑک پر نماز پڑھنے والوں کو سوچنا چاہئے کہ راستہ ہے عام لوگ اس پر چلتے ہیں اور ہر ایک کو اس پر چلنے آنے جانے کا حق ہے پھر معلوم نہیں کون کس ضرورت کے لئے کہاں جا رہا ہے اور کتنی جلدی اس کو پہنچنا ہے کوئی کسی بیماری کو اسپتال لے جا رہا ہے کوئی اپنی بیمار ماں یا اپنے بیمار والد کی دوا لینے جا رہا ہے۔ ایسی حالت میں راستہ اور سڑک کو روک کر نماز پڑھنے سے لوگ نماز کے مخالف ہو جائیں گے۔ نماز کی بے ادبی کریں گے اور یہ سب ہماری بے وقوفی کی وجہ سے ہوگا۔

میرا الحمدللہ پچاس برسوں کا تجربہ ہے اور آپ میں سے بھی بہت سے لوگوں کو تجربہ ہوا ہوگا کہ پلیٹ فارم، مسافر خانہ، ریل، ہوائی جہاز، بس اسٹینڈ وغیرہ میں احتیاط سے کوئی کنارہ دیکھ کر لوگوں کو تکلیف نہ ہو نماز پڑھی جائے تو کسی نے منع نہیں کیا بلکہ بعض تو بڑے ادب سے بیٹھ جاتے ہیں۔ کوئی بیڑی سگریٹ پی رہا ہوتا ہے تو وہ رک جاتا ہے، کوئی خاتون ہے تو سر پر دوپٹہ ڈال لیا یا بچے شور کر رہے ہیں تو اپنے بچوں کو چپ رہنے کے لئے کہا اور سمجھایا کہ دیکھو یہ لوگ نماز پڑھ رہے ہیں۔ لیکن ممبئی کے بعض نادان مسلمانوں نے جو طریقہ اختیار کیا تو نماز کے تعلق سے ہندی، گجراتی، مراٹھی، اور انگریزی اخباروں میں اتنے

آرٹیکل ہم نے دیکھے ہیں کہ گویا نماز کی مخالفت کے لئے پورا محاذ بن گیا ہے۔ اس طرح بعض نادان مسلمانوں نے نماز کی اہمیت کم کرائی اور نماز کو جھگڑے اور مخالفت کا سبب بنایا۔

ممبئی کے مسلمانوں کو بڑی توجہ اور غور سے اس حدیث پاک کو پڑھنا چاہئے کہ اللہ کے رسولؐ نے راستہ پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ مسلم ملکوں میں بھی مسلمان حکومتیں سڑکوں پر نماز پڑھنے سے روکتی ہیں۔ سعودی عرب میں ہم نے دیکھا کہ اگر آپ سڑک پر نماز پڑھ رہے ہوں تو پولیس ہٹا دیگی، بھئی ٹرافک کہاں جائے گا؟ لوگ کیسے آئیں گے جائیں گے؟ جاؤ مسجد کے اندر جا کر نماز پڑھو یا پھر اپنے گھروں اور نماز کے لئے بنی جگہوں پر ہی نماز پڑھیں اور ہمیں یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ ہمارے کسی بھی غلط عمل سے دین کے کسی بھی حکم کی بے حرمتی نہ ہو۔ ہماری غلط حرکتوں اور بے ڈھنگے کاموں کا اور ردعمل اور REACTION یہ ہوا کہ برادران وطن نے اپنے بہت سے تہوار نکال لئے اور بعض بھولے ہوئے تہوار بھی ان کو یاد آگئے اور ''مہا آرتی'' وغیرہ نکال کر انہوں نے بھی راستے بند کرنا شروع کر دیے۔ یہ ہوا ''نہلے پر دہلا'' اور ہندو مسلمانوں میں بلاوجہ کا تناؤ ہوا۔ جھگڑے فساد بھی ہوئے اور دونوں طبقے کے لوگوں کے جانی اور مالی نقصان بھی ہوئے۔

اس ملک میں ایمان والوں کو ایک داعی امت کی حیثیت سے زندگی گذارنی چاہئے اور ایمان کی طرف لوگوں کو بلانے اور دعوت دینے کا کام کرنا چاہئے اور اپنے ہر عمل اور قول سے لوگوں کو سامنے ایمان اور اسلام کی خوبی اور اچھائی کو اجاگر کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ احتیاط کے ساتھ نماز وغیرہ پڑھنا چاہئے کہ لوگ یہ سمجھیں کہ ہم پر کوئی زور ظلم وزیادتی نہیں کی جارہی ہے۔ اس طرح آپ کی نماز کو کوئی برا نہیں سمجھے گا اور نہ ہی آپ کی نماز پڑھنے کی مخالفت کرے گا۔ ہم نے تو الحمد للہ چرچ، مندر، اور گرجا گھروں میں نماز پڑھی ہے۔ ہم ان کی دعوت پر ان کی عبادت گاہوں میں تقریر کرنے کے لئے گئے اور ایمان و

اسلام کی بات قرآن وحدیث کی روشنی میں کہی، کبھی عصر یا مغرب وغیرہ نمازوں کا وقت ہوا تو ان سے اجازت لے کر مناسب جگہ دیکھ کر کسی گوشے میں ہلکی پھلکی مختصر نماز ادا کر لی۔ ہماری اس نماز کا ان پر الحمدللہ اچھا اثر ہوا۔ نماز سے فارغ ہونے پر ان میں سے کسی کسی نے نماز کے تعلق سے پوچھا کہ مولانہ اس طرح کیوں کھڑے ہوئے، اور فلاں وقت کیا پڑھا ایسا کیوں کیا ویسا کیوں کیا، نماز کیوں پڑھتے ہیں۔ بعض مواقع پر تو اس عاجز نے ایسے مقامات پر اپنے ساتھیوں کے ساتھ جماعت سے نماز پڑھی ہے، اور کسی نے منع نہیں کیا۔ اور کسی کو بھی منع نہیں کرتے۔ مگر یہ کہ عبادت بھی نبیؐ کے بتائے ہوئے طریقے اور ڈھنگ کے مطابق ادا کی جائے اور موقع محل اور وقت کی نزاکتوں کا خیال رکھا جائے۔ جیسا کہ شریعت اسلام نے ان چیزوں کا لحاظ رکھا ہے۔

خیر یہ تو نماز کی بات ہوئی، لیکن مسلمان جو ولیوں، بزرگوں، پیروں، فقیروں کی قبروں پر عرس کرتے ہیں، صندل کے جلوس نکالتے ہیں محرم میں سواریاں بٹھاتے ہیں، سواریوں کے جلوس نکالتے ہیں، عید میلاد کے موقع پر جگہ جگہ جھنڈیاں منڈیاں لگاتے ہیں، گیٹ بناتے ہیں اور جلوس بھی نکالتے اور ٹرافک جام کرتے ہیں اور کئی ایک راستے کئی کئی گھنٹوں کے لئے رک جاتے ہیں۔ یہ دین اسلام کی کوئی خدمت نہیں ہے۔ ہمارے برادران وطن، ہندو، سکھ، جین اور بدھشٹ وغیرہ کے بھی جلوس نکلتے ہیں اور نہ معلوم وہ کون کون سی حرکت کرتے ہیں۔ لیکن ہم ایمان والے اور کتاب والے ہیں تو ہم کو ان کی بھونڈی نقالی کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ ہم کو تو قرآن مجید اور محمد رسول اللہؐ کے احکامات پر عمل کرنا چاہئے۔

(238) سفر میں فرض نماز

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَافَرْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ

فَكَانُوا يُصَلُّونَ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ لَا يُصَلُّونَ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا۔

(ترمذی: ص 121، ج 1 باب التقصیر فی السفر۔ 226، ج 1 مترجم)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے حضورؐ اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عثمانؓ کے ساتھ سفر کیا، وہ لوگ ظہر اور عصر کی نماز دو دو رکعت پڑھا کرتے تھے۔ اس سے پہلے اور اس کے بعد نماز نہیں پڑھتے تھے۔''

اس حدیث پاک میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت رسول اکرمؐ اور آپؐ کے خلفاء کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ سفر کیا اور ان کے ساتھ سفر میں دیکھا میں نے کہ یہ سب لوگ ظہر، اور عصر کی نمازیں صرف دو دو رکعت ہی پڑھتے تھے، اور ان نمازوں کے آگے پیچھے کی سنتیں بھی نہیں پڑھتے تھے۔

سفر میں جب اللہ اور رسولؐ نے آسانی دی ہے اور آپؐ نے ان آسانی کے طریقوں پر خود چل کر بتایا ہے تو ہمیں ان سہولتوں اور آسانیوں سے بلا جھجک فائدہ اٹھانا چاہئے۔ بعض لوگوں کو ہم نے دیکھا کہ سفر میں بھی فرض نمازوں کے پہلے اور بعد میں خوب لمبی لمبی سنتیں اور نوافل پڑھتے ہیں، اور موقع کی نزاکت اور دوسرے مسافروں کے حرج یا ان کی تکلیف کا کچھ خیال نہیں کرتے، چلتی ٹرینوں میں گیلری میں اور اندر باہر آنے جانے کی کھڑکیوں کے پاس نماز پڑھی جاتی ہے مختصر سی دو رکعت پڑھ لی، فرض ادا ہو گیا۔ آپ کی عبادت ہو گئی اور دوسرے مسافروں کے آنے جانے کا راستہ بھی کچھ زیادہ دیر تک رکا نہیں مگر لمبی لمبی نوافل اور سنت کی نیت باندھ کر کھڑے ہو جانے سے دوسرے لوگوں کی تکلیف کا اندیشہ ہے۔ رحمتہ للعالمینؐ کے امتیوں کو اس کا خیال رکھنا چاہئے اور سفر میں آپؐ نے عبادات کا جو مختصر طریقہ بتایا ہے اسے اختیار کرنا چاہئے۔ جب دو رکعت میں کام ہو رہا ہو تو پھر ظہر کی دس رکعتیں پڑھنے کی کیا ضرورت ہے؟

جب اللہ اوراس کے رسولؐ نے قصر کی اجازت دی ہے کہ سفر میں چار رکعت والی فرض نمازوں کو صرف دو رکعت پڑھیں تو پھر ہم کو اس پر زیادتی کرنے کا کیا مطلب ہے؟

(239) سفر میں نفل نماز

اَنَّ جَابِرَبْنَ عَبْدِ اللّٰہِ اَخْبَرَہٗ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّی التَّطَوُّعَ وَھُوَ رَاکِبٌ فِیْ غَیْرِ الْقِبْلَۃِ ۔ (بخاری شریف باب صلوۃ التطوع علی الدواب ،ص 498 ، ج 1 مترجم)

ترجمہ: ''حضرت جابر بن عبداللہؓ نے آپؐ کی کیفیت سفر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ آپؐ دوران سفر نفل نماز سواری پر پڑھتے چاہے سواری قبلہ سے دوسری سمت چل رہی ہو۔''

سفر میں سواری پر نوافل نمازوں کے پڑھنے کی اجازت ہے۔آپ کا گھوڑا یا آپ کا اونٹ ہے یا موجودہ زمانہ کی مشینی سواریاں پر نفل نماز، لمبی پڑھنا چاہیں تو لمبی پڑھئے مختصر پڑھنا چاہیں تو مختصر پڑھئے ۔ یا شادی بیاہ میں جانے کے لئے کسی اجتماع میں جانے کے لئے پوری پوری بس ریزرو کرائی گئی ہو یا ریل کی بوگی ریزرو کرائی ہو تو اس میں بھی اپنی مرضی کے مطابق نفل نماز پڑھ سکتے ہیں کوئی منع نہیں ہے۔

ہر حدیث کے معنی اور مفہوم رسول اللہؐ کے مزاج اور آپؐ کی منشاء کے مطابق لینا چاہئے ۔ رفاحی اور عوامی جگہوں پر وقت بے وقت لمبی لمبی اور طویل نمازوں کے پڑھنے سے بچنا چاہئے ،اور سواری خود کی ہے آپ اس پر سوار ہیں۔ سواری قبلہ کی طرف جا رہی ہو یا کسی اور طرف جا رہی ہو اس پر نفل نماز پڑھنے کی اجازت ہے۔قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ ط

ترجمہ: ''تم جس طرف بھی منھ کرو گے اللہ کا جلوہ وہیں پاؤ گے۔''

(2۔البقرہ، آیت: 115)

قرآن مجید کی آیت ہو یا کوئی حدیث شریف ہو ان کے احکام میں کوئی مین میخ نہیں نکالنا چاہئے اور اس پر لے دے نہیں کرنا چاہئے کہ کچھ بھی آڑے ٹیڑھے مسئلے نکال کر لوگوں کو الجھن میں نہ ڈالیں بلکہ جو سہولت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ نے دی ہے اس سے ایمان والوں کو فائدہ اٹھانا چاہئے۔

(240) درخت لگانے کی فضیلت

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ یَغْرِسُ غَرْسًا اَوْیَزْرَعُ زَرْعًا فَیَاْکُلُ مِنْہُ طَیْرٌ اَوْاِنْسَانٌ اِلَّا کَانَ لَہٗ بِہٖ صَدَقَۃٌ۔ (بخاری شریف)

ترجمہ: ''رسول اللہؐ نے فرمایا کہ جب کوئی مسلمان پودا لگاتا ہے یا کھیتی آباد کرتا ہے اور اس سے کوئی پرندہ دانہ کھاتا ہے یا کوئی انسان اس سے فائدہ اٹھاتا ہے تو یہ عمل اس کے حق میں صدقہ لکھا جاتا ہے۔''

صدقہ کی کئی قسمیں ہیں۔ پیسہ دیجئے، کھانا کھلا دیجئے، کپڑا پہنا دیجئے کسی کا قرض ادا کرا دیں، کسی کا علاج کرا دیں یا کوئی اور انسانی ضرورت ہو تو صدقہ اور خیرات کیجئے لیکن اس حدیث میں رسولؐ نے درخت لگانے اور کھیتیاں آباد کرنے کو بھی صدقہ بتایا ہے اور شجر کاری کرنے اور کاشت کاری کرنے کی ترغیب دی ہے کہ کوئی انسان درخت لگاتا ہے یا کھیتی کرتا ہے اس سے کوئی انسان یا پرندہ فایدہ اٹھاتا ہے تو درخت لگانے والے کھیتی کرنے والے کے نامۂ اعمال میں صدقہ کرنے کا ثواب لکھا جاتا ہے۔

آج کے زمانہ میں حکومتوں نے بھی شجر کاری کے بڑے بڑے لمبے پلان بنائے ہیں اور شجر کاری پر

کروڑوں روپیہ خرچ کرتے ہیں۔ جنگلے لگاتے ہیں۔ اس میں درخت کے بیج بوتے ہیں، لاکھوں درخت لگانے کے پیسے سرکاری خزانہ سے دیئے جاتے ہیں مگر دس پانچ ہزار درخت بھی نہیں لگ پاتے ہیں۔ حدیث پاک میں حضورؐ نے امت کو نصیحت کی کہ اہل ایمان شجر کاری (درخت لگانے) اور کھیتی و کاشت کاری کرنے کی طرف توجہ کریں یہ ان کے لئے صدقہ کرنے کا ثواب حاصل کرنے کا ذریعہ ہوگا۔ گھروں میں درخت لگائے، راستوں کے آس پاس لگائے، کھیت کھلیانوں میں یا جو بھی مناسب جگہ ہو وہاں درخت لگائے۔ ایک زمانہ میں مسلمانوں نے الحمدللہ اس پر عمل کیا ہے۔ ہندوستان میں جتنے نیشنل ہائیوے NATIONAL HIGHWAY بڑے بڑے راستے ہیں ان پر مسلم بادشاہوں نے شجر کاری کروائی ہے جس سے مخلوق کو چھاؤں بھی ملتی ہے۔ بہت سے انسانوں اور پرندوں کو غذا کا سامان بھی ملتا ہے۔

اس حدیث پاک کو سامنے رکھتے ہوئے اگر ہندوستانی مسلمان اس طرف توجہ کریں اور ایک مسلمان زندگی میں صرف ایک درخت لگائے تو ہندوستان میں بائیس کروڑ مسلمان ہیں پورے ملک میں بائیس کروڑ درخت ان کے ہاتھوں سے لگ سکتے ہیں۔ یہ ہوسکتا ہے کہ اس میں سے کچھ اگ آئیں گے اور کچھ نہیں اگ سکیں گے، کچھ کو جانور وغیرہ کھا جائیں گے کچھ اور کسی طرح ضائع ہو جائیں گے۔ پھر بھی ایک قابل لحاظ اور بڑی تعداد میں لگائے ہوئے درخت باقی رہ جائیں گے اس لئے مسلمان کو شجر کاری اور درخت لگانے کی طرف بھی توجہ کرنی چاہئے۔

(241) سفر دعوت

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا اِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ اِنَّكَ تَاْتِىْ قَوْمًا اَهْلَ كِتَابٍ فَادْعُهُمْ اِلٰى شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَاَعْلِمْهُمْ

اَنَّ اللّٰہَ قَدْ فَرَضَ عَلَیْھِمْ خَمْسَ صَلَوٰتٍ فِی الْیَوْمِ وَاللَّیْلَةِ فَاِنْ ھُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَاَعْلِمْھُمْ اَنَّ اللّٰہَ قَدْ فَرَضَ عَلَیْھِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِیَآئِھِمْ فَتُرَدُّ عَلٰی فُقَرَآئِھِمْ فَاِنْ ھُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَاِیَّاكَ وَكَرَائِمَ اَمْوَالِھِمْ وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّہٗ لَیْسَ بَیْنَھَا وَبَیْنَ اللّٰہِ حِجَابٌ۔

(مشکوٰۃ شریف۔ کتاب الزکوٰۃ فصل اول)

ترجمہ: ”رسول اللہؐ نے حضرت معاذؓ کو جب دعوت دین کے لئے یمن بھیجا تو فرمایا کہ تم ایسی قوم کے پاس جا رہے ہو جو اہل کتاب ہے۔ لہٰذا ان کو پہلے توحید کی دعوت دینا، اگر وہ اس کو قبول کر لیں تو ان کو بتانا کہ اللہ نے ان پر دن رات میں پانچ وقت کی نمازیں فرض کی ہیں اگر وہ اس کو مان لیں تو ان کو بتاؤ کہ اللہ نے ان پر زکوٰۃ واجب قرار دی ہے جو ان کے مالداروں سے لی جائے گی اور ان کے غرباء و مساکین پر تقسیم کی جائے گی اگر وہ اس کو بھی مان لیں تو تم ان کے باقی اچھے مالوں میں سے لینے سے پرہیز کرو اور مظلوم کی بددعا سے بچو اس لئے کہ اللہ اور اس کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہوتا۔“

ایمان کی دعوت دینے کے لئے یمن کی طرف رسول اللہؐ نے حضرت معاذؓ کو بھیجا اور یہ نصیحت فرمائی کہ اے معاذ تم ایسی قوم کے پاس جا رہے ہو جو اہل کتاب ہے۔ لہٰذا پہلے ان کو یہ دعوت دینا کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں اور یہ بھی گواہی دیں کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ اگر یمن کے لوگ اس بات کو مان لیں تو پھر ان کے علم میں یہ بات لائی جائے کہ اللہ نے ان پر رات دن میں پانچ وقت کی نماز فرض کی ہے جسے ہر ایمان والے کو ادا کرنا ہی کرنا ہے۔ چاہے سفر میں ہو یا گھر پر ہو۔ اگر وہ یہ بھی مان لیں تو انہیں بتایا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے لی جائے گی اور انہیں کے غریب لوگوں پر تقسیم کر دی جائے گی۔ وہ لوگ اگر اس بات کو بھی تسلیم کر لیتے ہیں تو اے معاذ ان کے باقی مال پر ہاتھ ڈالنے سے دور رہو اور مظلوم کی بددعا سے بھی پورے طور پر بچنے کی فکر کرو کیونکہ مظلوم کی بددعا اور اللہ تعالیٰ کے بیچ کوئی آڑ اور رکاوٹ نہیں ہے۔

حدیث پاک کا ترجمہ تو آپ نے پہلے پڑھ لیا تھا۔ تشریح میں بھی ہم نے تھوڑی ترجمانی کر دی ہے۔ موجودہ دور کے لوگوں کو اس حدیث پاک پر اچھی طرح غور کرنا چاہئے کہ اللہ کے رسولؐ ایمان کی دعوت کے لئے صحابۂ کرامؓ کو آس پاس کے علاقوں میں بھیجا کرتے تھے۔ حضرت معاذؓ کو آپؐ نے یمن کی طرف دعوت ایمان کے لئے بھیجا تو انہیں کیا نصیحت کی؟ اور کیا بات ان سے کہی؟ کیا یہ کہا کہ جاؤ ملک کے لوگوں پر حملہ کر دو۔ مارکاٹ شروع کر دو۔ اور پوری طرح وہاں کے لوگوں کو کچل کر رکھ دو؟ نہیں نہیں یہ سب کچھ ایمان کی دعوت میں نہیں ہوتا بلکہ اول اول لوگوں کو اللہ کے ایک ہونے اور محمدؐ کے اللہ کے رسول ہونے کو ماننے کی دعوت دینا ہے، جب وہ توحید و رسالت کو مان لیں تو پھر ان کو بندگی رب کے لئے نماز کی تعلیم دی جائے اور معاشی توازن کو برقرار رکھنے نیز فقراء مساکین۔ یتیم محتاج بیوہ خواتین کی مالی معاونت کی غرض سے مالدار پر لازم کی جائے۔ لہٰذا مالداروں سے زکوٰۃ کا مال لے کر انہیں کی قوم کے غریبوں پر تقسیم کر دیا جائے۔ اگر وہ لوگ نماز ادا کرنے لگیں اور ہر سال مالدار لوگ اپنے مالوں کی زکوٰۃ بھی دینے لگیں تو اب کسی حاکم کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ ان کے کسی مال پر ہاتھ ڈالے لیکن اگر کسی مسلم حاکم اور داعی نے ایسا کیا تو پھر اسے رسول اللہؐ نے خبردار کیا ہے کہ تم اپنی اس بے جا حرکت کی وجہ سے مظلوم بنو گے اور قوم مظلوم ہوگی، تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ اور مظلوم کی بددعا کے بیچ کوئی آڑ اور رکاوٹ نہیں ہے یعنی مظلوم کی بددعا فوراً قبول ہوتی ہے۔

اس حدیث پاک کی روشنی میں کیا پوچھا جا سکتا ہے کہ ہمارے یہاں کشمیر کے لوگ جو کچھ کر رہے ہیں اور دوسرے لوگ بھی کر رہے ہیں، پڑوسی ملک پاکستان کے لوگ بھی ماشاءاللہ جنگ میں لگے ہوئے ہیں۔ اس میں کتنے لوگ مارے جاتے ہیں اور کتنی جانیں ضائع ہوتی ہیں، کیا کسی فریق نے کشمیر کے غیر مسلموں کو ایمان اور اسلام کی دعوت اس طرح دی ہے جس طرح کہ رسولؐ نے حضرت معاذؓ کو حکم فرمایا ہے، موجودہ حالات میں اس طرح کی ہتھیار بازی کرنا، مارکاٹ کرنا، اہل ایمان کا آپس میں

مار ماری کرنا جیسے کہ عراق ایران جنگ، عراق کا کویت پر حملہ کرنا، افغانستان میں مختلف مسلم گروپوں کا آپس میں مارا ماری کرنا ان کے بارے میں کیا کوئی عالم دین کہہ سکتا ہے کہ یہ سب جنگیں اسلامی جنگ ہیں؟

مسلمانو! اللہ سے ڈرو، مظلوم چاہے مسلم ہو یا غیر مسلم ہو اس کی بد دعا اور آہ سے بچنے کی کوشش کرو۔ بغیر ایمان کی دعوت دیئے ہوئے جنگ چھیڑنا ہرگز اسلامی طریقہ نہیں ہے۔ پہلے سلیقہ اور حکمت و دانائی کے ساتھ قوموں کے سامنے ایمان اور توحید کی دعوت پیش کی جائے، مدعو قوم اگر اہل کتاب ہو تو ان کو دعوت دینے میں بہت ہی احتیاط کی ضرورت ہے کہ انہیں توحید کی بات سمجھائی جائے اور رحمت عالم ؐ کی رسالت سے واقف کرایا جائے کتاب اللہ یعنی قرآن مجید کو ان کے سامنے بے نقاب کیا جائے اور ان پر مکمل طور سے حجت پوری کی جائے حجت پوری کیے بغیر ہتھیار اٹھالینا ظلم ہے موجودہ دور میں مسلم نوجوانوں کی تنظیمیں، جماعتیں جو کچھ کر رہی ہیں اس پر نظر ثانی کرنی چاہیے اور پیچھے پلٹ کر دیکھنا چاہیے پچھلے پچاس برسوں سے جو مار کاٹ ہو رہی ہے اس میں کتنے مسلمان مسلمانوں کے ہاتھ مارے گئے ہیں اور مسلمانوں کے ہاتھوں کتنے غیر مسلم بھی مارے گئے ان مارے جانے والوں میں عورتیں، بچے بھی شامل ہیں۔ جنگ اور مار دھاڑ کرنے والے لوگ اپنی حرکتوں سے اسلام کی جو تصویر بنا رہے ہیں یہ پانچ سو برس کے لئے ایمان اور اسلام کی دعوتی جدو جہد کو پیچھے ڈھکیل دے گی۔

لہذا میں سبھی ایسی تنظیموں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ جارحانہ طرز اور ہتھیار بندی کے طریقے کی طرف اپنے آپ کو نہ جانے دیں۔ اول اول دعوت کے تمام اصولوں اور شرطوں کو پورا کریں پھر جب مخالف قومیں مسلح مقابلہ کریں اور نہ خود ایمان و اسلام کے ساتھ جینا چاہتی ہیں اور ہم کو جینے دینا نہیں چاہتیں تو پھر درج ذیل آیت کو پیش نظر رکھ کر ہم کو بھی ہتھیار اٹھانے کی اجازت ہے۔

أُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ﴿39﴾

ترجمہ: ''جن لوگوں کولڑائی کے لئے مجبور کیا گیا اور ان پر ظلم ڈھائے گئے اب اللہ کی طرف سے انہیں اجازت دی جاتی ہے کہ وہ بھی مقابلہ میں اٹھ کھڑے ہوں بیشک اللہ ان کی مدد پر قادر ہے۔''
(22۔الحج، آیت: 39)

ان حالات میں ایمان والوں کو ہتھیار اٹھانے کا حق پہنچتا ہے لیکن ابھی ہم نے دعوت کی الف، ب نہیں بتائی اور حملہ آوروں کی طرح مسلم تنظیمیں کام کرنے لگیں ہیں یہ اسلام اور ایمان کی دعوت کے لئے سخت نقصان دہ ہے مرنے کے بعد ان سب کو پتہ چلے گا کہ انہوں نے جو قربانیاں دی ہیں اور جو مار کاٹ کی ہے اس کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟ یہ وہ بھی دیکھیں گے اور ہم بھی دیکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ظلم و زیادتی سے بچائے اور دعوت کے کاموں کی طرف توجہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(242) قضائے حاجت میں احتیاط

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِتَّقُوا الْمَلَاعِنَ الثَّلَاثَ اَلْبَرَازُ فِي الْمَاءِ وَفِي الظِّلِّ وَفِيْ طَرِيْقِ النَّاسِ ۔ (ابن ماجہ: ص138، ج1)

ترجمہ: ''رسول اللہ نے فرمایا قابل ملامت تین چیزوں سے بچو۔(1) پانی میں پیشاب پاخانہ کرنے سے۔(2) سایہ میں قضائے حاجت پوری کرنے سے (3) اور راستے میں بھی یہ دونوں حاجتیں پوری کرنے سے بچنا چاہئے۔''

نہر ہو، تالاب ہو، کنواں ہو پانی کی اور کوئی جگہ ہو تو ایسی جگہ پیشاب پاخانہ نہ کرے، سایہ دار درخت ہو یا اور کوئی سایہ اور چھاؤں والی جگہ ہو وہاں بھی پیشاب پاخانہ کرنا منع ہے، لوگوں کے آنے جانے کے

راستوں پر بھی پیشاب پاخانہ کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ ان تینوں باتوں پر کسی نے عمل نہیں کیا تو وہ شخص اللہ تعالی اور رسول اللہ ؐ کی لعنت کا مستحق ہوگا ہی اس کے ساتھ لوگوں کی لعنت ملامت اور برا بھلا کہے جانے کا بھی مستحق ہوگا۔

اللہ کا شکر ہے کہ شہری زندگی میں اتنا کچھ ہوتا نہیں لیکن دیہاتوں اور قصبوں میں لوگ احتیاط نہیں کرتے جبکہ یہ بہت خراب بات ہے اور عام لوگوں کو اس گندی حرکت کی وجہ سے بڑی تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے کوئی بھی شخص اپنی پیشاب پاخانہ کی ضرورت پوری کرنے کے لئے راستوں کا استعمال نہ کرے۔ سیکڑوں ہزاروں لوگ راستہ سے گذرتے ہیں آتے جاتے ہیں کسی کے کپڑے ناپاک ہوں، کسی کے پاؤں میں ناپاکی لگ جائے، دوسرا پہلو اس میں یہ بھی ہے کہ ان جگہوں پر پیشاب پاخانہ کرنے سے گندگی اور بیماری پھیلتی ہے۔

پانی جگہوں کے آس پاس، سایہ اور چھاؤں کی جگہ اور راستہ میں پیشاب پاخانہ کرنا ایک طرح سے عام لوگوں کے حق پر ڈاکہ ڈالنے کے جیسا ہے کہ اللہ نے عام انسانوں کے لئے جو نعمتیں بنائی ہیں ان نعمتوں کی ناقدری ہے۔

(243) دو محبوب بول

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَلِمَتَانِ حَبِیْبَتَانِ اِلَی الرَّحْمٰنِ خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ سُبْحٰنَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ سُبْحٰنَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔

(بخاری شریف، کتاب التوحید)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا دو کلمے ایسے ہیں جو رحمٰن یعنی اللہ

تعالیٰ کو بہت پسند ہیں زبان پر (پڑھنے میں) ہلکے ہیں۔ قیامت کے دن) اعمال کے ترازو میں وزنی ہوں گے وہ کلمے "سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ" ہیں۔ پاک ذات ہے اللہ اور تمام تعریف اسی کی ہے۔ اور پاک ہے وہ اللہ جو عظیم مرتبے اور شان والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ اپنی خاص الخاص رحمتیں نازل فرمائے۔ حضرت امام بخاریؒ پر انہوں نے اپنی مشہور حدیث کی کتاب صحیح بخاری شریف کے آخر میں اس حدیث کو ذکر فرمایا ہے۔ اس حدیث کے راوی حضرت ابو ہریرہؓ ہیں۔ فرمایا رسول اللہؐ نے کہ دو کلمے رحمٰن کو بہت محبوب ہیں۔ زبان پر بہت آسان ہیں اور قیامت کے دن میزان میں بڑے وزنی اور بھاری ہوں گے وہ بابرکت کلمے یہ ہیں۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔

ترجمہ: ''اللہ سب عیبوں سے پاک ہے اور تمام تعریفیں اسی کے لئے ہیں۔ پاک ہے اللہ اور بڑی شان والا ہے۔''

یعنی اولاد، بیوی بچے، رشتے ناتے رکھنا، کھانا پینا، سونا اونگھنا، مرنا تھکنا، بھولنا یہ سب عیب اور نقص ہیں کسی کو اپنا شریک اور ساجھی دار بنانا کسی سے مدد لینا یہ سب عیب ہیں اور ان سب عیبوں سے اللہ تعالیٰ پاک ہے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ پر یہ عیب لگاتے ہیں وہ مشرک ہیں۔ شرک کی تردید کے لئے یہ دو کلمے دل پر بہت اثر ڈالتے ہیں، یہ کلمات مومنوں کے لئے بڑا تحفہ ہیں۔ لہٰذا ہر مسلمان مرد اور عورت ان پاکیزہ کلمات کو پڑھتے ہی رہیں۔ دن رات چلتے پھرتے بیٹھتے کروٹوں کے بل لیٹے لیٹے بھی پڑھا جا سکتا ہے، چاہیے جس طرح سے بھی ہو بار بار ان کلمات کو زبان پر جاری رکھنے کی عادت بھی ڈالنی چاہئے۔ اللہ رب العزت ہم سب کو اپنی تسبیح اور حمد بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ

إِنَّا أَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿٨﴾

بیشک ہم نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے گواہی دینے والا اور
بشارت سنانے والا اور ڈر سنانے والا ۔ ﴿٨﴾ (٤٨ الفتح آیت ٨)

اہل ایمان مرد و خواتین نیز برادرانِ وطن کو روزانہ کی زندگی میں
نشانِ راہ بتانے والی احادیث مبارکہ کا مجموعہ

تعلیم الحدیث

حصہ سوم 3

مع عربی متن و ترجمہ اور مختصر تشریح

مُرتّب

مفسر قرآن حضرت مولانا عبد الکریم پاریکھ صاحب ناگپوری مدظلہ العالی

إِنَّآ أَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿8﴾

ترجمہ: ''بیشک ہم نے آپؐ کو رسول بنا کر بھیجا ہے، گواہی دینے والا اور بشارت سنانے والا اور ڈرسنانے والا۔''

(48۔الفتح، آیت: 8)

اہل ایمان مرد وخواتین نیز برادران وطن کو روزانہ کی زندگی میں نشان راہ بتانے والی احادیث مبارکہ کا

مجموعہ

تعلیم الحدیث

حصہ سوم (۳)

مع عربی متن وترجمہ اور مختصر تشریح

مرتب

مفسر قرآن حضرت مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب مدظلہ العالی ناگپور ۸

فرید بکڈپو (پرائیویٹ) لمیٹیڈ

FARID BOOK DEPO (Pvt.) Ltd.

Corp. Off: 2148, M.P.Street, Pataudi House,Darya Ganj, N. Delhi-2

Phones : 23289786, 23289159 Fax : 23279998 Res: 23262486

E-mail : farid@ndf.vsnl.net.in Websites : faridexport.com,

faridbook.com

نام کتاب	:	تعلیم الحدیث حصہ سوم
مرتب:	:	مفسّر قرآن حضرت مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب
کتابت:	:	امتیاز احمد
باھتمام:	:	الحاج محمد ناصر خان
ناشر:	:	فرید بکڈپو، دہلی
صفحات:	:	
اشاعت:	:	2004 مطابق 1425ھ
مطبع:	:	ایس، ایف، آفسیٹ پریس دہلی
قیمت:		
کمپوزنگ	:	قاری محمود عالم عبدالجبار

Name of the book

TALEEM-UL-HADEES Part III

Mufassir -e-Qur'an Hazart Maulana Abdul Kareem Parekh Sb.

التاریخ الرقم

تقریظ

برائے تعلیم الحدیث مصنفہ مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب

گرامی قدر عالم دین ومحترم داعی حق مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب کی شخصیت برصغیر ہندوپاک میں معروف شخصیت ہے ان کو صرف عالم دین کی حیثیت سے ہی نہیں بلکہ ملت اسلامیہ کی بلکہ عالم دین کی حیثیت سے ہی نہیں بلکہ ملت اسلامیہ کی ضرورت کی متنوع خدمات میں پیش پیش دیکھا جاتا ہے، وہ اپنی ذاتی مصروفیات کے باوجود دین وملت کے کاموں میں نمایاں حصہ لیتے ہیں، انہوں نے قرآن مجید کی تعلیمات کی تشریح وترویج کو اپنا بنیادی موضوع بنایا، اور بہت کام انجام دیا، اسی نسبت سے وہ مفسر قرآن کی صفت سے موصوف کئے جاتے ہیں، وہ اپنے آغاز جوانی سے ہی درس قرآن کے ذریعے تفہیم مضامین قران کا سودمند دعوتی وتربیتی کام برابر انجام دے رہے ہیں، ان کی تفسیر قرآن بھی تیار ہوکر افادۂ عام کا درجہ حاصل کر چکی ہے۔ خدمت قرآن کے ساتھ ساتھ ان کا غیر مسلموں میں اسلام کے تعارف کا کام بھی خاص افادیت کا ہے، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کی فکر وتوجہ کے ساتھ ہم آہنگی میں انہوں نے پیام انسانیت کے نام سے بھی خاصا کام کیا، جس کا بنیادی مقصد ملت اسلامیہ کے سلسلہ میں غیر مسلموں کے ذہن کو صاف کرنا ہے، اور یہ بتانا ہے کہ اسلام کا امن پسندانہ اور انسانیت کی بہبود کا پیغام اسلامی تعلیمات کا اہم جزء ہے، مولانا پاریکھ صاحب اس کام میں بھی قرآن مجید کی تعلیمات کو بنیاد بناتے ہیں، اور اس سے روشنی حاصل کرتے ہیں، اسی شغف کی وجہ سے مولانا قرآن مجید کے ساتھ ساتھ حدیث شریف سے بھی جو کہ اسلامی تعلیمات کا مرجع ثانی ہے مضامین لے کر ان کی تشریح کرنے کا کام انجام دے رہے ہیں، اور اس سلسلہ میں حدیث شریف سے حاصل کردہ تعلیمات سے ایک مسلمان کی زندگی کو جو روشنی ملتی ہے اس کو اجاگر کرتے ہیں، اس کام میں ان کا تیار کردہ دو جلدوں میں

تعلیم حدیث کے نام سے شائع ہو کر مقبول ہو چکا ہے، ان دو جلدوں پر مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کی تقریظیں بھی ہیں۔

حضرت مولاناؒ نے مولانا پاریکھ صاحب کی خدمات کو بہت سراہا ہے اور اپنا تعلق خاطر بھی ظاہر فرمایا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ دونوں حضرات کا ایک دوسرے سے گہرا ربط اور محبت و تعلق کا معاملہ تھا اور دعوتی کاموں میں تیز مسلمانوں کی ملی خدمات اور پیام انسانیت کے کام میں گہری قربت تھی، اب مولانا پاریکھ صاحب کی تعلیم الحدیث کی تیسری جلد تیار ہوگئی ہے، اس کے مضامین بھی مسلمان کی زندگی کے لئے متنوع پہلوؤں میں رہنما اور معاون ہیں، ان سے زندگی کے مختلف نشیب و فراز میں قرآن وحدیث کی ہدایات کو سمجھا جاسکتا ہے اور سمجھ کر ان پر عمل کر کے اپنے پروردگار کے دربار آخرت میں سرخ رو ہونے کا راستہ بنایا جاسکتا ہے اور اس کے رسول خاتم النبیین کی مسرت اور پسندیدگی کا فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

معظمی مولانا پاریکھ صاحب نے مجھ سے اس تیسری جلد کے لئے تقریظ لکھنے کے لئے فرمایا ہے، اس سے قبل کی دو جلدوں میں مولانا علی میاںؒ کی تقریظیں آچکی ہیں، حضرتؒ کی تحریر اس جلد کے لئے بھی کافی تھی، لیکن محترم مولانا پاریکھ صاحب نے مجھ سے اپنے حسن ظن کی وجہ سے طلب کیا، ان سے مجھے جو تعلق ہے اس کی بناء پر ان کی خواہش کو رد نہیں کیا جاسکتا، چنانچہ تعمیل فرمائش میں یہ چند سطور بالا تحریر کر دی ہیں، اللہ تعالیٰ مولانا پاریکھ صاحب کی ان کوششوں کو اپنی مرضی کے حصول کا ذریعہ بنائے، اور ان کی افادیت امت مسلمہ کے لئے عام کرے، آمین۔

خاکسار

محمد رابع حسنی ندوی

ندوۃ العلماء لکھنؤ

22/5/1424ھ 23/7/2003ء

عربی، اردو، انگریزی کے مشہور مؤلف اور عربی تفسیر تَرجُمَاتُ مَعَانِی الْقُرْاٰنِ وَتَطَوُّرُ فَهْمِهٖ عِنْدَ الْعَرَبِ کے عظیم مصنف اور ایشیا کے مشہور عالم ربانی حضرت مولانا عبداللہ عباس صاحب ندوی مدظلہٗ معتمد تعلیمات دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، پروفیسر جامعۃ الملک عبدالعزیز مکۃ المکرمہ کا گرانقدر مقدمہ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا يُّبَلِّغُ رِضَاهُ وَسَلَامُ اللّٰهِ عَلٰى رَسُوْلِهٖ اَرْوَاحُنَا فِدَاهُ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَمَنِ اتَّبَعَ خُطَاهُ

مجدد ثقافت دین، داعی الی اللہ، المفسر والمحدث، حضرت مولانا عبدالکریم پاریکھ اس عصر میں اللہ تعالیٰ کی نعمت اور دین کی محبت اور وارث علوم شریعت ہیں، انھوں نے متعدد عناوین پر کتابیں لکھیں اور لکھتے رہتے ہیں۔ فلسفۂ یونان اور مغرب کی موشگافیوں پر ان کے ایجابی انداز کے فاضلانہ رسائل علمی اہمیت کے حامل ہیں اور سب پر فائق اور سب سے اعلیٰ کام انھوں نے یہ کیا کہ قرآن کریم کا ترجمہ روزمرہ کی زبان میں اور غیر مصنوعی فطری انداز گفتگو میں کیا ہے۔ جو مقبول ہوا، اور اس کی مقبولیت ترقی پذیر ہے۔ اس کے بعد حدیث شریف پر آئے دو جلدیں لکھ چکے اور تیسری جلد اب شائع ہو رہی ہے۔

قرآن اور حدیث اسلامی ثقافت کے دو ستون محکم ہیں۔ ان ہی پر قائم دین و اخلاق کا قلعہ ہے۔ اگر ان کی جڑیں خدانخواستہ ٹوٹ جاتی ہیں تو ہزاروں پہاڑوں کے زمین سے اکھڑ جانے کے حادثہ زیادہ خطرناک ہوتا۔ مولانا پاریکھ نے ان ہی دو مورچوں پر اپنے علم و فضل کے سپاہی بٹھا دیے۔

میں نے تعلیم الحدیث کی پہلی اور دوسری جلدوں سے استفادہ کیا ہے، عربی متن اور مختصر تشریح کے ساتھ مولانا نے وہ حدیثیں یکجا کر دی ہیں جن سے ہمیں اپنی روزمرہ کی زندگی میں سابقہ پڑتا ہے۔ جنت، دوزخ میں پیش

آنے والے حالات، لباس، زندگی، خوارک کی خوبصورت الفاظ اور حسین ترکیبوں میں خدمت کی ہے۔ پڑوسی کا حق، رشتہ داری کا حق، ملک وملت کا حق کیسے اور کیونکر ادا کیا جائے یہ سب احادیث سے اس طرح ثابت کیا ہے کہ ان احادیث کا متن دیا ہے اور بہت ہی صاف وشفاف، کھلی اور نکھری ہوئی زبان میں اس کی شرح لکھی ہے، دوسرا حصہ بھی اسی تسلسل پر قائم ہے اک فیض کا دریا ہے، ہر پیاسے کی تشنگی کا سامان ہے، کسی کو معلوم کرنا کہ ظالم کی سزا جہنم ہے، یہ بات عقل میں آتی ہے۔ مگر مظلوم ومقتول کو کیوں دوزخ کی خبریں سنائی گئیں، اس کا جواب حضرت پاریکھ سے ان کی کتاب کی دوسری جلد میں مل جائے گا، شاکر کون ہے اور صابر کون ہے شکر کرنے والا اللہ کا محبوب اور صبر کرنے والا اللہ کے سایہ رحمت میں رہنے والا۔ جس کو معیت حاصل ہے، اس طرح صاف گوئی، صاف دلی، صاف الفاظ میں بیان کیا ہے کہ ہر ایک کو اس کی تمنا ہو کہ وہ ان باتوں کو سمجھنے کے لئے دل کے دروازے کھلے رکھے۔

اس عاجز وناتواں وگناہ گار کا خیال ہے کہ حضرت پاریکھ نے جو علمی ودینی دسترخوان چنا ہے اس سے فائدہ اٹھانے والے طلبہ ہی نہیں عوام اور علماء بھی، آج کے افرادامت بھی ہیں اور مستقبل کی نسل کے افراد بھی ہوں گے۔

تیسری جلد کا مسودہ صاف وشفاف حروف میں لکھا ہوا میرے پیش نظر ہے اس میں علمی ودینی معلومات سے دماغ کو روشن کرنے والی باتیں ہیں۔ اور سب باتیں ان کی ہیں جن کی باتوں سے سارے عالم کی سچائیاں جمع ہیں چھوٹی چھوٹی باتیں جن کی طرف ہمارا ذہن نہیں جاتا کہ ان کے متعلق دینی احکام معلوم کریں۔ فرمودۂ سرکار دوعالم کو تلاش کریں۔

حضرت مولانا عبدالکریم پاریکھ ان چند خوش نصیب رجال امت میں ہیں، جو مخدوم ملت اسلامیہ فقیہ العصر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی الحسنی الندوی قَدَّسَ اللّٰہُ رُوْحَہٗ وَبَرَّدَ مَضْجَعَہٗ کے دست گرفتہ تھے۔ اور

حضرت علیہ الرحمہ نے اپنے قلم مبارک سے مختصر و مطول داد تحسین کے ساتھ دعائے خیر و برکت کے الفاظ عطا فر مائے ہیں۔

اس سلسلہ کی تیسری جلد کے عناوین دیکھ کر اور احادیث کا متن و ترجمہ پڑھ کر بے اختیار زبان پر آیا کہ ''ثقافت اسلامیہ'' نام کی کوئی چیز دنیا میں ہے اور اس کی کوئی حقیقت ہے تو وہ مولانا پاریکھ کے ترجمہ قرآن وحدیث اور علمی افادات سے حاصل کی جا سکتی ہے ثقافت کے لغوی معنی کچھ اور ہیں اور عربی، فارسی، اور اردو میں اس کا وسیع مفہوم ہے جس کا خلاصہ آپ یوں کر سکتے ہیں کہ دماغ کا ایک خاص سانچہ تیار کرنا جو حق وصدق کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ اس کے اندر ادبی ذوق بھی داخل ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف یکسو ہو کر مناجات و دعاؤں کا ذوق بھی عطا کرتا ہو۔

میں نے ان تصورات کی روشنی میں سمجھ بوجھ کر مولانا پاریکھ صاحب کے لئے ''مجدد ثقافت'' کا لفظ پسند کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ مولانا کی کاوشوں کو قبول فرمائے۔ اور ان کی آواز کو آوازۂ حق بنائے رکھے۔

والسلام

بندہ عاجز و عاصی

عبداللہ عباس ندوی

(19-7-2003)

بین الاقوامی سطح کے بلند مقام عالم دین اور آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے نائب صدر جناب مولانا ڈاکٹر سید کلب صادق صاحب مدظلہٗ کا ''تعلیم الحدیث حصہ سوم'' پر گرانقدر مقدمہ۔

باسمہ سبحانہٗ

حضرت مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب کی ذات ستودہ صفات ایک مثال اور ہم سب کے لئے لائق تقلید ہے۔تجارتی اور سرگرم ملی مشاغل کے باوصف قرآن حکیم کے ترجمہ وتفسیر سے مشرف ہوئے۔اسے اردو کے علاوہ شاندار شکل میں ہندی میں شائع کر کے غیر اردو داں طبقہ کے لئے اس کے فیوض کے ابواب کھولے۔

قرآن کریم کی خدمت سے فارغ ہوکر اب مولانا مدظلہٗ نے احادیث نبوی کے ترجمہ وتشریح کی طرف توجہ فرمائی ہے۔دو جلدیں شائع ہو چکی ہیں تیسری جلد کی زیراکس کاپی اس وقت مخلص کے پیش نظر ہے۔اس میں ''بیان مصنف'' کے طرز کی کوئی چیز شامل نہیں ہے۔جس کے باعث وہ سوال جو راقم نے پہلی جلد کے معروضہ میں اٹھایا تھا۔اب بھی تشنۂ جواب ہے۔سوال تھا کہ ''ہم اور کتنی جلدوں کا انتظار کریں۔''

ظاہر ہے کہ مولانا مدظلہٗ کے سامنے صحاح ستہ کے علاوہ احادیث کے مجموعے بھی ہیں۔مولانا موصوف پیش نظر تیسری جلد میں تین سو ساٹھ حدیثوں تک پہنچے ہیں اس لئے ہماری دعاء ہے کہ وہ کم سے کم ایک ہزار حدیثوں کی پیش کش کے لئے موفق ہوں۔امید کرنا چاہئے کہ اس جلد کی طباعت دونوں ماقبل جلدوں کے مانند ہی ہوگی۔اس موقع پر ہم فرید بک ڈپو (پرائیویٹ) لمٹیڈ۔دریا گنج، نئی دہلی کی سعی جمیل کو بھی سراہتے ہیں۔

والسلام

مخلص: ڈاکٹر سید کلب صادق

فہرست مضامین

(244) کنجوسی بڑے بڑے گناہوں کا ذریعہ بنتی ہے

عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِاللّٰهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اتَّقُوا الظُّلْمَ فَاِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاتَّقُوا الشُّحَّ فَاِنَّ الشُّحَّ اَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَمَلَهُمْ عَلٰى اَنْ سَفَكُوْا دِمَآئَهُمْ وَاسْتَحَلُّوْا مَحَارِمَهُمْ ۔ (مسلم شریف۔ کتاب البر والصلة والآداب، باب تحریم الظلم)

ترجمہ: ''حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: تم ظلم سے بچو، اس لئے کہ ظلم قیامت کے دن کی اندھیاریوں میں سے ہے۔ اور تم بخیلی سے بھی بچو کیونکہ بخیلی نے تم سے پہلے لوگوں کو تباہ کیا، بخیلی کی وجہ سے ان لوگوں نے قتل اور خون کئے اور حرام کو حلال کیا۔''

مسلم شریف کی اس حدیث پاک میں رسول اللہؐ نے امت کو حکم دیا کہ ظلم وزیادتی سے بچتے رہو۔ قیامت کے دن ظالم کا ظلم اسے چاروں طرف اندھیرے میں گھیرلے گا۔ اس حدیث پاک میں دوسرا حکم یہ ہے کہ بخیلی یعنی کنجوسی سے بھی دور رہو، اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو جو کچھ مال اور دولت دیا ہے اس میں سے حاجت مند، فقراء، مساکین، یتیم اور بیوہ کا بھی حصہ ہے جو انھیں دینا ضروری ہے مگر بخیل اور کنجوس آدمی ان ضرورت مندوں کو نظرانداز کردیتا ہے اور اپنے مال پر سانپ کی طرح کنڈلی مار کر بیٹھا رہتا ہے۔ ایسے شخص کے مزاج میں بخیلی کے سبب جو تبدیلی آتی ہے وہ اسے دوسرے انسانوں کے مقابلے میں قتل اور خونریزی کے لئے آمادہ کرتی ہے۔

''آج دنیا میں آپ دیکھ لیجئے کہ زمین اپنے خزانے اگل رہی ہے، اللہ نے اپنے فضل سے پٹرول، سونا چاندی اور دوسری بے شمار دھاتوں کا خزانہ اوران کے حاصل کرنے کا علم انسانوں پر ظاہر فرمادیا ہے، اس سے ایک خاص طبقے کے پاس مال کی فراوانی اتنی ہوگئی ہے کہ اپنی دولت رکھنے کے لئے ان کو جگہ نہیں مل

پا رہی ہے۔ خود ہمارے عرب بھائیوں کا یہ حال ہے کہ اللہ کی دی ہوئی نعمت اور دولت کو حاجت مندوں اور غریبوں پر اگر خرچ کرتے تو آج کی دنیا میں کوئی بھی شخص لباس، غذا، پانی، مکان علاج سے محروم نہ رہتا۔ لیکن ہمارے عرب بھائیوں کا روپیہ اربوں کھربوں ڈالر کی شکل میں امریکہ، برطانیہ اور سوئزرلینڈ کی بینکوں میں زنگ آلود ہو رہا ہے اور اسی رقم سے یورپی ممالک اتنا سود کما لیتے ہیں جس کے سبب دنیا میں مہنگائی اور بڑھتی جا رہی ہے۔

یہاں تک کہ بڑی بڑی حکومتیں اب قتل اور خونریزی اور حرام کو حلال کرنے میں دین و مذہب کے حدود سے باہر نکلتی جا رہی ہیں، حضرت محمدؐ کی حدیث میں کمال درجہ کی جو نصیحت ہم کو ملتی ہے کاش ہمارا سرمایہ دار طبقہ اور ہماری مالدار سلطنتیں اس پر عمل کرنے کی طرف متوجہ ہوں تو انشاء اللہ دنیا میں خوشحالی آ ہی جائے گی اور آخرت میں بھی رسوائی سے بچ جائیں گے۔

(245) قرض ادا کرنے کی نیت ہو تو اللہ بھی مدد کرتا ہے

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَخَذَ اَمْوَالَ النَّاسِ یُرِیْدُ اَدَآءَ ھَا اَدَّی اللّٰہُ عَنْہُ وَمَنْ اَخَذَ یُرِیْدُ اِتْلَافَھَا اَتْلَفَہُ اللّٰہُ ۔

(رواہ البخاری: کتاب الاستقراض، باب من اخذ اموال الناس یرید اداءھا واتلافھا)

ترجمہ: ”حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبیؐ نے ارشاد فرمایا جو شخص لوگوں سے (قرض کے طور پر مال) لے اور اس کے ادا کرنے کا ارادہ بھی رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے قرض کے ادا کرنے کی صورت پیدا فرما دیتے ہیں، اور جس نے قرض کے طور پر مال لیا برباد کرنے کے لئے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کی حالت پر چھوڑ دیتے ہیں۔“

ہر قرض لینے والے کو اس حدیث شریف کی طرف دھیان دینا چاہیے پہلی بات تو رسول اللہؐ یہ فرماتے ہیں کہ قرض لیتے وقت آدمی ارادہ کرے کہ وہ قرض واپس کرے گا، قرض پر لئے ہوئے مال اور رقم کے ہضم کر لینے یا ڈکار جانے کی نیت نہ ہو تو اللہ تعالیٰ قرض کے ادا کرنے میں ایسے شخص کی مدد فرمائیں گے اور قرض کے ادا کرنے کی راہیں کھول دیں گے۔

لیکن آج ہمارے معاشرے میں ایسی بدنیتی پھیلی ہوئی ہے کہ سو میں سے نوے آدمی ایسے ہیں جن کی قرض پر لئے مال کے واپس کرنے کی نیت ہی نہیں ہوتی۔ اور ادھار کے طور پر لی ہوئی رقم کو فضول خرچی میں برباد کر ڈالتے ہیں۔ جیسے شادی بیاہ کی شاہ خرچیاں، گھریلو فرنیچر، آرائش کے سامان، قیمتی لباس پہننا اور سماج میں اپنے آپ کو مالدار ثابت کرنا اور ادھار سے لی ہوئی رقم سے اس طرح کی مستی کرنے کا رواج عام ہے۔ ایسا شخص قرض کی ادائیگی میں اللہ کی نصرت اور مدد سے محروم ہو جاتا ہے اور پھر قرض ادا نہیں کر پاتا، ذلت ورسوائی کا سامنا کرتا رہتا ہے۔

یوں بھی عقل انسانی کا تجربہ اس بات کا شاہد ہے کہ قرض پر لیا ہوا مال پوری دیکھ بھال کے ساتھ آدمی ایسی جگہ لگائے جہاں سے نفع اور کچھ فائدہ کی امید ہو جیسے چھوٹی موٹی تجارت اور کسب وغیرہ کہ اصل رقم منافع کے ساتھ واپس آئے جس سے قرض کی ادائیگی بھی ہوتی رہے اور دھیرے دھیرے مقروض کا کام بھی چلتا رہے۔ لیکن اگر قرض پر لیا ہو مال مکان کی آرائش میں لگا دیا تو یہ مکان نہ بک پاتا ہے اور نہ ہی کرایہ پر اٹھ پاتا ہے اور اگر شادی بیاہ کی فضول خرچی میں لگا دیا تو اور بھی دیوالا نکل جاتا ہے یہ قرض اگر کسی سود خوار مہاجن سے لیا ہے تب تو مکمل طور پر تباہی ہے کہ سب کچھ بک جانے کے بعد بھی قرض کی ادائیگی نہیں ہو سکتی۔ بلا سودی قرض ہو تب بھی اس کی ادائیگی مشکل ہو جاتی ہے۔ حدیث پاک کے الفاظ

مَنْ اَخَذَ يُرِيْدُ اِتْلَافَهَا اَتْلَفَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ (جس نے برباد کرنے کے لئے قرض لیا تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کی حالت پر چھوڑ دیتے ہیں۔) سے اسی طرف اشارہ ہے کہ قرض پر لئے مال کو تلف اور ضائع کیا، غیر ضروری کاموں میں لگایا فضول خرچ کیا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیتے ہیں اور پنپنے نہیں دیتے۔ اللہ تعالیٰ ہر اہل ایمان کو قرض کی مصیبت سے محفوظ رکھے۔

(246) لوگوں اپنے آپ پر سختی نہ کرو

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ لَاتُشَدِّدُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ فَيُشَدِّدُ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاِنَّ قَوْمًا شَدَّدُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ فَشَدَّدَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ فَتِلْكَ بَقَايَاهُمْ فِى الصَّوَامِعِ وَالدِّيَارِ رَهْبَانِيَّةَ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ ۔ (ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی الحسد)

ترجمہ: ''اور حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ ارشاد فرماتے تھے تم اپنے آپ پر سختی نہ کرو کہ اللہ تعالیٰ تم پر سخت احکام لاگو کردے، ایک قوم نے آپ پر سختی کی تو اللہ نے یہ سخت احکام ان پر لازم کردیے، یہ ان میں کے ہی لوگ ہیں جو آج تم کو یہودیوں اور عیسائیوں کے عبادت خانوں میں نظر آرہے ہیں۔ انھوں نے ترک دنیا کی بدعت نکالی جسے ہم نے ان پر فرض نہیں کیا تھا۔''

اس حدیث مبارک میں حضرت رسول اللہؐ فرماتے ہیں کہ لوگوں زیادتی نہ کرو۔ لَاتُشَدِّدُوْا کے الفاظ ہیں کہ شدت نہ اختیار کرو، یعنی سختی اور تنگی اپنے اوپر مت ڈالو قرآن مجید میں بھی ارشاد ہے:

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِى الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ

ترجمہ: ''اللہ نے دین میں تم پر کوئی تنگی اور مشکل نہیں ڈالی۔''

(22۔الحج، آیت: 78)

جب اللہ اور اس کے رسولؐ نے دین میں تم پر حرج اور تنگی نہیں رکھی ہے تو تم اپنے آپ حرج اور تنگی میں کیوں پڑتے ہو؟ اگر ایسا کرو گے تو اللہ تعالیٰ بھی تم پر سخت احکام نازل فرمادیں گے، اور یہ تمہاری سختی اور تشدد کا ردعمل یعنی ری ایکشن ہوگا۔ پھر تمہارا دین پر چلنا مشکل پڑے گا۔ سابقہ قوموں میں سے کسی قوم کا نام لئے بغیر حضرت رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ایک قوم نے عبادات اور بندگی میں اپنے آپ پر شدت اختیار کی تو اللہ نے ان کی شدت کا الٹا اثر ان پر ڈالا اور ان پر شدید احکامات لاگو کردیے اس طرح یہ لوگ الجھن میں پڑگئے اور دین کے اصل احکامات بھی ان کے ہاتھ سے چھوٹ گئے، یہود اور نصاریٰ جو ہم سے پہلے کی صاحب کتاب اور صاحب نبی امتیں ہیں انھوں نے عبادات اور اللہ کی بندگی میں اپنے طور پر شدت اختیار کر کے دین کے نام پر ترک دنیا کو اپنایا، اور اللہ نے اسے ناپسند فرمایا مزید تفصیل کے لئے دیکھیے۔

وَرَهْبَانِيَّةَ ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۖ فَآتَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ أَجْرَهُمْ ۖ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ ﴿27﴾

ترجمہ: ''اور یہ جو رہبانیت کی بدعت انہوں نے جاری کی ہے تو ہم نے انہیں اس کا حکم نہیں دیا تھا مگر انھوں نے اللہ کو راضی کرنے کے لئے درویشی اور فقیری کی زندگی اپنے دل سے اختیار کی مگر اس کی نگہبانی اور رعایت نہیں کر سکے جیسا اس کا حق تھا پھر ان میں جو ایمان والے تھے ان کو تو ہم نے ان کا اجر دے دیا لیکن ان کی اکثریت نافرمان ہوگئی۔''

(57۔الحدید، آیت: 27)

درویشی، فقیری، گوشہ نشینی، ترک دنیا اور سادھو سنیاسی ہو جانا۔ لنگر لنگوٹ کس لی، خاص قسم کے کپڑے پہن لئے، بیوی بچے چھوڑے دکان مکان سے چھٹی لی۔ قلندر بن گئے، جنگلوں میں رہنے لگے، کمانا جوڑنا، مخلوق کے حقوق ادا کرنا، ملنا جلنا سب بند کر دیا، یہ حکم اللہ نے نہیں دیا پھر بھی بہت سے لوگوں نے

یہ راہ اختیار کی جن کو اللہ نے کتاب کا علم دیا اور جنھیں کتاب کی قدر تھی انھوں نے یہ کام نہ کیا لیکن جو اللہ کی کتاب سے ناواقف تھے انھوں نے ایسا راستہ اختیار کیا۔

ان میں دو طبقے ہوئے ایک تو وہ جس نے اللہ کی رضا کے لئے اسے خوش کرنے کے لئے اپنے دل سے یہ بدعت ایجاد کی، مگر انسان کو حاجت لگی ہوئی ہے، کھانا پہننا عورت اولاد، کنبہ اس حاجت کے سبب ایسے عمل میں قدم قدم پر مشکل پڑتی ہے اور ایمان کو پکڑے رہنا مشکل ہو جاتا ہے، اس کھینچ تان میں بھی جس نے ایمان پکڑ رکھا اسے اس کا اجر ملے گا یہ کچھ ضروری نہیں تھا پھر بھی کرنے والوں نے کیا اور دل کو تھام لیا تو اللہ کے یہاں سے انھیں بھی کچھ نہ کچھ مل گیا۔

دوسرا طبقہ ہو ہے جو مکار، بدمعاش، جعلساز اور کمینہ ہوتا ہے جس نے ترک دنیا کا نام لے کر درویشی اختیار کی اور پردے کے پیچھے دنیا کے کتے بنے رہے، نام قلندری کا اور کام شیطان کے۔

اس تفصیل کے بعد ہر شخص کو سادگی کے ساتھ سمجھ لینا چاہیئے کہ اللہ تعالی نے جو احکامات ہم پر فرض کئے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی جو سنت قائمہ ہے اس کو پکڑے رہنا ہے، زیادتی کرنے سے آدمی الجھن میں پڑ کر اصل دین کو چھوڑ بیٹھتا ہے خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا کے تحت انسان پیدائشی اور فطری طور پر کمزور ہے ہزاروں حاجتیں اور ضرورتیں اس کو لگی ہوئی ہیں اس لئے اللہ تعالی نے آدمیت کے لئے جو نظام بندگی بنایا ہے اس میں انسان کی فطرت اور اس کی ضرورتوں کے جائز طور سے پورا کرنے کا پورا لحاظ رکھا ہے، اور عملی طور سے دین کی صحیح تعلیم دینے کے لئے انسانوں میں سے کسی ایک کو منتخب کر کے اپنا نبی بنایا جو انسانوں کے درمیان رہ کر زندگی گذارتے اور لوگوں کو بتاتے کہ دنیاوی ضرورتوں اور

کاموں میں مشغول رہتے ہوئے بھی کس طرح قانون الٰہی کی پابندی کی جائے۔ سب سے آخر میں حضرت محمد رسول اللہؐ تشریف لائے اور ساری آسمانی کتابوں کی تعلیمات کے نچوڑ کے طور پر قرآن مجید نام کی کتاب آپؐ پر نازل کی گئی اب صحیح اور سچا دین وہی ہے جس کا سانچہ ڈھانچہ کتاب اللہ اور رسول اللہؐ کی سنت قائمہ کی روشنی میں قائم ہو۔ عبادات اور زندگی کے معاملات میں انسان اللہ و رسول کے احکام کی پابندی کے دائرے میں رہے اور زیادتی نہ کرے دین میں زیادتی کرے گا تو جو کچھ دینی باتوں پر عمل کرتا تھا یا کر سکتا تھا وہ بھی نہ کر سکے گا۔

(247) مقروض کی نماز جنازہ

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یُؤْتٰى بِالرَّجُلِ الْمَیِّتِ عَلَیْهِ دَیْنٌ فَیَسْئَلُ هَلْ تَرَكَ لِدَیْنِهٖ مِنْ قَضَاءٍ فَاِنْ حُدِّثَ اَنَّهٗ تَرَكَ وَفَاءً صَلّٰى عَلَیْهِ وَاِلَّا قَالَ صَلُّوْا عَلٰى صَاحِبِكُمْ فَلَمَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَیْهِ الْفُتُوْحَ قَالَ اَنَا اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ فَمَنْ تُوُفِّیَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فَتَرَكَ دَیْنًا فَعَلَیَّ قَضَاؤُهٗ وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَهُوَ لِوَرَثَتِهٖ۔ (مسلم شریف: کتاب الفرائض)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس وفات پائے شخص کا جنازہ لایا جاتا جس پر کہ قرض ہوتا تو آپؐ دریافت کرتے کیا اپنے قرض کو ادا کرنے کے لئے کچھ مال چھوڑا ہے؟ تو اگر بتایا جاتا کہ ہاں چھوڑ گیا ہے، آپؐ اس پر نماز جنازہ پڑھاتے ورنہ مسلمانوں کو حکم فرماتے کہ تمہیں ان صاحب کی نماز جنازہ پڑھ لو۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو فتوحات اور کشادگی عطا فرمائی تو آپؐ نے ارشاد فرمایا میں ایمان والوں کی جان کا زیادہ حقدار رہوں، اور اگر ایمان والوں میں سے کوئی وفات پا جائے قرض چھوڑ کر جائے تو میرے ذمہ اس کا ادا کرنا ہے اور جس نے مال چھوڑ کر وفات پائی تو وہ اس کے ورثاء کا ہے۔''

جب کوئی جنازہ لایا جاتا حضرت رسول اللہ ﷺ کے پاس کہ آپؐ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں تو پہلے دریافت کرتے کہ یہ مرنے والا مقروض تو نہیں ہے۔ اور اگر مقروض ہے تو ترکہ میں کتنا مال چھوڑا ہے کیا اس سے قرض کی ادائیگی ہو جائے گی؟ لوگ اگر بتاتے کہ اس پر قرض نہیں ہے یا قرض ادا کرنے کے لئے مال چھوڑ گیا ہے تب آپؐ اس کی نماز جنازہ پڑھاتے لیکن اگر یہ بتایا جاتا کہ اس مقروض میت نے اتنا مال نہیں چھوڑا ہے جس سے قرض ادا کیا جا سکے تو پھر حضرت ﷺ اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھاتے، اور حکم دیتے کہ تمہیں ان صاحب کی نماز جنازہ پڑھ لو۔ ایک مطلب تو اس کا یہ نکلا کہ مقروض کی نماز جنازہ پڑھانا اللہ کے رسول ﷺ نے پسند نہیں فرمایا۔ اس سے ان لوگوں کو عبرت اور نصیحت حاصل کرنی چاہیئے جو قرض تو لے لیتے ہیں مگر ادا نہیں کر پاتے، اگر کسی مجبوری کے سبب ایسا ہو تو بات دوسری ہے لیکن جو لوگوں سے قرض لے کر اس پیسہ کو فضول خرچی اور شادی بیاہ کی شاہ خرچیوں میں ضائع کر دیتے ہیں اور بے فکری سے رہتے ہیں، قرض ادا کرنے کی نہ ان کو فکر ہے اور نہ نیت ہے، ہمارے موجودہ سماج میں ایسے لوگوں کی بڑی کثرت ہے، انھیں سوچنا چاہیے کہ یہ بڑی خطرناک بات ہے ایسے لوگوں کی نماز جنازہ پڑھان رسول اللہ ﷺ نے پسند نہیں فرمایا ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قرض بہت بڑی بلا اور مصیبت ہے جتنا ہو سکے ہمیں اس سے بچنا چاہیے۔ خدا نخواستہ ایسی صورت آ ہی جائے کہ قرض لینا ضروری ہو تو صدق دل سے قرض کی ادائیگی کی نیت کر لے اور پھر عملی طور پر قرض ادا کرنے کی عملی کوشش بھی کرتا رہے اور اس کی فکر میں بھی لگا رہے۔

اب رہی یہ بات کہ جو قرض کی ادائیگی کے لئے مال چھوڑ کر مرا ہو تو ورثاء کو چاہیئے کہ پہلے قرض ادا کر دیں اور ایک تہائی مال میں کوئی وصیت ہو تو اس وصیت کو پورا کر دیں اس کے بعد ہی وراثت کی تقسیم کی

جائے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے،

مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ط

ترجمہ: ''وصیت جو تم کر گئے تھے اسے پوری کرنے کے بعد اور تم پر باقی رہے قرض کی ادائیگی کے بعد وراثت کی تقسیم ہوگی۔''

(4۔النسآء، آیت: 12)

اوپر لکھی حدیث پاک کو پڑھنے کے بعد قرض لینے سے ایک مومن کا جی بہت گھبرائے گا اور وہ بہت حساب بٹھائے گا کہ کسی طرح بھی قرض لینے سے بچ جائے اور ہونا بھی یہی چاہئے کہ جہاں تک ہوسکے قرض نہیں لینا چاہئے لیکن اگر قرض لئے بغیر کام ہی نہ چلے تو پھر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ضرورت کے مطابق ہی قرض لیا جائے پھر اس کے واپس کرنے کی نیت بھی ہو برابر اس کی کوشش میں لگا رہے جدوجہد کرتا رہے۔

اس حدیث میں یہ بات بھی دھیان میں رہے کہ مقروض میت جس کے قرض کی ادائیگی کی کوئی صورت نہ ہو اور اس نے کچھ مال بھی نہ چھوڑا ہو تو اس کی نماز جنازہ پڑھنے سے لوگوں کو منع نہیں فرمایا لیکن خود آپ نے نماز جنازہ نہیں پڑھائی، یہ اس میت کے لئے بڑی محرومی کی بات ہے کسی میت کی نماز جنازہ اگر خود رسول اللہ ﷺ پڑھا دیں تو یہ ایسی نعمت ہے جس پر دنیا جہاں کی نعمت قربان ہے، قرآن مجید میں بھی ایک اشارہ موجود ہے:

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ط اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ط

ترجمہ: ''اور ان کے لئے دعا کرو بے شک آپؐ کی دعا ان کے حق میں بڑی تسلی کی بات ہے۔''

(9۔التوبہ، آیت: 103)

نبیؐ کی دعا اور پڑھائی ہوئی نماز جنازہ میت کے لئے باعث مغفرت اور ذریعہ نجات ہے لیکن قرضدار میت جس نے قرض کی ادائیگی کے لئے مال نہ چھوڑا ہو وہ اس خوش قسمتی سے محروم ہے۔ اللہ، اللہ پھر بھی کیا شان ہے حضرت محمد ﷺ کی کہ لوگوں کو حکم دیا تھا ہیں ان صاحب کی نماز جنازہ پڑھ لو۔

حدیث کے آخری الفاظ یہ بتاتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کو فتوحات کی وجہ سے مالی کشادگی ہو گئی اور ہر طرف سے مال و دولت کھنچ کھنچ کر مدینہ طیبہ آنے لگی تو پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا:
''کہ میں ایمان والوں کی جان کا زیادہ حقدار ہوں، اگر ایمان والوں میں سے قرض چھوڑ کر کوئی وفات پا جائے تو اس قرض کا ادا کرنا ذمہ ہے اور اگر وراثت میں مال چھوڑتا ہے تو وہ ورثاء کے درمیان ان کے حصے کے مطابق تقسیم ہوگا۔''

آج کے دور میں نظام اسلامی اور اسلامی حکومت کی بات کرنے والے جو لوگ ہیں وہ اس پر سوچیں کہ درجنوں مسلمانوں کی حکومتیں ہیں، ہزاروں مسلمان زکوۃ بانٹتے ہیں، دیتے لیتے ہیں، خیرات کرتے ہیں کیا کسی ایک جگہ بھی یہ پایا گیا کہ امام صاحب نے یا حاکم وقت نے یا صاحب حیثیت انسان نے علان کیا ہو اور پوچھا ہو کہ کیا میت پر کچھ قرض ہے؟ اگر میت قرضدار ہووے تو اس کی ادائیگی کی بات ہو؟ آج تک یہ بات کہیں بھی دیکھنے میں نہیں آئی۔
جبکہ حکومت اسلامی کی ذمہ داری ہے کہ جس طرح رسول اللہ ﷺ نے قرضدار میت کے قرض کو ادا کرنا اپنے ذمہ لیا اسی طرح اسلامی حکومتیں بھی قرض چھوڑ کر مرنے والوں کے قرض کے ادا کرنے کا بندوبست کریں۔

(248) مرنے کے بعد بھی ثواب ملتا رہے گا

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِمَّا يَلْحَقُ الْمُؤْمِنَ مِنْ عَمَلِهٖ وَحَسَنَاتِهٖ بَعْدَ مَوْتِهٖ عِلْمًا عَلَّمَهٗ وَنَشَرَهٗ وَوَلَدًا صَالِحًا تَرَكَهٗ اَوْ مُصْحَفًا وَرَّثَهٗ وَمَسْجِدًا بَنَاهُ اَوْ بَيْتًا لِّابْنِ السَّبِيْلِ بَنَاهُ اَوْ نَهْرًا اَجْرَاهُ اَوْ صَدَقَةً اَخْرَجَهَا مِنْ مَّالِهٖ فِیْ صِحَّتِهٖ وَحَيٰوتِهٖ تَلْحَقُهٗ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهٖ ۔ (رواہ ابن ماجہ: باب ثواب معلم الناس الخیر)

ترجمہ: ''اور حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ نیک اعمال اور خیر کے کام جن کا ثواب مومن کو اس کی موت کے بعد بھی پہنچتا رہتا ہے، وہ علم ہے جس کو اس نے سیکھا اور پھر لوگوں میں اسے پھیلایا اور نیک بخت اولاد جو اس نے چھوڑی یا قرآن پاک اپنے وارثوں کے لئے چھوڑ گیا، مسجد بنا کر گیا، یا مسافر خانہ بنایا، یا نہر جاری کر گیا ہو، یا صدقہ جو اس نے اپنی صحت و تندرستی اور اپنی زندگی میں اپنے مال سے نکالا ہو، ان چیزوں کا ثواب مومن کو اس کی موت کے بعد بھی پہنچتا رہتا ہے۔''

اس حدیث پاک کے متن پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن کی وفات کے بعد جو عمل وہ اپنے ساتھ لے گیا اس کا اجر اور بدلہ تو ملے گا ہی لیکن اگر وہ دنیا میں اپنے پیچھے کچھ ایسے کام چھوڑ گیا جو اس کے مرنے کے بعد بھی چلتے رہتے ہیں اور لوگ ان سے فائدہ اٹھاتے رہتے ہیں تو ان کا ثواب اور اجر بھی اس ے برابر ملتا رہے گا۔ ان کاموں میں سب سے زیادہ اہمیت حضرت رسول اللہ ﷺ نے علم کو دی ہے کہ مرنے والا اگر علم کی راہ چھوڑ گیا، خود بھی علم سیکھا اور دوسروں کو بھی سکھایا اور علم کے پھیلنے اور پھیلانے کا ذریعہ بنا تو اجر و ثواب کا یہ سلسلہ اس شخص کے مرنے پر ختم نہیں ہوگا بلکہ جب تک اسکی جاری کی ہوئی محنت یا لکھی ہوئی کتاب سے لوگ فائدہ حاصل کرتے رہیں گے برابر اس کا ثواب ملتا رہے گا۔

کسی نے قرآن پاک کا ترجمہ لکھا، حدیث شریف کا ترجمہ لکھا، کسی نے وعظ ونصیحت کی کوئی کتاب لکھی، کسی نے آخرت کے بارے میں تقریر کی تق ان سب کا ثواب مرنے کے بعد بھی اس آدمی کو ملتا رہے گا۔

دوسرے نمبر پر اولاد کا ذکر ہے کہ مرنے والا اپنے پیچھے نیک اولاد چھوڑ جائے۔ بہت سے لوگ نہ تو اولاد کی تربیت کرتے ہیں اور نہ اس کی کوئی فکر کرتے ہیں بلکہ وہ اپنی ڈیوٹی اور دھندوں میں تو خوب مشغول رہتے ہیں اور اولاد کی اصلاح وتربیت کی طرف ان کی توجہ کم ہوتی ہے، انھیں یاد رکھنا چاہئے کہ نیکی بدی کی سوجھ بوجھ تو اللہ کی مشیت پر ہے لیکن ماں باپ کی بھی کچھ نہ کچھ ذمہ داری ہوتی ہے قرآن مجید میں ایک جگہ ارشاد فرمایا:

وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا ﴿55﴾

ترجمہ: ''اور اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوۃ کی بڑی تاکید کرتے رہتے تھے اور اپنے رب کو ایسا راضی کر لیا کہ منظور نظر بن گئے۔''

(19۔مریم، آیت: 55)

حضرت اسمٰعیلؑ جو اللہ کے نبی تھے ان کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ وہ اپنی اولاد اور گھر کے لوگوں کو نماز ادا کرنے کے لئے کہتے سنتے اور بولتے بتاتے رہتے تھے، خود حضور اکرم ﷺ کے لئے قرآن مجید میں ایک جگہ ارشاد ہے۔

وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۖ لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا ۖ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ۗ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ﴿132﴾

ترجمہ: ''اپنے گھر والوں کو نماز کی تاکید کرتے رہا کرو اور خود بھی اس پر جمے رہو، کھانے کا سوال ہم

آپ سے نہیں کریں گے بلکہ روزی روٹی تو ہم آپ کو عطا فرماتے رہیں گے۔ اور انجام کار تو انھیں لوگوں کا اچھا ہو گا جو پرہیز گار ہیں۔"

(20۔طٰہٰ، آیت: 132)

لوگ دنیوی اعتبار سے تو اولاد کی دیکھ بھال کرتے ہی ہیں اس کے ساتھ ساتھ اس کے دین اور عقیدہ کی بھی دیکھ بھال کرنی چاہئے کہ اولاد روزہ نماز سے لگی رہے، قرآن مجید کی تلاوت اور اس کے معنی کے پڑھنے میں لگی رہے شرک سے بچے، توحید وسنت پر قائم رہے اور بھی اسلام کی جو موٹی موٹی باتیں ہیں ان کو سیکھے اور ان پر قائم رہے۔ ایسی اولاد اگر کوئی شخص چھوڑ کر مرے تو وہ بھی اس کے لئے ایصال ثواب کا ذریعہ ہے۔

تیسرے نمبر پر مصحف شریف کا ذکر ہے، صحیفہ ربانی الحمدللہ امت کے پاس اپنی اصل شکل میں محفوظ ہے جسے ہم اور آپ قرآن شریف کے نام سے جانتے ہیں، اس کتاب ہدایت کو کوئی شخص اپنے وارثوں کے لئے چھوڑ جائے اور یہ اسی وقت ہو گا جب کہ انسان اپنی حیات میں قرآن مجید کا نسخہ حاصل کرے اپنے گھر میں رکھے پڑھتا پڑھاتا رہے تو ظاہر بات ہے قرآن مجید کا یہ نسخہ آدمی کے مرنے کے بعد اس کے گھر میں اس کے وارثوں کے لئے رہ جائے گا۔ اور اس کے وارث اس سے ہدایت کی روشنی حاصل کرتے رہیں گے۔ حدیث شریف اور دیگر دینی کتابوں کے بھی گھر میں رکھنے رکھانے کا اہتمام ہونا چاہئے۔

چوتھے نمبر پر حدیث میں مسجد کی تعمیر اور اس کے بنانے کا تذکرہ ہے پانچویں نمبر پر مسافر اور سرائے وغیرہ کی تعمیر کا بھی حکم ہے، چھٹے نمبر پر پانی کی نہر جاری کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، اس میں آج کے زمانے

میں کنواں کھدوانا وغیرہ لگا دینا بھی آ گیا، ساتویں نمبر پر اس صدقہ اور خیرات کا ذکر ہے جسے انسان اپنی صحت اور تندرستی کے زمانے میں غریبوں اور حاجت مندوں کو دیتا رہا ہو۔ تو یہ نیک کام ایسے ہیں کہ ان کا ثواب مومن کو مرنے کے بعد بھی ملتا رہے گا، حدیث پاک کے پورے عربی متن پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایصال ثواب کے اصل کام یہ ہیں لیکن آج کل لوگوں نے ایصال ثوب کی جو رسمیں بنالی ہیں، تھوڑا موڑا قرآن مجید اور دعائیں تسبیحات وغیرہ پڑھتے ہیں یہ اچھی بات ہے مگر باقی جو کام کرتے ہیں تیجہ، دسواں، چالیسواں وغیرہ اس میں بعض چیزیں تو سنت سے تال میل کھاتی ہیں، اور بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے احکامات کی جو جڑ بنیاد ہے اور اس کی طرف آپؐ امت کو متوجہ کرنا چاہتے ہیں کہ ہر شخص اپنی بساط بھر کہیں نہ کہیں کچھ نہ کچھ ایسا چھوڑ جائے جو مرنے کے بعد اس لے لئے ایصال ثواب کا ذریعہ بنے۔

(249) مومن کے جان و مال کی اہمیت وعظمت

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ وَقَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَطُوْفُ بِالْكَعْبَةِ وَيَقُوْلُ مَا أَطْيَبَكِ وَأَطْيَبَ رِيْحَكِ مَا أَعْظَمَكِ وَأَعْظَمَ حُرْمَتَكِ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَحُرْمَةُ الْمُؤْمِنِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ حُرْمَةً مِنْكِ مَالِهٖ وَدَمِهٖ وَاَنْ نَظُنَّ بِهٖ اِلَّا خَيْرًا۔

(سنن ابن ماجہ: باب حرمۃ دم المؤمن ومالہ)

ترجمہ: ''عبداللہ ابن عمروؓ نے بیان کی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھا اور یہ فرماتے ہوئے سنا تو، (کعبہ) کتنا عمدہ ہے۔ اور تیری خوشبو کتنی پیاری ہے تو کتنا عظیم المرتبت ہے اور کتنی عظیم ہے تیری حرمت لیکن قسم ہے اللہ کی جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے مومن کی جان و مال کی حرمت اور عزت اللہ کے نزدیک تجھ سے زیادہ ہے، اس لئے ہمیں مومن کے ساتھ نیک گمان رکھنا چاہئے۔''

صحاح ستہ میں سے حدیث پاک کی ایک کتاب سنن ابن ماجہ ہے اسی کی ایک حدیث اور اس کا ترجمہ آپ نے پڑھا، اس کے راوی حضرت عمروؓ کے بیٹے حضرت عبداللہ ہیں، انھوں نے خاتم النبیین کو کعبہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھا اور یہ سنا کہ آپؐ کعبہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرما رہے ہیں کہ:

''کعبہ تو کتنا عمدہ ہے؟ تیری خوشبو کتنی پیاری ہے تو کتنا عظیم المرتبت ہے؟ اور کتنی عظیم ہے تیری حرمت لیکن قسم ہے اللہ کی جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے مومن کے جان و مال کی حرمت اور عزت اللہ کے نزدیک تجھ سے زیادہ ہے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ مومن کی جان یا اس کے مال پر ہاتھ ڈالنا اللہ کے نزدیک سخت حرام ہے اور بیت اللہ شریف سے زیادہ ایک مومن کی جان و مال کی اہمیت ہے۔ اس حدیث کو سامنے رکھتے ہوئے موجودہ زمانے میں مسلمانوں کو اپنے اعمال کا محاسبہ کرنا چاہئے کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے تھا اور ہم کیا کر رہے ہیں؟ اس وقت راقم کی 75 ویں منزل سے گذر رہا ہے پچھلی جنگ عظیم بھی ہم نے دیکھی ہے یہ جنگ یورپ والوں نے اپنے سیاسی مقصد کے تحت لڑی تھی، امت مسلمہ اس میں غیر جانب دار رہی لیکن اس کے بعد ہندوستان جب تقسیم ہوا اور پاکستان بنا پھر کچھ دنوں کے بعد پاکستان ٹوٹا اور بنگلہ دیش وجود میں آیا، تقسیم اور بٹوارہ کی تحریک چلانے والوں نے تقریروں کے ذریعہ اتنا زہر پھیلا دیا کہ مسلمانوں اور ہندوستان کے دوسرے لوگوں کے درمیان ایک خلیج پڑ گئی اور پاکستان بننے پر ایسی مار کاٹ ہوئی کہ اس کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، جب پاکستان کے ٹکڑے ہو کر بنگلہ دیش وجود میں آیا تو دونوں طرف مسلمان تھے اور اس بٹوارے میں ہزاروں مسلمان مسلمانوں کے ہاتھوں سے مارے گئے۔ اب بھی تیس لاکھ بہاری مسلمان بنگلہ دیش میں قیدی کی زندگی گذار رہے ہیں۔ موجودہ سیاسی ڈھانچے میں یہ چیز مسلمانوں کے لئے سوچنے کی ہے کہ ہم اسلام کا نام لیتے ہیں تو کیا ہمارے رہبروں اور ہمارے عوام و

خواص کو اور مسلم ملکوں کی فوجوں کے اوپر اسلام کی کوئی پابندی ہے یا نہیں ہے؟ اللہ کے رسولؐ جب مومن کی جان مال اور عزت کو بیت اللہ سے زیادہ اہمیت دیتے ہوں اس کو ہم مسلمان اپنے ہی ہاتھوں سے کس طرح نقصان پہنچاتے ہیں؟ پھر اسی پر بس نہیں ہوا بلکہ ایران اور عراق جنگ جو ہوئی وہ ہمارے اور آپ کے سامنے کی بات ہے، دس لاکھ مسلمان اس جنگ میں مارے گئے۔ مارنے والے بھی مسلمان اور مرنے والے بھی مسلمان۔ پھر عراق نے کویت پر حملہ کیا اور اسے مار کر بھوت بنا دیا، مسلم حکام کو اپنا وطن چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔

افغانستان کا حال بھی دیکھئے۔ ظاہر شاہ کو سلطنت سے بے دخل کرنے کے لئے جمہوریت کے متوالے مسلمانوں نے روس سے مدد لی، بالآخر ظاہر شاہ سلطنت اور ملک چھوڑ کر یورپی ملکوں میں جا چھپے اور افغانستان شاہی حکومت سے آزاد ہو گیا، اس کوشش میں بے شمار مسلمان مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے۔ روس نے افغانستان میں بارودی سرنگیں بچھا دی جو اب بھی پھٹتی رہتی ہیں اور بے گناہ مسلم مرد، عورت، بچے ہلاک ہوتے رہتے ہیں، یہ ہمارے دور کی مسلم سیاست ہے۔

اس کے علاوہ اس وقت سے لے کر آج تک افغانستان اور پاکستان میں جو ہنگامے ہوئے ہیں اور ہو رہے ہیں ان سارے خون خرابوں میں مسلمان ہی مار رہے ہیں۔ چاہے یہ افغانستان اور پاکستان کے ہوں یا کہیں کے بھی ہوں۔ اس خون خرابہ کا نام جہاد فی سبیل اللہ رکھا گیا ہے۔ اس جہاد و قتال کی فرضیت کب ہوتی ہے؟ اور جہاد فی سبیل اللہ ہے یا نہیں؟ ہم صرف یہ کہنا چاہیں گے کہ مسلم حکمراں، ذمہ دار اور علماء کو ان حالات میں سخت محاسبہ کر کے اور قرآن وحدیث پر غور کر کے کوئی واضح فیصلہ کرنا چاہئے ورنہ آخرت میں پکڑ سے ہم بچ نہیں سکیں گے۔

اوپر لکھی ہوئی حدیث پاک کے الفاظ پر غور کر کے ہم اہل ایمان نے آپس میں مومنوں کا خون خرابہ کرنا بند کیا تو ہم پٹ جائیں گے۔ اس وقت صورتحال ایسی بن ہے کہ ایک قوم ہے حضرت موسیٰ کی جو اسرائیل کے نام سے مشہور ہیں، ایک امت ہے حضرت مسیح کی جو عیسائی کے نام سے جانی پہچانی جاتی ہے۔ اور ایک امت محمدیہ ہے جو تمام انبیاء اور تمام آسمانی کتابوں پر مضبوط عقیدہ رکھتی ہے۔ اس وقت یہ تینوں اہل کتاب امتیں آپس میں ایک دوسرے سے بھڑ گئی ہیں، فلسطین کے مسئلہ پر، اسرائیلی مسلمان جن حالات اور دور سے گذرے ان کے تذکرے قرآن مجید میں ہیں، دور موسیٰ کے مسلمانوں کو یہ کہا گیا کہ آپس کا خون خرابہ مت کرو، اور یہی بات اب بھی امت محمدیہ کے لوگوں سے قرآن وحدیث میں کہی جا رہی ہے، اگر موجودہ دور کے ذمہ داروں نے اس حدیث شریف پر غور کر کے مومنوں کا خون خرابہ آپس میں کرنا بند نہیں کیا تو پٹ جائیں گے، مجھے امید ہے کہ اوپر ہم نے جو حدیث پاک لکھی ہے اس کے ایک ایک لفظ پر اہل ایمان غور کریں گے کہ مومن کے جس خون اور مال وعزت کو رسول اللہؐ نے محترم قرار دیا اور اس سے چھیڑ چھاڑ کرنے کو حرام بتایا اور کعبۃ اللہ سے بھی زیادہ ان کی اہمیت اور عظمت بتائی ہے۔ اس کے بعد بھی ہم ایک دوسرے کی مار کاٹ کرتے رہیں؟ سنی وہابی، بریلوی، دیوبندی اہل حدیث اس کے پیچھے نماز نہیں ہو رہی ہے اس کو مسجد سے نکالو، حتیٰ کہ پڑوسی ملک پاکستان میں شیعوں نے سنیوں کی مسجدوں کو آگ لگائی اور سنیوں نے شیعوں کی مساجد کو جلایا۔ دیکھنا چاہئے کہ امت میں یہ جو برائیاں آگئی ہیں ان کی وجوہات کیا ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی مدد فرمائے دین پر چلنا آسان بنائے آمین۔

(250) اللہ تعالیٰ کو ناراض کرتے ہیں پھر بھی روزی پاتے ہیں

وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَحَدٌ اَصْبَرُ عَلٰی اَذًی

يَسْمَعُهُ مِنَ اللّٰهِ يَدَّعُونَ لَهُ الْوَلَدَ ثُمَّ يُعَافِيهِمْ وَيَرْزُقُهُمْ۔

(بخاری شریف: کتاب التوحید باب قول اللہ انا الرزاق ذو القوۃ المتین)

ترجمہ: ''اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''بندوں کی تکلیف دینے والی باتوں کو اور حرکتوں کو سن اور دیکھ کر اللہ تعالیٰ سے زیادہ صبر اور برداشت کرنے والا کوئی نہیں'' لوگ اس کے بیٹا ہونے کی بات کرتے ہیں پھر بھی اللہ تعالیٰ بندوں کو معاف کرتا رہتا ہے اور روزی ورزق دیتا رہتا ہے۔''

انسان اپنے خالق و مالک اللہ رب العزت کو ناراض کرنے والے ہزاروں کام کرتے رہتا ہے ان میں سے ایک کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ نے یہاں تک فرمایا ہے کہ بہت سے لوگ اللہ کے لئے بیٹا اور اولاد ہونے کی بات کرتے ہیں، اگر بیٹا ہو تو بیوی ہونا ضروری ہے، اس طرح بندے نے اللہ پر بہت بڑا عیب لگایا قرآن مجید میں ایک جگہ فرمایا۔

تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا (90)
اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا (91) وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا (92)

ترجمہ: ''ایسی سخت بات کہ اس پر آسمان پھٹ پڑیں گے اور زمین ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گی اور پہاڑ تھر تھر کانپ کر گر پڑیں گے کہ ان بے ایمانوں نے رحمٰن کے لئے اولاد کا دعویٰ کر ڈالا۔ کسی کو اولاد بنا لینا رحمٰن کی شان کے خلاف بات ہے۔''

(19۔مریم، آیت: 90,92)

ان آیات میں اللہ کی ناراضگی کا ایک عکس ان بندوں پر پڑتا ہے جو اللہ کی شان میں بے ادبی کرتے ہیں کہ اس کو بیٹا ہے۔ بے سمجھ، نادان اور کتاب و نبوت سے نا آشنا عوام کو تو کہنا ہی کیا ہے؟ یہ تو بیچارے

اللہ سے واقف بھی نہیں ہین لیکن جو اہل کتاب ہیں وہ بھی اس معاملہ میں لڑکھڑا گئے، خاص طور پر ہمارے مسیح دوستوں نے حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا بنا دیا اور اسی پر بس نہیں کیا بلکہ اس کی والدہ حضرت مریمؑ کو اللہ کی بیوی بنا دیا نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ ۔ یہودیوں نے بھی ایسی یہ حرکت کی حضرت عزیزؑ جو اسرائیلی مسلمانوں کی اصلاح کے لئے حضرت موسیٰؑ کے بعد بھیجے گئے ان کا قرآن مجید میں ایک ہی جگہ ذکر آیا ہے۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ

ترجمہ: ''اور یہودی لوگ بکواس کرتے ہیں عزیزؑ اللہ کے بیٹے ہیں۔''

(9۔التوبہ، آیت: 30)

بڑے افسوس کی بات ہے کہ حضرت عزیزؑ اور حضرت موسیٰؑ کے دنیا سے جانے کے سوڈیڑھ سو سال بعد ہی ان کی امتوں میں یہ بگاڑ آ گیا کہ انھوں نے اللہ کے نبی اور پیغمبر کو اللہ کا بیٹا بنا ڈالا۔ پھر بھی اللہ تعالیٰ ان امتوں کو کھانے کے لئے دے رہا ہے اور ان کو نیند دیتا ہے صحت وتندرستی، بیوی بچے روزی رزق سب کچھ دیتا ہے۔ حدیث شریف کے الفاظ پر غور کریں۔ يَدْعُوْنَ لَهُ الْوَلَدَ ثُمَّ يُعَافِيهِمْ وَيَرْزُقُهُمْ (لوگ اللہ کے لئے بیٹا ہونے کی بات کرتے ہیں پھر بھی اللہ تعالیٰ ان کو معاف کرتے رہتا ہے اور روزی رزق بھی دیتا ہے)۔

اب رہا آخرت کا معاملہ تو اللہ کے ساتھ اس بے ادبی کی جو سزا ہے اس کا جگہ جگہ قرآن مجید میں ذکر ہے وہ مرنے کے بعد قیامت میں مل کر رہے گی۔ لیکن دنیا میں اللہ تعالیٰ کی صفت عَفُوٌّ قَدِیْرٌ کا ظہور ہے کہ قدرت وطاقت رکھنے کے باوجود بھی لوگوں کو معاف کرتے رہتا ہے اور بے ادبی کرنے والوں، اور شرک کرنے والوں اور نافرمانی کرنے والوں کی نازیبا حرکت کو برداشت کئے ہوئے ہے۔ اور اپنے

رزاق ہونے کی صفت کا سایہ گمراہ قوموں پر بھی ڈالے ہوئے ہے۔

اس حدیث پاک کی روشنی میں ہم مسلمانوں کو بھی سوچنا چاہئے کہ خود ہمارے گناہ کتنے ہیں؟ قبروں کو سجدے کرنا، طواف کرنا، طوائفوں کو نچانا، قوالیاں، ڈھولکی پیٹنا، ایسے ایسے لفظ جن کے معنی انہ ہوتے ہوں بت شمار رسمیں مسلمانوں میں بھی پائی جاتی ہیں، اس پر سنت کی چادر بھی چڑھادی ہے۔ بعض لوگون کا تو یہ حال ہے کہ دنیا بھر کی نئی نئی بدعتیں ایجاد کرتے ہیں اس کے بعد اپنے لئے اہل سنت کا لفظ بھی استعمال کرتے ہیں یہ بڑی عجیب بات ہے اللہ تعالیٰ کی قوت برداشت بھی دیکھئے اس کے بہت سے اسماء حسنیٰ میں ایک نام حلیم بھی ہے کہ وہ بہت برداشت کرنے والا ہے مخلوق کی بڑی بڑی نافرمانیوں اور گناہوں کو برداشت کرلیتا ہے اور معافی طلب کرنے پر معاف بھی فرمادیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی اس صفت حلم کا عکس بعض بعض بندوں میں بھی کچھ کچھ پایا جاتا ہے کسی کی بیوی ٹیڑھے مزاج کی ہوتی ہے، قابو میں نہیں رہتی، بعض بعض کے ملازموں اور ماتحتوں کو بھی بہت غصہ آتا ہے کسی کا پڑوسی یا رشتہ دار ٹیڑھے مزاج کا ہوتا ہے، ان سب میں مومن کو ایک سبق ہے کہ سنت الٰہی جو ہے وہ ماتحت لوگوں کی تکلیف پر صبر کی ہے اور ان کی اذیت کو برداشت کرنے کی ہے، ہمارے ملک ہندوستان میں بھی صبر و برداشت کی سخت ضرورت ہے کہ دنیا کے کئی مذاہب کے ڈیرے یہاں پڑے ہوئے ہیں اس لئے ابنائے وطن کی اذیت کو ایک طرف تو برداشت کریں اور دوسرے یہ کہ اللہ کا دین جو ہمارے پاس ہے اس کے تعارف کرانے کا ہم پر ان کا حق ہے۔ اس حق کو بھی ہم ادا کریں گے

(251) مسلم کی ایک سادہ اور مختصر پہچان

وَعَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى صَلٰوتَنَا وَاسْتَقْبَلَ

قِبْلَتَنَا وَاَكَلَ ذَبِيْحَتَنَا فَذٰلِكَ الْمُسْلِمُ الَّذِیْ لَهٗ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَذِمَّةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَلَا تُخْفِرُوا اللّٰهَ فِیْ ذِمَّتِهٖ ۔ (رواہ البخاری: کتاب الصلوٰۃ، باب فضل استقبال القبلۃ)

ترجمہ: ''اور حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، جو شخص ہمارے جیسی نماز پڑھے ہمارے قبلہ کی طرف رخ کرے، اور ہمارے ذبیحوں کو کھائے وہ مسلمان ہے اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے عہد و امان میں ہے، لہٰذا جو اللہ کے عہد و امان میں ہے تو تم اس عہد و امان کو مت توڑو۔''

موجودہ دور میں جوامت مسلمہ ہے اس کے لئے اس حدیث میں سمجھنے کی بڑی اہم باتیں ہیں اس میں ہم آپ اور سب شامل ہیں اس حدیث میں حضرت رسول اللہ ﷺ مسلم ہونے کی وضاحت کرتے ہیں ظاہری کاموں کی نسبت سے، مسلم کے علاوہ ایک لفظ مومن کا بھی ہے، قرآن مجید میں ایک آیت ہے جو اسلام اور ایمان کے فرق کو واضح کرتی ہے۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ

ترجمہ: ''دیہات سے عرب آئے، کہتے ہیں کہ ہم بھی ایمان لائے، آپؐ کہہ دو ابھی تم ایمان نہیں لائے بلکہ کہو کہ ہم مسلم ہو گئے ابھی ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔''

(49۔الحجرات، آیت: 14)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اسلام کا تعلق ظاہر سے ہے، مسلمانوں لباس پہنتا ہو ان کے جیسے آداب و اخلاق رکھتا ہو، نماز وغیرہ پڑھ رہا ہو وضو بنا رہا ہو، چلنے پھرنے اور بات چیت سے مسلمان جیسا دکھ رہا ہو، ظاہری کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں جس سے دکھ پڑتا ہے کہ یہ کیا ہے؟ اور کیسا ہے؟ بہر حال ایمان کا تعلق

دل سے ہے، دل میں کیا چیز ہے اور کیا کم زیادہ ہورہی ہے یہ سینوں کے بھید اور راز کو جاننے والے کو ہی معلوم ہے یعنی اس کا تعلق خاص الخاص طور پر اللہ سے ہے، اس حدیث میں یہ چیز سمجھنے کی ہے کہ مسلم معاشرہ اور اس کا جو پھیلاؤ ہے اس میں ہر مسلمان کا دوسرے مسلمان کے ساتھ معاہدہ ہے اور ایک ذمہ داری ہے اور مسلمانوں کے جیسا جو بھی عمل کرے اسے مسلم تسلیم کرنا ہے۔ اور مسلم ہونے کی علامت رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمائی کہ جو شخص ہمارے جیسی نماز پڑھے۔ ہمارے قبلہ کی طرف نماز میں رخ کرے، ہمارے ذبیحہ کو کھائے وہ مسلمان ہے اب تین باتیں ایسی ظاہر ہیں جن سے ایک عام مالمان کی پہچان ہو جاتی ہے۔ بس سماج زندگی کے اندر کتنا کافی ہے اور اس پر حضرت رسول ﷺ نے ایمان والوں کو یہ تاکید کی ہے کہ یہ "ذمۃ اللہ" میں آگئے ہیں یعنی اللہ کے عہد و پیان میں آگئے اور ان کی ذمہ داری رسولؐ کی بھی ہوگئی۔ لہٰذا کوئی بھی مسلمان اس ذمہ داری کو توڑنے کی کوشش ہرگز نہ کرے۔ کیا ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش کے مسلمانوں سے پوچھا جا سکتا ہے کہ ان میں کتنے فرقے اور ٹولیاں ہیں کوئی سنی ہے، کوئی وہابی اور کوئی شیعہ ہے۔ کوئی اہل حدیث ہے، کوئی سلفی ہے اور کوئی خلفی ہے، کوئی گاؤں اور برادری کے لحاظ سے ہو گیا۔ اور کوئی کسی مسلک اور جماعت کے لحاظ بٹ گیا ہے کوئی کسی بزرگ سے جڑ گیا تو اس نے اپنا الگ نام رکھ لیا، کوئی ہندوئی ہو گیا اور نہ جانے کیسے کیسے نام لوگوں نے رکھ لئے، ٹھیک ہے جسے جو پسند ہو وہ نام رکھے مگر اس میں لڑنے کی ضرورت نہیں ہے، ایک دوسرے کو کافر بتانا۔ ایک دوسرے کی مسجدوں کو اجاڑنا، ایک دوسرے کے پیچھے نماز نہیں پڑھنا، اور ایک دوسرے کے خلاف فتوے دینا، نکاح ٹوٹ گیا، یہ ہو گیا وہ ہو گیا۔ ایسا کرنا یا کہنا بالکل صحیح نہیں ہے۔

مگر یہ سب ہو رہا ہے اور ہم آپ دیکھ رہے ہیں اس کے مشاہدہ کے لئے کہیں دور جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس امت سے اس عاجز کا بڑے ادب سے یہ تقاضہ ہے کہ اللہ کے لئے اب اس جھگڑے اور جھگڑے کو بند کریں اور فرقہ بندی کو نکیل ڈالیں۔ سب مسلمانوں پر لازم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اس

حدیث کے ہوتے ہوئے ہم کسی ایسے مسلمان کو چاہے وہ جیسا بھی ہو اگر وہ نماز پڑھتا ہمارے جیسی یعنی ایسا نہ ہو کہ قبلہ چھوڑ کر کسی اور طرف منہ کر کے نماز پڑھے جیسے کہ بعض لوگ بغداد کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں اور اسے ''صلوۃ غوثیہ'' کہتے ہیں یہ بات الگ ہوئی لیکن ہم جس طرح نماز پڑھتے ہیں وہ بھی پڑھے، اور ہمارا ذبیحہ یعنی بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر ہم جانور ذبح کرتے ہیں اسے کھانے میں اس کو کوئی اعتراض نہ ہو تو پھر یہ ایسا مسلم ہوا جو اللہ اور اس کے رسولؐ کے ذمہ آ گیا اور امت کی ذمہ داری میں بھی آ گیا تو دینوی لحاظ سے ہم کون ہوتے ہیں۔ اس کے ''مسلم'' اور ''کافر'' ہونے کا فیصلہ کرنے والے؟ اسے اسلام سے خارج کرنے کا بھی ہمیں کوئی اختیار نہیں ہے۔

ہاں یقیناً اس کے کچھ ایسے عمل ہو سکتے ہیں جن پر مرنے کے بعد اس کی اللہ کے یہاں پکڑ ہو سکتی ہے، لیکن دنیا میں ہم اس کا کوئی فیصلہ کیوں کریں؟ اس قسم کی حرکتوں سے ہم سب کو مل کر توبہ کرنی چاہئے اور اللہ کی طرف رجوع ہونا چاہئے۔

(252) اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو

وَعَنْ عُثْمَانَؓ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ وَقَفَ عَلَيْهِ فَقَالَ اسْتَغْفِرُوْا لِأَخِيْكُمْ وَاسْأَلُوْا لَهُ بِالتَّثْبِيْتِ فَإِنَّهُ الْآنَ يُسْأَلُ ۔ (رواہ ابوداؤد، باب الاستغفار عند القبر)

ترجمہ: ''اور حضرت عثمانؓ بیان کرتے ہیں کہ نبیؐ کا معمول تھا کہ آپؐ جب میت کی تدفین سے فارغ ہو جاتے تو اس کی قبر کے پاس کچھ دیر کھڑے رہتے اور وہاں موجود لوگوں سے فرماتے کہ اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو اور پھر اس کے ثابت قدم رہنے کی دعا مانگو کیونکہ اس وقت اس سے سوال و جواب ہو رہا ہے۔''

تعلیم الحدیث کے حصہ سوم کی حدیث 252 آپ کے سامنے ہے اس کے راوی حضرت عثمان غنیؓ ہیں، وہ حضرت رسول ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپؐ کا یہ معمول تھا جب میت کی تدفین سے فارغ ہو جاتے تو اس کی قبر کے پاس کچھ دیر تک کھڑے رہتے اور اس میت کے لئے مغفرت کی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے، استغفار کرتے، اور جنازہ میں شریک افراد سے بھی آپؐ یہ تقاضہ کرتے کہ اس بندہ کے ثابت قدم رہنے کی اللہ سے دعا مانگو کہ یہ اس وقت سوال اور جواب کی منزل میں ہے یعنی عالم قبر میں اس وقت میت سے پوچھ پرچھ ہو رہی ہے۔ یہ ایسے یہ ہوا کہ کوئی مجرم گرفتار کرے تھانے کے اندر پہنچا دیا گیا تو افسران اس سے پوچھ پرچھ کرتے ہیں، قبر کی منزل ایسی منزل ہے کہ اس کی اور بھی تفصیلات آپ کو حدیث شریف میں ملیں گی۔ علماء سے آپ نے وعظ اور تقریر میں سنا بھی ہوگا کہ قبر میں میت سے کس طرح کے سوالات ہوتے ہیں؟

یہاں پر قرآن مجید کی آیت ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ۝ مرنے کے بعد تم سے اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کی پوچھ پرچھ ہوگی۔ جو کچھ آپ نے علماء سے سنا ہوگا یا کتابوں میں پڑھا ہوگا وہ اپنی جگہ پر ہے، یہاں ہم جو عرض کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ اوپر اتنا ہی کرنا چاہئے جتنا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی میں کر کے بتایا ہے۔ کھلے ہوئے اور ظاہر منافقین کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّ لَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ۔ کہ ان منافقین میں سے کوئی مر جائے تو آپؐ اس کی نماز جنازہ کبھی نہ پڑھیں اور اس کی قبر پر کھڑے بھی نہ ہوں۔

اس سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ بھی کوئی چیز ہے اور قبر پر کھڑے ہونے کا بھی کوئی حکم ہے، یہ ایک تفسیری نکتہ نکلا، حالانکہ اس آیت شریفہ کے اندر اصل بات تو یہ ہے کہ جو منافق اس زمانے میں حضرت رسول اللہ ﷺ پر کھل گئے تھے اور ان کے سدھار کی کوئی امید نہ رہی تھی ان کے بارے میں یہ حکم ہے۔ لیکن

آج کے زمانے میں ہم کسی بھی مسلمان پر یہ حکم نہیں لگا سکتے کہ ہم فلاں کی نماز جنازہ نہیں پڑھیں گے اور ہم فلاں کی قبر پر کھڑے ہو کر اس کے لئے مغفرت کی دعا نہیں کریں گے۔ کیونکہ ہم پیغمبر بھی نہیں ہیں اور عالم الغیب بھی نہیں ہیں کہ پ جان سکیں کسی کے دل میں کیا ہے؟ اب تو امت مسلمہ کی تشکیل ہو گئی ہے، اس میں اچھے برے سب لوگ ہیں کُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ (ہر شخص اپنے اپنے عمل کے بدلے گروی رہ گیا) کے تحت ہر شخص اپنے کئے میں گرفتار ہے، مرنے کے بعد اس کو خود ہی معلوم ہو جائے گا، بلکہ دوسرے لوگ بھی ہر ایک کا نامۂ عمل دیکھ سکتے ہیں کیونکہ میدان محشر میں وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ کے تحت سب کا نامۂ عمل پھیلا دیا جائے گا تو وہاں سب کو معلوم ہو گا لیکن اس چیز کو ہم دنیا میں لاگو کرنا چاہیں کہ فلاں ویسا ہے۔ ایسا ہے ہم اسکی نماز جنازہ نہیں پڑھیں گے۔ اس کے لئے مغفرت کی دعا نہیں کریں گے تو یہ صحیح نہیں ہے، چاہے جو بھی مسلمان ہو اس کی نماز جنازہ بھی پڑھنا چاہئے اور اس کے لئے مغفرت کی دعا بھی کرنا چاہئے۔

اس کے علاوہ قبروں پر پھول چڑھانا، قبریں پکی بنانا، قبروں پر چراغ اور اگربتی جلانا یہ سب منع ہے۔ اس بارے میں مزید حدیث اور اس کی تشریح دیکھنا چاہیں تو تعلیم الحدیث حصہ اول کی حدیث 45-44 اور تعلیم الحدیث حصہ دوم کی حدیث 232 میں دیکھ لیں۔

ایک واقعہ ہم یہاں لکھتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ کا ایک وفد کسی مقام پر گیا واپسی پر انھوں نے خدمت نبوی میں جو رپورٹ پیش کی وہ بڑی مفصل ہے۔ اس میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَاتَ فِيهِمْ رَجُلٌ صَالِحٌ بَنَوْا عَلَى قَبْرِهِ زِينَةً یا رسول اللہ ایک بات ہم نے یہ بھی دیکھی کہ کوئی نیک آدمی ان میں مرجاوے تو اس کی قبر پر عمارت ٹیلہ ٹیلے کے جیسی بناتے ہیں۔ یہ سنتے ہی حضرت رسول ﷺ بہت ناراض ہوئے اور فرمایا: أَلَا أَلْقَ شَرًّا

لِخَلَائِقِ عِنْدَ اللّٰہِ۔

ترجمہ: ''آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ کے نزدیک یہ لوگ بدترین مخلوق ہیں۔''

ان کے علاوہ اور بھی بہت ساری حدیثیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان گناہوں سے بچائے جن سے اللہ اور اس کے رسولؐ نے ہم کو منع کیا ہے۔

(253) تم راہ خدا میں خرچ کرو تم پر بھی خرچ کیا جائے گا

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ اَنْفِقْ اُنْفِقْ عَلَیْکَ، وَقَالَ یَدُ اللّٰہِ مَلْاٰی لَا یَغِیْضُھَا نَفَقَۃٌ سَحَّاءُ اللَّیْلَ وَالنَّھَارَ وَقَالَ اَرَاَیْتُمْ مَا اَنْفَقَ مُنْذُ خَلَقَ السَّمَاءَ وَالْاَرْضَ فَاِنَّہٗ لَمْ یَغِضْ مَا فِیْ یَدِہٖ وَکَانَ عَرْشُہٗ عَلَی الْمَاءِ وَبِیَدِہِ الْمِیْزَانُ یَخْفِضُ وَیَرْفَعُ۔ (رواہ البخاری: باب قولہ وکان عرشہ علی الماء)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے تم میری راہ میں خرچ کرو میں بھی تم پر خرچ کروں گا، پھر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کا ہاتھ یعنی اس کا خزانہ بھرا ہوا ہے، رات اور دن کا مسلسل خرچ اس خزانہ کو کم نہیں کرتا، اور فرمایا کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کو پیدا کیا اور اس سے پہلے بھی کتنا خرچ کیا ہے اس کے باوجود اس کے خزانہ میں کچھ کمی نہیں آئی اور اس کا عرش پانی پر تھا تقدیر کے اچھے برے فیصلوں کا ترازو ان ہی کے ہاتھ میں ہے۔ جھکاتا رہتا ہے اور جھکاتا رہتا ہے۔''

حضرت رسول اللہ ﷺ کی تعلیم کا ایک ایک جزو سچا ہے بخاری شریف کی حدیث آپ نے اصل

عربی الفاظ اور اس کے اردو ترجمہ کے ساتھ پڑھی، اس میں بے شمار مضامین ہیں، کوئی اہل علم اس کی تشریح لکھے تو کئی صفحات کا مضمون بنے گا، مختصراً ہم عرض کرتے ہیں کہ خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ نے اس حدیث میں اللہ عزوجل کا ایک حکم پیش کیا ہے۔ کہ اے لوگوں! تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو تو تم پر بھی اللہ کی طرف سے خرچ کیا جائے گا۔ پھر جس اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی تعلیم دی گئی ہے وہ کون ہے اور کیا ہے اس کی معرفت اور پہچان بھی کرادی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہر طرح کے خزانوں سے بھرا ہوا ہے۔ اور برابر وہ اپنی مخلوق پر خرچ کیے جارہا ہے، اور مخلوق اس کی بے شمار نعمتوں کو رات دن استعمال کرتی چلی جارہی ہے لیکن کیا اللہ کے خزانے میں کوئی کمی ہوتی ہے؟ جب سے آسمان وزمین کو اللہ نے پیدا کیا تب سے یہ نعمتیں خرچ کررہے ہیں پھر بھی اب تک اس کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں آئی ہے۔

اس کے برخلاف دنیا کے لوگوں کا یہ حال ہے۔ خود ہماری حکومتوں اور بادشاہوں کا بھی یہی حال ہے کہ اگر بے شمار خرچ کیا تو سرکاری خزانے خالی ہوجائیں گے۔ بعض بعض کا تو دیوالا پٹ جاتا ہے۔ اور حکومتیں لڑھک جاتی ہیں۔ جبکہ اللہ کا معاملہ یہ ہے کہ صرف ایک ہاتھ سے نہیں بلکہ قرآن مجید میں ذکر ہے کہ دونوں ہاتھوں سے جتنا چاہتا ہے خرچ کرتا ہے۔

بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ

(5۔المائدہ، آیت: 64)

اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کشادہ اور کھلے ہوئے ہیں خرچ کرتا ہی رہتا ہے جس طرح اور جب چاہے لوگ فرمانبردار ہوں یا نافرمان ہوں سب پر اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں خرچ کررہے ہیں اور چہوری کائنات میں اس کے خزانے گردش کررہے ہیں۔ اتنے خزانے ہیں ہیں کہ کوئی مخلوق ان کی گنتی نہیں کرسکتی ہے۔ اس میں ایک پانی کی مثال ہے کہ پانی کے ذخائر آپ سمندروں، ندیوں، نالوں، ڈوبروں، تالابوں، کنوؤں میں دیکھ رہے ہیں بارش کے موسم میں برسات ہوتی ہے، پہاڑوں سے جھرنے جاری ہوتے

ہیں۔ ان پر غور کیا جائے کہ پانی کا یہ اسٹاک اس میں سے روزانہ مخلوق کتنا کچھ خرچ کرتی ہے۔ کھیتوں کی سینچائی میں کتنا خرچ کرتے ہیں؟ نہاتے دھوتے ہیں اور پیتے بھی ہیں، اسی پانی سے لاشوں کو غسل بھی دیا جاتا ہے ہزاروں ہزار طرح سے پانی کے استعمال اور خرچ کا تسلسل رات دن جاری ہے انسان اور حیوان نیز اللہ کی دوسری تمام مخلوق سب کے سب پانی والی نعمت سے فائدہ اٹھا رہے ہیں، لیکن کیا پانی کا ئی قطرہ کم ہوا؟ ختم ہوتا بھی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے انتظام ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ایک جگہ ارشاد فرمایا:

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ ۖ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ﴿18﴾

ترجمہ: ''اور ہم نے آسمان سے ایک خاص اندازے کے مطابق پانی برسایا پھر اس کو زمین میں جگہ جگہ ٹھہرا دیا اور جب چاہیں اس پانی کو واپس لینے کی بھی ہم کو ہر طرح کی قدرت ہے۔''

(23۔المومن، آیت: 18)

معلوم ہوا کہ اللہ رب العزت نے بارش کے لئے بھی مخصوص وقت رکھے ہیں اور ایک خاص اندازہ کے تحت ہی بارش برساتے ہیں اگر ہر وقت بارش ہونے لگے اور بے حساب و بے اندازہ بارش ہو تو مخلوق کا زندہ رہنا مشکل ہو جائے۔ پھر بارش کے موسم میں ندی نالے بہہ پڑتے ہیں، جگہ جگہ پانی ہو جاتا ہے۔ برسات کا موسم نکلنے کے بعد بھی مخلوق اس پانی سے فائدہ اٹھا سکے اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے بارش کے پانی کو خراب نہیں ہونے دیا بلکہ زمین میں ٹھہرا دیا۔ لوگ پچھلے زمانے سے لیکر اب تک کنوؤں اور بورنگ کے ذریعہ زمین سے پانی نکالتے ہیں یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے زمین کے اندر اسٹاک کیا ہوا ہے۔ وسیع ترین مفہوم و معنی سے بھری ہوئی حدیث مبارکہ کی تشریح میں ہم اتنا عرض کریں گے۔ اس میں اللہ کے انعامات اور اس کی قدرت کا ایسا کچھ ذکر کیا گیا ہے کہ ہر ذی ہوش اور احادیث صحیحہ کی پرکھ رکھنے والے کے سامنے یہ بات جھلک کر آتی ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

حدیث پاک کے آخری الفاظ ہیں۔ وَبِيَدِهِ الْمِيزَانُ يَخْفِضُ وَيَرْفَعُ اللہ ہی کے ہاتھ میں میزان ہے جسے وہ جھکاتے اور بلند کرتے رہتے ہیں، میزان کا ترجمہ ترازو سے بھی کیا جاتا ہے۔ اور ہندی میں اسے پر کرتک سنتولن کہیں گے کہ اللہ کا اندازہ اور قدرتی توازن ہر وقت ایسا جاری ہے کہ کبھی اس کی رفتار میں کوئی فرق نہیں آتا۔ بندوں کو بھی حکم دیا گیا ہے کہ أَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ وزن اور ترازو ناپ تول میں شرارت نہ کریں۔ وزن میزان میں کمی اور شرارت انسانوں کی زندگی کو ڈانواڈول کردے گی، بیوپار تجارت میں ترازو ٹھیک ٹھاک ہو اس کا بھی قرآن میں ذکر ہے۔ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ۔ وزن کرتے وقت ترازو سیدھی رکھو۔ چاہے یہ تجارت اور بیوپار میں ہو یا لین دین میں ہو زندگی کے ہر معاملے میں مومن کے لئے ضروری ہے کہ وہ توازن اور اعتدال پر قائم رہے۔

(254) کتاب اللہ کو سیکھا، سکھایا اور اس کی اتباع کی وہ ہدایت پا گیا

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَنْ تَعَلَّمَ كِتَابَ اللّٰهِ ثُمَّ اتَّبَعَ مَافِيهِ هَدَاهُ اللّٰهُ مِنَ الضَّلَالَةِ فِي الدُّنْيَا وَ وَقَاهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ سُوْءَ الْحِسَابِ وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ مَنِ اقْتَدٰى بِكِتَابِ اللّٰهِ لَايَضِلُّ فِي الدُّنْيَا وَلَا يَشْقٰى فِي الْاٰخِرَةِ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَایَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ۔

مشکوٰۃ المصابیح: (بَابُ الْاِعْتِصَامِ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ)

ترجمہ: ''اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے کتاب اللہ کی تعلیم حاصل کی اور پھر جو کتاب اللہ میں ہے اس کی پیروی کی تو اس کو اللہ تعالیٰ گمراہی سے بچا کر ہدایت کے راستے پر چلا دے گا اور قیامت کے دن برے عذاب سے بچائے گا اور ایک روایت میں یوں ہے کہ جس شخص نے کتاب اللہ کی اطاعت اور پیروی کی وہ نہ تو دنیا میں گمراہ ہوگا اور نہ آخرت میں بدبخت ہوگا، یعنی عذاب آخرت سے محفوظ رہے گا۔ اس کے بعد ابن عباسؓ نے یہ آیت پڑھی فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَایَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى (جس نے میری ہدایت (قرآن) کی پیروی کی وہ گمراہ نہیں ہوگا اور بدنصیب نہیں ہوگا)۔''

حضرت ابن عباسؓ کی روایت کی ہوئی حدیث قرآن مجید کے سیکھنے اور سکھانے والوں کے لئے مشعل راہ ہے اس میں یہ فرمان نبویؐ ہے کہ جس نے کتاب اللہ کی تعلیم خود حاصل کی اور لوگوں کو بھی کتاب اللہ سکھائی پھر اس میں اللہ تعالیٰ کے جو احکامات اسے ملے ان پر عمل بھی کرتا رہا تو یہ ہدایت پر قائم رہے گا اور قیامت میں برے حساب سے بھی وہ بچ جائے گا۔

موجودہ دور میں اس عاجز کو پچھلے پچاس پچپن برس کا یہ تجربہ ہے کہ عوام وخواص کتابیں خوب پڑھیں گے رسالے، اخبار، ماہنامے اور بہت بہت توفیق ہوئی تو حدیث اور فقہ کی کتابیں پڑھیں گے یہ بھی ایک توفیق کی بات ہے، لیکن سو آدمیوں سے پوچھو تو ان میں مشکل سے چار پانچ آدمی ایسے ملتے ہیں جنہوں نے پورا قرآن مجید سمجھ کر اور معنی کے ساتھ پڑھا ہو، حافظ آپ کو لاکھوں مل جائیں گے اور قاری بھی خوب مل جائیں گے لیکن قرآن مجید کی کوئی ایک آیت یا کوئی ایک رکوع آپ نے ان کے سامنے رکھا کہ وہ اس کے معنی بتادے تو سو میں ایک بھی معنی بتانے والا ملے گا یا نہیں ملے گا، یہ تجربہ کی بات ہے آپ بھی تجربہ کر کے دیکھ لیں، شاید یہی وجہ ہو کہ امت مسلمہ اس وقت ہدایت اور گمراہی کے بیچ لٹک رہی ہے کبھی اچھے اور بھلے حالات آتے ہیں اور کبھی برے اور خراب حالات آتے ہیں، مرنے کے بعد ہر ایک کو قبر اور حساب کی منزل سے گذرنا ہے اور سُوءُ الحِسَاب تو کمر توڑ کر رکھ دے گا۔ اس حدیث مبارک کی یہ تشریح 2003ء کے اوائل میں لکھی جارہی ہے، ساری دنیا خون خرابہ کا شکار ہے، خود مسلمان دوسروں کے ہاتھوں مارے پیٹے جارہے ہیں اور آپس میں بھی ایک دوسرے سے مارا ماری اور قتل وخوں ریزی کر رہے ہیں۔

مجھے یہ کہنے کی اجازت دی جائے کہ یہ حدیث پاک صاف طور پر پوری امت کو ہدایت دیتی ہے کہ کتاب اللہ کو سیکھے اور سکھائے نیز اس میں موجود حکم پر عمل کرے لیکن اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ صرف اسے یاد

کرلیں حفظ کرلیں اور خوب قرأت سے پڑھیں اور پڑھائیں اس کے معنی پر دھیان نہ دیں، اگر کتاب اللہ کے معنی اور ترجمہ پر دھیان نہ دیں گے تو اس میں احکامات کیا ہیں وہ معلوم نہ ہوسکیں گے پھر تو یہ ہمارے ہندوستان میں دوسرے مذاہب کی جو کتابیں ہیں ان کے معنی بھی بڑے بڑے سادھو، دھرما آچاریہ اور شنکر آچاریہ بھی نہیں جانتے کہ ان کے اندر جو احکامات ہیں وہ کیا ہیں؟ بس وہ منتر کی طرح بدبد کرتے رہتے ہیں، مختلف مذاہب اور دھرموں کے بڑے لوگوں سے ملنے اور ملاقات کرنے کا موقع مجھے الحمدللہ ملتے رہتا ہے، اس عاجز کو لگتا ہے کہ شاید اسی چکر میں یہ امت مسلمہ پھنس گئی ہے کہ وہ بھی اپنی مذہبی کتاب قرآن مجید کو پڑھتی تو خوب ہے مگر معنی اور ترجمہ معلوم نہیں۔

اس حالت سے نکالنے کے لئے ایک راستہ تو یہ ہے کہ علماء کرام نے قرآن مجید کے جو ترجمے لکھے ہیں اس کی طرف عوام، خواص، مرد، خواتین کو رجوع ہونا چاہئے جس بھی عالم دین کا ترجمہ آپ کو پسند ہو اسے حاصل کیجئے اور پابندی کے ساتھ روزانہ ایک دو رکوع قرآن مجید ترجمہ کے ساتھ ضرور پڑھئے، سبھی فرقوں کے علماء دین نے ترجمہ قرآن لکھے ہیں اور تقریباً یہ بھی ترجمہ قرآن میری نظر سے گذرے ہیں ترجمہ الحمدللہ غلط نہیں ہے ہاں مسائل میں کچھ نہ کچھ کھینچ تان اپنے اپنے مسلک کی طرف ضرور ہوئی ہے، اسے نظر انداز بھی کیا جاسکتا ہے اور ترجمہ پڑھنے سے ہم کو یہ تو معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں ہمارے لئے کیا حکم نازل فرمایا ہے؟ کیا کرنے کے لئے کہا گیا ہے؟ اور کس کام کے کرنے سے روکا گیا ہے؟ کس چیز سے ہمارا رب راضی ہوگا اور کس چیز سے ناراض ہوگا؟ پچھلے انبیاء و مرسلین کی اپنی امتوں کے لئے کیا کیا تعلیم تھی؟ اور وہ کہاں کہاں مار کھائے بھولے بھٹکے مثلاً سورۂ بنی اسرائیل کو لے لیجئے اس کے تین چار رکوع شروع سے پڑھ لیجئے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ ہم سے پہلے کی امتوں نے کہاں کہاں ٹھوکر کھائی؟ کس وجہ سے ان کا قتل عام ہوا؟ کب کب غیروں نے مسلمانوں کی مسجدیں توڑ ڈالیں اور ان میں گھس پڑے؟ اس کے بعد موجودہ دور میں ہم آپ جس منزل سے گذر رہے ہیں اسے بھی دیکھ

ہیں۔ اسی بنا پر بعض بزرگوں نے کہا کہ قرآن مجید میں تم اپنے آپ کو ڈھونڈھو کہ تم کہاں ہو؟

اس تعلق سے ایک عالم نے مجھے ایک قصہ بھی سنایا کہ ایک بزرگ کی نظر سے یہ آیت گذری کہ

لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿10﴾

(21۔الانبیاء، آیت: 10)

یقیناً اے لوگو! ہم نے یہ کتاب تمہاری طرف اتاری ہے اس میں تمہارا تذکرہ موجود ہے کیا پھر بھی تم عقل سے کام نہ لو گے؟ یہ آیت پڑھ کر وہ بزرگ کہنے لگے کیا قرآن مجید میں میرا بھی تزکرہ ہے؟ بس پھر وہ اپنے آپ کو قرآن مجید میں ڈھونڈنے لگے کہ میرا تذکرہ کہاں ہے؟ آیات رحمت اور اللہ کے انعامات و اکرام والی آیتوں کو پڑھتے ہوئے گذرتے تو کہتے نہیں میں اتنا نیکوکار اور بھلا آدمی نہیں ہوں کہ اتنے بڑے بڑے انعامات الٰہی کا حقدار بن سکوں پھر سزا اور عذاب والی آیتوں کے پاس سے ان کا گذر ہوا تو کہنے لگے نہیں نہیں میں اتنا خراب اور برا بھی نہیں ہوں کہ ان سزاؤں اور عذاب کا مستحق ہوں اس طرح قرآن مجید پڑھتے پڑھتے حسب ذیل آیت پر ان کی نظر پڑی:

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ۭ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿102﴾

ترجمہ: ''اور کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جنھوں نے اپنے گناہوں کا صاف صاف اقرار کرلیا ہے یہ لوگ کچھ نیک اور کچھ برے کام ملے جلے کرتے تھے، ممکن ہے کہ اللہ ان کی طرف اپنی رحمت سے توجہ فرمائے بلاشبہ اللہ غفور اور رحیم ہے۔''

(9۔التوبہ، آیت: 102)

اس آیت کو پڑھتے ہی وہ بزرگ پکار اٹھے کہ ہاں میرے عمل ایسے ہی ہیں، کچھ نیک عملہ ہیں اور کچھ

خراب عمل ہیں، اس آیت میں میرا تذکرہ ہے۔ تو جب تک معنی اور ترجمہ کے ساتھ قرآن مجید نہیں پڑھیں گے تب تک اللہ کو راضی کرنے والے اور ناراض کرنے والے احکامات ہم کو معلوم نہ ہو سکیں گے۔

یہاں ہم مدارس عربیہ کے ذمہ داروں سے بھی گذارش کریں گے کہ وہ اپنے طلبہ کو قرآن مجید کو معنی اور ترجمہ کے ساتھ پڑھنے پر زیادہ سے زیادہ توجہ دیں، اکثر مدرسہ کے پڑھنے والوں اور حفاظ سے میری ملاقات ہوتی ہے۔ کہ وہ آٹھ آٹھ سال۔ چھ چھ سال مدرسہ میں پڑھتے ہیں اس سے قرآن مجید کی ایک آیت کا ترجمہ کرنے کے لئے کہا جائے تو نہیں کر سکتے۔

(255) کینہ، کپٹ اور دغا بازی سے بچنے کی تعلیم

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا بُنَیَّ اِنْ قَدَرْتَ اَنْ تُصْبِحَ وَتُمْسِیَ لَیْسَ فِیْ قَلْبِکَ غِشٌّ لِّاَحَدٍ فَافْعَلْ ثُمَّ قَالَ لِیْ یَا بُنَیَّ وَ ذٰلِکَ مِنْ سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَ مَنْ اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّۃِ۔ (رواہ الترمذی، باب ماجاء فی الاخذ بالسنۃ)

ترجمہ: ''اور حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے میرے بیٹے! اگر تجھے قدرت ہو کہ تیری صبح اور تیری شام اس طرح گزرے کہ تیرے دل میں کسی کے لئے کینہ اور دغا بازی نہ ابھرے تو تو اسی طرح اپنا پورا وقت گزار دے۔ پھر فرمایا اے بیٹے! اور یہ (یعنی کسی کے لئے دل میں کینہ نہ رکھنا) میری سنت ہے اور جس نے میری سنت کو پسند و اختیار کیا تو اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔''

اہل ایمان بھائیوں اور بہنوں! مبارک ہو کہ نبوت کے اس آخری دور میں قرآن مجید کو تمہارے لئے محفوظ کر ہی دیا ہے، لیکن اپنے نبی پاک ﷺ کی احادیث صحیحہ کو بھی ہم تک پہنچانے کے انتظام فرما دیئے۔ اور وہ باتیں جو حضرت رسول اللہؐ کے نام سے لوگوں نے جھوٹ موٹ گھڑ لی تھیں اس کو الگ کر دکھایا اور نبی ﷺ کی زبان مبارک سے سچ مچ جو الفاظ ادا ہوئے تھے ان کو اس طرح محفوظ فرمایا کہ آج کے زمانے میں جب ہم اصل عربی زبان میں دیکھتے ہیں اور اس کے معنی بھی پڑھنے کی کوشش کرتے ہیں تو ہمیں زندگی کے ہر موڑ پر معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ ہمارا ہاتھ پکڑ کر اس طرح چلاتے ہیں، رہنمائی کرتے ہیں جس طرح کسی بچے کو اس کا باپ لئے لئے پھرتا ہو۔

اوپر ہم نے جو حدیث لکھی ہے یہ حضرت انسؓ والی روایت ہے جسے حدیث پاک کی شہرت یافتہ کتاب ''ترمذی شریف'' میں بھی نقل کیا گیا ہے، ایک ایک لفظ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ یہ حدیث نبویؐ ہے۔ آپ نے حدیث پاک اور اس کا ترجمہ تو پڑھ لیا، حضرت انسؓ چھوٹی عمر کے صحابیٔ رسولؐ ہیں اس لئے آپؐ نے بیٹے کہہ کر ان کو مخاطب کیا۔ اور فرمایا کہ اگر تیرے بس میں ہو اور تو کر سکے تو یہ کر لے کہ تیری صبح اور شام اس حال میں گذرے کہ تیرے دل میں کسی کے لئے کینہ اور دغا بازی، دھوکہ دھڑی نہ ابھرے، تعلیم نبویؐ کا یہ خاص رخ اور روشنی سے بھرپور پہلو ہے کہ الفاظ دیکھئے کس طرح کے ہیں۔ ہمارے زمانے میں مذہبی، سیاسی رہنماؤں کے لکچر اور تقریر دیکھئے، دوسری طرف رسولؐ کی تقریر اور وعظ کے الفاظ دیکھئے۔ آپؐ نے مخاطب کی عمر اور مرتبہ کا بھی لحاظ فرمایا اور اے بیٹے کہہ کر نصیحت کی۔ موجودہ دور میں اپنے آس پاس کا جائزہ لے لیجئے اخبارات وغیرہ شائع ہونے والے بیانات پڑھ لیجئے۔ اپنی مساجد میں واعظین اور مقررین کی تقریریں بھی سن لیں ایک فرقہ کا عالم ایک تقریر کرے گا اور دوسرے فرقہ کا عالم دوسری طرح کی تقریر کریگا۔ تقریر کرتے کرتے اتنے بے قابو ہو جاتے ہیں ایک دوسرے سے بدلہ لینے کا رنگ چڑھ جاتا ہے کینہ کپٹ اور غلط باتیں دل میں جگہ پکڑ لیتی ہیں، ایک

دوسرے کی چغلی، غیبت، پیٹھ پیچھے برائی کرنا وغیرہ مسجدوں کا حوالہ میں نے اس لئے دیا کہ خود مجھے بھی اس کا تجربہ ہے اور آپ لوگوں کو بھی اس کا تجربہ ہوگا۔ مسلک کو ہی بعض لوگوں نے اصل دین بنالیا ہے اور وہ اس کو اس طرح ابھارتے ہیں اور بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں کہ دوسروں کے دل میں حسد اور کینہ کپٹ پیدا ہونے لگتا ہے۔ بلکہ یہ بات دل میں جڑ پکڑنے لگتی ہے۔ جو لوگ فن تقریر کے مشاق ہیں وہ اگر مسلک کے مقابلے آرائی کے طریقے کو چھوڑ دیں اور خاص طور پر ایک مسلک کا مسلمان دوسرے مسلک کے مسلمان کے لئے چھوڑ دے اور کوئی کینہ کپٹ دل میں نہ رکھے۔ آج مسلمانوں کے جو مختلف فرقے ہیں وہ ذرا بھی ایک دوسرے کا لحاظ نہیں کرتے، حتیٰ کہ بعض بعض فرقے کے لوگ اتنے زیادہ صف آراء ہیں کہ دوسرے فرقے کے عالم وفات پا گئے۔ قبر میں دفن ہو گئے۔ اللہ کے یہاں پہنچ گئے اس کے بعد بھی اس کو کافر، وہابی ملعون کہتے ہیں، دل کے دکھ کے ساتھ کہتا ہوں کہ مسلمانوں کے فرقے یہاں تک بن گئے ہیں کہ بعض فرقے کے لوگ تو حضرات شیخین یعنی ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ کو بھی نیز دوسرے صحابہ کرامؓ اور امہات المومنینؓ کو برا بھلا کہتے ہیں اور گالی دیتے ہیں۔

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میدان حشر میں جب ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ وغیرہ خلفاء راشدین اور صحابی رسولؐ کھڑے ہوں گے۔ اور ان کو گالیاں دینے والے بھی کھڑے ہوں گے۔ اس وقت کیا صورت بنے گی؟ صحابہ کرامؓ اور حضرات شیخین کو برا بھلا کہنے اور گالی دینے کی کیا سزا ان کو ملے گی؟ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ کہ ایک ایک لفظ جو انسان کے منھ سے نکلتا ہے وہ ریکارڈ میں لے لیا گیا ہے، قیامت کے دن اس کا حساب ہوگا، قرآن شریف اور حدیث پاک پڑھئے تو معلوم ہوگا کہ صحیح دین کیا ہے؟ مجھے لگتا ہے کہ جب اس امت کا حساب ہوگا تب سب بات کھلے گی، اس وقت بڑے خوش قسمت ہوں گے وہ لوگ جو قرآن وحدیث کی سچی تعلیم پر عمل کر کے آخرت میں پہنچے ہوں گے۔

زندوں میں تو خیر یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ آمنے سامنے ہوتے ہیں کسی نے کچھ شرارت کی تو دوسرا فطری طور پر ذرا کھنچ جاتا ہے پھر ایمان والا اگر ہوتا وہ دشمنی میں بڑھتا جاتا ہے۔ اور دونوں کو ایک دوسرے سے تحت دشمنی ہو جاتی ہے لیکن جو مر گئے ان کو برا بھلا کہنا، ان پر لعن طعن کرنا میری سمجھ میں نہیں آتا، جیسے ہمارے اہل حدیث بھائی ہیں وہ ائمہ اربعہ کو برا بھلا کہنے سے اور لکھنے سے چوکتے نہیں، حلانکہ اہل حدیث کا جو مسلک ہے اس کی میں تردید نہیں کرتا مگر یہ کیا ضروری ہے کہ اپنے مسلک کو ثابت کرنے کے لئے امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ ائمہ اربعہ کو برا بھلا کہا جائے؟ اس برا بھلا کہنے کے عوض میں حشر کے میدان میں ہم کیا دے کر چھوٹ سکیں گے؟ اچھا پھر ہمارے لوگ بھی کچھ کم نہیں ہیں، احناف میں دیکھ لیجئے دیوبندیوں کے طرز الگ ہیں اور بریلوی بھائیوں کا طرز الگ ہے، کچھ دوسرے اور ہیں جن کا نام لوں گا تو سب کو برا لگے گا لیکن اب سنبھلنے کی باری آئی ہے اس وقت ساری دنیا کی طاقتیں ہم پر اور آپ پر ٹوٹ پڑی ہیں کسی ملک میں بھی امن نہیں رہا، خاص طور پر امریکہ اور اس کی قوت کا سایہ ایسا پڑ گیا ہے کہ مجھے نہیں لگتا اللہ کی مدد کے سوا آپ سنبھل سکیں گے اور اللہ کی مدد و نصرت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک آپ کا عمل قرآن و سنت کے گھیرے میں نہ ہو، بس دعا کہ کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے اور قرآن وحدیث کی روشنی میں اپنے عمل کا جائزہ لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

اب تک موجودہ حدیث شریف کے نصف الاول پر بات ہوئی، اب آپ نصف الآخر کے ترجمہ پر غور کیجئے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ کسی کے لئے دل میں کینہ کپٹ حسد اور جلن نہ رکھنا یہ میرا طریقہ ہے، میری سنت ہے، جس نے میری سنت اور میرے طریقہ کو پسند کیا اختیار کیا اس نے مجھ سے محبت کی اور جس مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔ حضرت رسول اللہ ﷺ کی بشارت سے بڑھ کر بشارت کوئی فقیر اور واعظ اپنے مخالفین کو کیا دے سکے گا؟ جو بشارت کہ رسول اللہؐ

نے پوری امت کو دی ہے۔ قرآن کی روشنی میں یہاں ایک بات اور بھی میں کہنا چاہونگا۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (11)

ترجمہ: ''اے ایمان والوں! سنو کوئی قوم کسی قوم کو حقیر جان کر ہنسی نہ اڑائے بہت ممکن ہے کہ وہ ہنسی اڑانے والوں سے بہتر ہوں، عورتیں بھی دوسری عورتوں کا دل نہ دکھانے کے لئے ہنسی نہ کریں عجب نہیں کہ وہ ہنسنے والیوں سے بہتر ہوں، آپس میں ایک دوسرے پر عیب نہ لگاؤ، برے لقب اور برے نام نہ دھرو، ایمان لانے کے بعد گناہ کا نام لگنا بھی ٹھیک نہیں اور جو توبہ نہ کریں تو ظالم شمار ہوں گے۔''

(49۔ الحجرات، آیت: 11)

اس آیت پر غور کریں تو اس میں ہماری بہنیں بھی آجاتی ہیں بہنیں بھی تو آخر حضور ﷺ کی امتی ہیں۔ اس کے ہیاں بھی کینہ، کپٹ، چغلی، ایک دوسرے کے اوپر عیب لگانا گھریلو زندگی کے اندر جاری رہتا ہے، حضرت انسؓ والی اس روایت میں پوری امت مخاطب ہے جس میں ایمان والے مرد بھی ہیں اور ایمان والی عورتیں بھی ہیں۔

(256) جنت میں داخل کرانے والے تین کام

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَکَلَ طَیِّبًا وَّعَمِلَ فِیْ سُنَّةٍ وَّاَمِنَ النَّاسُ بَوَائِقَهٗ دَخَلَ الْجَنَّةَ فَقَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ هٰذَا الْیَوْمَ فِی النَّاسِ لَکَثِیْرٌ فَسَیَکُوْنُ فِیْ قُرُوْنٍ بَعْدِیْ۔ (ترمذی شریف: ابواب صفۃ القیامۃ)

ترجمہ: ''اور حضرت ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے پاک رزق کھایا اور سنت پر عمل کیا اور لوگ اس کے ظلم اور زیادتیوں سے محفوظ رہے تو وہ جنت میں جائے گا، یہ سن کر ایک صحابیؓ نے کہا یا رسول اللہ! آج کل تو یہ بہت ہیں، آپؐ نے فرمایا میرے بعد کے زمانوں میں بھی اس طرح کے لوگ ہوں گے۔''

اس حدیث کے راوی حضرت ابو سعید خدریؓ ہیں اس میں حضرت رسول اللہ ﷺ نے ایک تعلیم تو یہ فرمائی کہ مومن حلال کمائی کھائے جسے ''حلال روزی'' بھی کہا جاتا ہے، کمائی حلال ہو، صاف ستھری ہو اسی سے اپنی ضروریات پوری کرے، دوسری بات یہ بتائی گئی کہ حضرت محمد ﷺ کی سنت مبارکہ اور طور طریقہ پر عمل کرے جتنا بھی ہو سکے، تیسری بات یہ ہے کہ عوام الناس یعنی عام لوگ محفوظ رہیں ایمان والے کی ظلم و زیادتیوں سے، خاص طور پر آج کے دور میں ظلم و زیادتی زیادہ پھیل گئی ہے قرآن مجید میں ایک جگہ اللہ نے ارشاد فرمایا۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿41﴾

ترجمہ: ''دھرتی اور دریا میں فساد جب پھیلتا ہے انسانوں کے کالے کرتوت کے سبب کہ ان کو اپنے برے اعمال کا کچھ مزہ یہاں بھی چکھا دیا جائے تا کہ یہ لوگ اپنی حرکتوں سے باز آ جائیں۔''

(30۔الروم، آیت: 41)

حدیث شریف کی تیسری بات کہ لوگ ہمارے ظلم، زیادتی اور تکلیف سے محفوظ رہیں اس کی طرف اس زمانے میں زیادہ توجہ کرنے کی ضرورت ہے، اوپر جو ہم نے آیت شریف لکھی ہے اس کے معنی بھی ذہن نشین کر لیجئے کہ جنگل، جنگل اور دریا، دریا یعنی خشکی میں اور تری میں ہر جگہ فساد پھیل چکا ہے، اور اب تو

فساد کی شکلیں اس طرح کی آئی ہیں کہ ایک زمانہ تو وہ تھا جب آدمی چاقو اور تلوار سے مارتا تھا اور آج کے زمانے میں ایسے ہتھیار بن گئے ہیں کہ اگر ظلم و زیادتی کی ایسی ہی چھوٹ ملتی رہی تو پاری دنیا کو تباہ کر ڈالیں گے۔ خود اپنے آپ کو بھی مار ڈالیں گے اور عوام الناس کا جینا حرام کر دیں گے، حدیث پاک کا لحاظ کرتے ہوئے اہل ایمان کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ ظلم و زیادتی فتنہ و فساد کے لئے کہیں بھی ہماری طرف سے پہل نہ ہو جتنا ہو سکے پر امن رہیں، حدیث پاک میں اَمِنَ النَّاسَ بَوَآئِقَهٗ کا لفظ ہے کہ لوگ اسکی حرکتوں زیادتیوں اور ظلم سے محفوظ رہیں۔ ایسی اہم تعلیم کے باوجود بعض مسلمان ایسے ہیں جو برقع نہ پہننے پر عورتوں کی منڈیاں کاٹ ڈالتے ہیں جبکہ شریعت اسلامی میں برقع نہ پہننے پر کوئی سزا نہیں ہے، برقع کے علاوہ چادر شال دوپٹہ وغیرہ سے بھی حجاب اسلامی کا تقاضہ پورا ہوتا ہے، مومن خواتین کو حجاب اور پردہ کا پورا خیال رکھنا چاہئے ورنہ آخرت میں ان کی پکڑ ہوگی لیکن اگر کوئی خاتون حجاب اور پردہ کے حکم کی خلاف ورزی کرتی ہے تو کیا اسلام میں اس کی کوئی سزا مقرر ہے؟ پھر یہ نام کے جہادی برقع نہ پہننے پر عورتوں کا کس طرح قتل کرنے لگے یا ان کے منھ پر تیزاب پھینکنے لگے؟

میں دل کے بڑے دکھ کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ مسلمانوں کو ایمان والوں کو اپنے ہاتھ روکنا چاہئے، اپنے آپ پر بھی اور اس امت پر بھی اور اللہ کی دوسری مخلوق پر بھی ہاتھ نہں اٹھانا چاہئے جب وہ اپنے خالق و مالک کے دربار میں پہنچے گی تو خود ہی اپنے اعمال کی جزا و سزا پا جائے گی۔

حدیث پاک کے راوی جو اس حدیث کو سن رہے تھے ان کے منھ سے نکل گیا کہ اللہ کے رسولؐ! اس زمانے میں تو ایسے لوگ بہت ہیں، جس زمانہ میں رسول اللہ ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی تھی وہ صحابہ کا زمانہ تھا۔ اس زمانہ میں تو بڑی تعداد ایسے لوگوں کی تھی جو حلال کی کمائی کھاتے تھے۔ سنت رسولؐ پر بھی چلتے تھے اور لوگوں پر ظلم و زیادتی بھی نہیں کرتے، راوی کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ اس زمانے میں تو

ایسے بہت لوگ ہیں کیا بعد کے زمانے میں بھی ایسے لوگ ہونگے؟ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ بعد کے زمانے میں بھی اس طرح کے کچھ لوگ ہوں گے۔

بہر حال اس میں کوئی مایوسی کی بات نہیں ہے۔ اہل ایمان کی جماعت پوری دنیا میں بڑی بھاری تعداد میں پھیلی ہوئی ہے اگر ایمان کا دس فیصد طبقہ بھی حدیث شریف میں بتائی گئی خوبیوں کو اپنے اندر رکھتا ہو تو بڑی بات ہے، اور ان کے لئے جنت کی بشارت ہے، لہٰذا ایمان والوں کو طے کر لینا چاہیئے کہ ہم پاک صاف حلال روزی کھائیں گے۔ آخری نبی حضرت محمد ﷺ کی سنت اور طریقہ پر چلیں گے۔ اور اپنے ہاتھ پاس اور زبان سے کوئی ایسی صورت نہ ہونے دیں گے کہ دنیا کے انسانوں کو ہماری طرف سے بدامنی میں رہنا پڑے، یا فتنہ وفساد میں واقع ہونا پڑے اس پر حدیث میں دَخَلَ الْجَنَّةَ یعنی جنت میں داخل ہونے کی بشارت دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو آپ کو اور سب کو حضور ﷺ کی اس بشارت کا مستحق بنائے آمین۔

(257) بلاوجہ بحث ومباحثہ نہ کرو

وَعَنْ اَبِیْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ فَرَضَ فَرَآئِضَ فَلَا تُضَيِّعُوْهَا وَحَرَّمَ حُرُمَاتٍ فَلَا تَنْتَهِكُوْهَا وَحَدَّ حُدُوْدًا فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَسَكَتَ عَنْ اَشْيَآءَ مِنْ غَيْرِ نِسْيَانٍ فَلَا تَبْحَثُوْا عَنْهَا۔ (مشکوٰۃ شریف: باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، فصل ثالث)

ترجمہ: ''اور حضرت ابوثعلبہ خشنیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کچھ چیزیں فرض کی ہیں تو تم ان کو ضائع نہ کرو، اور کئی چیزیں حرام اور گناہ قرار دی ہیں تم ان کے قریب بھی مت جاؤ، اور کئی حدود مقرر کئے ہیں (جیسے قصاص وغیرہ) پس تم ان سے تجاوز نہ کرو (یعنی ان میں کمی زیادتی نہ کرو) اور بہت سی چیزوں کے بارے میں بغیر کسی بھول چوک کے سکوت اور خاموشی اختیار فرمائی (یعنی ان کا حرام اور

حلال ہوناواضح نہیں کیا) تو ان کے بارے میں بلاوجہ بحث ومباحثہ نہ کرو۔''

اس حدیث کے راوی حضرت ابوثعلبہ خشنیؓ ہیں، کہ خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ نے فرمایا۔ سنو کچھ چیزیں تو ایسی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے فرض کر دیا ہے۔ تم ان کو ضائع نہ ہونے دو اور کچھ چیزوں کو اللہ نے حرام اور زیادتی بھی نہ کرو، اور پھر بہت سی باتیں ایسی ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی بھول چوک کے خاموشی اختیار کی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ بھولنے والے نہیں ہیں پھر بھی بعض چیزوں کے بارے میں کوئی حکم بیان نہیں کیا اور اپنے نبیؐ سے ان کے بارے میں کوئی حکم نہیں بیان کروایا تو ان کے بارے میں بحث ومباحثہ چھان بین اور کھوج کرید نہ کرو۔ جن باتوں کے بارے میں اللہ اور رسولؐ کی طرف سے ان کا حلال اور حرام ہونا واضح نہیں کیا گیا، اس پر کوئی تعزیر اور سزا بھی بیان نہیں کی ہے اور اس کا تزکرہ بھی نہیں آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو کوئی بھولنے والے تھے نہیں تو جب ان کی طرف سے خاموشی ہے، ہمیں بھی یہی طریقہ اختیار کرنا چاہیئے۔ حرام کو حلال اور حلال کو حرام نہیں کرنا چاہئے اور اپنی طرف سے کسی کے بارے میں کوئی حکم نہیں لگانا چاہئے۔

اس عاجز کے خیال سے چار باتیں اس حدیث شریف سے سمجھ میں آتی ہیں۔ (1) جو فرض ہے وہ تو فرض ہے ہی اسے کرنا ہی کرنا ہے۔ (2) حرام ہے وہ حرام ہے ہی، اس سے بچنا ہی بچنا ہے۔ (3) جن کا کوئی حکم نہیں بیان کیا گیا ہے ان کے بارے میں بہت زیادہ کھوج کرید کرنا یا اپنی طرف سے کوئی حکم لگانا منع ہے۔ (4) اللہ نے کچھ حدود مقرر کیئے ہیں۔ جیسے قصاص یعنی قتل کا بدلہ قتل، چوری کرنے والے کا ہاتھ کاٹنا، تہمت لگانے والے کو اسی (80) کوڑے مارنا وغیرہ، لیکن حدود اور شرعی سزاؤں کا قائم کرنا اسلامی حکومت کا کام ہے، شخصی اور ذاتی طور پر کوئی آدمی یہ سب نہیں کرسکتا کہ کسی نے محلہ میں کوئی چوری کی اور تلوار لے کر آپ اس کا ہاتھ کاٹنے نکل پڑے، یہ سب تو مسلم حاکم قاضی، دارالقضاء وغیرہ کا کام

ہے، مسلمانوں کے ہاتھ میں قوت نافذہ یعنی قانون لاگو کرنے کی طاقت ہو۔ تب کی بات ہے لیکن جس دور سے ہم اپنی ملک میں گزر رہے ہیں وہ ایک سیکولر اور جمہوری حکومت ہے یہاں ہم کوئی قانون اپنے ہاتھ میں نہیں لے سکتے۔ قرآن مجید سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وقت کا نبی بھی حکومت اور ملک کے قانون کی پابندی کرتا ہے جیسے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں ہے۔

مَا كَانَ لِيَأْخُذَ اَخَاهُ فِىْ دِيْنِ الْمَلِكِ

(12۔یوسف، آیت: 76)

مصر کے شاہی قانون میں اس بات کی گنجائش نہیں تھی کہ یوسفؑ اپنے بھائی کو بلاوجہ روک سکتے۔ حضرت یوسفؑ بادشاہ کے مصاحب بھی تھے اور صاحب اقتدار بھی تھے لیکن بلا کسی وجہ کے اپنے بھائی کو روک لیں ان کے بس کی بات نہ تھی اس لئے کہ اس وقت کے بادشاہ مصر کے قانون میں اس کی گنجائش نہیں تھی، جس نکتہ کا قرآن مجید نے یہاں ذکر کیا ہے اس کی طرف بھی اہل علم کو توجہ کرنی چاہئے کہ شاہی قانون کے ہوتے ہوئے حضرت یوسفؑ اپنے بھائی کو مصر میں رکھ نہیں سکتے تھے م،علوم ہو کہ وقت کا پیغمبر بھی بادشاہ کے قانون کی پابندی کرتا ہے۔

دین اسلام کوئی اناڑیوں اور بیوقوفوں کا دین نہیں ہے، ہمارے اس دور میں لوگوں نے قصاص، جہاد، قتال وغیرہ کی ایسی نعرہ بازی کرڈالی کہ کبھی کبھی لگتا ہے کہ مومن وہ ہے جو اپنے مومن بھائی کو ہی قتل کر ڈالے گا، ملک ہندوستان کے ایک حصہ یعنی کشمیر میں جو کچھ ہو رہا ہے۔ اخباروں میں آتا ہے T.V دیکھنے اور ریڈیو سننے میں آتا ہے کہ مسلسل قتل وغارت گیری ہو رہی ہے گویا کہ پورا کا پورا اسلام دہشت گردی کا شکار ہو گیا ہے، کشمیر میں نام کا جہاد کرنے والوں نے برقع نہ پہننے پر مسلم خواتین کا قتل کرڈالا، علماء بھی خاموش ہیں مسلم حکومتیں بھی خاموش ہیں کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ بہرحال اب یہ

ان کا عمل ان کے ساتھ ہے، اللہ تعالیٰ انھیں صحیح سمجھ دے کہ اسلام کے نام پر ان کو ایسی حرکت کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اوپر لکھی حدیث شریف میں بھی واضح ہدایت ملتی ہے کہ جس کام کے بارے اللہ اور اس کے رسولؐ نے سکوت فرمایا اس میں ہم اور آپ سزا کیسے دے سکتے ہیں؟ کسی نے سر پر ٹوپی نہیں پہنی، کسی نے شیروانی نہیں پہنی، کسی خاتون نے برقع نہیں پہنا یا کسی نے پینٹ شرٹ پہن لی تو آپ اس پر ان کو سزا دیں گے؟ کیا قرآن وحدیث میں اس کے لئے کوئی سزا مقرر ہے؟ قرآن مجید میں عورت کے لئے حجاب اور پردہ کا حکم ہے کہ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ کہ دوپٹہ، پلو یا چادر سے گھونگھٹ نکال لیں تاکہ صاف طور پر چہرہ نہ دکھے اور دوسری بات یہ کہ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ اپنے دوپٹہ یا چادر کو سینوں پر اوڑھ لیا کریں، بس یہ شرعی حجاب ہو گیا حجاب کے لئے عورتوں کو برقعہ ہی پہننا چاہئے یہ ضروری نہیں ہے۔ برقع ہی پہننا چاہئے اور وہ بھی کالا ہو اور مردوں کو شیروانی ہی پہننا چاہئے یہ جو شریعت بتا رہے ہیں جہادی لوگ، ان کا قیامت میں جو حساب ہوگا وہ دیکھنے کے لائق ہوگا۔ اللہ کے نام عوام وخواص سب کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ حدود اللہ کو اپنے ہاتھ میں نہ لیں، جن معاملات میں اللہ اور اس کے رسولؐ نے خاموشی اختیار کی ہے وہ بھی خاموش رہیں۔

(258) قیامت کے دن دنیا میں واپسی کی تمنا

عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُجَاءُ: بِابْنِ اٰدَمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كَاَنَّهٗ بَذَجٌ فَيُوْقَفُ بَيْنَ يَدَيِ اللهِ تَعَالٰى فَيَقُوْلُ اللهُ اَعْطَيْتُكَ وَخَوَّلْتُكَ وَاَنْعَمْتُ عَلَيْكَ فَمَاذَا صَنَعْتَ فَيَقُوْلُ جَمَعْتُهٗ وَثَمَّرْتُهٗ وَتَرَكْتُهٗ اَكْثَرَ مَا كَانَ فَارْجِعْنِيْ اٰتِكَ بِهٖ كُلِّهٖ فَيَقُوْلُ لَهٗ اَرِنِيْ مَا قَدَّمْتَ فَيَقُوْلُ يَارَبِّ جَمَعْتُهٗ وَثَمَّرْتُهٗ اَكْثَرَ مَاكَانَ فَارْجِعْنِيْ اٰتِكَ بِهٖ كُلِّهٖ فَاِذَا عَبْدٌ لَمْ يُقَدِّمْ خَيْرًا فَيُمْضٰى بِهٖ اِلَى النَّارِ۔ (ترمذی شریف۔ ابواب صفۃ القیامۃ)

ترجمہ: ''حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن انسان کو پکڑ کر لایا جائے گا گویا وہ بھیڑ کا بچہ ہو، اللہ تعالیٰ کے سامنے اسے کھڑا کر دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے کہیں گے میں نے تجھے مال، سامان دیئے اور تم کو ان کا مالک بنایا اور میں نے تجھ پر انعام بھی کیا تو تم دنیا میں کیا عمل کر کے آئے ہو؟ وہ بندہ جواب دے گا میں نے مال جمع کیا اور اس کو خوب بڑھاتا رہا۔ جتنا پہلے تھا اس سے زیادہ چھوڑ کر آپ کے دربار میں آ گیا ہوں، آپ مجھے یہاں سے دوبارہ واپس جانے کی اجازت دے دیں میں وہ سب آپ کی بارگاہ میں لے آؤں گا۔ اللہ تعالیٰ کہیں گے مجھے تم وہ دکھاؤ جو تم نے یہاں اپنے آنے سے پہلے بھیجا ہے پھر وہ بندہ یہی جواب دے گا اے رب میں نے مال جمع کیا اسے بڑھاتا رہا، جتنا پہلے تھا اس سے زیادہ کر کے چھوڑ آیا ہوں آپ مجھے واپس جانے دیجئے، میں وہ سب لے آتا ہوں۔ تو اب جبکہ بندہ نے اپنے آگے کچھ نیکی اور بھلائی بھیجی ہی نہ ہوگی اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔''

اس حدیث پاک کا متن اور ترجمہ پڑھنے پر مومن کے دل پر جو اثر پڑے گا اس کی تلخیص اور اختصار یہ ہے کہ جس بندہ کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں مال عطا فرمایا، سامان زندگی دیا اس کی پوچھ بندہ سے میدان حشر میں ہوگی، جیسے قرآن مجید میں ارشاد ہے ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ۝ کہ میری ہر نعمت کے بارے میں قیامت کے دن تم سے پوچھا جائے گا، اس آیت کی یہ حدیث شریف خود آپ سے آپ تفسیر و تشریح بن جاتی ہے۔ رب تعالیٰ پوچھیں گے کہ تم دنیا میں کیا کر کے آئے ہو؟ بندہ جواب دے گا اے رب! میں نے خوب مال جمع کیا اسے بڑھاتا رہا وہ سب چھوڑ چھاڑ کر آپ کے دربار میں آیا، اس کو یہ احساس ہو جائے گا کہ مجھ سے جو پوچھ ہو رہی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ مال کہاں کہاں خرچ کیا، کتنے بھوکوں کو کھانا کھلایا؟ کتنی بیواؤں کے سر پر دوپٹہ ڈالا؟ کتنے مقروضوں کے قرض کی ادائیگی کی؟ کتنے لوگوں کو کاروبار سے لگایا؟ اس طرح کے سیکڑوں ہزاروں سوال ہو سکتے ہیں معلوم ہوتا کہ کہ یہ کوئی ہوشیار ہوگا

کہ پوچھا جارہا ہے کچھ، اور جواب دے رہا ہے کچھ، شاید اس نے قرآن بھی نہیں پڑھا ہوگا اور حدیث بھی نہیں پڑھی ہوگی اس لئے رب تعالیٰ سے عرض کر بیٹھے گا کہ آپ مجھے یہاں سے واپس دنیا میں ایک بار اور جانے کی اجازت دے دیجئے تو میں وہ سب مال لاکر آپ کے دربار میں پیش کردوں گا، گویا وہ شخص دنیا میں آنے کی تمنا کرے گا لیکن اس کو یہ بات نہ ہوگی، قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿95﴾

ترجمہ: ''اور جس کسی بستی کے لوگوں کو ہم نے ہلاک کردیا ہے ان کو پھر یہاں واپس آنے پر ہم نے پابندی لگادی کہ وہ یہاں لوٹ کر نہ آسکیں گے۔''

(21۔الانبیاء، آیت: 95)

میدان محشر میں بہت سے لوگ یہ تمنا کریں گے کہ دنیا میں ہم کو ایک بار اور جانے کی اجازت دے دیجئے، مشرک بھی یہ تمنا کریں گے اور کہیں گے فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ (اگر ہم پھر بھی ویسا ہی کریں جیسا اب کرکے آئے ہیں تو واقعی ہم پکے ظالم قرار دیے جائیں) بڑے بڑے قاتل، ظالم، فاسق گنہگار، زانی، چور ڈاکو اور اس قسم کے مجرموں کی بڑی بھاری تعداد ہوگی جو یہ التجا کرے گی کہ پروردگار! واپس جانے کی اجازت دے دیجئے مگر رب تعالیٰ شانہٗ کسی کو بھی میدان حشر سے دنیا میں واپس آنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ یہاں ایک اشکال ہوتا ہے بعض لوگوں نے مجھ سے یہ پوچھا بھی کہ جب مجرم جب اتنا بلبلائیں گے اور اتنی عرضی کر رہے ہوں گے کہ صاحب بس ایک دفعہ بھیج دیجئے، ایک دفعہ بھیج دیجئے، پھر انہیں واپس بھیج دینے میں کیا حرج ہے؟ اس کے دو جواب ہیں۔

(1) ایک تو قرآنی جواب ہے۔

وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿28﴾

ترجمہ: ''اور اگر وہ واپس بھیجے جائیں تب بھی وہی کچھ کرکے آئیں گے جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور

یقیناً یہ لوگ جھوٹے ہیں۔''

(6۔الانعام، آیت: 28)

کسی کو شبہ ہو کہ جہنم کو آنکھوں سے دیکھ لینے کے بعد پھر دنیا میں آکر شرک اور اللہ کی نافرمانی وغیرہ گناہ کے کام بھلا کوئی کیوں کرے گا؟ تو بات یہ ہے کہ اگر کسی کو دنیا میں واپس بھیجا گیا تو جو کچھ اس نے آخرت اور میدان حشر میں دیکھا ہے وہ سب کچھ بھلا کر پہلے کی طرح ہی اسے پیدا کیا جائے گا ورنہ پھر ایمان بالغیب والی بات نہ رہے گی، تب ظاہر ہے کہ ابھی جو کرکے آیا ہے وہی سب کچھ پھر کرکے آئے گا اس لئے دوسری بار دنیا میں بھیجنا فضول ہوگا۔

(2) دوسرا جواب یہ ہے کہ کسی ایک دو آدمی یا صرف دوزخی لوگوں کے مطالبے پر فقط ان کو دنیا میں بھیجنے سے کچھ حاصل نہیں، نیک لوگوں حتی کہ پیغمبروں اور داعیان حق کو بھی پھر سے بھیجنا ہوگا اور نبیوں پر آسمانی کتابیں نازل کرنی ہوں گی۔ لیکن نیک لوگ نیز نبی اور پیغمبر جو جنت کا پروانہ حاصل کرچکے ہوں گے وہ کسی طرح بھی کافروں اور مشرکوں کی خاطر پھر دنیا میں آکر بسنے اور دوبارہ امتحان میں بیٹھنے کے لئے ہرگز تیار نہ ہوں گے کہ پتہ نہیں دوسری بار ایمان اور عمل صالح ساتھ لانے میں کامیاب ہوں یا نہ ہوں ہم کیوں یہ خطرہ مول لیں، اب کافر خود اپنے کرتوت کا مزہ چکھیں دنیا میں ہم ایمان والوں کو کہاں چین سے بیٹھنے دیا تھا کہ اب صرف ان کی خاطر ہم جنت چھوڑ کر دنیا بسانے جائیں؟

(259) اللہ اور بندہ کے بیچ کوئی ترجمان نہ ہوگا

عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا سَيُكَلِّمُهُ رَبُّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ تَرْجُمَانٌ فَيَنْظُرُ أَيْمَنَ مِنْهُ فَلَا يَرَى إِلَّا مَا قَدَّمَ مِنْ عَمَلِهِ وَ يَنْظُرُ أَشْأَمَ مِنْهُ فَلَا يَرَى إِلَّا مَا قَدَّمَ وَيَنْظُرُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلَا يَرَى إِلَّا النَّارَ تِلْقَاءَ وَجْهِهِ فَاتَّقُوا النَّارَ

وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ ۔ (رواہ البخاری، کتاب التوحید، کلام الرب عزوجل یوم القیمۃ)

ترجمہ: ''حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (قیامت کے دن) تم سے ہر شخص سے اللہ تعالیٰ اس طرح کلام فرمائیں گے کہ بیچ میں کوئی ترجمان نہ ہوگا (اس وقت بندہ پریشانی سے ادھر ادھر دیکھے گا) جب اپنی داہنی جانب دیکھے گا تو اپنے اعمال کے سوا اسے کچھ نظر نہ آئے گا، جب اپنی بائیں جانب دیکھے گا تو اپنے برے اعمال کے سوا کچھ نہ نظر آئے گا، اور جب سامنے دیکھے گا تو آگ نظر آئے گی، لہٰذا دوزخ کی آگ سے بچو اگرچہ خشک کھجور کے ٹکڑے (کو صدقہ کرنے) کے ذریعہ ہی سے ہو۔''

خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ فرماتے ہیں کہ حشر کے میدان میں اللہ تعالیٰ کے سامنے بندہ کی جب حاظری ہوگی تو بندہ تو مسئول ہوگا یعنی اسے اللہ تعالیٰ کے سوال اور پوچھ پرچھ کا جواب دینا ہے، وہاں ہر نعمت کے بارے میں انسان سے پوچھا جاتا ہے، ایسے موقع پر رب تعالیٰ شانہٗ اور بندہ کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا، ترجمان کا لفظ ہمارے یہاں بھی مشہور ہے کہ فلاں نے فلاں کی ترجمانی کی، اور فلاں کے مقدمے میں فلاں وکیل نے پیروی کی، اس نے اس کے کیس میں مداخلت کی اور اسے بچالیا، اس حدیث پاک میں ترجمان کا لفظ ہے کہ جب ترجمان کوئی نہیں ہوگا تو سفارشی کہاں سے آجائے گا؟ ہر مسلم مرد و عورت کو غور کرنا چاہئے کہ میدان حشر میں کوئی ترجمان، سفارشی، وکیل، ولی یا بچانے اور چھڑانے والا نہیں ملے گا، کوئی بھی ایسا نہیں ہوگا جو آپ کا غم دور کرسکے۔ حشر و حساب کے میدان میں بندہ اپنی داہنی طرف دیکھے گا تو اسے آگے بھیجے ہوئے اپنے نیک عمل کے سوا اور کچھ نظر نہ آئے گا۔ ایسے ہی جب وہ بائیں جانب دیکھے گا تو آگے بھیجے ہوئے اپنے برے عمل کے سوا اسے کچھ اور دکھائی نہیں دے گا، اور جب سامنے دیکھے گا تو اسے آگ ہی آگ نظر آئے گی۔

حضور اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ جہنم کی آگ سے بچنے کے لئے کوشش کرو اگرچہ سوکھی کھجور کا ٹکڑا صدقہ کر کے کیوں نہ ہو صدقات، خیرات، غریبوں کی مدد کرنے میں یہ ضروری نہیں کہ مال کی مقدار کتنی ہے؟ کتنے روپے دیئے اور کتنا کپڑا دیا؟ یہ سب دیکھنے کی چیز نہیں ہے، اصل یہ ہے کہ کم زیادہ جو بھی ہو اسی سے حاجت مند اور ضرورت مند کی مدد کریں اس کے کام آئیں اسی لئے حدیث شریف میں رسول اللہ غریبوں تک کو یہ حوصلہ دلاتے ہیں کہ جس کے پاس جو کچھ بھی میسر ہو اسی میں سے تھوڑا بہت اللہ کی رضا کے لئے خرچ کرے چاہے سوکھی کھجور کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ صدقہ کرے۔ لیکن اگر کسی کو اللہ نے زیادہ مال دیا ہو تو وہ اپنی حیثیت سے مطابق خرچ کرے قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ؕ

ترجمہ: ''گنجائش والے کو اپنی حیثیت کے مطابق خرچ دینا چاہیے اور جس کسی کو تنگی روزی ملتی ہو تو جو کچھ اللہ نے اسے دیا ہے اس کا لحاظ کرتے ہوئے اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرے۔''

(65۔الطلاق، آیت: 7)

(260) جسے یہ چار چیزیں مل گئیں اس کی دنیا و آخرت بن گئی

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرْبَعٌ مَنْ اُعْطِيَهُنَّ فَقَدْ اُعْطِيَ خَيْرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ : قَلْبًا شَاكِرًا وَّلِسَانًا ذَاكِرًا وَّ بَدَنًا عَلَى الْبَلَاءِ صَابِرًا وَّزَوْجَةً لَا تَبْغِيْهِ خَوْنًا فِيْ نَفْسِهَا وَلَا مَالِهٖ ۔ (رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط)

ترجمہ: ''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: چار چیزیں ایسی ہیں جس کو وہ مل گئیں اس کو دنیا و آخرت کی ہر بھلائی مل گئی، شکر کرنے والا دل، ذکر کرنے والی زبان، مصیبتوں پر صبر کرنے والا بدن اور ایسی بیوی جو اپنے نفس میں خیانت نہ کرے یعنی پاک دامن رہے اور نہ شوہر کے مال میں خیانت کرے۔''

سلطان کائنات کے قاصد اعظم حضرت محمد ﷺ نے اوپر لکھی حدیث پاک میں چار ایسی چیزوں کی معرفت اور پہچان کروائی ہے کہ اگر یہ کسی انسان کو مل گئیں تو دنیا و آخرت کی گویا اس کو نعمت مل گئی، ان چاروں میں پہلی چیز تو یہ ہے کہ اللہ کی نعمت پر شکر ادا کرنے والا دل، جو اللہ تعالیٰ کے انعامات اور احسانات کی قدر جانے، ان کے پانے پر شکر گذار اور احسان مند ہو۔

(1) قَلْبًا شَاكِرًا ''شکر ادا کرنے والا دل'' مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو جو کچھ عطا فرمایا ہے اس پر اللہ کا شکر ادا کریں چھوٹی بڑی جو بھی نعمت ہو اس پر اللہ کا احسان مانیں کہ ہم اس لائق تھے نہیں پھر بھی اللہ تعالیٰ نے ہم کو فلاں چیز عطا فرمائی ہم پر لازم ہے کہ اس کی قدر جانیں تو اللہ تعالیٰ کی مزید نعمتوں کی ہم پر بارش ہوگی۔

(2) "لِسَانًا ذَاكِرًا" ''ذکر کرنے والی زبان'' یعنی جتنا ہو سکے اپنی زبان کو اللہ کے ذکر میں مشغول رکھا جائے، قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿35﴾

ترجمہ: ''اللہ کا بہت ہی کثرت سے ذکر کرنے والے اور ذکر کرنے والیاں، ان سب کے لئے اللہ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔''

(33۔الاحزاب، آیت: 35)

(3) وَبَدَنًا عَلَى الْبَلَاءِ صَابِرًا (مصیبتوں پر صبر کرنے والا بدن) بیماری ہے، بخار ہے، بدن میں کسی جگہ درد ہے کسی پڑوسی نے یا کسی حاسد نے کسی آزمائش میں مبتلا کر دیا ہو یا کوئی اور تکالیف کسی نے ڈال دی ہو ایسی پچاسوں تکلیفیں بدن کی ہو سکتی ہیں، بلاؤں اور مصیبتوں کی کوئی گنتی نہیں کر سکتا، بدن پر

جب ان کا اثر پڑتا ہے تو آدمی اپنے آپ کو سنبھالنے میں بڑی مشکل محسوس کرتا ہے، ایسے موقع پر انسان صبر کرے اور دل کو تھام لے۔ اس پر بھی اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اسے اچھا صلہ اور بدلہ دیں گے۔

(4) یہ تو قسمت کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو ایسی نیک اور صالح بیوی دی ہو جو پاک دامن رہے اپنے شوہر کے حقوق اور مال میں خیانت نہ کرتی ہو تو ایسی بیوی بھی انسان کے لئے بڑی نعمت اور راحت کا سبب ہے۔

(261) جو قرآن پڑھ کر بھولے اس کا انجام

عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنِ امْرِئٍ یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ ثُمَّ یَنْسَاہُ اِلَّا لَقِیَ اللّٰہَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَجْذَمَ۔

(رواہ ابوداؤد، باب التشدید فیمن حفظ القرآن، کتاب الصلوٰۃ)

ترجمہ: ''حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص قرآن شریف پڑھ کر بھلا دے تو وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے یہاں اس حال میں آئے گا کہ کوڑھ کے مرض کی وجہ سے اس کے اعضاء جھڑے ہوئے ہوں گے۔''

اپنی امت کو حشر و حساب کے دن ذلت اور رسوائی سے بچانے کے لئے حضور ﷺ نے زندگی کے ہر موڑ پر چوکنا کیا ہے۔ اس حدیث پاک میں ایک خاص الخاص بات کی طرف آپ ﷺ نے توجہ دلائی کہ اللہ تعالیٰ سے ہر ایک انسان کی ملاقات تو ہونی ہی ہے، قرآن کے قاری کی بھی اللہ سے ملاقات ہونی ہے، قرآن پڑھنے والے کی اللہ سے ملاقات تو بڑے احترام سے ہونی چاہئے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ

ترجمہ: ''اور تم جس حال میں بھی رہو اور قرآن میں کہیں سے بھی تلاوت کرو اور دوسرے کاموں میں سے کوئی کام شروع کرو ہر حال میں ہم تم پر موجود ہوتے ہیں اور تمہارا مشاہدہ کرتے ہیں۔''

(10۔یونس، آیت: 61)

اس مضمون کی اور بھی آیات قرآن مجید میں ہیں۔ حدیث پاک میں ایک بھیانک بات کی رسول اللہؐ نے اطلاع دی ہے کہ جو شخص قرآن شریف پڑھ کر اسے بھلا دے تو قیامت میں کوڑھی ہونے کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا، قرآن پڑھ کر بھلانے کے ایک معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ قرآن مجید یاد کیا ہو حفظ کیا ہو اور پھر بھول جائے ایسے لوگوں کی جس حالت کی خبر دی گئی ہے اسے سن کر تھر تھر کانپ جانا چاہئے اور سب لوگوں کو لرز جانا چاہئے۔ ہم قرآن مجید کے حفظ کرنے کے فضائل دیکھتے ہیں مگر حفظ کرنے کے بعد بھول جانے کی جو سزا ہے اس کی طرف ہماری نگاہ نہیں جاتی، کبھی کسی نے قرآن شریف پڑھ لیا، یاد کر لیا حافظ اور قاری بن گیا فضیلت کی بات ہوئی لیکن بھول گیا تو؟ کیا کریں گے پھر؟ آج کے دور میں پورا حوصلہ جٹا کر کہتا ہوں کہ حفظ قرآن کا الحمدللہ بڑا شوق ہے اور اس کی بڑی فضیلت ہے اور بڑی برکت بھی ہے، لاکھوں لاکھ کی تعداد میں بچے حفظ کرتے ہیں، انہیں حدیث پاک کی یہ بات گرہ سے باندھ لینی چاہئے کہ حفظ کرنے کے بعد اگر بھول گئے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات مریں گے کہ کوڑھ اور جذام کی وجہ سے ان کے اعضا گل گل کر جھڑ رہے ہوں گے۔

درجۂ حفظ کے اساتذہ اور مدارس دینیہ کے ذمہ داروں کو چاہئے کہ وہ حفظ کرنے والے بچوں کے والدین سے رابطہ رکھیں یہ بات میں نے علما اور ذمہ داروں کے سامنے کہی ہے اور یہاں اسے لکھ بھی راہ

ہوں۔ حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ کے نائب حضرت مولانا قاضی معین اللہ ندوی صاحبؒ سے میں بار بار کہتا تھا شروع میں وہ اس طرف زیادہ توجہ نہیں فرماتے تھے کہ جو لڑکا آیا بس اسے حافظ بنادیا، درجہ حفظ میں سیکڑوں بچے حفظ کے لئے بٹھا دیئے وہ قرآن مجید رٹ رہے ہیں اور ایک معلم چھڑی لیکر ان کے بیچ میں گھوم رہا ہے ان میں بیشتر پڑھ کر ایک سے ایک حافظ اور قاری نکلتے ہیں، ان کا حفظ، ان کی قرأت اور ان کی تراویح کا کیا دیکھنا ہے! لیکن میرا تجربہ یہ ہے کہ ان میں سے آدھے لوگ حفظ کرنے کے بعد قرآن مجید کو بھول جاتے ہیں اس لئے ہم یہاں صاف کہتے ہیں کہ مدرسہ والوں پر لازم ہے کہ حفظ کرنے والے بچے کے والدین سے نیچے کی چند باتیں لکھوالیں۔

(1) حفظ کرنے والے لڑکوں سے کوئی ایسا کام نہ کراؤ گے جو اس کے حفظ میں حارج ہو جیسے اسے ٹرک ڈرائیور بنادیا، یا کرانہ کی دکان کرادی، رکشہ چلانے کے لئے لگادیا، جوتے چپل کی دکان کرادی، یہ سب کام ناجائز اور حرام نہیں ہیں لیکن یہ ایسے کام ہیں کہ حفظ کرنے والے کے حفظ میں حارج بنیں گے، کچھ نہ کچھ کام تو روزی روٹی کے لئے کرنا ہی پڑے گا اس لئے حافظ قرآن کو، بکری پالن، چشمے کی دکان، کتابت، جلد سازی، بکسیلر اس طرح کے پیشے اور کام کرنے سے اس کی روزی روٹی کا بھی مسئلہ حل ہو جائے گا اور حفظ بھی باقی رہے گا۔

(2) رمضان شریف میں تراویح میں قرآن شریف سنانا لازم ہے۔ اگر کسی مسجد میں یا کسی جگہ تراویح کی نماز میں قرآن شریف سنانے کا موقع نہ ملے تو کسی حافظ قرآن کے پیچھے نماز تراویح میں شریک ہو کر سماعت کرے یعنی سنے، اس سے بھی انشاء اللہ حفظ قرآن کو باقی رکھنے میں اسے مدد ملے گی۔

(3) قرآن مجید میں آیت، رکوع، پارہ، سورت وغیرہ کے نشانات لگے ہوئے ہیں اس میں ایک نشان

منزل کا بھی ہے، قرآن مجید میں کل سات منزلیں ہیں ایک منزل تقریبا سوا چار یا ساڑھے چار پارہ کی ہوتی ہے حافظ قرآن کے لئے لازم ہے کہ وہ روزانہ ایک منزل قرآن کی ضرور تلاوت کرے اور ہر ساتویں دن ایک قرآن مجید کی تلاوت مکمل کرلے اور یہ معمول زندگی بھر رکھے ورنہ حفظ قرآن کا باقی رکھنا اس کے لئے مشکل ہو جائے گا۔

(4) قرآن پڑھ رہے ہیں اور معنی آیت قرآنی کے نہیں معلوم تو حفظ کو باقی رکھنے میں مشکل ہو جائے گی لیکن اگر قرآن مجید کی آیات کے معنی معلوم ہوں گے تو حفظ کے محفوظ رکھنے میں سہولت اور آسانی ہوگی، تلاوت کی ترتیب پر اس عاجز نے ''لغات القرآن'' نام کی ایک کتاب لکھی ہے جو اردو، ہندی، گجراتی، انگریزی، ٹمل، بنگلہ وغیرہ زبانوں میں الحمدللہ چھپ چکی ہے، اس کتاب کی مدد سے کوئی حافظ قرآن اگر تھوڑی سی محنت کرے تو بہت جلد انشاء اللہ قرآنی عربی پر قابو پالے گا اور قرآن مجید کی آیات کے ترجمہ اور معنی و مطلب سمجھ سکے گا۔ آج کل ہمارے بعض دوستوں نے قرآنی عربی سیکھنے کے لئے دو سو گھنٹہ کا ایک مختصر کورس بنایا ہے، اس کی مدد سے بھی بہت سے لوگوں نے قرآن مجید کی عربی سیکھنے اور سمجھنے پر الحمدللہ قدرت حاصل کرلی ہے، جیسے مثال کے طور پر پڑھا جائے۔

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿30﴾

یہ آیت پڑھتے ہی فوراً سمجھ جائے گا کہ ''قیامت کے دن رسول اللہ عرض کریں گے یا اللہ! یہ میری قوم کے وہ لوگ ہیں جنہوں نے قرآن کو چھوڑ رکھا تھا یعنی پیٹھ کے پیچھے ڈال دیا تھا۔''

(25۔الفرقان، آیت: 30)

ایک بات تو یہ ہوئی کہ قرآنی آیات کے معنی و مطلب کسی نہ کسی درجہ میں سمجھنے لگے گا، اس سے کوئی بڑا مفسر اور مترجم بن جائے گا، ایسا ہمارا کہنا نہیں ہے۔ بعض حفاظ کرام کو تراویح میں دیکھا ہم نے کہ انہوں

نے وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا (شیطان اپنے پروردگار کا ناشکرا ہے) کے بجائے وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ غَفُوْرًا (شیطان اپنے رب کی مغفرت کرنے والا ہے) پڑھ دیا اس آیت میں صرف ایک لفظ کی تبدیلی ہوئی اور معنی کیا سے کیا ہو گئے؟ مجھے آپ بتایئے کہ اس غلطی کی وجہ سے پڑھنے والے پر کتنا بڑا گناہ ہوگا؟ اگر حافظ کو قرآنی عربی معلوم ہوتی اور وہ اس کے معنی جانتے ہوتے تو ہرگز ہرگز وہ ایسا نہ پڑھتے۔ یہ تو صرف ایک مثال ہوئی، معنی نہ جاننے والے حفاظ کرام سے ایسی بہت سی غلطیاں ہو جاتی ہیں جن کا انہیں معنی نہ جاننے کے سبب کچھ احساس نہیں ہوتا اس لئے بہت ضروری ہے کہ قرآنی عربی سیکھ کر آیات قرآنیہ کے معنی و مطلب اور ترجمہ پر دھیان رکھا جائے۔

(262) قرآن پڑھیں گے اور لوگوں سے مانگتے پھریں گے

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ فَلْيَسْاَلِ اللّٰهَ بِهٖ فَاِنَّهٗ سَيَجِيْءُ اَقْوَامٌ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ يَسْاَلُوْنَ بِهِ النَّاسَ۔

(رواہ الترمذی: باب من قرا القران فلیسال اللہ)

ترجمہ: ''حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا، جو شخص قرآن مجید پڑھے اسے قرآن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے ہی سوال کرنا چاہئے، عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو قرآن مجید پڑھیں گے اور اس کے ذریعہ لوگوں سے سوال کریں گے۔''

خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے اقوال پوری امت کے لئے راہ ہدایت ہیں۔ اس حدیث کو آپ پڑھئے۔ اس میں حضورؐ نے فرمایا قرآن مجید کی تعلیم جس نے حاصل کی اور اس کو پڑھا ظاہر بات ہے کہ اس کے معنی بھی اس نے سمجھے ہی ہوں گے، بغیر سمجھے قرآن پڑھنے کا تو ہندوستان میں رواج پڑ گیا ہے باقی جس زمانے میں نزول قرآن ہوا، اس زمانے کے لوگ قرآن مجید

پڑھتے اور اس کو سمجھتے بھی تھے، اور جو لوگ سنتے تھے ان کو بھی اپنے عقائد کی تصحیح اور اللہ کے احکامات معلوم ہوتے تھے، بہر حال جس نے بھی اللہ کی کتاب پڑھی اور اس نے معنی سے بھی واقفیت حاصل کی تو اس کے جو سوالات ہیں اور جو حاجتیں اور ضرورتیں ہیں چاہے دنیا کی ہوں یا آخرت کی ہوں، صحت و تندرستی کی ہوں، مال دولت کی ہوں ان سب کی دعا اور طلب انسان کو اللہ تعالیٰ سے ہی کرنا چاہئے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

وَسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ

ایک حدیث پاک کے الفاظ اس طرح ہیں:

اِذَا سَاَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰهَ وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ

ترجمہ: ''اور جب تم کوئی چیز مانگو تو اللہ سے مانگو اور جب تم کو مدد کی ضرورت ہو تو اللہ تعالیٰ سے ہی مدد چاہو۔''

اس حدیث کا پورا عربی متن اور ترجمہ نیز اس کی تشریح تعلیم الحدیث حصہ دوم کی حدیث 189 صفحہ 167، 169 پر درج ہے وہاں دیکھ لیں۔

یہاں ہم جس حدیث کی تشریح لکھ رہے ہیں اس کے آخری الفاظ ہے۔

فَاِنَّهٗ سَيَجِيْءُ اَقْوَامٌ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ يَسْاَلُوْنَ بِهِ النَّاسَ

ترجمہ: ''عنقریب یعنی بعد کے زمانہ میں ایسے لوگ آئیں گے جو قرآن مجید پڑھیں گے اور اس کے ذریعہ لوگوں سے اپنی ضروریات کا سوال کریں گے۔''

آج کے زمانہ کے اہل علم کے لئے بھی یہ سوچنے کی بات ہے اور ہم سب کے لئے بھی غور کرنے کی بات ہے کہ کیا مقصد ہے امت کے سامنے اس تعلیم کو واضح کرنے کا؟ اس عاجز کی رائے ہے کہ جو لوگ بھی

اللہ کی کتاب کے خدمت گار ہیں۔ چاہے وہ عالم ہوں، حافظ ہو قاری ہوں، قرآن مجید کے ترجمہ نگار ہوں اس کی درس وتدریس کرنے والے ہوں، انھیں میں یہ نہیں کہتا کہ وہ اپنا حق الخدمت نہ لیں ایسی زیادتی والی بات کسی کو کبھی بھی نہیں چاہئے مثلاً ایک شخص کہیں بھی نماز پڑھ سکتا ہے۔ کہیں بھی نماز تراویح پڑھ سکتا ہے۔ کسی بھی مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھ سکتا ہے۔ لیکن متعین طور پر کسی ایک مسجد میں اس کا تقرر ہو کہ وہ اس مسجد میں نماز پڑھائے گا، امامت کرے گا یا تراویح کی نماز پڑھائیگا۔ معاشی اعتبار سے یہ شخص اب مقید ہو گیا، اس تقید میں اگر اس کے لئے اعزازی طور پر حق الخدمت دیا جاتا ہے اور وہ لیتا ہے تو اس کی منافی ثابت نہیں ہو سکتی یہ دین فطرت ہے لیکن یہاں جو چیز بتانے کی ہے وہ یہ ہے اس کے علاوہ مذہبی لوگوں کا جو رواج اور چلن ہو گیا ہے کہ وہ ایک طرف رنگین کپڑے اور خاص قسم کے لباس پہن لیتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی مذہبی عالم ہے یہ صرف اسلام کے ماننے والوں کا ہی نہیں بلکہ دوسرے مذاہب کے لوگوں کا بھی یہ طرز ہو گیا ہے، چاہے وہ سادھو اور سنیاسی ہوں، راہب اور پادری ہوں، یا بدھشٹوں کے بھکشو ہوں۔ دور سے لباس سے ہی پہچانے جاتے ہیں کہ یہ تو کوئی مذہبی قسم کا عالم ہے۔

ان سے ملاقات کی فیسیں، پیسہ دے کر ان سے ڈورے اور تعویذ لینا، ان سے اور دوسرے اچھے بھلے معاملات رکھنا، دعائیں لینا پھر اس کو ہدیہ نذرانہ کے طور پر پیسے دینا اور ان کا اس پیسہ کو قبول کر کے اپنی ضرورت اور سامان زندگی میں خرچ کرنا ایک طرح کا دھندہ ہو گیا ہے، اس میں بھلے سے مذہبی لوگ اس کا احساس نہ کرتے ہوں لیکن پیسہ دینے والا سمجھتا ہے کہ میں نے اس سے کوئی چیز لی ہے اور کوئی چیز میں اس کو دے رہا ہوں، اوپر لکھی حدیث سے اشارہ ملتا ہے کہ حضور نے اس طریقہ کو ناپسند فرمایا ہے، اس لئے میں ایک بات دل کے خلوص کے ساتھ کہتا ہوں کسی کو برا نہیں ماننا چاہئے کہ علم دین سے متعلق حضرات جتنے ہیں اگر وہ بدن کے اعتبار معذور ہیں، بیمار ہیں حالات میں گھرے ہوئے ہیں تو کچھ کہنا

نہیں ہے اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرمائے لیکن جوان ہیں تندرست ہیں تو چھوٹا موٹا کوئی نہ کوئی کسب انھیں کرنا چاہئے، ورزی کا کام، چشمہ بنانا، گھڑی سازی، بک سیلر، بکری پالنا، یا چھوٹی موٹی دکان کریں یہ سب کام ایسے ہیں کہ ان کی دینی زندگی میں حارج نہیں بنیں گے حدیث کا ایک جملہ میں جو کہیں پڑھا ہے کہ الکاسب حبیب اللہ کسب یعنی ہاتھ کی محنت کر کے روزی کمانے والا اللہ کا حبیب ہے اس لئے دیندار اور مذہبی لوگوں کو کسب اور معیشت کے ذرائع ضرور اختیار کرنا چاہئے مگر ایسا کوئی کسب نہ ہو جو قرآن مجید کی خدمت اور دینی معاملات میں حارج بنے جیسے کرانہ کی دکان لگالی یا جوتے چپل کی تجارت شروع کر دی، موٹر میکانک یا ٹرک ڈرائیور بن گیا ایسا نہ ہو بلکہ بڑی احتیاط کے ساتھ کوئی چھوٹا موٹا کاروبار کرے کہ روزی روٹی کا مسئلہ بھی حل ہو جائے اور دین کی خدمت بھی ہوتی رہے، انبیاء کرام، صحابہؓ، فقہاء، مفسرین محدثین اور بہت سے صلحاء اور اکابرین امت کا گذشتہ زمانہ میں یہی طرز رہا ہے۔

(263) حج فرض ہو جائے تو؟

عن ابن عباسؓ قال، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اراد الحج فلیتعجل فانہ قد یمرض المریض وتضل الراحلۃ وتعرض الحاجۃ۔ (ابن ماجہ شریف: ابواب المناسک)

ترجمہ: ''حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص حج کرنے کا ارادہ کرے تو اس کو جلدی کرنا چاہئے، کیوں کہ آدمی کبھی بیمار پڑ جاتا ہے، کبھی کوئی اور حاجت پیش آجاتی ہے جو رکاوٹ بن جاتی ہے۔''

قرآن مجید میں بھی حج کی فرضیت کے تعلق سے آیات نازل ہوئی ہیں بلکہ حج نام کی 22 نمبر کی ایک سورت یہ قرآن مجید میں ہے۔ اوپر لکھی حدیث پاک میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کسی شخص

پر حج فرض ہوگیا ہو وہ حج کے ایام آتے ہی فوراً اس کی ادائیگی کی فکر کرے کیونکہ فریضہ کی ادائیگی میں کرنے سے پچھ نہ پچھ اڑچن اور کوئی نہ کوئی رکاوٹ آسکتی ہے۔ کبھی کچھ ہوگیا، کبھی کسی عزیز و رشتہ دار کی میت ہوگئی، یا پیسہ ہی ختم ہوگیا یا راستہ پرامن نہیں رہا۔ اس لئے جیسے ہی حج فرض ہو تو اسی سال جانے کی کوشش کرے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ط وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ (97)

ترجمہ: ''اور اللہ کا یہ حق لوگوں پر فرض ہے کہ جو کوئی یہاں اس گھر تک پہنچنے کی طاقت رکھے وہ بیت اللہ کے حج کے لئے حاضر ہو اور جو کوئی منکر ہوگیا تو اللہ کو سارے جہانوں کے لوگوں کی پرواہ نہیں۔''

(3۔ آل عمران، آیت: 97)

حج تمام عمر میں ایک بار فرض ہے ہو اس شخص پر جو کعبہ تک پہنچنے کا خرچ اور سفر کی طاقت رکھے، حدیث شریف میں فرمایا کہ جو طاقت رکھنے کے بعد بھی حج کو نہ آئے وہ یہودی یا نصرانی ہو کر مرے۔

(264) بیچ کی راہ اختیار کرو

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْاِقْتِصَادُ فِي النَّفَقَةِ نِصْفُ الْمَعِيْشَةِ وَ التَّوَدُّدُ اِلَی النَّاسِ نِصْفُ الْعَقْلِ وَحُسْنُ السُّؤَالِ نِصْفُ الْعِلْمِ۔ (مشکوٰۃ)

ترجمہ: ''حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر تم نے خرچ کرنے میں بیچ کی راہ اختیار کر لی تو معاشی زندگی کا آدھا مسئلہ حل کر لیا، اور لوگوں سے بر بنائے محبت اچھے تعلقات قائم کر لئے تو عقلمندی کا آدھا حصہ اس میں لگا دیا اور بات اچھی طرح پوچھنا آدھا علم ہے۔''

حضور اکرم ﷺ نے اس حدیث پاک میں تین چیزوں کے تعلق سے اظہار خیال فرمایا ہے:
(1) معیشت (2) عقل (3) علم۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے خرچ کرنے میں بیچ کی یعنی درمیان کی تاہ اختیار کی اس نے اپنی معاشی زندگی کا آدھا مسئلہ حل کرلیا، ایسے یہ اگر انسان محبت اور خلوص کے ساتھ لوگوں سے اچھے تعلقات اور میل ملاپ بنالے تو اس نے عقلمندی کا آدھا حصہ پالیا اور ذہانت کا آدھا سفر طے کرلیا، کسی بات کو خوش اسلوبی اور اچھے ڈھنگ سے پوچھنا معلوم کرنا بھی نصف علم کے برابر ہے۔

حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ بے روک ٹوک اور لاپرواہی سے مال، سامان اسباب کا خرچ معاشی اعتبار سے نقصان پہنچا سکتا ہے اس لئے خرچ کرنے میں اعتدال اور بیچ کا طریقہ اپنانا چاہئے اگر کسی نے ایسا کیا تو گویا اس کے معاش اور روزی ورزق کا آدھا مسئلہ اور بوجھ خود بخود آسان ہوگیا باقی آدھے کے لئے جو کچھ اسے کرنا پڑے جائز طور پر وہ کرے۔

حدیث شریف میں حضورؐ نے "اَلتَّوَدُّدُ" کا لفظ استعمال فرمایا ہے اور وددو سے بنا ہے جس کے معنی بہت زیادہ محبت کرنے والا، چاہنے والا اس سے معلوم ہو کہ لوگوں سے میل جول اور تعلقات بر بنائے محبت اور خلوص ہوں، لوگوں سے حسن سلوک اور خوش خلقی سے ملنا، نرمی سے بات کرنا اور اپنے آپ کو اخلاق فاضلہ اور عمدہ طور طریقہ سے معاشرہ میں برتر اور مفید ثابت کرنا یہ اشارہ حدیث شریف سے ملتا ہے تو پھر سمجھنا چاہئے کہ ایسا آدمی بہت عقل مند ثابت ہوا۔

کوئی بات اگر کسی سے پوچھنا ہو تو پوچھنے میں کوئی شرم محسوس نہ کرے قرآن مجید میں تو یہاں تک ہے۔

فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (43)

ترجمہ: ''جو بات تم نہیں جانتے ہو وہ نصیحت کرنے والوں اور جاننے والوں سے پوچھ لو معلوم کرلو۔''
(16۔النحل، آیت: 43)

قرآن مجید اور حدیث شریف دونوں میں ہی یہ بات ہے کہ جو کچھ ہمیں معلوم نہ ہو اس کے پوچھنے میں سوال کرنے میں ہمیں کوئی عار اور شرم نہیں ہونی چاہئے، احسن طریقہ سے پوچھنے والا بھی علم کا آدھا حصہ حاصل کر چکا ہوتا ہے۔

(265) برائی کو نیکی سے دھکیلو

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِتَّقِ حَیْثُ مَا کُنْتَ وَاَتْبِعِ السَّیِّئَۃَ الْحَسَنَۃَ تَمْحُھَا وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ۔

(ترمذی، ابواب البر والصلۃ باب ماجآء فِیْ مُعَاشَرَۃِ النَّاسِ)

ترجمہ: ''حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول ﷺ نے جہاں بھی رہو اللہ سے ڈرتے رہو اور اگر تم سے کوئی برائی ہو جائے تو اس برائی کے پیچھے فوراً کوئی ایسی نیکی کرلو جو برائی کو مٹادے اور سب لوگوں سے حسن اخلاق سے معاملہ کرو۔''

حضرت رسول پاک ﷺ کی اس حدیث پاک میں امت کو یہ تعلیم دی گئی کہ چاہے جس حال میں ہو اور جہاں کہیں بھی ہو اللہ سے برابر ڈرتے رہو، اللہ کا خوف قلب میں غالب رکھتے ہوئے یہ خیال بنا رہے کہ میرا مالک مجھے ہر حال میں دیکھ رہا ہے اس لئے مجھے اس کی نافرمانی سے بچنا چاہیے۔

اس حدیث میں ایک بات یہ بھی فرمائی گئی کہ انسان بشری تقاضہ سے خلق الانسان ضعیفا۔ (انسان فطرت اور طبیعت کے اعتبار سے بہت کمزور) بھی ہے۔اور وَکَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا۔ (انسان جلد

بازی میں کوئی قدم اٹھالینے والا) بھی ہے۔اور وَكَانَ الْإِنْسَانُ قَتُورًا۔ (یعنی انسان جی کا بڑا ہی کچا ہے) یہ سب کمزوریاں انسان میں قدرت نے امتحان کیلئے رکھی ہیں کہ وہ اپنے آپ پر قابو پا سکتا ہے یا نہیں، اس حساب سے وہ اپنا نامۂ عمل بھی بنائے گا، ہر مؤمن اور ہر مومنہ کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ فرشتے تو صرف ہمارے اعمال اور اقوال کو لکھتے ہیں۔قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

إِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيَانِ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ (17)

مَا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ (18)

ترجمہ: ''اور ہر انسان کے دائیں بائیں طرف ہر بات کو جھپٹنے کے لئے دو کاتب تاک میں بیٹھے ہیں۔ کوئی ایک لفظ بھی جیسے ہی انسان نے کہا اس کے پہلے ہی ایک چوکس پہرے دار کی نگرانی اس پر قائم ہے۔''

(50۔سورۃق، آیت: 17,18)

اس آیت سے معلوم ہوا جیسے ہی بولنے والے کے منھ سے کوئی لفظ نکلتا ہے تو فرشتے اسے نوٹ کر لیتے ہیں، کسی عالم نے خوب کہا کہ: انسان اپنا نامۂ عمل خود تیار کرتا ہے، فرشتے تو صرف لکھنے کا اور دستوری طور پر ریکارڈ میں محفوظ کرنے کا کام کرتے ہیں، کسی آدمی نے جیسے ہی کچھ بولا یا کوئی کام کیا تو فرشتوں نے ریکارڈ میں لے لیا، یہ ایک دستوری اور دفتری چیز ہوئی لیکن اگر گہرائی میں جایا جائے تو آسانی سے سمجھ میں آجائے گا کہ انسان اپنا نامۂ عمل خود ہی تیار کرتا ہے، اوپر لکھی حدیث کی روشنی میں غور کرنے کی بات یہ ہے کہ انسانی کمزوری کے سبب آدمی سے کوئی نہ کوئی برائی اور گناہ کا کام ہو ہی جاتا ہے، کوئی بھی انسان ایسا نہیں ہے جس سے جانے انجانے میں برا عمل سرزد نہ ہوتا ہو، ایسے موقع پر حضرت خاتم النبیین محمد ﷺ ایک مشورہ دیتے ہیں امت کو اپنے نبیؐ کے اس مشورہ کو حکم ماننا چاہیئے وہ یہ ہے کہ جہاں کوئی غلطی ہوئی یا برا کام ہوگیا تو اس برائی کے اثر کو ختم کرنے اور مٹانے کے لئے فوراً کوئی نہ کوئی

نیک اور بھلا کام کرلیا جائے جیسے کسی کو ڈانٹ دیا، جھڑک دیا، کوئی مانگنے والا ہے اسے دھتکار دیا جب کہ قرآن مجید میں ہے۔ واما السائل فلا تنھر۔ کہ مانگنے والوں، سوال کرنے والوں کو جھڑکو مت، تو اگر اس قرآنی حکم کے خلاف کوئی کام ہو جائے تو کچھ خیر خیرات اور صدقہ وغیرہ کردے، کچھ نوافل پڑھ لے، توبہ واستغفار کرلے، کچھ اللہ کا ذکر کرلے، یعنی برائی کو نیکی اور بھلائی کے ذریعہ دھکیلنے اور مٹانے کے اصول کو زندگی کے ہر معاملہ میں اختیار کرنا چاہیئے برائی کے بدلے میں برائی کی جائے تو اس سے برائی میں مزید بڑھوتری ہوگی، حدیث پاک کے اسی مضمون کو لئے ہوئے قرآن مجید کی ایک آیت پیش ہے۔

وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۚ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ ﴿34﴾ وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ ﴿35﴾

ترجمہ: ''اور نیکی بدی کبھی دونوں برابر نہیں ہو سکتیں کوئی برائی کرے تو اسے بھلے طریقے سے ٹال دو، پھر اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ تمہارے اور جس کے درمیان عداوت ہوگی وہ گہری دوستی میں بدل جائیگی۔ اور یہ فضیلت تو بس ان لوگوں کو ملتی ہے جو صبر کرنے والے ہیں اور یہ خوبی صرف ان کے حصے میں آتی ہے جو بڑے صاحب نصیب ہیں۔''

(41۔حم السجدہ، آیت: 34,35)

حدیث پاک کے آخری الفاظ "وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ" ہیں کہ سب لوگوں سے حسن اخلاق سے پیش آو، برصغیر کے عام مسلمانوں کو ہم دیکھتے ہیں کہ ان کے مزاج میں بہت تیزی آگئی ہے، گالی گلوج کے لئے تیار ہو جائیں گے کسی نے برسوں احسان کیا ہوگا ذرا سی اس کی بات ناپسند ہوئی تو منہ پر آجائیں گے۔ دھکا مکی کرنے لگیں گے۔ راستہ چلتے ہوئے بھی کسی نے معمولی غلطی کردی یا کسی نے بیچ میں سے گاڑی نکال لی تو بعض مسلمانوں کو دیکھا گیا ہے کہ فحش گالی بھی بک دیتے ہیں اور گاڑی کا

دروازہ کھول کے سڑک پر اس کی پٹائی بھی شروع کر دیتے ہیں ایسی حرکتوں سے امت جو اخلاقی وقار ہے اس لئے ہر مومن کو حضرت رسول ﷺ کے اس قول کی طرف توجہ کرنی چاہئے اور اپنے اندر بہترین عادت اور اخلاق پیدا کریں اور ہر چھوٹے بڑے سے اچھے طور طریقے سے معاملہ کریں۔

(266) مشکل میں پھنسے کو دیکھ کر خوش مت ہو

عَنْ وَّاثِلَةَ ابْنِ الْاَسْقَعِ قَالَ،قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُظْهِرِ الشَّمَاتَةَ لِاَخِيْكَ فَيَرْحَمَهُ اللّٰهُ وَيَبْتَلِيْكَ ۔ (رواہ الترمذی: ابواب صفۃ القیٰمۃ)

ترجمہ: ''حضرت واثلہ ابن الاسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے بھائی کی مصیبت پر خوشی کا اظہار مت کرو۔ (کہیں ایسا نہ ہو کہ) اللہ اس پر تو رحم فرما دے اور تم کو اس مصیبت میں مبتلا کر دے۔''

اس حدیث میں تعلیم دی گئی ہے کہ اپنا کوئی بھائی، یا کوئی بھی انسان کسی مصیبت اور تکلیف میں پھنس گیا ہو تو اسے دیکھ کر خوش نہیں ہونا چاہئے، اس مصیبت اور تکلیف کو ظاہر کرنے سے اس کو تکلیف ہو، دکھ پہنچے تو اسے ظاہر نہیں کرنا چاہئے تو ہم بھی اس کا اظہار نہ کریں اور لوگوں سے بتاتے یا کہتے نہ پھریں، اور کسی بھی طرح خوشی کا اظہار نہ کریں کہ چلو اچھا ہوا پھنس گیا ہے یہ، عموماً ایسا محلّہ اور معاشرہ میں بعض نادان لوگ کرتے ہیں کہ کسی سے ناچاقی ہوگئی اور اس پر کوئی پریشانی آگئی ہو تو اسے دیکھ کر خوش ہوتے ہیں، لوگوں سے کہتے پھرتے ہیں کہ فلاں دیکھو پھنس گیا ہے۔ اس نے ایسا کیا تو اس کا ویسا ہوگیا ہے۔ کسی کی مصیبت دیکھ کر خوش ہونے والے کو حضرت رسول ﷺ نے تنبیہ بھی کی ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرما دیں اور اس کی مصیبت کو دور کر کے تمہیں اس مصیبت میں پھنسا دیں تو کیسی بنے گی؟

(267) نافرمانوں کی زندگی پر رشک نہ کرو

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ :لَاتَغْبِطُوْافَاجِرًا بِنِعْمَةٍ ،اِنَّكَ لَا تَدْرِیْ مَاهُوَ لَاقٍ بَعْدَ مَوْتِهٖ اِنَّ لَهٗ عِنْدَ اللّٰهِ قَاتِلًا لَا یَمُوْتُ اَلْقَاتِلُ النَّارُ ۔

(رواه الطبرانی)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:تم کسی گنہگار کو نعمتوں میں دیکھ کر اس پر رشک نہ کرو، تمہیں معلوم نہیں موت کے بعد اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟ اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کے لئے ایک ایسا قاتل مقرر ہے، جس کو کبھی موت نہیں آئے گی (یہ قاتل، دوزخ کی آگ ہے)۔''

حضرت خاتم النبیین محمد ﷺ ارشاد فرماتے ہیں جس کا لب لباب یہ ہے کہ دنیا میں بہت سے گنہگار اور قاتل، زانی اور ڈاکو، بدمعاش ظالم قسم کے لوگ دندناتے پھرتے ہیں، ان کی حویلیاں، بنگلے، ان کا رعب دبدبہ، گاڑی گھوڑے دیکھ کر آدمی کو کبھی کبھی ذہنی فریب کا حملہ ہوتا ہے جیسے قرآن مجید میں فرمایا گیا۔

لَا یَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِی الْبِلَادِ (196) مَتَاعٌ قَلِیْلٌ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ (197)

ترجمہ: ''شہروں میں کافروں اور نافرمانوں کی چلت پھرت تم کو فریب میں نہ ڈال دے، چند روز کے سامان کی تھوڑی سی بہار ہے پھر ان کا ٹھکانہ جہنم ہے جو بدترین جگہ ہے۔''

(3۔آل عمران، آیت: 196,197)

حدیث شریف کے مضمون سے ملتی جلتی اس آیت کو بھی دھیان میں رکھیے ہو سکے تو حوالہ کی مدد سے

قرآن مجید کھول کر آیت وہاں دیکھ بھی لیجیے دیکھنے والے کو لگتا ہے کہ یہ کہہ دے اتنا بدکار نافرمان اور گنہگار ہوتے ہوئے بھی اسے مال دولت، مرتبہ اور دبدبہ ملا ہوا ہے، جن لوگوں کی بھی ایسی سوچ بن سکتی ہو انھیں قرآن مجید اور حدیث شریف میں چوکنا کیا گیا ہے کہ ایسے لوگوں کو دیکھ کر تمہارے منھ میں پانی نہ بھر آئے اور تم کو یہ تمنا نہ ہونے لگے کہ جو اس نافرمان کو ملا ہے وہ ہمیں مل جائے۔ جیسے قارون اور اس کے زمانہ کے بعض نادان لوگوں کی اس حالت کا بیان قرآن مجید میں آیا ہے، ملاحظہ ہو آیت اور اردو ترجمہ:

فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِهٖ فِیْ زِیْنَتِهٖ ؕ قَالَ الَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا یٰلَیْتَ لَنَا مِثْلَ مَاۤ اُوْتِیَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ﴿79﴾ وَ قَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَیْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَیْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ۚ وَ لَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ﴿80﴾

ترجمہ: ''قارون نے کسی کی ایک نہ سنی بلکہ اپنی قوم پر دبدبہ ڈالنے کو پورے ٹھاٹھ باٹھ کے ساتھ نکلا تب جو لوگ حیات دنیا کے طلب گار تھے وہ کہنے لگے کیا خوب کاش! ہمیں بھی کچھ ایسا یہ مل جاتا جیسے قارون کو دیا گیا ہے، واقعی وہ قسمت کا بڑا دھنی معلوم ہوتا ہے۔ لیکن جن کو حقیقت کا علم تھا وہ بولے کہ یہ کیسی بے تکی تمنا کرتے ہو برباد ہو جاؤ گے۔ اللہ کا دیا ثواب خیر اور بہتر ہے، ہر اس آدمی کے لئے جو ایمان میں آ کر نیک عمال کئے جائے اور یہ فضیلت تو صرف ان ہی کو نصیب ہوتی ہے جو صبر کرتے ہیں۔''

(28۔القصص، آیت: 79,80)

آیت اور اس کا ترجمہ پڑھنے پر معلوم ہوا کہ قارون جب اپنی زینت آرائش میں خوب ٹھاٹھ باٹھ سے نکلا تو جو دنیاوی زندگی کے طالب لوگ تھے ان کے منھ میں یہ سب دیکھ کر پانی بھر آیا اور وہ زبانیں چاٹنے لگے اے کاش! ہم کو بھی ایسا کچھ مل جاتا جو قارون کو ملا ہے وہ تو بڑا صاحب نصیب ہے۔ لیکن اس زمانہ کے جو صاحب علم تھے وہ سب دیکھ سن کر کہنے لگے کمبختو! تم کیوں ایسی نادانی کی بات کر رہے ہو؟ ہلاک

ہو جاؤ گے اللہ کی طرف سے اس شخص کو اچھا بدلہ ملے گا جو عمل صالح اور ایمان کے گھیرے میں زندگی گزارتا ہو اسی میں خیر اور نجات ہے، یہ تم کیسی بری تمنا کرنے لگے ہو؟ جو دنیا میں ''صابرون'' لوگ ہیں یعنی اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری پر جمے رہنے والے لوگ ہیں انھیں کو یہ توفیق ملتی ہے کہ کسی کا ٹھاٹھ باٹھ دیکھ کر کے انھیں جو نعمتیں ملی ہیں اس پر کوئی رشک بھی نہیں کرتے اور اس کی تمنا بھی نہیں کرتے، حضور ؐ نے بھی حدیث پاک میں امت کی تربیت فرمائی ہے کہ گنہگاروں، نافرمانوں کے پاس مال دولت، زینت و آرائش کے سامان دیکھ کر تم دھوکے میں مت آنا، تمہیں معلوم نہیں ہے کہ موت کے بعد ان کا کیا حال ہونے والا ہے، اللہ تعالیٰ کے یہاں ان ظالموں کو سزا دینے کے لئے افسر ایسے ہوں گے جن کو کبھی موت نہیں آئے گی۔ مطلب یہ ہوا کہ دائمی اور ہمیشہ کا عذاب ان کو بھگتنا پڑے گا۔ اس لئے دنیا میں کسی مؤمن کو ظالموں کا رعب و دبدبہ اور شان و شوکت دیکھ کر دھوکے اور فریب میں نہیں پڑنا چاہئے۔ قارون کا دنیا میں ہی کیا حشر ہوا اور اس کے جیسی نعمت ملنے کی تمنا کرنے والوں کو کس قدر پچھتاوا ہوا؟ اسے قرآن مجید کی آیات میں دیکھئے۔

فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ ۣ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۤ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ﴿81﴾ وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ ۚ لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ۭ وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿82﴾

ترجمہ: ''پس ہم نے قارون کو اس کی کوٹھی بنگلے سمیت زمین میں دھنسا دیا اور اللہ کے مقابلے میں کوئی بھی جتھا یا جماعت اس کی مدد کو نہ آسکے اور جب زمین اسے نگلنے لگی تو وہ خود بھی اپنا بچاؤ نہ کر سکا۔ اور ابھی کل جو اس کے جیسے ہونے کی تمنا کرتے تھے وہ بھی صبح ہوتے ہی بول پڑے، معلوم ہو گیا کہ اللہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے پھیلا کر رزق دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ناپ تول کر دیتا ہے، اگر ہم پر اللہ

کا احسان نہ ہوتا تو ہم کو بھی زمین میں دھنسا دیتا، بس صاف بات یہ ہے کہ منکروں کو کامیابی نہیں ملتی۔"
(28۔القصص، آیت: 81,82)

(268) تمام تر بادشاہی ایک اللہ کے قبضہ میں

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ کَانَا یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّے اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْبِضُ اللّٰہُ الْاَرْضَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَیَطْوِیْ السَّمَآءَ بِیَمِیْنِہٖ ثُمَّ یَقُوْلُ اَنَا الْمَلِکُ اَیْنَ مُلُوْکُ الْاَرْضِ ۔

(ابن ماجہ شریف: بَابُ فِیْمَا اَنْکَرَتِ الْجَھْمِیَّۃُ)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز زمین و آسمان کو لپیٹ کر اپنے داہنے ہاتھ میں لے لیگا اور فرمائے گا۔ میں بادشاہوں، زمین کے بادشاہ اب کہاں ہیں؟"

حضرت رسول ﷺ کے اس فرمان کی روایت حضرت ابوہریرہؓ جیسے صحابی نے کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ زمین کو اپنی مٹھی میں لے لیں گے اور آسمانوں کو اپنے داہنے دست مبارک میں لپیٹ لیں گے یہ بڑے ہیبت ناک الفاظ ہیں، قرآن مجید میں بھی اس مضمون کی دو آیتیں ہیں جنھیں ترجمہ کے ساتھ ہم نیچے لکھ رہے ہیں۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌۢ بِیَمِیْنِہٖ ؕ سُبْحٰنَہٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ﴿67﴾

ترجمہ: "جو لوگ شرک سے نہیں بچتے انھوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جیسی اس کی قدر کرنی چاہئے تھی، قیامت کے دن پوری زمین اس کی مٹھی میں ہوگی اور آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں

گے۔ شرک کرنے والے اللہ پر عیب لگاتے ہیں۔ اللہ ان کے بہتان سے پاک ہے اور بہت بلند اور اعلیٰ ہے۔''

(39۔الزمر، آیت:67)

مشرک لوگ دوسروں کو اللہ کا شریک بتا کر اللہ کی بے ادبی کرتے ہیں، دینے والا اللہ ہے اور مانگتے ہیں غیروں سے، کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے شریک ہیں، قیامت کے دن تمام زمین اللہ کی مٹھی میں ہوگی، اور تمام آسمانوں کو دستاویزی کاغذ کی طرح لپیٹ لے گا، اب کہاں پتہ لگے ان لوگوں کا جنھیں مشرک لوگ اپنا کارساز مانتے تھے۔ اسی لئے فرمایا کہ ان بے ادب لوگوں کے معبود پوری زمین سمیت میری مٹھی میں قید ہیں اور سب آسمان ایک کاغذ کی طرح میرے ہاتھ میں ہیں، ڈھونڈتے پھریں اب اپنے جعلی معبودوں کو خود بھی ذلیل ہوں گے اور اپنے معبود کو ناراض کر کے جنھیں پوجا وہ بھی بے پتہ اور بے نام ونشان ہوں گے۔

ایک اور بھی آیت ہے:

يَوْمَ نَطْوِى السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ط

ترجمہ: ''وہ دن ایسا ہوگا کہ ہم آسمان کو لپیٹ لیں گے جیسے لکھی ہوئی دستاویز لپیٹی جاتی ہے۔''

(21۔الانبیآء، آیت: 104)

حدیث پاک اور ان آیات کی شرح میں ہم یہ کہنا چاہیں گے کہ قیامت کے دن جو اور ہولناکیاں ہوں گی وہ قرآن وحدیث کے ذخیرہ میں جگہ جگہ پھیلی ہوئی ہیں انھیں میدان حشر میں دیکھ کر سارے انسانوں کے کلیجے منھ کو آرہے ہوں گے، لیکن اس حدیث شریف میں اور دونوں آیات میں جو بات کہی گئی ہے وہ

سب سے بھاری حادثہ کی خبر ہے۔ جس طرح ہمورے ہاتھ میں کوئی گیند ہوتی ہے یا کوئی رومال ہم ہاتھ میں لپیٹ لیتے ہیں اس سے زیادہ حیثیت زمین اورآسمانوں کی اللہ کے سامنے نہیں ہے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ جب زمین اللہ کی مٹھی میں لوگی اور ساتوں آسمان اللہ کے داہنے ہاتھ میں ہوں۔ اَیْنَ مُلُوْكُ الْاَرْضِ؟ زمین کے جعلی اور بناوٹی بادشاہ کہاں چلے گئے، اس حدیث کے مفہوم سے اندازہ ایسا ہوتا کہ کہ اس وقت جواب دینے والا کوئی ہوگا نہیں، اور کائنات کے کسی بھی حصہ سے کوئی جواب نہیں دے سکے گا، سب تو مر چکے ہوں گے فنا کے گھاٹ اتر چکے ہوں گے تو پھر جواب کون دے گا؟

دنیا کے بادشاہوں کو ہم یوں بھی دیکھتے ہیں کہ ایک آتا ہے اور ایک جاتا ہے۔ پچھلے زمانہ میں بادشاہ لوگ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے تھے اور آج ہمارے ووٹ سے پیدا ہوتے ہیں لیکن سب کو اللہ تعالی چلتا کر دیتا ہے کوئی بھی یہاں ہمیشہ رہنے کے لئے نہیں آیا ہے، بس جاننا چاہئے کہ دنیا میں سلطنتیں اور نظام آج کے دور میں جو قائم ہیں اس کی عوام پر بڑی ہیبت چھائی ہوئی ہے اور تو اور خود اہل علم بھی حکومتوں سے گھبرا جاتے ہیں کہ یہ فرعونی پنجے تو بڑے زبردست ہیں جنھوں نے زمین کو گھیرے میں لے رکھا ہے لیکن آسمان کو تو کوئی گھیرے میں نہیں لے سکا۔

اس حدیث کی روشنی میں ہم یہ بھی کہنا چاہیں گے کہ مومن کو اس بات پر ایمان رکھنا چاہئے کہ اللہ تجسیم سے پاک ہے یعنی جسم کے عیب سے پاک ہے جیسے ہمارا ایک جسم ہے جو کسی ایک جگہ ہے تو دوسری جگہ ہم موجود نہیں، اللہ تو نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ہے اس کے نور کی کرنیں زمین وآسمان مین ہر جگہ پھیلی ہوئی ہیں، اس سے زیادہ عقل دوڑا کر کھوج بین میں سمندر جنگل پہاڑ حَشَرَاتُ الْاَرْضِ، ملک، صوبے، سڑکیں، گھر مکان حویلیاں راج محل، ایرپورٹ یہ سارا کارخانہ حیات ایک دن اللہ کی مٹھی میں

اس طرح ہوگا جیسے کسی انسان کے ہاتھ میں چھوٹی سی گیند ہو سائنس اور ٹیکنالوجی کے اس دور میں بھی کوئی آسمان کی وسعتوں اور پھیلاؤ کو معلوم نہیں کر سکا یہ ایک آسمان نہیں بلکہ ساتوں آسمان قیامت کے دن اللہ کے سیدھے ہاتھ میں ایک معمولی رومال کی طرح لپٹے ہوئے ہوں گے۔ اب سمجھنے کی بات یہ ہے کہ مومن کو جہاں اللہ کی محبت اور اس سے ملاقات کا شاق ہو وہاں اللہ کی بڑائی کبریائی اور عظمت کی ہیبت اور ڈر بھی اس کے دل میں پیدا ہو۔ ذہن و دماغ میں یہ بات بٹھانے کے لئے یہ حدیث ہر ایک پڑھنے والے کے لئے انشاء اللہ معاون ہوگی۔

(269) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور اخلاق

عَنْ وَّاثِلَةِ ابْنِ الْاَ سْقَعِ قَالَ جَآءَ اَعْرَابِیٌّ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ وَّلَا تُشْرِکْ فِیْ رَحْمَتِکَ اِیَّانَا اَحَدًا فَقَالَ لَقَدْ حَظَرْتَ وَاسِعًا وَیْحَکَ اَوْوَیْلَکَ قَالَ فَشَبَّحَ یَبُوْلُ فَقَالَ اَصْحَابُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَہْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَعُوْہُ ثُمَّ دَعَا بِسَجْلٍ مِّنْ مَّآءٍ فَصَبَّ عَلَیْہِ ۔ (ابن ماجہ شریف: بَابُ الْاَرْضِ یُصِیْبُھَا الْبَوْلُ کَیْفَ تُغْسَلُ)

ترجمہ: ''حضرت واثلہ ابن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی حضور کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، اور دعا کرنے لگا، اے اللہ مجھ پر رحم اور محمد ﷺ پر رحم فرما اور اس رحمت میں ہمارے ساتھ کسی کو شامل نہ کر۔ آپ نے فرمایا تجھ پر افسوس ہے کہ تو نے ایک وسیع چیز کو تنگ کر دیا ہے واثلہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں قریب یہ بیٹھ کر وہ پیشاب کرنے لگا نبی ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے روکا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسے چھوڑ دو، پھر پانی کا ایک ڈول منگوا کر اس پر بہا دیا۔''

اس حدیث پاک اور اس کے ترجمہ کو پڑھ لیجئے، آپ پر ایک اثر ضرور پڑے گا کہ حضور ﷺ سے ملنے

جلنے والوں میں جہاں اس کے خاص صحابہؓ اور بڑی سطح کے لوگ ہوتے وہیں گاؤں دیہات کے لوگ بھی آپؐ سے ملنے آتے بادشاہ بھی آتے، بڑے بڑے سپہ سالار بھی آتے آپؐ کی مجلس ایک طرح کی ایسی رنگینی لئے ہوئے، ہوتی کہ ہر قسم اور ہر سطح کے لوگ حضور ﷺ سے ملتے جلتے رہتے، اس حدیث میں ایسا بیان ہے کہ ایک دیہاتی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اسے حضرتؐ سے بہت محبت ہوگی اور بڑا پیار ہوگا، حضرتؐ کو دیکھتے ہی بہت خوش ہوا ہوگا، اس نے اس جذبہ کے اندر یہ دعا کی اے اللہ! تو مجھ پر اور محمدؐ پر رحم فرما اور اس رحمت میں ہمارے ساتھ کسی کو شریک نہ فرما، یہ الفاظ بتا رہے ہیں کہ وہ آدمی کچھ نا سمجھ ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا کہ اللہ کی رحمت تو بہت وسیع اور پھیلی ہوئی ہے اس کو تم نے تنگ کیسے سمجھ لیا؟ حدیث پاک کے راوی واثلہؓ کہتے ہیں کہ شاید اس دیہاتی کو بہت زور سے پیشاب لگا ہوگا وہ قریب میں پیشاب کے لئے بیٹھ گیا۔ صحابہ کرامؓ نے اسے روکنا چاہا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسے روکو مت ضرورت سے فارغ ہو لینے دو، جب وہ پیشاب سے فارغ ہو گیا تو پانی کا ایک ڈول منگا کر پیشاب کی ہوئی جگہ پر بہا دیا، اب آج کے ہمارے یہاں کے چودھری، مذہبی ڈیوائنس، سادھو سنیاسی تو کیا خود ہمارے بڑی سطح کے علماء ہیں ان کے یہاں بھی دیکھئے اور اس مجلس نبوی کی جھلک دیکھئے تو کھلا ہوا فرق آپ محسوس کریں گے۔ کہ بناوٹی ادب لحاظ کا کوئی نظم نہیں ہے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رسول ﷺ کسی دعوتی کام میں مشغول ہوں گے اور صحابہؓ بھی موجود ہوں گے اس وقت بالکل ایک نپٹ دیہاتی آیا اور حب رسولؐ میں یہ دعا کی کہ اے اللہ! محمد ﷺ اور مجھ پر رحم فرما۔ کسی اور کو اس رحمت میں شریک نہ فرما۔

اس پر حضرت محمد ﷺ اسے ٹوکتے ہیں اور ٹوکنے کا انداز بھی کتنا حکیمانہ اور کریمانہ ہے کہ بھئی اللہ کی رحمت تو بڑا وسیع اور عام ہے اسے تم نے تنگ کیسے بنا دیا؟ یہ بات کرتے کرتے شاید دیہات سے آئے ہوئے صحابیؓ کو بہت زور سے پیشاب لگا ہو، اس زمانے میں آج کی طرح باتھ روم تو تھے نہیں بس وہ

قریب ہی مسجد نبویؐ کے کسی قریبی حصے میں پیشاب کرنے کے لئے بیٹھ گئے۔ اس پر صحابہؓ ٹوکا ٹا کی کرنے لگے حضورؐ نے انھیں ایسا کرنے سے منع فرمایا پھر بھرا ڈول منگا کر پیشاب کی ہوئی جگہ پر ڈال دیا یہ اخلاق کا اتنا بڑا نمونہ ہے جو جھلک کے امت کے سامنے آیا، ہم میں سے جو لوگ بڑے ہیں چاہے دینی اعتبار سے ہوں یا مالی اعتبار سے ہوں یا حاکم ہونے کی وجہ سے ہوں وہ اپنی سیرتوں کا اندازہ لگائیں کہ ہمارے جو اخلاق ہیں وہ اس حدیث کی چوکھٹ کے اندر موجودہ دور میں بیٹھتے ہیں یا نہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ بالکل اسی طرح ہو جاویں لیکن اتنا خیال رکھنا چاہئے کہ ملنے جلنے کے لئے آنے والے ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں، چھوٹے اور نا سمجھ یا مجلسی آداب سے بے خبر لوگ ہوں ان کا بھی لحاظ رکھا جائے یہ تعلیم ہم کو اس حدیث شریف میں ملتی ہے۔

(270) امانت، طہارت اور نماز کی اہمیت

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَةَ لَهٗ، وَلَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّا طَهُوْرَ لَهٗ وَلَا دِيْنَ لِمَنْ لَّا صَلٰوةَ لَهٗ، اِنَّمَا مَوْضِعُ الرَّاْسِ مِنَ الْجَسَدِ۔ (رواہ الطبرانی)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو امانت دار نہیں وہ کامل ایمان والا نہیں جس کی طہارت اور وضو نہیں اس کی نماز نہیں اور جو نماز نہ پڑھے اس کا دین سے کچھ تعلق نہیں، نماز کا درجہ دین میں ایسا ہی ہے جیسے سر کا درجہ بدن میں ہے۔ (سر کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا اسی طرح نماز کے بغیر دین باقی نہیں رہ سکتا)۔''

حضرت رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث بہت اہم اعمال کی طرف ہماری رہنمائی کرتی ہے، یہ باتیں آج کے دور کے مسلمانوں کے لئے بہت ہی ضروری ہیں۔ اس حدیث میں پہلی بات امانت کی کہی گئی ہے۔

لَآ اِیْمَانَ لِمَنْ لَّآ اَمَانَۃَ لَہٗ اس کے ایمان کی کوئی حیثیت نہیں جس کے پاس امانت داری نہیں، لوگوں کے پیسے ہضم کر جانا مال، زمین جائیداد ہڑپ کر لینا، کسی نے مومن سمجھ کر ہمارے پاس کوئی امانت رکھی ہو اس میں خیانت اور بد دیانتی کرنا یہ سب غلط باتیں ہمارے دور کے مسلمانوں میں دکھائی دیتی ہیں، اس لئے ہم میں سے ہر شخص اپنا محاسبہ کرے خاص طور پر جو اہل دین مانے جاتے ہیں اور امت مسلمہ کے جو اعلیٰ سطح کے لوگ ہیں ان کو بھی اس طرف دھیان دینا چاہئے۔ مساجد کے متولی، مدارس اور یتیم خانہ کے ذمہ دار تنظیموں، اداروں کے ارکان سب کے سب اس میں آتے ہیں، تاجر بھی اس گھیرے میں آتے ہیں، لین دین میں کسی کی امانت یا کسی کی کوئی رقم پاس میں ہو کا کوئی اور چیز کسی نے ہمارے پاس رکھی ہو تو اسے جوں کی توں واپس کیا جائے، اس حدیث پاک مین جو بڑی وعید ہے وہ ایمان والوں کے لئے ہے کہ اگر ہم نے امنت کا لحاظ نہ رکھا اور امانت میں بے ایمانی اور خیانت کی تو رسولؐ کے فرمان کے مطابق ہم ایمان والے ہی نہیں رہے، حدیث پاک کا یہ جملہ ہم آپ جمعہ کے خطبہ میں خطیب حضرات سے بھی سنتے ہیں مگر عربی نہ جاننے کی وجہ سے سمجھ نہیں پاتے کہ کیا کہا جا رہا ہے۔ امانت سے متعلق قرآن مجید کی ایک آیت اور اس کا ترجمہ بھی پیش ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا

ترجمہ: ''بے شک اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانت رکھوانے والوں کی امانت انھیں برابر واپس کرو۔''

(4۔النساء، آیت: 58)

وَلَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَّا طُھُوْرَ لَہٗ

ترجمہ: ''اس کی نماز نہیں ہوتی جس نے طہارت اور پاکی حاصل نہیں کی۔''

طہارت اور وضو کے لئے قران میں آیات موجود ہیں۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ۭ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ۭ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰي سَفَرٍ اَوْ جَاۗءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَاۗىِٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَاۗءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاۗءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ۭ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ 6

ترجمہ: ''اے ایمان والو! جب تم نماز کے لئے کھڑے ہونے لگو تو اپنے چہروں کو دھولیا کرو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھولیا کرو اور اپنے سروں پر مسح کر لو (یعنی گیلے ہاتھ پھیر لیا کرو) اور اپنے پیروں کو ٹخنوں سمیت دھولیا کرو، اور اگر غسل کی حاجت ہو یعنی جنابت میں ہو تو ناپاکی دور کرنے کو اچھی طرح نہا کر پاک ہو جاؤ اور اگر بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی جائے ضرور سے آیا ہو یا تم نے عورتوں سے صحبت کی ہو پھر پانی نہ ملے تو تیمم کر لو پاک مٹی سے یعنی ہاتھ پھیر ہو اپنے منہ پر اور ہاتھوں پر اور ہاتھوں کو مل لو، تم کو مشکل میں ڈالنے کا اللہ ارادہ نہیں رکھتا لیکن وہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم کو پاک صاف رہنے کی عادت پڑے تا کہ تم پر اپنی نعمت پوری کر دے کہ تم اس کے شکر گذار بنے رہو۔''

(5۔المائدہ، آیت: 6)

حدیث پاک اور قرآن مجید دونوں میں ہی اشارہ ہے کہ وضو کی ضرورت ہو تو وضو کر لیا جائے اور اگر غسل کی نہانے کی حاجت ہو تو نہا کر طہات حاصل کر لی جائے اس کے بغیر نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے۔

تیسری بات حضور ﷺ نے یہ فرمائی۔ لَا دِيْنَ لِمَنْ لَا صَلٰوةَ لَهٗ جس کی نماز ٹھیک ٹھاک نہیں یا نماز ہی نہ پڑھتا ہو، نماز سے غفلت برتتا ہو، نماز چھوڑ دیتا ہو یہ سب باتیں اس میں آتی ہیں تو ایسے آدمی

کے دین کا کوئی اعتبار نہیں، اللہ کے رسول ﷺ نے ایک تمثیل بھی بیان فرمائی کہ نماز کا درجہ دین میں ایسا ہے جیسے سر کا درجہ بدن میں ہوتا ہے کہ اگر کسی کی منڈی کاٹ دی جائے تو پھر نیچے کا دھڑ کس کام کا؟ یہ دھڑ بھی کھڑا نہیں رہ سکے گا، ایسے ہی نماز کے بغیر دین کا باقی رہنا مشکل ہو جاتا ہے، جہنم میں جانے کی وجوہات میں سے سب سے بڑی وجہ نماز کا نہ پڑھنا ہے جہنمیوں سے کوئی پوچھنے والا پوچھے گا مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ۔ آگ میں تم کس سبب سے داخل ہوئے؟ تو دوزخی لوگ جواب دیں گے۔ لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ۔ ہم نماز ادا کرنے والے نہ تھے، مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔74۔المدثر، آیت:42 سے آیت:48 تک صرف ہندوستان کے ہی نہیں بلکہ ساری دنیا کے مسلمان کان کھول کر سن لیں کہ ترک صلوٰۃ کے گناہ پر نہ شفاعت ہے، نہ مغفرت ہے لہٰذا ہر مؤمن مرد اور عورت کو نماز کی پابندی کرنی چاہئے۔

(271) یہ خصلتیں جس میں ہوں وہ اللہ کو ناپسند ہے

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ كُلَّ جَعْظَرِيٍّ جَوَّاظٍ سَخَّابٍ بِالْاَسْوَاقِ، جِيْفَةٍ بِاللَّيْلِ، حِمَارٍ بِالنَّهَارِ، عَالِمٍ بِاَمْرِ الدُّنْيَا، جَاهِلٍ بِاَمْرِ الْاٰخِرَةِ۔ (رواہ ابن حبان)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص سے نفرت کرتے ہیں جو سخت مزاج ہو زیادہ کھانے والا ہو، بازاروں میں چیخنے والا ہو، رات میں مردہ کی طرح (پڑا سوتا رہتا) ہو، دن میں گدھے کی طرح (دنیا کے کاموں میں ہی پھنسا رہتا) ہو، دنیا کے معاملات کا جاننے والا اور آخرت کی باتوں سے بالکل جاہل ہو۔''

مومن سخت مزاج والا نہ ہو، بہت زیادہ کھانے والا نہ ہو، بازاروں میں چیخنے چلانے اور شور مچانے والا نہ ہو، رات میں مردہ اور بے جان جسم کی طرح پڑا سونے والا نہ ہو، دن میں گدھے کی طرح دنیاوی کاموں میں ایسا مشغول نہ ہو کہ اسے آخرت میں کام آنے والے کام کی طرف توجہ ہی نہ ہو، ایسا بھی نہ ہو کہ دنیا کے کام کاج کا تو بڑا جاننے والا ہو اور آخرت میں کیا عمل کام دیں گے اور کیا کام نہیں دیں گے ان سے ناواقف اور لاعلم ہو۔ جن لوگوں کے اندر بھی یہ خصلتیں اور عادتیں پائی جاتی ہیں اللہ تعالیٰ ان سے نفرت کرتا ہے۔ ہم میں سے جس کسی کے اندر یہ خصلتیں ہوں اسے دور کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

(272) قیامت کے دن سب سے برا آدمی

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنْ شَرِّ النَّاسِ مَنْزِلَۃً عِنْدَ اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ عَبْدٌ اَذْھَبَ آخِرَتَہٗ بِدُنْیَا غَیْرِہٖ۔ (رواہ ابن ماجہ: اَبْوَابُ الْفِتَنِ، بَابُ اِذَا الْتَقَی الْمُسْلِمَانِ بِسَیْفَیْھِمَا)

ترجمہ: ''حضورؐ نے فرمایا کہ قیامت کے دن وہ بندہ اللہ کے نزدیک بدترین درجہ کا ہوگا، جس نے دوسروں کی دنیا بنانے کے لئے اپنی آخرت تباہ کی۔''

تعلیم رسول ﷺ کے دائرہ میں یہ حدیث پاک بہت اونچا مقام رکھتی ہے۔ الفاظ اور جملوں کے اعتبار سے یہ حدیث بڑی مختصر ہے لیکن معنی کے لحاظ سے بڑی اہم باتیں اس میں ارشاد فرمائی گئی ہیں، جس نے دوسروں کی دنیا بنانے اور آباد کرنے کے لئے اپنی آخرت خراب کی وہ قیامت کے دن بہت بری جگہ میں ہوگا۔ مجھ جیسے عام لوگوں کے لئے تو پورا بدن تھرتھرا دینے والی بات اس حدیث شریف میں آئی ہے۔ لیکن اور کتنے خواص میں بھی یہ چیزیں ہوں گی اللہ ہی بہتر جانے، اس میں قومی وملی رہنما سیاسی لیڈر، حاکم وغیرہ کسی نہ کسی درجہ میں آسکتے ہیں۔ اس حدیث میں کسی ظالم، قاتل، بددین کی سزا بیان نہیں

ہوئی ہے بلکہ ایک نیکی کی طرف اشارہ ہے، بہت سے لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ دوسروں کے معاملات میں وہ ٹانگ اڑاتے رہتے ہیں، کسی کے بھی پھٹے میں پیر ڈالیں گے اور اس کی حالت سدھارنے کی کوشش کریں گے، کام تو یہ کرنا ہی چاہیئے لیکن ہر ایک کی دنیا سدھارنے کی کے لئے پیچھا کرنے لگیں اور نت نئے طریقے اس کے لئے اپنانے لگیں ایک لحاظ سے تو یہ بہت اچھی بات ہے لیکن دیکھنے کی چیز یہ ہے کہ اس میں کہیں ہماری اپنی آخرت خراب نہ ہو جائے، مخلوق کی خدمت میں ایسا مشغول ہوا کہ اللہ کی عبادت کے اوقات اس کے ہاتھ سے جاتے رہے، یا پھر خیر خیرات کے اندر لوگوں سے قرض لے لیا اور پھر قرض کی ادائیگی بھی نہیں ہو سکی، یا لوگوں کی امانت میں خیانت کرنے لگا اور دوسروں کی دنیا بنانے کی فکر میں لگا رہا، طبیعت کانپتی ہے اس حدیث کی مزید تشریح لکھنے کے لئے، ایسے مؤمن شخص کو جس کا اللہ، رسولؐ اور آخرت پر ایمان ہو اسے دھیان کرنا چاہیئے کہ کہیں ہم لوگوں کی دنیا بنانے کے لئے اپنی آخرت خراب تو نہیں کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سبھوں کو توفیق عطا فرمائے کہ قول رسولؐ کے ان جملوں پر غور سے نگاہ ڈالیں۔

آج کے جمہوری دور کے بڑے عہدیدار افسر اور منسٹر صاحبان بھی اس حدیث سے عبرت حاصل کریں۔ زمین پر حق کسی حقدار کا ہو اور دوسروں کو الاٹ کرا دیں۔ سرکاری نوکری میں کسی کمزور آدمی کا حق ہو لیکن اپنی پسند کے کسی دوسرے کو نوکری دلا دی۔ کسی کالج میں داخلے کے لئے کسی مستحق کو چھوڑا اور دوسرے کی طرف داری کر کے اس کی دنیا بنا دی۔ ایسے کام سے بھلے ہی کسی کی دنیا بنی لیکن بنانے والے کی آخرت خراب ہو گئی۔

(273) عدالتی کارروائی میں احتیاط کا پہلو

عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ وَّاِنَّکُمْ تَخْتَصِمُوْنَ اِلَیَّ وَلَعَلَّ بَعْضَکُمْ اَنْ یَّکُوْنَ اَلْحَنَ بِحُجَّتِہٖ مِنْ بَعْضٍ فَاَقْضِیْ نَحْوَمَآ اَسْمَعُ فَمَنْ قَضَیْتُ لَہٗ بِحَقِّ اَخِیْہِ فَلَا یَاْخُذْہُ، فَاِنَّمَآ اَقْطَعُ لَہٗ قِطْعَۃً مِّنَ النَّارِ ۔

(بخاری شریف: کِتَابُ الْاَحْکَامِ بَابُ مَوْعِظَۃِ الْاِمَامِ لِلْخُصُوْمِ)

ترجمہ: ’’حضرت ام سلمہؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا میں بشر اور انسان ہوں، تم لوگ اپنے معاملات کا فیصلہ کرانے کے لئے میرے پاس آتے ہو، دونوں فریق میں سے کوئی بہت چرب زبان اور لچھے دار باتیں کرنے والا ہوتا ہے، میں تو جو سنوں گا اسی کے مطابق فیصلہ کروں گا تو اگر کسی کے لئے اس کے بھائی کے حق میں سے فیصلہ ہو جائے۔ تو وہ ہرگز اسے نہ لے۔ کیونکہ آگ کے ٹکڑوں میں سے ایک ٹکڑا میں نے اسے کاٹ کر دیا ہے۔‘‘

اس حدیث شریف سے بہت سے نکات نکلتے ہیں پہلی بات تو یہ کہ اس کی راویہ حضرت ابو سلمہؓ ہیں، یہ ام المؤمنین یعنی تمام ایمان والوں کی ماں ہیں، یہ پہلے حضرت ابو سلمہؓ کی بیوی تھیں، میاں بیوی دونوں میں بہت محبت تھی اور یہ ہونا ہی چاہیئے قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّۃً وَّرَحْمَۃً ط اور تمہارے درمیان چاہت محبت اور مہربانی کے جزبات رکھ دیئے۔ (30۔سورۃ الروم آیت:21) حضرت ابو سلمہؓ کے انتقال کے بعد ام سلمہؓ پر اپنی بیوگی کا بہت ہی زیادہ اثر تھا، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ حضرت محمدؐ تعزیت کے لئے ان کے یہاں گئے، آپؐ نے تعزیت اور تسلی کے کلمات ارشاد فرمانے کے ساتھ ساتھ انھیں ایک دعا تعلیم فرمائی

اَللّٰھُمَّ اْجُرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاخْلُفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْھَا ۔

ترجمہ: ''اللہ! مجھ پر یہ بھاری مصیبت پڑی ہے اس کا مجھے اجر اور ثواب دیجئے اور مجھے اس کا اچھا بدل دیجئے۔''

یہ حضرت ام سلمہؓ بول پڑیں کہ یا رسولؐ! کیا ابو سلمہؓ سے بڑھ کر بھی میرے لئے کوئی شوہر ہوسکتا ہے؟ اس جملہ سے معلوم ہوا کہ اس خاتون کو اپنے شوہر سے بے انتہا محبت اور اپنائیت تھی، خیر یہ بات آئی گئی ہوگئی اور جب ان کی عدت چار مہینے دس دن پوری ہوئی تو حضرت محمدؐ نے خیال فرمایا کہ اس خاتون کو زوجیت کا پیغام بھیجیں، جب یہ خبر حضرت ام سلمہؓ کو ملی تو انھوں نے اسے قبول کرلیا اور پھر حضرت خاتم النبیینؐ کے نکاح میں آگئیں اور انھیں ام المومنین (تمام ایمان والوں کی ماں ہونے) کا شرف ملا، حضورؐ کی جو بھی بشارتیں، یا خوشخبریاں ہوتی ہیں وہ سب برحق اور سچی ہوتی ہیں، چاہے کسی آدمی یا عورت کو لگے کہ یہ کیا آپؐ نے فرمایا؟ اور ایسا کیسے ہوگا؟ جیسا کہ آپؐ نے حضرت ام سلمہؓ کو دعا بتائی تھی تو انھیں خیال ہوا تھا کہ کیا ابو سلمہؓ سے بہتر کوئی خاند ہوسکتا ہے۔ لیکن جب وہ حضور ﷺ کے نکاح میں آئیں اور ام المومنین کا درجہ پایا تب ان کی سمجھ میں آیا ہوگا کہ واقعی رسول اللہ ﷺ کا قول برحق تھا کہ ابو سلمہؓ سے تو حضور اکرم ﷺ بہتر ہے۔

یہ تفصیل بر سبیل تزکرہ ہم نے اس لئے لکھ دی کہ حضور ﷺ نے علم دین کی پہلی ہی منزل میں، وحی الٰہی کے نزول پر حضرت خدیجہؓ کو طبقہ خواتین سے ساتھ میں لے لیا تھا اور پھر مدنی زندگی میں جو خواتین آپؐ کے نکاح میں آئیں وہ ایک ایک، دو دو، تین تین مرتبہ کی بیوہ، عمر رسیدہ اور بہت ہی اہم قبائل سے تعلق رکھنے والی تھیں، بات دوسری ہوجائیگی اس لئے ہم یہاں بتانا چاہیں گے کہ حضرت ام سلمہؓ کے لئے ہم نے جو کچھ لکھا وہ اس حدیث کی شرح میں نہیں ہے بلکہ اس کو اس کا ٹائٹل سمجھے، اور یہ بھی دھیان میں رکھئے کہ روایت حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے طبقۂ خواتین کو موقع دیا اور علم دین کے سکھانے

اور بتانے میں شروع سے ہی انھیں جوڑ دیا۔

اوپر لکھی حدیث شریف میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں آدمی ہوں، بشر ہوں، کوئی شخص کتنا ہی بڑا ہو، چاہے رسول ہو یا خاتم النبیین ہو، سب کے سب اللہ کے بندے ہیں اور بشر ہیں اور اولاد آدمؑ میں سے ہیں، جن لوگوں نے نبیوں کو خدا کا اوتار یا خدا کا شریک اور ہمسر بنالیا ان کے ہاتھ سے توحید تو چھوٹ ہی گئی اور اسی کے ساتھ انبیاء علیہم السلام کی اطاعت اوران کا نمونہ زندگی کا ہالہ بھی اپنی گردن سے نکال کر پھینک دیا۔ یہ انسانوں کے لئے بڑے خسارے اور نقصان کی بات ہوئی۔

لیجئے اب پیش ہے اوپر لکھی حدیث شریف کی تشریح نبیؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں ایک انسان ہوں اور تم میرے پاس اپنے معاملات اور جھگڑے کا فیصلہ کرانے لاتے ہو۔ اور ہر آدمی اپنی دلیل پیش کرتا ہے اور اپنے کو حق پر ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن فریقین میں سے کبھی کوئی زیادہ اچھے انداز میں بات کرتا ہے اور دلیل دیتا ہے اور قاضی یا فیصلہ کرنے والے کو اپنی بات سے متاثر کر جاتا ہے۔ تو رسول اللہؐ کا کہنا یہ ہے کہ میں تو دونوں کی بات سنوں گا اور جو سنوں گا اسی کے مطابق فیصلہ کروں گا اور دونوں میں سے کسی ایک کے حق میں فیصلہ ہو گائے گا لیکن اگر اس چرب زبانی کرنے والے اور لچھے دار باتوں سے اپنے کو حق پر ثابت کرنے والے کے حق میں مجھ سے فیصلہ ہو جائے جبکہ وہ حق پر نہ ہو تو اسے چاہئے کہ وہ ہرگز اسے نہ لے چاہے وہ مکان ہو یا رقم وغیرہ ہو، جائیداد ہو یا کچھ اور ہو، اس نے جو حاصل کیا ہے وہ آگ کے ٹکڑوں میں سے ایک ٹکڑا ہے بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِهٖ بَصِیْرَةٌ ﴿14﴾ (75۔القیمۃ، آیت:14) کے تحت انسان اپنی حالت سے خوب واقف ہوتا ہے اگر وہ حق پر ہے اور اس کے حق میں حاکم اور قاضی کی طرف سے فیصلہ ہو جائے تو اسے ضرور قبول کرلے لیکن اگر حق پر نہ ہو پھر بھی چرب زبانی اور دلائل سے متاثر ہو کر حاکم اور قاضی اس کے حق میں فیصلہ دے دے تو ایسے مال مکان یا زمین کو ہرگز نہ لے بلکہ

خوف خدا کے تحت واپس کردے اور جس کا حق ہو اسے دیدے۔ تا کہ نبی ﷺ نے جو وعید سنائی ہے اس سے بچ جائے۔

(274) اجنبی کا نام، پتہ معلوم کرلو

عَنْ يَزِيدَ بْنِ نَعَامَةَ الضَّبِّيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا آخَى الرَّجُلُ الرَّجُلَ فَلْيَسْأَلْهُ عَنِ اسْمِهِ وَاسْمِ أَبِيهِ وَمِمَّنْ هُوَ فَإِنَّهُ أَوْصَلُ لِلْمَوَدَّةِ۔

(ترمذی شریف: أبوابُ الزُّهدِ، بابُ ماجاءَ فِي اعلامِ الحُبِّ)

ترجمہ: ''حضرت یزید بن نعامہ ضبیؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ فرماتے ہیں کہ جب تم کسی اجنبی آدمی کو اپنے بھائی چارہ میں لو یا دوست بناؤ تو اس کے بارے میں پوری معلومات حاصل کرلو۔ اس کا صحیح صحیح نام پوچھ لو اس کے باپ کا نام معلوم کرلو اور یہ بھی تحقیق کرلو کہ کس آبادی کس قوم کس خاندان سے تعلق رکھتا ہے یہ ساری معلومت حاصل کر کے تب تم اس سے تعلق یا دوستی کرو تبھی دوستی مضبوط ہوگی۔''

معاشرتی اور سماجی زندگی میں آدمی چاہے چھوٹا ہو یا بڑا ہو بے شمار لوگوں سے اس کا واسطہ پڑتا ہے، بھائی چارہ، پاس پڑوس، دوستی لین دین، کاروبار، شادی بیاہ رشتوں ناتوں، ادھار کے لین دین، ملازم رہتے یا ملازمت پر رکھنے وغیرہ سے واسطہ پڑتا رہتا ہے، انسانی زندگی بہت پھیلی ہوئی ہے، زندگی عمر کے لحاظ سے چھوٹی ہے لیکن اپنی وسعت اور پھیلاؤ کے اعتبار سے بڑی وسیع ہے اور ہر جگہ مؤمن امتحان میں ڈالا جاتا ہے، بلکہ بھی انسان اس امتحان سے گزرتے ہیں لیکن ایمان والے کو اس میں زیادہ خیال رکھنا ہے اس لئے کہ اس کائنات کا ''نمک'' اور ''کریم'' مؤمن معاشرہ ہے، انسانی معاشرہ کی درستگی اور اصلاح کے لئے حضرت رسول اللہ ﷺ نے امت کو یہاں یہ ہدایت کی کہ کسی سے بھائی چارہ کرو یا رازدار دوست بناؤ یا کسی اور طرح کا تعلق ہو، اس میں پارٹنرشپ اور کاروباری معاملات بھی آجاتے ہیں، اس

کے بارے میں پوری معلومات حاصل کرو، کون ہے؟ کیا ہے؟ اس کا نام اس کے باپ کا نام پوچھ لو، کس شہر کا رہنے والا ہے؟ اور کس خاندان سے تعلق رکھتا ہے؟ یہ سب معلومات حاصل کرنے کے بعد ہی اس شخص سے معاملہ اور دوستی کرو، اس سے معاملات اور دوستی میں مضبوطی آوے گی۔

آج کے دور میں یہ تعلیم نبویؐ بہت ہی ضروری ہوگئی ہے، انسانی آبادی بڑھتی ہی جارہی ہے، معاملات بھی اتنے ہی وسیع ہوتے جارہے ہیں، لین دین کے معاملات ہوتے ہیں میں خود بازار میں بیٹھنے والا آدمی ہوں، کسی سے کچھ ادھار کا سودا یا قرض کا لینا دینا ہوتا ہے یا بیچنے خریدنے کا ہوتا ہو تو مارکیٹ اور بازار میں رہنے ولاے لوگوں سے اس آدمی کے بارے میں پوچھ پرچھ کرلیتے ہیں، کہ بھئی یہ آدمی کیسا ہے؟ ہمارے یہاں کاروباری سسٹم میں یہ بات چل پڑی ہے، گو یہ قرآن وحدیث کی بات نہیں ہے لیکن تجربہ کی بات ہے، اگر بتانے والوں نے بتایا کہ ہم اسے جانتے تو ہیں آدمی ٹھیک ہی ہے، کام ذرا سوچ سمجھ کر کرنا۔ بس اتنی بات سے ہم سمجھ جاتے ہیں اور مال ادھار دینے کے بجائے کہہ دیتے ہیں کہ پہلے ٹیبل پر پیسے رکھ دو بعد میں مال لے جانا۔ اور اگر کسی آدمی کے بارے میں کہا جائے کہ ہیں چھوٹے آدمی لیکن لین دین میں صاف ستھرے اور ایماندار انسان ہیں۔ تو پھر ہم ایسے لوگوں سے ادھار کا معاملہ بھی کر لیتے ہیں۔

لڑکی کا رشتہ آتا ہے یا لڑکے کا رشتہ آتا ہے تو لوگ الحمدللہ اس معاملے میں چوکنے ہیں بڑی حد تک، صرف ہمارا سماج ہی نہیں بلکہ دوسرے سماج کے لوگ بھی پوچھ پرچھ کرتے ہیں، ملازم رکھنے میں بھی پوچھ تاچھ کرلینی چاہیئے آج کے زمانے میں تو ملاقات کے لئے کوئی آئے تو اس سے بھی معلومات کر کے اطمینان کرلینا چاہیئے، کوئی بڑی جگہ ہو، ادارہ ہے، بڑا مدرسہ، دفتر ہے وہاں ایک رجسٹر رکھنا چاہیئے جس میں آنے جانے والوں کا نام پتہ، آنے کا مقصد، کس سے ملنا ہے یہ سب نوٹ کرلیا جائے، میں نے تو الحمدللہ اپنے

آفس میں ایک رجسٹر رکھ لیا ہے، کوئی ملنے والا آیا تو اس کا نام، اس کے باپ کا نام، کہاں سے آیا ہے؟ کس بارے میں ملنا چاہتا ہے سب لکھ لیتے ہیں، آپ جانتے ہیں کہ آج کے حالات کیسے ہیں اس کس طرح کے ہیں؟

چودہ سو برس پہلے حضرت رسول اللہ ﷺ کسی آدمی سے تعلق کرنے یا معاملہ کرنے کے بارے میں جب ایسا مشورہ امت کو دیتے ہیں تو اس سے امت کا ایمان موجودہ حالات کو دیکھتے ہوئے اور زیادہ مضبوط ہونا چاہئے کہ کس شان کا نبیؐ اللہ نے ہمارے لئے بھیجا، ہمارے سماج، خاندان اور ہمارے اندرونی معاملات میں بھی وہ ہمیں علاج کے راستے سمجھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام ایمان والوں کو ہدایات نبویؐ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(275) عمر کے لحاظ سے اکرام کی نصیحت

عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَكْرَمَ شَابٌّ شَيْخًا لِسِنِّهِ اِلَّا قَيَّضَ اللّٰهُ لَهٗ عِنْدَ سِنِّهٖ مَنْ يُّكْرِمُهٗ عَنْهُ سِنِّهٖ۔

(رواہ الترمذی: اَبْوَابُ الْبِرِّ وَالصِّلَةِ، بَابُ مَاجَآءَ فِیْ اِجْلَالِ الْكَبِيْرِ)

ترجمہ: "حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو جوان کسی عمر رسیدہ شخص کو اس کی عمر کے لحاظ سے اس کا اکرام و احترام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کا اجر اس دنیا ہی میں دینا شروع کر دیں گے، وہ اس طرح کہ ایک دن آئے گا جب یہ نوجوان خود بوڑھا اور قابل رحم ہو جائے گا چونکہ اس نے اپنی جوانی کے زمانے میں بوڑھوں کا اعزاز و اکرم کیا تھا اب اللہ تعالیٰ ایسے جوانوں کو پیدا کر دے گا جو اس کا اعزاز و اکرام کریں گے۔"

سلام ہو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر اور ان کے سب ساتھیوں پر کہ نبی ﷺ کے نبوت پر سرفراز ہرتے ہی آپؐ پر جو نزول قرآن شروع ہوا اسے آپؐ نے سینوں میں محفوظ کرا کے امت کو دے ہی دیا لیکن اس کے ساتھ ساتھ 23 سالہ زندگی یعنی تیرہ سال مکہ میں اور دس سال مدینہ میں گزرے اس میں وفات تک آپؐ جو کہتے اور کرتے رہے، چاہے وہ باتیں نصیحت کی ہوں یا کاروبار کی ہوں، عبادات اور معاملات کی ہوں، محلہ پڑوس والوں کے ساتھ حسن سلوک کی ہوں، اہل خانہ کی تربیت کی ہوں ان سب چیزوں کی طرف آپؐ نے پورا دھیان دیا اور صحابہ کرامؓ نے اسے محفوظ کر کے لوگوں تک پہنچا دیا۔ سماج میں اگر تہذیب اور چھوٹوں پر شفقت اور بڑوں کے وقار کا طریقہ نہ ہو تو دین کے خدوخال واضح نہیں ہو سکتے، اوپر جو ہم نے حدیث لکھی ہے اس میں رسول اللہؐ فرماتے ہیں کہ جوان شخص اگر کوئی ہے تو اسے عمر میں اپنے سے بڑے اور بوڑھوں کا احترام و ادب کرنا چاہئے۔ آج کے زمانہ میں ریل، بس، دفتر، ملازمت، کاروبار، تجارت وغیرہ میں جوان بھی ہوتے ہیں، بوڑھے بھی ہوتے ہیں تو اپنے سے عمر میں بڑا جو بھی شخص ہو اس کا ادب اور اکرام کیا جائے۔ غیر قوموں کے معاشرہ میں بھی یہ پایا جاتا ہے اور ان کے لٹریچر میں بھی اس کا تزکرہ ملتا ہے۔ بڑے بوڑھوں اور عمر میں بڑے لوگوں کا ادب، احترام اور اکرام کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ عمر میں اپنے سے بڑا ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جیسی جیسی عمر بڑھتی جاتی ہے بدن کے اعضاء، ہاتھ پاؤں، دماغی قوت سننے اور دیکھنے کی صلاحیت سب کمزور ہوتی جاتی ہے، دماغی تناؤ اور الجھنیں بڑھتی جاتی ہیں، طبیعت اور مزاج میں چڑچڑا پن آجاتا ہے یادداشت بھی کمزور ہو جاتی ہے۔ بڑھاپے کی حالت کا قرآن مجید کی ذیل کی دو آیتوں سے اندازہ ہو سکتا ہے۔

(1) وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا ۚ

ترجمہ: ”اور کسی کسی کو نکمی عمر تک (لمبی مدت کے لئے) پہنچا دیا جاتا ہے بس ایسا کہ علم آنے کے بعد اب کسی چیز کو جانتا نہیں۔“ (22۔الحج، آیت:5)

(2) وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ۭ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿68﴾

ترجمہ: ''اور بعض آدمیوں کی عمر ہم بڑھادیتے ہیں تو بناوٹ میں اسے کبڑا کردیتے ہیں کیا یہ منظر دیکھ کر بھی ان کو عقل نہیں آئی؟''

(36۔یٰسٓ، آیت: 68)

کچھ باتیں بوڑھے آدمی کی جوان انسان کو ناگوار گزرتی ہیں، اکثر گھروں میں ماں باپ کے ساتھ جھگڑا بیٹوں اور بہوؤں کا ہوتا رہتا ہے، بہرحال زندگی کے جس موڑ پر بھی نوجوانوں کا بوڑھوں سے واسطہ پڑے تو وہ ان کی عمر اور مجبوری و معزوری کا خیال رکھتے ہوئے اکرام کریں، ادب اور احترام سے پیش آئیں۔ بوڑھا انسان اگر جوانوں کے مرتبہ کے خلاف بھی کوئی بات کہہ دے اور بری لگے تو بھی اس کو برداشت کرلیا جائے۔ بڑے بوڑھوں کے اکرام کا یہی مطلب ہے ایسی نوجوانوں کو حضور ﷺ بشارت دے رہے ہیں کہ جب یہ خود بوڑھے اور قابل رحم ہوجائیں گے تو اللہ تعالیٰ ایسی نوجوان پیدا فرما دیں گے جوان کا اکرام اور ادب کریں گے۔ جوانی کسی کی ہمیشہ رہنے والی نہیں ہے یہ بات ہمارے تجربے اور مشاہدے میں بھی ہے اور خود قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَيْبَةً ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ﴿54﴾

ترجمہ: ''اللہ وہی ہے جو تمہاری پیدائش اس حال میں کرتا ہے کہ تم بہت ہی کمزور ہوتے ہو، پھر اس کمزوری کے بعد تم کو قوت عطا فرماتا ہے، پھر طاقت دینے کے بعد ایسے بڑھاپے میں ڈال دیتا ہے کہ بال بھی سفید ہوجاتے ہیں جس طرح چاہتا ہے پیدائش کے سلسلہ کو جاری رکھتا ہے اور وہی علم والا قدرت والا ہے۔''

(30۔الروم، آیت: 54)

بوڑھوں اور عمر میں بڑے لوگوں کا اکرام کرنے والے جوان کے لئے حدیث میں بشارت ہے کہ اس کے بوڑھا ہونے پر اللہ تعالی ایسے جوان پیدا کردے گا جو اس کا اعزاز اور اکرام کریں گے۔ خاص طور پر بیٹیوں کو نصیحت کرتا ہوں جو بہوئیں بن کر کے سسرال میں جاتی ہیں اور جوانوں کو بھی تاکید ہے کہ جب وہ اچھے خاصے ہو جاتے ہیں تو بوڑھوں کو گنتی میں نہیں لاتے میں اپنے نفس کو بھی نصیحت کرتا ہوں کہ ہم سے جو عمر میں بڑے ہوں ان کا ہمیں لحاظ کرنا چاہیئے، ہندوستان کے موجودہ حالات میں یہ بھی کہتا ہوں کہ بسوں، ٹرینوں میں کوئی بوڑگی خاتون ہے کوئی ضعیف آدمی ہے چاہے وہ غریب ہوں یا دوسرے مذہب کے ہوں تو مؤمن جوان مسافر ان کا اکرام کرے۔ بیٹھنے کے لئے جگہ کردیوے، کوئی بھاری سامان ہو تو اٹھا کر رکھ دیوے، اس سے لوگوں میں اسلام اور مسلمانوں کی محبت بڑھے گی، خاص طور پر مسلمانوں میں دیکھا گیا ہے کہ ان کی گفتگو کے اندر تیکھا پن بہت ہوتا ہے کبھی کبھی تیکھا پن ہو جائے تو وہ ایک فطری چیز ہے لیکن اس کی عادت نہیں بنالیوے۔ محلہ، پڑوس میں بھی اس طرح رہے کہ ہمارے مسلم محلوں میں کچھ گھر غیر مسلموں کے ہیں تو ان کے ساتھ ہمارا سلوک اچھا ہو، سڑکوں پر، بازاروں ہوٹلوں میں ہمارا ان کا کاندھے سے کاندھا چھلتے ہی رہتا ہے، ان کو ایسا لگے کہ مسلمانوں کا اخلاق، برتاؤ اور معاملہ ہمارے سے اچھا ہے۔

(276) لڑکیوں کی پرورش کرنے والا قیامت میں رسولؐ کے ساتھ

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتّٰى تَبْلُغَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَنَا وَهُوَ هٰكَذَا وَضَمَّ اَصَابِعَهٗ۔

(مسلم: كِتَابُ الْبِرِّ وَالصِّلَةِ وَالْآدَبِ، بَابُ فَضْلِ الْاِحْسَانِ اِلَى الْبَنَاتِ)

ترجمہ: ''حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے دو بچیوں کی پرورش

کی یہاں تک کہ وہ بالغ ہوگئیں تو قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ میں اور سو دونوں ساتھ ہوں گے اس طرح، پھر آپؐ نے اپنی انگلوں کو ملا دیا۔"

لیجئے یہ حدیث بھی مبارک ہو ملت کی بیٹیوں کو اور ان کی پرسش کرنے والے والدین کو بھی، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے دو لڑکیوں کی پرورش کی، تعلیم و تربیت دی اور بالغ ہونے کے بعد نکاح کر کے رخصت کر دیا، تو ایسا شخص قیامت کے دن مجھ سے اس طرح قریب ہوگا جس طرح ہاتھ کی انگلیاں ایک دوسرے سے قریب ہوتی ہیں اور آپؐ نے انگلی ملا کر بتایا بھی، اس بشارت نبویؐ سے ہم سب کو خوش ہو جانا چاہیئے اور جن ماں باپ کے یہاں دو سے زائد بچیاں ہوں اور وہ ان کی پرورش کر کے شادی بیاہ کر دیں تو وہ تو اور زیادہ حدیث کی اس بشارت کے حقدار ثابت ہوں گے۔ میری نظر سے یہ حدیث بھی گزری ہے کہ جن کے یہاں صرف ایک ہی بچی پیدا ہوئی انھوں نے اس کی پرورش کی۔ تعلیم و تربیت دی تو وہ بھی اس حدیث کی بشارت کے مستحق قرار پائیں گے اور قیامت کے دن جب مردے قبروں سے اٹھیں گے تو ایسے سب لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کا قرب نصیب ہوگا۔

یہ حدیث پڑھ کر اور سن کر بیٹیوں کو بھی حضور ﷺ پر درود بھیجنا چاہیئے اور نبیؐ کی اطاعت بھی کرنا چاہیئے۔ نزول قرآن سے پہلے کے زمانہ میں بھی بیٹیوں کی پیدائش زیادہ پسند نہیں کی جاتی تھی اور آج بھی بیٹی پیدا ہونے کی خبر سن کر منھ لٹک جاتا ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس زمانہ میں بھی بیٹیاں کچھ زیادہ پسند نہیں ہیں بھلے سے شوہروں کو پسند آجائیں اور سسرال والوں کو بھی بھلی لگ جائیں تو یہ ان کی خوش قسمتی کی بات ہے، نزول قرآن سے پہلے اور حضرت محمد ﷺ کو نبوت ملنے سے پہلے لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ گاڑ دیا جاتا تھا، قرآن مجید میں ایسی ہی مظلوم لڑکیوں کے بارے میں کہا گیا ہے۔

وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ﴿8﴾ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ﴿9﴾

ترجمہ: ''اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکیوں سے پوچھا جائے گا۔ تمہیں کس جرم میں قتل کیا گیا تھا؟''

(81۔التکویر، آیت: 8,9)

اس زمانے میں جاہل ماں باپ کو لگتا تھا کہ جب یہ بڑی ہوگی تو کما کر دے گی نہیں، داماد آئے گا۔ بیاہ کر لے جائے گا۔ گالی دے گا۔ اس کو مارے گا پیٹے گا، کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ دو چار لڑکیاں پیدا ہوجانے پر عورت کو طلاق دیدی جاتی ہے اور وہ بیچاری ماں باپ کے یہاں آ کر پڑ گئی یا بچیوں کو لے کر گھوم رہی ہے۔ یہ سب مصیبتیں ماں باپ سے آج بھی دیکھی نہیں جاتیں، جاہلیت کے زمانہ میں کوئی شریعت تو تھی نہیں۔ ایسے موقع پر انھوں نے خیریت اسی میں سمجھی کہ بچی پیدا ہو تو اسے زندہ دفن کر دیا جائے، اسی کا تزکرہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ اس وقت قبائلی زندگی تھی ایک قبیلہ اور خاندان دوسرے قبیلہ اور خاندان پر حملہ کرتا، مال و دولت لوٹ کر لے جانے کے ساتھ ان کی عورتوں بیٹیوں بہوؤں کو بھی پکڑ لے جاتا کچھ کو تو اپنے گھر میں رکھ لیتے، بعضوں کو جانوروں کی طرح ہل میں جوت دیتے اور بعض لڑکیوں سے پیشہ کرواتے اور حرام کی کمائی کھاتے جبکہ قرآن مجید میں اسے سخت گناہ بتایا گیا ہے۔

وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿33﴾

ترجمہ: ''دنیا کی تھوڑی زندگی کے لئے مال حرام کمانے کو اپنی کنیزوں اور زرخیز چھوکریوں سے بدکاری کا جبری کام لینا فوراً بند کرو اور اگر وہ کسی کے نکاح کے بندھن میں آ کر پاک دامن زندگی گزارنا چاہیں تو انھیں غلامی سے آزاد کر کے سہارا دو اور یاد رکھنا چاہئے کہ ایسی بے بس لڑکیوں کو زور زبردستی سے بدی کے کام پر لگایا گیا ہوگا تو اللہ ان کی بے کسی کے سبب انھیں معاف کرے گا کہ وہ غفور و رحیم ہے۔''

(24۔النور، آیت: 33)

آج کی جمہوری حکومتوں کے دور میں بھی جبکہ حقوق نساں کے بڑے بڑے بل پاس کیے جاتے ہیں پھر بھی عورتوں پر کیا کم ظلم ہورہا ہے؟ بہت سی عورتوں کو آج کے ظالم معاشرہ میں مجبور ہوکر اپنا بدن بیچنا پڑتا ہے۔ کتنی عورتیں جہیز جیسی لعنت کی بھینٹ چڑھ جاتی ہیں، انھیں زندہ جلا دیا جاتا ہے، اور ایسے ایسے انجکشن اور دوائیں ایجاد کرلی گئی ہیں کہ بچیوں کو پیدا ہونے سے پہلے ماں کے پیٹ میں ہی مارڈالا جاتا ہے، سنسکرت والوں نے اسے "بھرن ہتیا" کہا ہے یعنی ماں کے پیٹ کا وہ حمل جو باہر آنے سے پہلے ہی مارڈالا جائے۔

ایسے سب کام سخت حرام اور گناہ کے ہیں۔ ہم مسلمان مرد اور عورتوں کو سختی سے منع کرتے ہیں کہ وہ کبھی بھی بیٹیوں اور بیٹوں کے قتل کا گناہ نہ کریں۔ عورتوں کو عزت اور وقار سے دیکھا جائے ان کی عزت کی جائے انھیں بھی باعزت طریقہ سے جینے کا پورا پورا حق قرآن اور حدیث میں دیا گیا ہے، جہیز کم لانے یا نہ لانے کی وجہ سے انھیں ستایا نہ جائے۔ کسی عورت کو اولاد نہ ہو یا بیٹیاں پیدا ہوں، بیٹے نہ پیدا ہوں تو اس میں بھی عورت کا کوئی قصور نہیں، یہ تو اللہ کی قدرت ہے جسے چاہے بیٹیاں دے جسے چاہے بیٹے دے جسے چاہے بیٹا اور بیٹی دونوں دے اور جسے چاہے کچھ بھی نہ دے۔ دیکھئے۔ 42۔ الشوری، آیت:49,50)

(277) ایسی بیوی جس سے اس کا شوہر راضی رہا

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا امْرَاَةٍ مَاتَتْ زَوْجُهَا عَنْهَا رَاضِيًا دَخَلَتِ الْجَنَّةَ ۔ (ابن ماجہ: اَبْوَابُ النِّكَاحِ، بَابُ حَقِّ الزَّوْجِ عَلَى الْمَرْاَةِ)

ترجمہ: "ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو عورت مرگئی اس حال میں کہ اس کا شوہر اس سے خوش تھا تو وہ جنت میں داخل ہوگی۔"

مسلم بہنوں کے لئے یہ حدیث پاک ایک تحفہ رسالت ہے، کتنی بڑی بات ارشاد فرمائی رسولؐ نے؟ بھئی موت تو سب کے پیچھے لگی ہوئی ہے، کبھی مرد وفات پاجاتا ہے اور عورت بیوہ ہو جاتی ہے، اور کبھی عورت کا انتقال ہو جاتا ہے اور شوہر حیات رہتا ہے، یہ سلسلہ نَحۡنُ قَدَّرۡنَا بَيۡنَكُمُ الۡمَوۡتَ کہ ہم نے موت تمہاری تقدیر میں لکھ دی ہے کے تحت جاری رہتا ہے، اوپر کھی حدیث شریف میں اس مؤمنہ عورت کے لئے بشارت ہے جس کی وفات اپنے شوہر سے پہلے اس حال میں ہوئی ہو کہ اس کا شوہر اس سے راضی اور خوش رہا ہو، طبقۂ خواتین کے لئے جنت کی یہ خوشخبری اور بشارت بہت بڑا تحفہ ہے لیکن جنت یونہی نہیں حاصل ہو جائے گی بلکہ ہماری مسلم بہنوں کو کچھ کرنا پڑے گا۔ جنھیں ہم ترتیب وار لکھ رہے ہیں۔

(1) گھر گرہستی میں عورت جو ہے وہ گھر کی مالکہ ہوتی ہے، مرد کی جتنی آمدنی ہو اتنا ہی عورت کو خرچ کرنا چاہیئے، اگر شوہر کی آمدنی دو ہزار روپئے کا خرچ کرتی ہے، شوہر قرض سے پیسہ لیتا ہے یا ناجائز طریقہ سے آمدنی بڑھانے کی تدبیر کرتا ہے، یا خدانخواستہ کسی اور غلط راستہ پر پڑ جائے تو یہ زندگی ٹھیک نہیں اس میں عورت قصوروار ہے۔ اور وہ اپنے شوہر کو دکھی کرنے والی ہے۔

(2) شوہر جب گھر میں آئے تو اس کے لئے بناؤ سنگار کرے اور اپنے شوہر پر اپنی زینت کو ظاہر کرے بازاروں اور ادھر ادھر کی تقریبات میں بناؤ شنگار کر کے گھومنا منع ہے اور بلاوجہ یہاں وہاں نہ جائے، مزید تفصیل کے لئے دیکھئے۔ 24۔ سورۃ النور کی آیت: 31 اور اگر موقع ہو تو ہماری کتاب ''مؤمن خواتین اور قرآن مجید'' بھی دیکھئے۔

(3) مسلمانوں کے خاندان میں الحمدللہ بڑی وسعت اور خاصا پھیلاؤ ہے، جیسے ہی کوئی لڑکی بیاہ کر آئی کسی خاندان میں تو ساس، نند، جیٹھانی وغیرہ سے اس کا واسطہ پڑتا ہے، شوہر اور خسر وغیرہ سے بھی

واسطہ پڑتا ہے، تو اس نوبیاہتا دلہن کو ایسا سلیقہ اپنانا چاہیے کہ خاندان میں پھوٹ نہ پڑے، اور ساس سے یعنی شوہر کی والدہ سے گھس گھس نہ کرے، آئے دن ساس بہو اور نند بھاوج کے جھگڑے تو ایسے مشہور ہیں کہ شاید کوئی قوم اس سے محفوظ نہیں رہی، استغفر اللہ یہ بات تو مسلمانوں میں کچھ زیادہ ہی سننے میں آتی ہے، بعض لڑکیاں ماں باپ کے یہاں خوشحالی میں پلی بڑھی ہوتی ہیں اور خدا نہ کرے کسی کم آمدنی والے یا ملازمت پیشہ شوہر سے اس کی شادی ہوگئی تا کیا یہاں اس کی وہ ساری ضرورتیں پوری ہوسکیں گی؟ جو ماں باپ کے یہاں پوری ہوجاتی تھیں؟ ماں باپ کے گھر میں الھڑپن چل جاتا ہے، لیکن شوہر کے یہاں جو لڑکیاں جاتی ہیں اور جانا ہی ہے ان کو شوہر کے یہاں جائے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں، یہ دین فطرت کا تقاضہ ہے تو بہر حال سسرال جانے والی لڑکی شادی کے بعد ایک ذمہ دارانہ زندگی گزارے اور گھر کے سب لوگوں کا ادب واحترام برقرار رکھے سسرالی خاندان کی جیسی آمدنی ہو اسی کے مطابق خرچ کرے۔

سسرال پہنچتے ہی اپنی ساس کو چیلنج نہ کردے، بعض ٹیڑھے مزاج کی بچیاں ہوتی ہیں منہ چڑھائے بیٹھی رہیں گی، کوئی کام کریں گی نہیں، ساس انھیں کوئی حکم دے گی تو اس کی اطاعت نہیں کریں گی۔ یہ دراصل ایک طرح کا چیلنج ہے، اس سے عمر رسیدہ اور بوڑھی خاتون کو یہ احسا ہوگا کہ یہ نئی بہو آئی تو اب حکومت اس کی ہوگئی۔ مجھے آپ بتائیے کہ یہ ساس کیا اپنی بہو سے خوش ہوگی؟ یہ سب باتیں خیال میں رکھنے کی ہیں، اپنے شوہر کو بھی خوش رکھے، اور خاندان کے جو دوسرے لوگ ہیں ان کو بھی جوڑے رکھے، میں نے دیکھا ہے کہ بعض لڑکیاں اپنی سسرال میں ساس سسر کے ساتھ زیادہ دنوں تک ٹک نہیں سکیں اور بہت جلد شوہر کو لے کر الگ ہوگئیں، بعض بعض بہوویں ایسی دیکھنے میں آئیں جنھوں نے پچاس پچاس سال اپنی ساس کے ساتھ نبھادیئے اور کبھی شکایت کا موقع نہیں دیا۔

اس موقع پر ہم ماں باپ سے بھی عرض کریں گے کہ وہ بچیوں کو الڑھ نہ بنائیں، ان میں متکبرانہ جذبہ پیدا نہ ہونے دیں، اور شادی کی عمر جیسے جیسے قریب آتی جائے تو بچی کی طرف خاص دھیان دیں، گاہے بگاہے انھیں نصیحت کریں اور مل جل کر رہنے، سب کو ساتھ لے کر چلنے کے طور طریقے سکھائیں، قرآن مجید کا ترجمہ اور حدیث شریف وغیرہ پڑھنے کی طرف متوجہ کریں، نماز پڑھنے کی بھی تاکید کی جائے، حقوق العباد وغیرہ بھی بتاتے رہیں، بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ قرآن و حدیث میں جہاں کوئی بشارت آئی تو اسے فوراً اپنے اوپر لاگو کر لیتے ہیں لیکن یہ نہیں دیکھتے کہ اس بشارت کو حاصل کرنے کے لئے ہم کو کیا کرنا پڑے گا، اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

(278) جو نرمی سے محروم وہ ہر خیر سے محروم

عَنْ جَرِيْرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُحْرَمِ الرِّفْقَ يُحْرَمِ الْخَيْرَ كُلَّهُ۔

(مسلم شریف: كِتَابُ الْبِرِّ وَالصِّلَةِ وَالْآدَبِ، بَابُ فَضْلِ الرِّفْقِ)

ترجمہ: ''حضرت جریرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص نرمی سے محروم کر دیا گیا وہ ساری بھلائی سے محروم ہوتا ہے۔''

یہ حدیث شریف سب چھوٹے بڑوں کے لئے، بالغ بچے بچیوں کے لئے، کاروباری لوگوں، ملازم پیشہ لوگوں نیز علماء اور طالب علموں کے لئے بھی تحفۂ نبویؐ ہے، ہم سب کو چاہئے کہ خوش اخلاق اور نرمی سے لوگوں کے ساتھ برتاؤ کریں، اس حسن اخلاق کو اللہ کے رسولؐ نے دو لفظوں میں سمو دیا کہ جو نرمی سے محروم ہوا وہ ہر طرح کے خیر سے محروم ہو گیا، اب سمجھنے کی بات یہ ہے کہ نرمی کیا ہے؟ ماں باپ کے ساتھ، ملازمین کے ساتھ، رشتہ داروں، ملنے جلنے والوں، پاس پڑوس کے لوگوں کے ساتھ ہمدردی اور رحم کے

جزبہ سے پیش آئے، کبھی اگر فطری تقاضہ یا نفس اور شیطان کے اکساوے سے کسی پر کوئی سختی کرلی ہو تو اس پر توبہ استغفار کرے، اس شخص کے لئے دعا کرے اور پھر اپنا رویہ بدل دے، ٹرینوں بسوں میں بیٹھتے وقت مسافروں کے ساتھ بھی خوش مزاجی اور نرمی سے برتاؤ کرے، ہٹو بچو، دھوم دھپاڑا خاص طور سے اہل ایمان کو کبھی نہیں کرنا چاہئے، وضع قطع اور لباس سے مسلمان اب بھی ہر جگہ پہچان لیا جاتا ہے۔ اگر اس حدیث پر کبھی طبقہ کے مسلمان بھائیوں نے عمل کیا تو انشاء اللہ اس سے حضرت رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے پہلو لوگوں کے سامنے آئیں گے۔ قرآن مجید میں خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ

ترجمہ: ’’بس یہ اللہ کی رحمت ہے کہ آپؐ ان کے لئے نرم مزاج ہیں اور اگر زبان اور دل کے سخت ہوتے تو یہ آپؐ کے پاس سے بکھر جاتے، سو آپؐ ان کے قصور معاف کیجئے اور ان کے لئے مغفرت کی درخواست بھی کرتے رہئے۔‘‘

(3۔آل عمران، آیت: 159)

حدیث میں ’’رفق‘‘ کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے معنی نرمی کے ہیں، غصہ بھی آجائے تو بہت چیخنا چلانا نہیں چاہئے بلکہ مناسب ڈھنگ سے اپنی ناراضگی ظاہر کرنی چاہئے۔ بعض لوگ تو غصہ میں گالی گلوچ اور مار پیٹ بھی شروع کر دیتے ہیں ان کی خیریت نہیں ہے، خیر و بھلائی اسی میں ہے کہ ہم اپنی مزاج کو قابو میں رکھیں، ہر جگہ سڑکوں، بازاروں، ہوٹلوں بسوں ٹرینوں میں یہی طریقہ ہونا چاہئے، سامنے والا کون ہے؟ کس سے بات کر رہے ہیں؟ اس کا بھی لحاظ ہونا ضروری ہے۔ ٹیلی فون پر بھی بات ہو رہی ہو تو بھی ادب اور تہذیب کا خیال رہے، کھرا نام نہ لیتے ہوئے ادب سے نام لیا جائے، یہ سب اس دائرہ

میں آتا ہے۔ جو رسول اللہ ﷺ نے ہم سب کے لئے نرمی کا دائرہ بنایا ہے۔

(279) کام کی صحیح ترتیب یا جلد بازی؟

عَنْ سَهْلِ ابْنِ سَعْدِ السَّاعِدِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْاَنَاةُ مِنَ اللّٰهِ وَالْعَجَلَةُ مِنَ الشَّيْطٰنِ ۔ (ترمذی شریف: اَبْوَابُ الْبِرِّ وَالصِّلَةِ، بَابُ مَاجَاءَ فِي التَّأَنِّيْ وَالْعَجَلَةِ)

ترجمہ: ''حضرت سہل بن سعد ساعدیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، وقار یعنی کام کی صحیح ترتیب اللہ کی طرف سے ہے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے۔''

کام چاہے دنیا کا ہو یا آخرت کا اور وہ کسی بھی نوعیت کا ہو، اس کے کرنے میں بندہ کو عجلت جلد بازی نہیں کرنی چاہئے، حدیث میں ''اناءۃ'' کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے معنی علماء وقار، بردباری، تحمل، کام کی صحیح ترتیب کرنا وغیرہ لکھتے ہیں، کسی بھی کام کے کرنے میں ترتیب صحیح ہو، پھر صبر و تحمل سے اس کے نتیجے کا انتظار ہو، اور کچھ مہلت بھی ہو۔ ایک دم اناڑی کی طرح کسی کام میں کود پڑنا، نہ آگے دیکھنا نہ پیچھے دیکھنا، اور کام کرنے کی صحیح تدبیر اور ترتیب بھی نہ کرنا چاہے وہ کاروبار کی لائن ہو، یا اللہ کی طرف لوگوں کے بلانے کی ہو یا اصلاح معاشرہ کی ہو یا سلطنتوں کے چلانے کی ہو، اگر بندہ نے کام کے کرنے میں صبر و تحمل، وقار اور صحیح ترتیب کرنے کا طریقہ اختیار کیا تو یہ اللہ کی ایک نعمت ہے، اس صورت میں بندہ کو اللہ کی طرف سے مدد بھی ملے گی۔ لیکن عجلت اور جلد بازی کرنا، بغیر سوچے سمجھے کوئی بھی قدم اٹھالینا یہ شیطان کی طرف سے ہے۔

امت مسلمہ کا ایک طبقہ ایسا ہے جو حدیث شریف کے پہلے حصہ پر عمل کرتا ہے اور کام کے ہونے میں صحیح

ترتیب کرنے کے بعد صبر وتحمل اور وقار کے ساتھ نتیجے کا اچھا خاصا انتظار کرتا ہے، لیکن جہاں تک دوسرے پہلو یعنی عجلت اور جلد بازی کرنے کا معاملہ ہے تو ہمارے زمانے میں دیکھا گیا کہ عوام تو عوام۔ خود قوم کے جو رہنما ہیں ان میں بھی عجلت بہت ہے، کسی بھی کام کے کرنے میں تدبر، وقار، تحمل اور بردباری سے انتظار نہیں کرتے اور کچھ مہلت بھی نہیں دیتے، جس کی بنا پر بہت سے کاموں میں ان کی ترتیب الٹ پلٹ ہو جاتی ہے اور کسی بھی کام کا صحیح نتیجہ نہیں نکلتا۔

(280) بیوی کے ساتھ بھلا برتاؤ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَکْمَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَّخِیَارُکُمْ خِیَارُکُمْ لِنِسَآئِهِمْ۔

(ترمذی شریف: اَبْوَابُ الرِّضَاعِ، بَابُ مَاجَآءَ فِیْ حَقِّ الْمَرْاَةِ عَلٰی زَوْجِهَا)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے سب سے زیادہ کامل ایمان والا وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ با اخلاق ہو، اور تم میں بہتر وہ ہے جو سب سے زیادہ اچھا ہو اپنی بیوی کے ساتھ۔''

امت مسلمہ کے طبقہ خواتین کو ہدیہ کرنے کے لائق حدیث پاک کا یہ تحفہ ہے کہ حضور ﷺ نے کامل مومن اس شخص کو بتایا ہے جس کے اخلاق بہتر اور بھلے ہوں اور سب میں بہتر اس انسان کو کہا گیا ہے جو اپنی عورت سے اچھی طرح برتاؤ کرے، اخلاق کے بارے میں جاننا چاہیئے بولنا، بتانا، لین دین، چال چلن، قول وقرار اور دنیا و آخرت کے بہت سارے معاملات ہیں جن کو کرنے میں آدمی کا مزاج اور طرز صحیح اور درست ہونا چاہیے۔ قرآن مجید میں حضرت نبیؐ کے تعلق سے فرمایا گیا۔

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ﴿4﴾

ترجمہ: ''اور آپؐ تو اخلاق کے عظیم مرتبے پر ہو۔''

(68۔القلم، آیت: 4)

غیظ وغضب، غصہ اور ایک دم سے بھڑک جانا اور ایسے فیصلے کر ڈالنا جس کے نتائج اس شخص کے لئے اور خود قوم وملت کے لئے بہت ہی خطرناک ہوں یہ سب اخلاق حسنہ میں نہیں آتے، ہم اپنے ہندوستانی مسلمانوں کو دیکھتے ہوں بقول حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ کہ ''مسلمان پٹرول کی طرح بھڑک جاتا ہے۔'' ایک مرتبہ علی میاں صاحبؒ کے ساتھ میں سفر کر رہا تھا ہماری کار ایک ٹینکر کے پیچھے چل رہی تھی، ٹینکر کی پشت پر HIGHLY INFLAMMABLE لکھا ہوا تھا، مجھے مولاناؒ نے متوجہ فرمایا اور کہا کہ دیکھئے ''بھڑک اٹھنے والا مادہ اس میں موجود ہے'' ہمارے زمانے کے مسلمانوں کی بھی یہی کیفیت ہے، ذرا سی کوئی قومی ہلچل ہوئی بھڑک جائیں گے۔ کسی نے مسجد کے سامنے باجا بجا دیا تو ٹھوک پیٹ شروع کر دیں گے پھر اس کے جو نتائج نکلتے ہیں وہ سب کو معلوم ہیں، خود اپنے یہاں شادی بیاہ ہو، ختنہ ہو تو مسجد کے پیچھے یا بازو میں جہاں گھر ہوگا وہاں خوب باجے خود ہی بجائیں گے، ایسی بہت ساری باتیں ہیں، سیاسی زندگی میں بھی مسلمانوں کا رویہ دیکھا گیا ہے کہ الٹی سیدھی حرکتیں اور بیان بازی کرتے ہیں حتیٰ کہ مساجد میں بھی اخلاق فاضلہ بہت کم لوگوں میں دکھائی دیتا ہے جو بیچارے نماز پڑھ کر چپ چاپ اپنے گھر چلے جاتے ہوں۔ ورنہ آئے دن مسجدوں کے اندر جھگڑے، دنگے، پولیس کو لے آنا، اس متولی کو ہٹاؤ، اس کو لاؤ، اس کو نکالو، اسے نماز نہ پڑھنے دو یہ بددین ہے، فلاں ہے ڈھکاں ہے ایسے فتنے ہوتے رہتے ہیں، یہ سب باتیں بداخلاقی میں آتی ہیں، کسی کی اصلاح اور سدھار کے لئے آدمی کو خود بداخلاق نہیں بننا چاہئے۔

دوسری بات جو مسلم خواتین کے لئے نبی ﷺ کا ایک بڑا تحفہ ہے، آپؐ نے فرمایا اچھا مومن وہ ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ اچھا برتاؤ اور اچھا سلوک کرتا ہو، انسان لوگوں کے ساتھ اخلاق، محبت، نرمی سے پیش آنے کے لئے بسا اوقات مجبور ہوتا ہے، کہ اگلا خفا ہو کر اڑ جائیگا تو کیا کریں گے۔ لیکن ماتحت بیوی بچے ہوتے ہیں، گھر کے لوگ ہوتے ہیں ان کے ساتھ بہت سے لوگوں کا برتاؤ اچھا نہیں ہوتا، حضور اکرمؐ کے بارے میں بے شمار احادیث ایسی ہیں جن میں آپؐ کا اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ حسن سلوک اور اچھے برتاؤ کی امت کو تعلیم ملتی ہے۔ جن احادیث میں جھلکتا ہے ان کی راویہ خود المومنینؓ ہیں۔ آپؐ گھر کے کام کاج میں حصہ لیتے تھے، ہاتھ بٹاتے تھے اپنے ہاتھوں اپنے جوتے اور پھٹے کپڑے بھی سی لیتے تھے، گھر میں کوئی چیز گم ہو گئی ہوتی اور آپؐ کی کوئی زوجہ محترمہ اس کو ڈھونڈنے میں لگی ہوتیں رہ آپؐ خود بھی ان کی مدد کرتے اور گم شدہ چیز کو ڈھونڈھنے میں لگ جاتے۔

بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ گھر میں بیویوں کے ساتھ ان کا سلوک اچھا نہیں ہوتا بیویوں کے ساتھ اچھے سلوک کی کیا بات کروں؟ کوئی تو بیویوں کو اسی ننگی گالیاں دیتا ہے کہ سننے والے کا وضو ٹوٹ جائے۔ رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث شریف سے تمام مسلمانوں کو یہ نصیحت لینی چاہئے کہ اخلاق ہمارے اچھے ہوں۔ بیویوں کے ساتھ ہمارا رہن سہن اچھا ہو۔ بات چیت اور گفتگو میں عورت کا جو وقار اور مرتبہ ہے اس کا خیال رہے، زندگی کے معاملات ہر ایک ساتھ چاہے چھوٹا ہو بڑا ہو، غریب ہو، امیر ہو، ماتحت اور ملازم ہو سب کے ساتھ اچھا اور بھلا برتاؤ ہونا چاہئے۔

(281) آگ کی دو زبانیں

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَ ذَاوَجْھَیْنِ فِی الدُّنْیَا کَانَ لَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ

لِسَانَانِ مِنْ نَارٍ۔ (ابوداؤد)

ترجمہ: ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص دنیا میں دورخا پن اختیار کرے گا، قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی بنی ہوئی دو زبانیں ہوں گی۔''

اس حدیث شریف میں بڑے زبردست عذاب کی پیش خبری حضرت رسول اللہ ﷺ نے دی ہے، اس شخص کے لئے جو دورخا پن اختیار کرے، ایسے انسان کے منہ مین قیامت کے دن آگ کی دو زبانیں ہوں گی، ابھی دنیا میں کسی کی دو زبانیں نہیں ہوتیں لیکن اللہ تعالیٰ اگر پیدا کر دیں تو آدمی بول بھی نہیں سکے گا اور بات بھی نہیں کر پائے گا، بات کرتے وقت زبان منہ میں لپ لپ کرتی ہے، کسی سے کچھ کہہ دیا اور پھر دوسرے سے کچھ اور کہا، تو مومن کے اندر یہ دوغلا پن اور دورخا پن نہیں ہونا چاہئے، اس حدیث کے پڑھنے والوں سے میں عرض کرتا ہوں کہ اس حدیث کا مفہوم بہت وسیع ہے مثلاً کوئی کاروبار اور تجارت میں ہے وہ ایک وقت کچھ کہتا ہے یا وعدہ کرتا ہے، دوسرے وقت کچھ اور کہتا ہے، وعدہ خلافی کرتا ہے، کنی کاٹ لیتا ہے، بہت سے لوگ تو امانت میں خیانت بھی کر گذرتے ہیں، اپنی شخصیت کا ایک رخ سامنے رکھتے ہیں اور دوسرے رخ کو چھپائے رکھتے ہیں دینی زندگی میں نماز کو ہی لے لیجئے اس میں بھی دکھاوے کا پہلو آتا ہے۔

وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَاۗءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا (142)

ترجمہ: ''اور جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو ہارے جی سے کسمساتے ہوئے کھڑے ہوتے ہیں وہ بھی لوگوں کو دکھلانے کے لئے اور اللہ کو نہیں یاد کرتے مگر بہت تھوڑا۔''

(4۔النساء، آیت: 142)

نماز اللہ کی رضا اور اس کی خوشی حاصل کرنے کے لئے پڑھنا چاہئے مگر بعض لوگ اس عبادت میں دکھاوا بھی شامل کر لیتے ہیں یہ بھی ایک طرح کا دورخا پن ہوا۔ علمی معاملات میں بھی دورخا پن ہوتا ہے لیکن اوپر لکھی حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ زندگی کے کسی معاملہ میں بھی دورخا پن نہیں ہونا چاہئے بلکہ ایسا رخ ہو جو فطرت کے مناسب ہو اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیم سے اس کو نسبت ہو۔

(282) دنیا کی زندگی آزمائش ہے

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ عِظَمَ الْجَزَآءِ مَعَ عِظَمِ الْبَلَاءِ وَاِنَّ اللّٰہَ اِذَآ اَحَبَّ قَوْمًا ابْتَلَاھُمْ، فَمَنْ رَّضِیَ فَلَہُ الرِّضَا وَمَنْ سَخِطَ فَلَہُ السُّخْطُ۔

(رواہ الترمذی: بَابُ مَاجَآءَ فِی الصَّبْرِ عَلَی الْبَلَآءِ)

ترجمہ: ''حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جتنی سخت آزمائش ہوتی ہے اس کا بدلہ بھی اتنا ہی بڑا ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ جب کسی قوم سے محبت کرتے ہیں تو ان کو آزمائش میں ڈالتے ہیں پھر جو اس آزمائش پر راضی ہو جاتے ہیں اور جو ناراض ہوا اللہ تعالیٰ بھی اس سے ناراض ہو جاتے ہیں۔''

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ (4)

ترجمہ: ''بیشک انسان کو پیدا کر کے ہم نے اسے مشقت میں ڈالا ہے۔''

(90۔البلد، آیت: 35)

پھر بقول قرآن مجید کے آزمائش بھی دو طرح کی ہوتی ہے۔

وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ؕ

ترجمہ: ''ہم تم کو آزمائیں گے شر میں بھی اور خیر میں بھی۔''

(21۔الانبیاء، آیت: 35)

اللہ تعالیٰ کسی کو مال دے کر آزماتے ہیں اور کسی کو غربت میں ڈال کر آزماتے ہیں۔ کسی کو طاقت اور سلطنت دے کر آزماتے ہیں، کسی کو غلامی اور ملازمت کی زندگی دے کر آزماتے ہیں، یہ سب حالت انسان کی زندگی میں آتی ہی ہے، بس سارے انسانوں کو یہ بات جان لینی چاہئے کہ دنیا میں انسان تھا نہیں یہاں بھیجا گیا ہے، اور یہاں ہمیشہ رہے گا نہیں بلکہ ایک دن چلا جائے گا، ایک امتحان کی مدت ہے جو طے شدہ وقت میں پوری ہوتی ہے، اور اس میں مختلف قسم کی آزمائش آتی ہیں لیکن اس ابتلا اور آزمائش کے سیکشن دو ہیں ایک شر اور دوسرے خیر، سہولت کے تکلیف کے، صحت کے بیماری کے، ہر چیز میں ایک اچھے پہلو کا اور دوسرے پریشانی کے پہلو کا جوڑ لگا ہوا ہے، تو بہر حال اس آزمائشی زندگی کے تعلق سے حضرت رسول اللہ ﷺ ہماری تربیت کرتے ہیں کہ جب کسی قوم کو یا فرد کو اللہ تعالیٰ کسی آزمائش میں ڈالتا ہے چاہے وہ تکلیف مصیبت کی ہو یا آرام وراحت کی ہو جو بندہ اس میں یہ سمجھ گیا کہ میرے رب نے مجھے اس حالت میں ڈال کر آزمایا ہے پھر وہ بندہ اس پر راضی رہے۔ ناراض نہ ہو، اللہ کی اور اس کے رسولؐ کی اطاعت وفرمانبرداری بھی کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس بندہ سے راضی اور خوش ہو جائیں گے۔ اور جو بندہ آزمائش میں واویلا مچائے چیخے چلائے یا مال ودولت، حکومت سلطنت صحت وطاقت پا کر اللہ کی ناراضگی کے کام میں لگ جائے تو اللہ رب العٰلمین ایسے بندہ سے ناراض ہو جاتے ہیں۔ آدمی اگر یہ سمجھے کہ مجھے دنیا میں کسی نے بھیجا ہے اور وہی میرا مالک ہے اور مجھے آزمائش کی منزل سے گذارا ہے تو مال، سلطنت حکومت طاقت، صحت تندرستی ملی اسے وہ اللہ کی نعمت سمجھے اور اللہ کا احسان وفضل مانے، جیسا کہ قرآن مجید میں حضرت سلیمان کا قول آیا ہے۔

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿15﴾

ترجمہ: ''سب تعریف تو بس ایک اللہ کے لئے ہے جس نے اپنے بہت سارے ایمان والے بندوں کے ہوتے ہوئے ہم کو فضیلت عطا فرمائی۔''

(27۔النمل، آیت: 15)

ایک جگہ یہ بھی ہے:

وَ اُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ؕ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ﴿16﴾

ترجمہ: ''لوگو! ہم کو ہر چیز دی گئی ہے اور واقعی یہ تو اللہ کا کھلا ہوا فضل ہی فضل ہے۔''

(27۔النمل، آیت: 16)

ایک اور جگہ ارشاد ہے۔

هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ ۫ لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ؕ

ترجمہ: ''یہ میرے پروردگار نے مجھے جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں اس میں مجھے آزمائش میں ڈالا ہے کہ کیا میں اس کی نعمت کی قدردانی کرتا ہوں یا ناشکری کرتا ہوں؟''

(27۔النمل، آیت: 40)

اب ہم یہ بتانا چاہیں گے کہ نعمت کی قدردانی یہ ہے کہ اللہ نے ہمیں جس نعمت سے نوازا ہے اس میں وہ خدمت خلق، دعوت الی اللہ، اللہ کی رضا کے کام ہیں ان کی طرف متوجہ ہو اور اگر کسی اور طرح کی آزمائش میں ڈالا ہے، مثلاً کوئی تکلیف اور پریشانی ہے، بیماری ہے، بھوک ہے، تنگدستی اور غریبی ہے، انسانی زندگی میں اس طرح کی اور بھی چیزیں ہو سکتی ہیں جن سے ہم سب کا واسطہ پڑتا رہتا ہے، تو ایسے موقع پر

انسان صبر کا سہارا لے، اللہ پر توکل کر کے آزمائش کے اس دور سے نکل جائے۔ آزمائش اچھی ہو تب بھی اور تکلیف کے حالات ہوں تب بھی، اس لئے کہ وقت کی خوبی ایک بزرگ نے خوب بتائی کہ وقت اچھا ہو یا برا ہو وہ گذر ہی جاتا ہے، لہٰذا اللہ کی رضا کا دامن بندہ کسی حال میں بھی نہ چھوڑے اور جوں توں کر کے زندگی گذار دے۔

(283) ہر بات انسان کے لئے وبال ہے مگر تین؟

عَنْ اُمِّ حَبِيْبَةَؓ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كَلَامُ ابْنِ اٰدَمَ عَلَيْهِ لَا لَهٗ اِلَّا اَمْرٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ نَهْيٌ عَنْ مُّنْكَرٍ اَوْ ذِكْرُ اللّٰهِ۔

(رواہ الترمذی: باب حدیث کُلُّ کلام ابن ادم علیہ لا لہٗ)

ترجمہ: ”رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت ام حبیبہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نیکی کا حکم کرنے، یا برائی سے روکنے یا اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے علاوہ انسان کی تمام باتیں اس پر وبال ہیں یعنی پکڑ کا ذریعہ ہیں۔“

اس حدیث کی راویہ حضرت ام حبیبہؓ ہیں جو امہات المومنین میں سے ہیں، اور حضرت ابوسفیانؓ کی بیٹی ہیں، حضور اکرم ﷺ نے مدنی زندگی جو کئی عورتوں سے نکاح کئے اس کا مقصد طبقہ خواتین کو علم دین سے جوڑنا تھا، تاکہ حضور ﷺ کی ازواج مطہراتؓ کے ذریعہ دین کی ہر چھوٹی بڑی بات دوسری خواتین اور عورتوں تک پہنچ جائے۔ اس سنت نبوی کو دھیان میں رکھتے ہوئے امت کے لوگوں کو بھی یہ خیال کرنا چاہئے کہ ہم بھی ملت کی بیٹیوں کو دین کی تعلیم سے جوڑیں، خاص طور پر قرآن مجید اور حدیث شریف کی تعلیم چاہے گھروں میں ہی کیوں نہ دینی پڑے بچپن سے ہی اس کا اہتمام کیا جائے۔

حضور اکرمؐ کی زوجہ محترمہ حضرت ام حبیبہؓ ابوسفیانؓ کی بیٹی تھیں، اور ابوسفیانؓ کئی جنگوں میں آپؐ کے خلاف لڑے ہیں، قریشی سرداروں میں ابوسفیانؓ کا بڑا اہم مقام تھا، فتح مکہ کے موقع پر حضرت ابوسفیانؓ ایمان لائے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمرے میں شامل ہو گئے، لیکن ان کے ایمان لانے سے پہلے ہی 6 ھ حضورؐ نے ان کی بیٹی ام حبیبہؓ جو مکہ میں ہی اپنے پہلے شوہر کے ہمراہ ایمان لے آئی تھیں ان کے بیوہ ہونے کے بعد ان سے نکاح فرمالیا تھا، تو سن رسیدہ مختلف قبائل کی اور کسی زمانے میں جو بڑے بڑے دشمن رہے ہوں ان کی بیوہ ہو جانے والی بیٹیوں سے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے نکاح فرمایا اس سے عورتوں کا میلہ لگانے کا مقصد نہیں تھا بلکہ تعلیم دین اور تعلیم کتاب وسنت میں ان کو ذریعہ بنانا تھا کہ یہ سن رسیدہ اور تجربہ کار خواتین اپنے شوہر حضور اکرم ﷺ سے ان کی خانگی زندگی میں رہتے ہوئے علم دین سیکھیں اور پھر امت کی دوسری بہو بیٹیوں تک قرآن وحدیث کی تعلیم پہنچائیں اور انھیں سکھائیں، یہ بات آج کے زمانے میں ہمارے ابناء وطن بھائیوں کے سامنے آنی چاہئے تاکہ نبی ﷺ کی سیرت پر ان کو کوئی شبہ اور اعتراض نہ ہو۔

اب ہم حدیث کی تشریح کریں گے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انسان کی ہر بات اور اس کا ہر کلام اس کے لئے آخرت میں پکڑ کا سبب بن سکتا ہے لیکن اگر وہ نیکی اور بھلائی کا حکم کرتا ہے، برائی اور بدی سے روکتا ہے۔ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو یہ تین طرح کے کلام اور بات چیت اس کے لئے پکڑ کا سبب نہیں ہیں، ان میں الحمدللہ انسان کے لئے کوئی خطرہ نہیں، البتہ ان کے علاوہ انسان کی جو بات چیت اور گفتگو ہے اس کے دو پہلو ہیں، اچھے بھی ہیں اور برے بھی لہٰذا ہر انسان کو اپنی بات چیت، گفتگو اور بول چال میں دھیان رہے کہ کوئی بھی ایسی بات اس کے منہ سے نہ نکلے جو آخرت میں اس کے لئے وبال جان

بنے، ضرورت اور کام کی جو باتیں ہوں ہو کرے اور پھر خاموش رہے یا پھر ذکر اللہ میں لگ جائے اوپر لکھی حدیث کا مضمون لئے ہوئے ایک آیت شریفہ پیش ہے۔

لَاخَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۢ بَيْنَ النَّاسِ ۭ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَاۗءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿114﴾

ترجمہ: ”(لوگوں کی بیٹھک اور) ان کے بہت سے خفیہ مشورہ میں کوئی بھلائی نہیں ہوتی ہاں مگر کوئی صدقہ دینے یا نیک کام کرنے کرانے کی بات چالئے اور لوگوں میں اصلاح ہو جائے، ایسے سب کام اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کی نیت سے کرے تو ہم ایسے شخص کو بہت بڑا اجر عطا کریں گے۔“

(4۔النساء، آیت: 114)

(284) نجات کے لئے تین باتیں

عَنْ عُقْبَةَ ابْنِ عَامِرٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا النَّجَاةُ؟ قَالَ: اَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ وَابْكِ عَلٰى خَطِيْئَتِكَ۔ (رواہ الترمذی: باب ما جاء فی حفظ اللسان)

ترجمہ: ”حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! نجات حاصل کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا اپنی زبان کو قابو میں رکھو، اپنے گھر میں رہو یعنی فضول ادھر ادھر نہ پھرو اور اپنے گناہوں پر رویا کرو۔“

کتنی سادگی ہے حضرت رسول اللہ ﷺ کے کلام میں؟ اور کیا فطری انداز ہے؟ کہ ایک شخص نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ! نجات کیا ہے یا نجات حاصل کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ تو آپؐ نے تین باتیں ارشاد فرمائیں۔

(1) اپنی زبان پر قابو رکھو، غیبت، چغلی، لگائی بجھائی والی باتوں سے اپنی زبان کو بچائے رکھو، جھوٹ اور بیکار و بے فائدہ بات چیت کہنے سے بھی بچتے رہو، جھوٹی شہادت اور گواہی نہ دو، ایسی بات نہ کہو جس سے کسی کا دل دکھے، قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ،

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ﴿70﴾

ترجمہ: ''اے ایمان والوں! اللہ سے ڈرو (اس کی اطاعت کرتے ہوئے) بات سیدھی اور ٹھیک کرو۔''

(33۔الاحزاب، آیت: 70)

(2) اگر باہر کوئی کام نہ ہو تو اپنے گھر میں رہو، بے فائدہ ادھر ادھر گشتی نہ کرو، بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ اپنے بیوی بچوں کے ساتھ گھر میں بہت کم رہتے ہیں، یہاں وہاں گھومتے رہتے ہیں اور بلاوجہ دوسروں کے گھر آتے جاتے رہتے ہیں، یہ اس کے گھر جا رہا ہے اور وہ اس کے گھر آ رہا ہے، ایسی عادتوں سے بھی منع کیا گیا ہے۔

(3) گناہ اور خطا جب ہو جائے تو اس پر رونے کی عادت ڈالے جنھیں اپنی غلطیوں پر رونا نصیب ہے ان کے لئے تو نجات کی بشارت ہے اب تو اکثر لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ اپنی غلطی اور بھول مانتے ہی نہیں اور ان پر رونا تو بڑی بات ہے بعضوں کو تو ان کی غلطی بتاؤ تو انھیں غصہ آ جاتا ہے اور برا مان جاتے ہیں انھیں اپنی بھول اور غلطی پر افسوس بھی نہیں ہوتا۔ اپنی شخصی زندگی میں نکھار لانے کے لئے اور آخرت میں نجات پانے کے لئے چاہیئے کہ ہر مومن حدیث شریف میں بیان کی گئی باتوں پر عمل کرے۔

(285) طلب رزق میں جمال کا پہلو

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَّضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْ لُ اللّٰہِ صَلَّے اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَلَا وَاِنَّ الرُّوْحَ الْاَمِیْنَ نَفَثَ فِیْ رُوْعِیْ اَنَّہٗ لَیْسَ مِنْ نَّفْسٍ تَمُوْتُ حَتّٰی تَسْتَوْفِیَ رِزْقَھَا، فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَ اَجْمِلُوْا الطَّلَبِ وَلَا یَحْمِلَنَّکُمْ اسْتِبْطَآءُ الرِّزْقِ اَنْ تَطْلُبُوْا بِمَعَاصِی اللّٰہِ فَاِنَّہٗ لَا یُدْ رَکُ مَا عِنْدَ اللّٰہِ اِلَّا بِطَاعَتِہٖ ۔ (شرح السُّنّہ للبغوی)

ترجمہ: ''حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حضرت جبریلؑ نے (اللہ تعالٰی کے حکم سے) میرے دل میں یہ بات ڈالی ہے کہ جب تک کوئی شخص اپنا (مقدر) رزق پورا نہیں کر لیتا وہ ہرگز مر نہیں سکتا، لہٰذا اللہ تعالٰی سے ڈرتے رہو اور رزق حاصل کرنے میں صاف ستھرے اور حلال طریقے اختیار کرو، ایسا نہ ہو کہ رزق کا دیر سے ملنا تم کو رزق کی تلاش میں اللہ تعالٰی کی نا فرمانی پر آمادہ کردے، کیونکہ تمہارا رزق اللہ تعالٰی کے قبضہ میں ہے اور جو چیز ان کے قبضہ میں ہو وہ صرف ان کی فرمانبرداری ہی سے حاصل کی جاسکتی ہے۔''

کھانے پینے کی چیز نہ ملے تو انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔ انسان کے علاوہ دوسرے جاندار اور ذی ارواح ہیں ان کی بھی یہی کمزوری ہے کہ انھیں کھانا پینا چاہئے۔ انسان اور تمام جانداروں کا دوسرا نقص یہ ہے کہ ایک نہ ایک دن ان کی موت ہونی ہے، زمین کی زندگی کے لئے کھانا پینا جہاں ضروری ہے وہاں موت بھی ایک ضروریات میں سے ہے، اگر موت کو اللہ تعالٰی پیدا نہ کرتا اور انسان مرتے نہیں تو دوسرے آنے والے انسانوں کے لئے جگہ خالی نہیں ہوتی، اوپر لکھی حدیث شریف میں فطرت کی عکاسی ہے اور دل کو لگتی ہوئی بات حضرت رسول اللہؐ نے فرمائی۔ وہ اللہ کے حکم سے جبریلؑ نے میرے جی میں یہ بات ڈالی انسانوں کی تعلیم کے لئے کہ کوئے نفس اور جاندار اس وقت تک مر نہیں سکتا جب تک کہ اس کے نصیب

میں اللہ نے جو رزق لکھا ہے اس کا استعمال نہ کرلے، عوام میں بھی یہ بات مشہور ہے کہ "دانے، دانے پر لکھا ہے کھانے والے کا نام" یہ جس سادگی سے بھی لوگ کہتے ہوں لیکن یہ بات بالکل صحیح ہے، رسول اللہؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب تمہارے نصیب میں لکھا ہوا رزق تمہیں ملنا ہی ملنا ہے نہ اس سے کم ملے گا نہ زیادہ ملے گا تو پھر تم رزق اور روزی حاصل کرنے کے حلال اور صاف ستھرے طریقے اختیار کرو۔ اللہ کی نافرمانی کرکے، لوگوں کے حقوق برباد کرکے، چوری ڈکیتی کرکے رزق حاصل نہ کیا جائے بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ رزق کمانے کے لئے ادھر ادھر مارے مارے پھرتے ہیں، زبان لٹکائے لٹکائے گھومتے ہیں نہ نماز کا خیال اور نہ ہی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت وفرمانبرداری کا خیال ہے، حصول رزق میں آدمی برابر کوشش کرے اور نصیب ومقدر مین لکھی ہوئی چیز کو حاصل کرنے کی کوشش کرے لیکن اس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا کوئی پہلو نہ ہو، رزق کی طلب اور تلاش میں دوڑ دھوپ اللہ نے جاری فرمائی ہے اور یہ ثواب واجر کی بھی بات ہے کہ انسان اپنی اور اپنے اہل وعیال کی ضرورت کے لئے حلال اور جائز طریقہ سے محنت کرکے روزی کمائے۔ ہم دیکھتے ہین کہ ایک چڑیا بھی اپنے چوزے کے منھ میں دانہ ڈالنے کے لئے دوڑ بھاگ کرتی ہے، انسان کو روزی کی بھاگ میں طاعت الٰہی کا خیال رکھنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ ہم سبھوں کو رزق حلال عطا فرمائے، حرام اور ناجائز رزق سے ہم سب کی حفاظت فرمائے، اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کا پابند بنائے۔ آمین۔

(286) حشر وحساب کے دن پہلا سوال نماز کا

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اَوَّلَ مَا یُحَا

سَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنْ عَمَلِهِ صَلَاتُهُ فَاِنْ صَلُحَتْ فَقَدْ اَفْلَحَ وَ اَنْجَحَ، وَاِنْ فَسَدَتْ فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ فَاِنِ انْتَقَصَ مِنْ فَرِيْضَتِهِ شَيْئٌ قَالَ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ اُنْظُرُوْا هَلْ لِعَبْدِیْ مِنْ تَطَوُّعٍ؟ فَيُكَمِّلُ بِهَا مَا انْتَقَصَ مِنَ الْفَرِيْضَةِ ثُمَّ يَكُوْنُ سَائِرُ عَمَلِهِ عَلٰى ذٰلِكَ۔

(رواہ الترمذی: بَابُ مَا جَآءَ اِنَّ اَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ الصَّلٰوةُ)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: قیامت کے دن آدمی کے اعمال میں سب سے پہلے نماز کا حساب کیا جائے گا اگر نماز اچھی ہوئی تو وہ شخص کامیاب اور بامراد ہوگا اور اگر نماز خراب ہوئی تو وہ ناکام اور نامراد ہوگا، اگر فرض نماز میں کچھ کمی ہوئی تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے دیکھو کیا میرے بندے کے پاس کچھ نفلیں بھی ہیں جن سے فرضوں کی کمی پوری کردی جائے؟ اگر نفلیں ہوں گی تو اللہ تعالیٰ ان سے فرضوں کی کمی پوری فرمادیں گے اس کے بعد پھر اسی طرح باقی اعمال روزہ، زکوٰۃ وغیرہ کا حساب ہوگا (یعنی فرض روزوں کی کمی نفل صدقات سے پوری کی جائے گی)۔''

صادق و امین حضرت محمد ﷺ نے ایسا بیان فرمایا جو ہیں حشر و حساب اور آخرت کا منظر دکھاتا ہے، فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اعمال کی نسبت سے بندہ کا جو حساب لیا جائے گ اس میں سب سے اول نماز کی پوچھ گچھ ہوگی، اگر نماز ٹھیک ٹھاک ہے تو کامیاب ہوا اور نجات پا گیا، اگر نماز ٹھیک نہیں ہے تو بندہ ناکام اور نامراد ہوا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایمان والوں کو نماز کی پابندی کرنا چاہئے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ایمان والوں کی اچھی صفات کو بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے۔

(1) الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ﴿23﴾

ترجمہ: ''جو اپنی نمازیں پابندی سے ادا کرنے میں ناغہ نہیں کرتے۔''

(70۔المعارج، آیت: 23)

(2) وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿34﴾

ترجمہ: ''اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔''

(70۔المعارج، آیت: 34)

پنجوقتہ نمازوں کے اوقات مسلسل ایک کے بعد ایک نماز کا وقت آتا رہتا ہے تو اہل ایمان مرد اور عورت برابر وقت پر نماز ادا کرتے ہی رہیں، قیام، قرأت، رکوع، سجود جتنے اچھے سے ہوسکیں اچھی طرح ادا کریں بندہ بشر ہے ہزار غلطیاں کرتا ہے، بھول چوک ہوتی ہے، کبھی بے توجہ اور بے دھیان بھی ہو جاتا ہے اسی طرح اگر نماز میں کوئی کمی ہو جائے، اوقات کی پابندی نہ کرنے سے یا عجلت سے تو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا رہے، توبہ و استغفار کرتا رہے، اور کچھ نفل نمازیں بھی پڑھتا رہے، اس لئے کہ اگر نماز میں کچھ کمی اور کوتاہی ہوئی تو حشر و حساب کے دن اللہ رب العزت اس بندہ کی مغفرت کی یہ راہ ہموار فرما دیں گے کہ محاسب فرشتوں سے کہیں گے کہ دیکھو میرے بندہ کے نامہ اعمال میں اور کیا کچھ ہے؟ کیا اس نے اپنی خوشی سے کچھ ایسی نفل نمازیں پڑھ رکھی ہیں جو میں نے اس پر فرض نہ کی ہوں، قرآن مجید میں بھی ارشاد ہے۔

فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ط

ترجمہ: ''پھر جو کوئی شوق سے آگے بڑھ کر نیکی کرے تو اس کے لئے خیر ہی خیر ہے۔''

(2۔البقرہ، آیت: 184)

اللہ تعالیٰ ان نوافل کے ذریعہ فرائض کی کمی کو پورا فرما دے گا اور حساب برابر ہو کر بندہ کامیاب ہو جائے گا اسی طرح باقی اعمال، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ کا بھی حساب ہوگا کہ فرضوں مین کمی ہونے پر نوفل سے اس کمی کو پورا کیا جائے گا۔ پس حساب و حشر کا خوف مومن اپنے اوپر طاری کرے اور فرائض کے ساتھ

نفل اعمال کا ذخیرہ بھی کرتا رہے۔ اور توبہ استغفار بھی کرے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی نمازوں کو ٹھیک اور درست فرمادے اور حساب آسان فرمائے۔ آمین۔

(287) یہ مجھ سے کہا جبریلؑ نے

عَنْ سَهْلِ ابْنِ سَعْدٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ جَآءَ جِبْرَئِیْلُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : یَا مُحَمَّدُ : عِشْ مَا شِئْتَ فَاِنَّكَ مَیِّتٌ وَّاعْمَلْ مَا شِئْتَ فَاِنَّكَ مَجْزِیٌّ بِهٖ وَاَحْبِبْ مَنْ شِئْتَ فَاِنَّكَ مُفَارِقُهٗ وَاعْلَمْ اَنَّ شَرَفَ الْمُؤْمِنِ قِیَامُ اللَّیْلِ وَعِزَّهٗ اسْتِغْنَآؤُهٗ عَنِ النَّاسِ۔

(رواہ الطبرانی فی الاوسط۔ 1/431)

ترجمہ: ''حضرت سہل بن سیدؓ فرماتے ہیں کہ حضرت جبریلؑ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: محمدؐ! آپؐ جتنا بھی زندہ رہیں ایک دن موت آنی ہے آپ جو چاہیں عمل کریں اس کا بدلہ آپ کو دیا جائے گا جس سے چاہیں محبت کریں آخر ایک دن اس سے جدا ہونا ہے، جان لیجئے کہ مومن کی بزرگی تہجد پڑھنے میں ہے اور مومن کی عزت سے بے نیاز رہنے میں ہے۔''

جو شخص بھی اس حدیث کو پڑھے گا اس کا دل حسب ذیل نکات کو اخذ بھی کرے گا اور قبول بھی کرے گا، ایک تو یہ کہ حضرت جبریلؑ کا قرآن مجید لے کر اترنا تو خود قرآن مجید سے ثابت ہے اور حدیث میں بھی اس کا تذکرہ ہے، اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ قرآن مجید لے کر اترنے کے علاوہ بھی انسانی تربیت کے لئے اور ایمان والوں کو خیر و بھلائی کی بات سے آگاہ کرنے کے لئے جبریلؑ کا بار بار آنا جانا حضرت محمد ﷺ کے پاس ہوتے ہی رہتا تھا، علماء حق کے نزدیک ''حدیث قدسی'' کی بھی ایک اصطلاح ہے ویسے اوپر لکھی حدیث پاک ''حدیث قدسی'' کے دائرے میں نہیں آتی لیکن جبریلؑ کے ذریعہ یہ ارشاد

فرمائی گئی ہے اس لئے اس حدیث کی اہمیت بہت زیادہ ہو گئی ہے۔ بہر حال حضرت جبریلؑ تشریف لائے اور فطری انداز میں خطاب فرمایا یا مُحَمَّدُ! ﷺ جو زندگی طے ہے اتنا تو آپؐ زندہ رہیں گے پھر آپؐ کو بھی ایک دن موت آنی ہے، جتنا چاہو اور جو چاہو عمال کرتے جائے بے شک تمہیں اس کی جزا اور اس کا بدلہ ملنا ہے، جس کو بھی آپؐ چاہتے ہوں یا محبت کرتے ہوں ایک دن اس سے آپؐ کو جدائی اختیار کرنی ہوگی۔ نبی ﷺ کو خطاب کر کے آپؐ کی امت کو ان تینوں باتوں کی تعلیم دی گئی ہے اس لئے ہر امتی کو اس سے عبرت اور نصیحت حاصل کرنا چاہیۓ۔

چوتھی بات حضرت جبریلؑ نے یہ فرمائی کہ مومن کا شرف، عزر، اور اس کی خوبی یہ ہے کہ رات میں اللہ کی بندگی کے لئے کھڑا ہو، اس سے تہجد کی طرف اشارہ جاتا ہے، قرآن مجید میں بھی ارشاد ہے۔

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿79﴾

ترجمہ: ’’اور رات کے اوقات میں تہجد کی نماز کے لئے کھڑے ہو جاؤ، یہ آپؐ کے لئے نفل ہے یعنی زیادہ مرتبہ والی نماز ہے، بہت قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو ایسے مقام پر کھڑا کرے گا جو (بہت ہی تعریف والا) محمود مقام ہوگا۔‘‘

(17۔بنی اسرائیل، آیت: 79)

تہجد کی نماز حضرت محمد ﷺ نے مسلسل پڑھی، امت پر فرض نہیں لیکن بڑی رحمت والی نماز دو رکعت یا چار رکعت یا آٹھ اور ہر دو رکعت میں سلام پھیرے، رات کے تین حصے کئے جائیں تو بیچ کے وقت میں تہجد کی نماز پڑھنی چاہیۓ یا پھر دو حصے کئے جائیں تو رات کے پچھلے حصہ میں پڑھنا چاہیۓ۔

پانچویں بات حدیث پاک میں یہ فرمائی گئی کہ مومن کی عزت اس میں بھی ہے کہ لوگوں سے وہ مستغنی

رہے یعنی لوگ مجھے یہ دے دیں، وہ دے دیں، میری سفارش کردیں، اس کے دروازے پر جائے اس کے دروازے پر جائے ایسا نہ کرتے ہوئے خود اپنے طور پر محنت اور جدوجہد کرے، اللہ سے دعا بھی کرے اور اسی پر توکل کرے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو مل جائے اس پر قناعت اور صبر کرے اور اس کا شکر گذار ہو، تو مومن کی عزت اور شرف ایس میں ہے کہ عوام اور خواص سے استغنا برتے اور اپنی حاجات وضروریات کے لئے دردر مارا مارا نہ پھرے۔

(288) نرمی اور مہربانی اللہ کو پسند ہے

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ يَا عَائِشَةُ ! اِنَّ اللّٰهَ رَفِيْقٌ يُّحِبُّ الرِّفْقَ وَيُعْطِيْ عَلَى الرِّفْقِ مَالَا يُعْطِيْ عَلَى الْعُنْفِ وَمَالَا يُعْطِيْ عَلٰى مَا سِوَاهُ۔

(رواہ مسلم)

ترجمہ: ''ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ! س اللہ تعالیٰ خود بھی نرم ومہربان ہیں (اور بندوں کے لئے بھی ان کے آپس کے معاملات میں) نرمی اور مہربانی کرنا ان کو پسند ہے، نرمی پر اللہ تعالیٰ جو کچھ عطا فرماتے ہین وہ سختی پر عطا نہیں فرماتے اور جز نرمی کے علاوہ کسی اور چیز پر بھی عطا نہیں فرماتے۔''

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے عائشہ! بے شک اللہ تعالیٰ رفیق ہے، یہ اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں میں سے ایک نام ہے، رفاقت، چاہت، محبت، مودت، نرمی، سہولت یہ سب معنی رفیق کے ہوسکتے ہیں، یہ ایسا لفظ ہے کہ کسی ایک لفظ مین اس کا ترجمہ کر دینا مشکل ہے، رفاقت کے ایک معنی دوستی کے بھی ہوتے ہیں، حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت رفیق ہے اس لئے وہ درگذر اور نرمی سے محبت کرتا ہے لہٰذا ہم اپنے معاملات، میل جول، رہن

سہن میں نرمی اور لوگوں کی سہولت کا خیال رکھیں۔

کسی کے اندر رفق اور نرمی کا جذبہ پیدا ہو جائے اور لوگوں کے ساتھ ہو حسن سلوک کا معاملہ کرے تو اللہ ایسے شخص کو ایسی ایسی طیزوں سے نواز دیں گے جو سختی کرنے سے مل نہیں سکتیں۔ نرمی کے علاوہ اور کسی بھی رویہ پر اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور مہربانی سے نوازتے ہی نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نرمی، لوگوں کے لئے سہولت، حسن اخلاق، ہمدردی، رحم و مہربانی والا طریقہ اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(289) دوسرے کی آنکھ کا تنکا

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُبْصِرُ اَحَدُکُمُ الْقَذَاةَ فِیْ عَیْنِ اَخِیْهِ وَیَنْسَی الْجِذْعَ فِیْ عَیْنِهٖ۔ (رواہ ابن حبان)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آدمی کو اپنے بھائی کی آنکھ کا ایک تنکا بھی نظر آجاتا ہے لیکن اپنی آنکھ کا شہتیر تک بھی اسے نظر نہیں آتا۔''

کیا خوب ہے حضرت محمد ﷺ کی تعلیم! آپؐ نے فرمایا کہ آدمی کو دوسرے کی آنکھ کا باریک سے باریک تنکا تو نظر آجاتا ہے لیکن خود اپنی آنکھ میں شہتیر یعنی بڑی لکڑی پڑی ہو وہ نظر نہیں آتی، مطلب یہ ہوا کہ لوگوں کے عیوب، غلطیاں، کمزوریاں اگر چھوٹی بھی ہوں تو ہو دکھ جاتی ہیں لیکن خود اپنے بڑے بڑے عیبوں پر نظر نہیں جاتی۔ اس حدیث سے انسان کو خود اپنی تربیت کا موقع ملتا ہے کہ دوسروں کے عیب ٹٹولنے میں اس کا پیچھا نہ کرے بلکہ اپنے عیبوں پر نظر رکھے اور انھیں دور کرنے کی کوشش کرے اس کا ایک اشارہ قرآن مجید میں بھی ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ

ترجمہ: ''اے ایمان والوں! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور ہر شخص کو دیکھنا چاہیے کہ وہ آنے والے کل (یعنی آخرت) کے لئے آگے کیا بھیج چکا ہے۔''

(59۔الحشر، آیت: 18)

(290) عذاب سے بچنا چاہو تو یہ کرو

عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ خَزَنَ لِسَانَهُ سَتَرَ اللّٰهُ عَوْرَتَهُ وَمَنْ كَفَّ غَضَبَهُ كَفَّ اللّٰهُ عَنْهُ عَذَابَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنِ اعْتَذَرَ اِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ قَبِلَ عُذْرَهُ۔ (رواه البيهقي: في شعب الايمان 6/315)

ترجمہ: ''حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنی زبان کو روکے رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے عیوب کو چھپاتے ہیں، جو شخص اپنے غصہ کو روکتا ہے یعنی پی جاتا ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے اپنے عذاب کو روکیں گے، اور جو شخص اپنے گناہ پر نادم ہو کر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے عذر کو قبول فرما لیتے ہیں۔''

اس حدیث پاک سے معلوم ہو کہ جو شخص اپنی زبان کی حفاظت کرتا ہے یعنی اسے قابو میں رکھتا ہے، بہت زیادہ بک بک پک پک نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ اس کے عیوب کو چھپائے رکھتے ہیں، اس طرح قیامت کے دن اللہ رب العزت اس سے اپنے عذاب کو روکیں گے، اور جو شخص اپنے گناہ پر نادم ہو کر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے عذر کو قبول فرما لیتے ہیں۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ جو شخص اپنی زبان کی حفاظت کرتا ہے یعنی اسے قابو میں رکھتا ہے، بہت زیادہ بک بک پک پک نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ اس کے عیوب کو چھپائے رکھتے، اسی طرح قیامت کے دن اللہ رب العزت اس شخص کو اپنے عذاب سے بچالیں گے جو اپنے غصہ کو روکنے والا ہو یعنی دنیا میں کسی کی غلطی بھول چوک دیکھ کر اسے غصہ آیا مگر غصہ کی وجہ سے بے قابو نہیں ہوا تو ایسا انسان قیامت کے دن اللہ کے عذاب سے محفوظ رہے گا، کسی کی غلطی، بھوک چوک اور نادانی پر انسان کو غصہ آنا فطری بات ہے، مؤمن کو جب غصہ آئے تو اول فول گالی گلوچ نہ بکے، مار دھاڑ، توڑ پھوڑ نہ کرے، انسانیت کی حد میں رہتا ہوا ظریفانہ طور پر اپنے غصہ کا اظہار کرے، عفو و درگذر سے بھی کام لے، جس پر غصہ ہوا ہے اسے معاف کردے۔

بندہ سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور گناہ کے بھی کام ہوتے رہتے ہیں لیکن اسے مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے جب اسے اپنی نافرمانی اور گناہ کے کام پر توجہ ہو اور احساس ہو کہ مجھ سے غلط کام ہو گیا ہے تو فوراً اپنے گناہوں پر نادم و شرمندہ ہو اور اللہ تعالیٰ سے عذر و معذرت کرے یعنی اپنے گناہوں کی معافی چاہے تو اللہ تعالیٰ اس کا عذر قبول کر لیتے ہیں اور بندہ کو معاف فرمادیتے ہیں اس لئے انسان کو اپنے برے عمل پر اڑنا نہیں چاہئے۔ بظاہر تو یہ اعمال مشکل ضرور معلوم ہوتے ہیں لیکن جن کے دل میں اللہ کا اور عذاب آخرت کا ڈر ہو ان کے لئے مشکل نہیں۔

(291) تین طرح کے لوگوں پر لعنت

عَنِ الْحَسَنِ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثَلٰثَةً رَجُلٌ اَمَّ قَوْمًا وَّ هُمْ لَهٗ كَارِهُوْنَ وَامْرَاَةٌ بَاتَتْ وَ زَوْجُهَا عَلَيْهَا سَاخِطٌ وَّ رَجُلٌ سَمِعَ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ ثُمَّ لَمْ

يُجِبْ۔ (ترمذی شریف: اَبْوَابُ الصَّلٰوۃ، بَابُ مَاجَاءَ مَنْ اَمَّ قَوْمًا وَّ هُمْ لَهٗ كَارِهُوْنَ)

ترجمہ: ''روایت ہے حضرت حسنؒ سے کہ انھوں نے انس بن مالکؓ کو کہتے ہوئے سنا کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے تین طرح کے لوگوں پر لعنت فرمائی ہے (1) وہ آدمی جو کسی قوم کی امامت کرے جب کہ وہ لوگ اسے ناپسند کرتے ہوں اور اس سے ناراض ہوں۔ (2) وہ عورت جو اس حال میں رات گذارے کہ اس کا شوہر اس سے غصہ میں ہو، (3) وہ آدمی جس نے حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کی آواز سنی پھر بھی نماز نہیں پڑھی۔''

حضرت رسول کریم ﷺ نے تین طرح کے لوگوں پر لعنت فرمائی ہے ایک تو ہو امام جس سے لوگ ناراض ہوں پھر بھی وہ ان کی امات کر رہا ہو۔ جماعت کے لوگ ان کو پسند نہ کرتے ہوں اور ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھنا چاہتے ہوں، یہ ناراضگی کسی بھی وجہ سے ہو تو ایسے امام صاحب کو زبردستی امام نہیں بنے رہنا چاہئے، ہمارے دور میں دیکھا گیا ہے کہ لوگ امامت کے لئے جھگڑے کرتے ہیں، دہلی میں ایک بڑی سطح کے عالم مجھ سے ملنے آئے، ملاقات کر کے واپس گئے تو ایک معتبر اور صاحب حیثیت انسان مجھ سے کہنے لگے کہ آپ ان سے کیوں ملے؟ میں نے کہا کیوں کیا بات ہوئی؟ تو انھوں نے بتایا کہ یہ فلاں مسجد کے امام ہیں، کبھی کوئی دوسرا نماز پڑھانے کے لئے کھڑا ہو جائے تو اس کو پکڑ کر پیچھے کھینچتے ہیں، یہ تو خیر دوسرے کی بتائی ہوئی بات ہوئی لیکن میں نے خود اپنی آنکھ سے دیکھا کہ امام صاحب نماز پڑھا رہے ہیں ایک جگہ قرأت میں بھول گئے پیچھے کسی دوسرے مسجد کے امام صاحب نماز میں شریک تھے انھوں نے لقمہ دیا لیکن امام صاحب غصہ ہو گئے انھوں نے پھر دوسرا لقمہ دیا، یہ عاجز قرآن مجید کا طالب علم ہونے کے ناطے کچھ نہ کچھ قرآن جانتا ہے یہ دوسرا لقمہ ان کا غلط تھا اور پہلا صحیح تھا اب جو امام صاحب مصلے پر نماز پڑھا رہے تھے انھیں غصہ آیا وہ نماز توڑ کر لڑنے لگے کہ تم نے غلط لقمہ کیوں دیا؟ بات آگے بڑھتے ہوئے دیکھ کر نمازیوں نے بیچ بچاؤ کیا اور مار پیٹ ہونے سے رہ گئی۔ مگر امام صاحب

اور مقتدیوں کی نماز ٹوٹ گئی اور مسجد میں شور ہونے لگا۔

یہ حدیث پاک پڑھ کر حضرت رسول اللہ ﷺ پر میرا ایمان اور بڑھ گیا کہ کیا شان کا نبیؐ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے بھیجا کہ ہوماری ہر چھوٹی بڑی حرکتوں پر حضورؐ نے ہمیں نصیحت فرمائی، میرا قلم کانپتا ہے لیکن جو ترجمہ ہے وہ لکھے بغیر چارہ نہیں، میری مجبوری ہے اس لئے زیادہ تشریح نہ کرتے ہوئے صرف یہی کہتا ہوں کہ کسی بھی امام کو لوگ ناپسند کرتے ہوں بھلے ہی وہ کتنا اچھا ہو، مسجد میں جھگڑا نہ کریں اور امام بننے کے لئے زبردسری نہ کریں، امامت کا سکہ بٹھانے کی کوشش نہ کریں، کہیں اور چلے جائیں۔ موجودہ زمانے میں ہماری مسجدوں میں سنی، وہابی، بریلوی، شیعہ، اہل حدیث، تبلیغی جماعت اور جماعت اسلامی وغیرہ کے بھی جھگڑے ہونے لگے ہیں، کسی کسی مسجد میں تو بورڈ پر لکھا بھی رہتا ہے کہ فلاں فلاں خیال کے لوگ یہاں نماز نہیں پڑھیں گے۔ اس میں بھی عام مسلمانوں سے عرض کرتا ہوں کہ یہ مسلکی جھگڑے جو ہیں اس میں پبلک کو نہیں پڑنا چاہئے، کسی مسجد میں اگر آپ کو کہا جائے کہ یہاں نماز مت پڑھئے تو آپ دوسری مسجد میں چلے جائیں، ہمارے علاقہ کی ایک مسجد میں بڑا لمبا جھگڑا ہوگیا پولیس کو مداخلت کرنی پڑی، جمعہ کی نماز بھی نہ ہوسکی، پولیس نے تالہ لگا دیا مسلمانوں نے مسجد کا متولی بنے رہنے کے لئے مسجد میں خوب مار پیٹ کی اور جمعہ کی نماز نہ پڑھی شاید ان کے نزدیک مار پیٹ کا جو ثواب ہے وہ جمعہ کی نماز پڑھنے سے زیادہ ہوگا۔ ان دونوں فریقوں میں سے جو حق پر تھا ان کے افراد کا فون آیا کہ ہم نے مقدمہ دائر کر دیا ہے اور آپ کے پاس کچھ مشورہ کے لئے آنا چاہتے ہیں۔ میں نے جوب دیا مشورہ کے لئے آنے کی ضرورت نہیں۔ آپ کا متولی ہونا اور آپ کی ہی کمیٹی کو ہونا، یا آپ کا اس مسجد میں نماز پڑھنا اگر کچھ لوگ ناپسند کرتے ہیں تو آپ لوگ دوسری مسجد میں نماز کے لئے چلے جایئے۔ اور اللہ کے لئے جھگڑے فساد سے دور رہیے۔

میں اس پوزیشن کا آدمی نہیں ہوں کہ اماموں کو نصیحت کروں لیکن وَّ ذَكِّرۡ فَاِنَّ الذِّكۡرٰى تَنۡفَعُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿55﴾ (51۔الذریت، آیت:55) (نصیحت کیجئے، نصیحت ایمان والوں کو نفع دے گی) کے تحت عرض کرتا ہوں کہ قوم کے امام کو مصلیوں کا اعتماد حاصل ہونا چاہئے، اعتماد ہی جب حاصل نہ ہو تو زبردستی کسی مسجد کا امام نہ بنے، یہی بات صدر، متولی، سکریٹری کے لئے بھی کہی جاسکتی ہے کہ وہ اس کے لئے زبردستی اور مار پیٹ نہ کریں، حضرت مولانا مرشد روحانی علی میاں صاحبؒ بہت سی جماعتوں تنظیموں اور کمیٹیوں کے صدر رہے، ایک مرتبہ کسی کمیٹی کے بارے میں کچھ بات ایسی آئی تو فرمانے لگے کہ ارکان اور ممبران میں سے کوئی ایک آدمی بھی اگر کہہ دے گا کہ آپ عہدہ چھوڑ دیجئے تو ہم اسی وقت چھوڑ دیں گے، یہ مومن کی صفت ہونی چاہئے کہ لوگ ہماری وجہ سے آزمائش فتنہ فساد اور لڑائی جھگڑے میں نہ پڑیں۔

اوپر لکھی حدیث پاک میں حضرت رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کے بارے میں بھی لعنت فرمائی جو اس حال میں رات گذار دے کہ اس کا شوہر اس سے خوش نہ ہو، اور اس آدمی پر بھی لعنت فرمائی ہے جو حَیَّ عَلَی الۡفَلَاحِ کی آواز سنے پھر بھی نماز کے لئے نہیں یعنی نماز نہ پڑھے۔ اور امام صاحب کو حضرت محمد ﷺ نے پہلے ہی جملہ کے اندر لعنت کی خبر سنا دی جو زبردستی لوگوں کے امام بنے ہوئے ہوں تو ایسے امام صاحبان کو اس حدیث پاک کو پڑھ کر اپنے رویہ پر غور کر لینا چاہئے۔

(292) روزہ اور قرآن شفاعت کریں گے

عَنۡ عَبۡدِاللّٰہِ ابۡنِ عَمۡرٍو اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ الصِّيَامُ وَ الۡقُرۡاٰنُ يَشۡفَعَانِ لِلۡعَبۡدِ يَقُوۡلُ الصِّيَامُ اَیۡ رَبِّ اِنِّیۡ مَنَعۡتُهُ الطَّعَامَ وَ الشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعۡنِیۡ فِیۡهِ وَ يَقُوۡلُ الۡقُرۡاٰنُ مَنَعۡتُهُ النَّوۡمَ بِاللَّيۡلِ فَشَفِّعۡنِیۡ فِیۡهِ فَيُشَفَّعَانِ ۔ (رواہ البیہقی: فی شعب الایمان)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ ابن عمروؓ سے رروایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! روزہ اور قرآن دونوں بندے کی سفارش کریں گے، روزہ عرض کرے گا، اے میرے پروردگار! میں نے اس بندے کو دن میں کھانے پینے اور نفس کی خواہش پورا کرنے سے روکے تھا، آج میری سفارش اس کے حق میں قبول فرما اور قرآن کہے گا میں نے اس کو رات کے سونے اور آرام کرنے سے روکے رکھا تھا، خداوندا آج اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما، تو روزہ اور قرآن دونوں کی سفارش اس بندہ کے حق میں قبول فرمائی جائے گی۔''

ان لوگوں کے لئے بشارت ہے جو قرآن مجید سے خاص شغف رکھتے ہوں اور روزوں کی پابندی کرتے ہوں خاص طور پر رمضان کے جو فرض روزے ہیں ان کی پابندی کرتے ہوں قیامت کے دن روزہ اور قرآن مجید متشکل ہو کر ان کھڑے ہوں گے۔ روزہ کہے گا کہ اے رب! میں نے بندہ کو روزہ کی حالت میں کھانے پینے سے اور دن میں اپنی بیوی کے پاس جانے سے بھی روک رکھا تھا۔ اس لئے میری درخواست ہے کہ اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرمائیے۔ اسی طرح قرآن مجید جو اللہ کا کلام ہے وہ اللہ تعالیٰ سے کہے گا میں نے آپ کے اس بندہ کو رات میں سونے سے روک رکھا تھا، یہ رات کو اٹھ کر میری (قرآن کی) تلاوت کیا کرتا تھا۔ یہاں ایک نکتہ قرآن مجید کا بھی پیش نظر رہے کہ

يَتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَھُمْ يَسْجُدُوْنَ ﴿113﴾

ترجمہ: ''راتوں میں تلاوت کرتے ہیں اللہ کی آیات اور سجدے بھی کرتے رہتے ہیں۔''

(3۔آل عمران، آیت: 113)

اس آیت میں اہل کتاب امت یہ صفت بتائی گئی کہ رات دن اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں، اوپر لکھی حدیث اور قرآن مجید کی اس آیت کے تحت ہر مومن کو قرآن مجید جو کہ کتاب اللہ ہے اس کی

تلاوت جاری رکھنا چاہئے۔ روزے تو الحمدللہ لوگ رکھتے ہیں کوئی شکایت نہیں ہے (صرف کچھ لوگوں کو چھوڑ کر) نفلی روزے بھی رکھتے ہیں، لیکن قرآن مجید کا جہاں تک تعلق ہے تو تلاوت تو کرتے ہین لیکن اس کے معنی نہیں سمجھتے، بادچاہ حقیقی کے کلام کو پڑھ لیا ثواب سے انشاءاللہ محروم نہیں گے، اس مین کوئی شبہ نہیں، میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو قرآن کو بے سمجھے پڑھنے، اس کا ظاہری ادب کرنے قغیرہ عمل کے بارے میں کہتے ہیں کہ کچھ بھی ثواب نہیں ملے گا۔ زیادتی کی بات ہوگئی۔ پڑھنے، تلاوت کرنے کا ثواب تو ملے گا ہی جب تک قرآن شریف پڑھ رہا ہے گناہ سے غیبت اور چغلی سے بچا رہے گا، اللہ کے کلام کو اپنی زبان سے جوں کا توں پڑھ رہا ہے پھر بھی ثواب کیسے نہیں ملے گا؟ لیکن بے سمجھے قرآن پڑھنے سے ہدایت نہیں ملے گی یہ بالکل سچ بات ہے، قرآن کے احکامات کی معلومات نہیں ہوگی۔

آج کے مسلم معاشرہ کا حال یہ ہے، دین داروں کا بھی حال یہی یہ کہ ماشاءاللہ قرآن تو خوب پڑھتے ہیں اللہ انھیں جزاء خیر دے لیکن معنی کے ساتھ نہیں پڑھتے، اللہ کا فضل ہے کہ ہندوستان میں علماء کرام نے اردو زبان میں بے شمار ترجمے لکھے ہیں اور اب تو ہندوستان کے مختلف علاقوں میں بولی جانے والی زبانوں میں بھی قرآن مجید کے ترجمے چھپ چکے ہیں، علماء نے قرآن مجید کے ترجمے کیوں کیے؟

اللہ کے بندوں کو اللہ کی کتاب کے احکامات سے واقف ہونے کے لئے کیے ہیں، لہاذا یہ بندہ عاجز عرض کرتا ہے کہ آپ جو قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں وہ تو کریں ہی بلکہ اگت ہوسکے تو اسے اور بڑھائیں، اسی کے ساتھ ساتھ ترجمہ سے پڑھنے کی عادت ڈالیں، زیادہ نہ ہوسکے تو روزانہ ایک ہی رکوع ترجمہ کے ساتھ پڑھیں کہ قرآن مجید کا متن بھی پڑھا اور اپنی پسند کے کسی عالم کے ترجمہ قرآن سے ترجمہ بھی پڑھا، کوئی بات اس میں سمجھ نہ سکیں اور پوچھنے کی ہو تو مقامی عالم سے پوچھ لیں۔ اللہ تعالی ہم سب کو کتاب اللہ کے احکامات کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(293) پڑوسی کے حقوق

عَنْ مُعَاوِيَةَ ابْنَ حَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقُّ الْجَارِ اِنْ مَّرِضَ عُدْتَهُ وَاِنْ مَّاتَ شَيَّعْتَهُ وَاِنِ اسْتَقْرَضَكَ اَقْرَضْتَهُ وَاِنْ اَعْوَرَ سَتَرْتَهُ وَاِنْ اَصَابَهُ خَيْرٌ هَنَّاْتَهُ وَاِنْ اَصَابَتْهُ مُصِيْبَةٌ عَزَّيْتَهُ وَلَا تَرْفَعْ بِنَائَكَ فَوْقَ بِنَائِهِ فَتَسُدَّ عَلَيْهِ الرِّيْحَ وَلَا تُؤْذِيْهِ بِرِيْحِ قِدْرِكَ، اِلَّا اَنْ تَغْرِفَ لَهُ مِنْهَا۔ (رواہ الطبرانی فی الکبیر)

ترجمہ: ''حضرت معاویہ بن حیدہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: پڑوسی کے حقوق تم پر یہ ہیں کہ اگر وہ بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت اور مزاج پرسی کرو، اگر انتقال کر جائے تو اس کے جنازہ کے ساتھ جاؤ اور کفن دفن کے کاموں میں ہاتھ بٹاؤ، اگر وہ اپنی ضرورت کے لیے تم سے قرض مانگے تو گنجائش اور سہولت کے مطابق اس کو قرض دو اور اگر وہ کوئی برا کام کر بیٹھے تو پردہ پوشی کرو، اگر پڑوسی کو کوئی نعمت ملے تو اس کو مبارکباد دو اور اگر کوئی مصیبت پہنچے تو اس کو تسلی اور دلاسہ دو، اپنی عمارت کو اس کی عمارت سے اس طرح بلند نہ کرو کہ اس کے گھر کی ہوا بند ہو جائے، اپنی ہانڈی کی مہک اور خوشبو سے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچاؤ مگر یہ کہ جو کچھ پکا ہو اس میں سے تھوڑا سا ہدیہ کے طور پر پڑوسی کے گھر بھیج دو۔''

اس حدیث مبارکہ میں پڑوسی کے حقوق بتائے گئے ہیں، اور رسول اللہ ﷺ کی زبان سے حَقُّ الْجَارِ کا لفظ نکلا ہے ''جار'' عربی میں پڑوسی کو کہتے ہیں، پڑوسی کا ذکر قرآن مجید میں بھی الگ الگ انداز سے ہے۔ اوپر لکھی حدیث مبارکہ کی تشریح پڑھنے سے پہلے مناسب ہوگا کہ قرآن مجید کی درج ذیل آیت اور اس کے ترجمہ پر قارئین نظر ڈال لیں۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ

السَّبِيۡلِ ۙ وَمَا مَلَكَتۡ اَيۡمَانُكُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنۡ كَانَ مُخۡتَالًا فَخُوۡرَا ۙ﴿36﴾

ترجمہ: ''اللہ کی بندگی پر قائم رہو اور اس کے ساتھ کسی کو بھی ساجھی نہ بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور رشتے ناطے والوں سے اور یتیموں اور محتاجوں اور قریب کے پڑوسی اور اجنبی دور کے، ہمسایہ سے بھی اچھا سلوک کرو اور تھوڑی دیر کے لئے پہلو میں بیٹھنے والے اور کروٹ کے ساتھی اور راہ چلتے مسافروں اور اپنے قبضے کے نوکر چاکر سب کے ساتھ اچھا سلوک کرتے رہو، یقیناً اترانے اور بڑائی ہانکنے والے کو اللہ پسند نہیں فرماتا۔''

(4۔النساء، آیت: 36)

قرآن مجید کی اس آیت سے آپ کو حدیث شریف کے معنی و مطلب سمجھنے میں آسانی ہوگی اور صحیح حدیث پاک اور قرآن مجید کی آیات کے جوڑ کا بھی آپ کو اندازہ ہوگا۔ آیت میں جو بات کہی گئی ہے کہ اللہ کی عبادت اور توحید پر قائم رہنے کے ساتھ ساتھ ماں باپ، رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں کے ساتھ احسان اور اچھے سلوک کا معاملہ کرے۔ جَارِ ذِی الۡقُرۡبٰی وہ پڑوسی جو رشتہ دار بھی ہو اور جَارِ الۡجُنُبِ وہ پڑوسی جو تھوڑا دور رہتا ہو۔ اور وَالصَّاحِبِ بِالۡجَنۡبِ یعنی کروٹ کے ہم نشین ساتھی، تھوڑی دیر کا پڑوسی، آج کے دور میں کہہ سکتے ہیں کہ بس، ٹرین، ہوائی جہاز وغیرہ میں پاس بیٹھے ہوئے مسافر ہوں ان کا بھی کچھ ہم پر حق ہوتا ہے جسے ادا کرنا لازم ہے وَابۡنِ السَّبِيۡلِ یعنی راہ چلتے مسافر، تمہارے نوکر چاکر، ملازمت کرنے والے، کنیز غلام ماتحت یہ سب بھی ایک طرح سے آدمی کے پڑوسی ہوتے ہیں کہ اس کے آس پاس رہتے ہیں، سودا سلف لانا، کام کرنا۔ تو ان سب سے ہی حسن سلوک اور اچھا برتاؤ کرنا چاہئے۔ اب ہم ترتیب وار ان حقوق کی تشریح کریں گے جن کا بیان اوپر لکھی حدیث میں آیا ہے۔

(1) پڑوسی بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت، مزاج پرسی اور خیر خیریت معلوم کرنے جائے، آج کے دور

میں کسی اسپتال میں ایڈمٹ ہو تو وہاں جا کر عیادت کرے، ہمت دلائے، یہ مفہوم بھی نکلتا ہے دوا وغیرہ لانے، ڈاکٹر کو بلانے میں دوڑ دھوپ اور مدد کرے، اس طرح کی اور بھی خدمات ہو سکتی ہیں۔

(2) اگر پڑوسی کا انتقال ہو جائے تو اس کے کفن دفن کے کاموں میں ہاتھ بٹائے اور اس کے جنازہ یعنی میت کے ساتھ دفنانے کے لئے جائے، حدیث کے اس حصہ میں نماز جنازہ کا ذکر نہیں ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہو نہ ہو رسول اللہ ﷺ نے یہ بات دوسرے مذہب کے ماننے والے پڑوسیوں کی میت کے لئے کہی ہو، موجودہ زمانے میں بعض سخت مزاج اور دین کی صحیح تعلیم سے ناواقف لوگوں نے ایسی چیزیں نکال لیں کہ غیر مسلموں کا جنازہ نکلے تو بے ادبی کی حرکت کی جائے اور "فِي النَّارِ وَالسَّقَر" کا لفظ کہا جائے۔ بعضوں نے تو غیر مسلموں کا جنازہ جاتے ہوئے دیکھ کر تھوک بھی دیا اس کا بڑا چرچا ہوا اور ان غیر دینی حرکتوں کی بنا پر تو ایک صوبہ میں خاصا تناؤ بھی ہو گیا، اس دور میں ہماری بڑی بدنصیبی ہے کہ کتاب وسنت کے احکام کو سمجھنا بھی نہیں اور ان پر عمل بھی نہیں کرنا اور نادانی وجہالت کی بنا پر دین کے نام سے ایسی باتیں چلا دینا جس سے اسلام دشمنی کی فضا بنتی ہو، اس سے بچنا چاہئے، ہماری اس تحریر پر کسی کو اعتماد نہ ہو تو وہ نہ جائے کسی غیر مسلم پڑوسی کی میت میں اپنے گھر بیٹھا رہے، لیکن یہ کیا ضروری ہے کہ تھوک رہے ہیں اور بے ادبی کے الفاظ کہے چلے جا رہے ہیں؟ دوسروں کو معلوم بھی ہو جاتا ہے کہ یہ ایسا کر رہے ہیں۔ یہ نکتہ ہم نے اس لئے بھی نکالا کہ حدیث پاک کے اس جملہ میں نماز کا ذکر نہیں ہے اس لئے یہ حکم صرف مسلمان پڑوسی کی میت کے لئے نہیں ہے بلکہ غیر مسلم پڑوسی کی میت کے لئے بھی ہو سکتا ہے۔

دوسری حدیثوں میں بھی آپ کو ملے گا کہ حضور ﷺ نے ایک یہودی کے جنازہ جو جاتے ہوئے دیکھا تو آپؐ کھڑے ہو گئے، بخاری شریف کے حوالہ سے یہ حدیث ہم نے 317 نمبر پر اسی حصہ

سوم میں نقل کی ہے اسے دیکھ لیں۔

(3) پڑوسی قرض مانگے کچھ ادھار مانگے، کوئی ضرورت کی چیز طلب کرے تو سہولت اور گنجائش ہو تو دیدیا جائے اس میں وہ چیز بھی آگئی جسے قرآن مجید میں "مَاعُوْن" کہا گیا ہے۔ ماعون کہتے ہیں ایسی چھوٹی چھوٹی چیزوں کو جو اکثر لوگوں کے یہاں نہیں ہوا کرتیں تب پاس پڑوس سے امنگ لیتے ہیں جیسے دیگ، نمک، ماچس، تیل، پچاوڑا، سل، سوئی دھاگا، ڈول رسی بالٹی شطرنجی وغیرہ ایک باکمال مومن کی شان یہ ہے کہ مانگنے والوں کو یہ چیزیں خوشی سے دیوے جو کام نکل جانے کے بعد اکثر واپس آہی جاتی ہیں مگر یہ انسانی خدمات کا ایک اچھا کام ہوا اگر کوئی اتنا بھی جب نہ کر سکے تو پھر وہ کس کام کا پڑوسی ہوا؟ یہ تشریح ہم نے۔ 107۔ سورۂ ماعون کی آیت 6 کی روشنی میں لکھی ہے۔

(4) پڑوسی پر کبھی ایسا وقت آئے کہ ہو کوئی برا کام کر بیٹھے یا پڑوسی کی برائی کی کوئی افواہ پھیل گئی، سماج میں اس کی بدنامی ہونے لگی۔ تو مومن پڑوسی کا کام ہے کہ اس کی پردہ پوشی کرلے، اس کے عیب اور برائی کو ڈھانک دے۔ لوگوں سے بتاتا اور کہتا ہوا نہ پھرے۔

(5) پڑوسی کو کوئی نعمت مل گئی، اس کے گھر لڑکا یا پوتا پیدا ہو گیا، کوئی بڑا عہدہ مرتبہ مل گیا۔ بیماری سے صحت تندرستی مل گئی، حادثہ ہوتے ہوتے بال بال بچ گیا، یا بیٹے بیٹی کی شادی ہوگئی۔ یا کوئی بھی ایسی چیز ہوگئی جس سے پڑوسی کو خوشی حاصل ہو تو اس کو مبارک باد دی جائے۔

(6) پڑوسی پر اچانک کوئی تکلیف اور مصیبت پڑ جاوے۔ بچہ انتقال کر گیا۔ مکان گر گیا۔ آگ لگ گئی۔ تو ایسے موقع پر اس کو تسلی اور دلاسہ دے اور اس کی ہمت بندھائے۔

(7) اپنا مکان وغیرہ بناتے وقت یہ دیکھے کہ اپنی دیوار پڑوسی کے مکان کی دیوار سے اس طرح اونچی نہ ہو کہ اس کو تکلیف ہو یا اس کے گھر کی بے پردگی ہو۔ یا اس کے گھر کی ہوا اور روشنی بند ہو جائے، یہ اخلاق کی کتنی بلندی کی بات ہے اگر مسلمان ان اخلاق کو اختیار کریں تو اسلام دشمنی کی جو فضا بن گئی ہے اس کا ایک فیصد بھی آپ کو دکھائی نہیں دے گا، آج تو مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ مکان بناتے ہیں تو گلی کی نالی کے جھگڑے ان کے درمیان چلتے رہتے ہیں اور کچہریوں تک جاتے ہیں کئی کئی سال تک مقدمے چلتے رہتے ہیں۔ برسوں ایک دوسرے سے دشمنی رہتی ہے مسلمان جب مسلمان کا پیچھا نہیں چھوڑتا تو غیر مسلم پڑوسی کے ساتھ کیا حسن سلوک کرے گا؟

(8) پڑوسی کے حقوق کے بارے میں آٹھویں جو چیز حضورؐ نے ارشاد فرمائی وہ دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا افلاسفر اور انسانوں کا خادم و ہمدرد بھی نہیں کہہ سکتا۔ آپؐ نے فرمایا کہ تمہارے گھر میں ہانڈی پک رہی ہو تو اس کی بو سے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچاؤ بعض چیزیں پکاتے بھونتے یا تلتے وقت دوسروں کو تکلیف ہوتی ہے جیسے مرچ، پیاز، لہسن وغیرہ بھونتے یا تلتے وقت کسی کسی کو چھینکیں آنے لگتی ہیں۔ تو اس سے بھی احتیاط کی جائے دوسرے یہ کہ بریانی، یا کوئی خوشبودار اور لذیذ کھانا پک رہا ہو تو اس کی بھینی بھینی خوشبو سے بھی پڑوسی اور اس کے بچوں کو تکلیف نہ پہنچائے کہ انھیں تو خوب اچھی اچھی غذا کھانے کو ملتی ہے اور ہمیں نصیب نہیں اس لئے اپنی لذیذ اور خوشبودار غذا میں سے کچھ حصہ ہدیہ کے طور پر پڑوسی کے گھر بھی بھیج دینا چاہئے۔ مسلمان اگر ان باتوں پر عمل کریں جو حدیث میں حکم کے طور پر ارشاد فرمائی گئی ہیں تو دنیا کے بہترین پڑوسی مانے جاسکتے ہیں اور جہاں مسلمان رہتا اس کے آس پاس کے لوگ اس کے اخلاق سے متاثر ہوتے۔ افسوس کہ مسلمانوں کو سلوک خود اپنے مسلمان پڑوسی کے ساتھ اچھا نہیں ہے۔ غیروں کی بات ہی کیا کرنا؟ جب ہمارے دین اور نبیؐ کی اتنی بلند اخلاقی تعلیم ہو تو سوچئے کہ ہمارا اخلاق

کتنا بلند ہونا چاہیے؟ اگر ہم ان اخلاق نبویؐ کو اختیار کریں تو اس ملک میں انشاء اللہ دعوت ایمانی کی راہیں کھلیں گی۔

(294) بدترین مخلوق کی چار نشانیاں

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْشِكُ اَنْ يَّاْتِيَ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقٰى مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اسْمُهٗ وَلَا يَبْقٰى مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُهٗ، مَسَاجِدُهُمْ عَامِرَةٌ وَّهِيَ خَرَابٌ مِّنَ الْهُدٰى عُلَمَآؤُهُمْ شَرٌّ مَّنْ تَحْتَ اَدِيْمِ السَّمَآءِ مِنْ عِنْدِهِمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةُ وَفِيْهِمْ تَعُوْدُ۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان مشکوٰۃ، کتاب العلم، فصل ثالث)

ترجمہ: ''حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا عنقریب ایک ایسا زمانہ لوگوں پر آنے والا ہے کہ اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا، اور قرآن کے حکموں پر عمل باقی نہ رہیگا صرف قرآن پڑھنے کی رسم رہ جائے گی، (ان کے زمانہ میں) مسجدیں عالی شان ہونگی مگر ہدایت سے خالی، ان کے علماء آسمان کے نیچے سب سے بدترین مخلوق ہوں گے، فتنے ان ہی سے نکلیں گے اور پھر واپس انھیں کے درمیان لوٹ جائیں گے۔''

اس حدیث پاک کے آپ عربی الفاظ پڑھیے۔ بار بار پڑھیں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ یاد بھی ہو جائے گی۔ اور آج کے ہمارے دور کے واعظین اور مقررین اور ائمہ مساجد عوام وخواص کو جلسوں مین پڑھ کر سنائیں انشاء اللہ اہل ایمان پر بڑا عام اثر ہوگا۔ حضور ﷺ نے فرمایا ایک زمانہ ایسا آئے گا۔ (معلوم ہوتا ہے شاید یہ قرب قیامت کا زمانہ ہوگا) کہ اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا، آج کا زمانہ دیکھ لیجیے کہ اسلام زندہ باد، اسلامی ہوٹل، ایک جگہ تو ہم نے اسلامی گیرج لکھا ہوا دیکھا۔ اسلام پورہ۔ مسلم پورہ۔ خوب نام ہی نام ہے مگر یہاں جوئے سٹے گالی گلوچ اور دوسری اور بھی بہت سی برائیاں ہی دیکھنے

کو ملیں گی۔ اس پر یہ کہنے میں کیا حرج ہے؟ کہ اسلام کا نام ہے، عمل نہیں۔

دوسری بات آپؐ نے ارشاد فرمائی کہ قرآن پڑھنے کی صرف رسم رہ جائے گی اس کے احکامات پر عمل نہیں رہے گا۔ دیکھ لیجئے اب آپ، یوں تو مسجدوں میں مسلمانوں کی آوا جاہی کم ہو ہی گئی ہے لیکن جو نماز کے لئے مسجد میں آتے ہیں ناظرہ قرآن مجید پڑھیں گے۔ کچھ لوگ وظیفہ کے طور پر کہف، سورۂ یٰس، سورۂ ملک، سورۂ مزمل، سورۂ واقعہ وغیرہ منتخبہ سورتیں پڑھ لیتے ہیں لیکن اس کا ترجمہ اور معنی نہیں پڑھتے، معنی جب نہیں پڑھتے تو حکم الٰہی سے ان کو واقفیت بھی نہیں ہوتی، جیسے کہ یہود اور نصاریٰ کی مذہبی کتابیں جو آسمانی ہیں ان کے یہاں بھی معنی کے ساتھ پڑھنے کا رواج نہیں ہے لیکن بہت پہلے سے ان کی کتابیں توریت اور انجیل تحریف و تبدیلی کا شکار ہو چکی ہیں۔ ہمارے یہاں کے برادران وطن کی بھی کچھ مذہبی کتابیں ہیں جن میں کافی ردوبدل کیا گیا تا کہ ہم ان کے یہاں بھی صرف ''اشلوک'' پڑھنے کا رواج ہے۔ معنی پوچھو تو معلوم نہیں۔ افسوس کہ یہی حال آج امت مسلمہ کا ہو گیا ہے کہ تلاوت تو خوب کرتے ہیں معنی نہیں جانتے اس لئے اللہ کے حکم معلوم نہیں ہوتے پھر احکامات الٰہی پر عمل کیسے ہو؟ اسی بات کی طرف رسول اللہ ﷺ نے اشارہ فرمایا ہے کہ قرآن مجید کی رسم باقی رہ جائے گی۔ اس پر عمل نہ ہوگا۔

تیسری بات جو نبی ﷺ نے ارشاد فرمائی وہ یہ کہ مسجدیں خوب عالی شان ہوں گی مگر ہدایت سے ویران اور خالی ہوں گی، یہ بھی آج کے زمانے میں ہم سب دیکھ ہی رہے ہیں۔ حضور ﷺ کے زمانے میں مسجدیں سادی تھیں، بعد میں صحابہؓ کے دور میں فتوحات ہوئیں۔ اور سلطنتیں قائم ہو گئیں تو مسجدوں میں کچھ اور سہولتیں ہو گئیں۔ پانی، کنوئیں وغیرہ باؤلیاں، حوض، پانی نہیں ہوگا تو مسجدیں آباد نہیں ہوں گی۔ آج کے زمانے می مسجدوں میں بڑے بڑے گیٹ اونچے اونچے گنبد اور مینارے ہیں۔ فرش اور رنگ وروغن، بیل بوٹے بھی خوب سے خوب ہیں اور ایسا دبدبہ ہے کہ دیکھتے ہی بنے۔ یہ سب چیزیں

اپنی جگہ پر ہیں مگر مسجد کی اصل زینت یہ ہے کہ اہل ایمان کی پیشانیاں اللہ کے سامنے سجدہ میں جھکیں۔ مسجدوں میں قرآن حدیث کے درس ونصیحت کی باتیں ہوں۔ ہدایت اور صراط مستقیم کی تلاش اور جستجو ہو۔ مسجدوں میں اللہ کی یاد اور ذکر کے لئے اعتکاف کیا جائے۔

حدیث شریف کے آخری جملہ کا ترجمہ اور تشریح کرتے ہوئے میری روح کانپتی ہے لیکن لکھنے پر مجبور ہوں۔ رسول اللہ ﷺ فرمایا کہ اس زمانے کے علماء آسمان کے نیچے سب سے بدترین لوگ ہوں گے جو آسمان کے نیچے ہیں۔ فتنے انھیں علماء کے منھ سے نکلیں گے اور انھیں کے درمیان لوٹ جائیں گے۔ موجودہ زمانہ میں مسلکی اختلافات حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، شیعہ سنی، اہل حدیث وغیرہ ان کے امام الگ ہیں ان کے امام الگ ہیں اس کے پیچھے نماز نہیں ہوگی۔ اس اس کے پیچھے نماز نہیں وہ گی۔ اب تو بعض لوگوں نے اذان میں بھی کچھ بڑھا دیتے ہیں۔ درود بھی پڑھتے ہیں تو اس طرح پڑھتے ہیں جو رسول اللہؐ کی شان اور عظمت کے منافی ہوتا ہے۔ پھر درود شریف میں وقت کے بزرگوں اور اولیاء کے نام بھی ملا دیتے ہیں۔ اور لاوڈ اسپیکر لگا کر اتنا چلاتے ہیں کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی۔

(295) بارش کی طلب کے لئے رسول اللہؐ کا طریقہ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ یَوْمًا یَسْتَسْقِیْ فَصَلّٰی بِنَا رَكْعَتَیْنِ بِلَا اَذَانٍ وَّلَا اِقَامَةٍ ثُمَّ خَطَبَنَا وَدَعَا اللّٰهَ وَحَوَّلَ وَجْهَهٗ نَحْوَ الْقِبْلَةِ رَافِعًا یَدَیْهِ ثُمَّ قَلَبَ رِدَآئَهٗ فَجَعَلَ الْاَیْمَنَ عَلَى الْاَیْسَرِ وَالْاَیْسَرَ عَلَى الْاَیْمَنِ ۔ (ابن ماجہ شریف: باب ماجاء فی صلوۃ الاستسقاء)

ترجمہ: ”حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ایک روز بارش کی دعا کے لئے نکلے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی جس میں نہ اذان تھی نہ تکبیر پھر خطبہ دیا۔ اللہ سے دعا کی۔ اور قبلہ کی جانب منھ کیا آپؐ ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے پھر چادر کو پلٹا یا داہنے حصہ کو بائیں اور بائیں حصہ کو داہیں جانب کیا۔“

جب بارش نہیں ہوتی ہے تو لوگ بہت پریشان ہوتے ہیں، پانی کے بغیر زندگی نہیں اسی لئے قرآن مجید میں فرمایا: وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ہم نے پانی سے ہر چیز کو زندگی دی۔ اللہ تعالیٰ اگر پانی نہ برسائیں تو انسانیت زمین پر باقی نہیں رہ سکتی، اس لئے پانی اور بارش بڑی نعمت ہے لیکن اکثر لوگ اس کی قدر نہیں کرتے، تاہم جب بارش میں کمی ہوتی ہے اور سوکھا پڑتا ہے، تب ان کو یاد آتا ہے اور بارش طلب کرنے کے لئے مختلف قسم کی حرکتیں کرتے ہیں، کوئی ڈھول اور باجا بجاتا ہے کچھ لوگ بتوں کو پوجتے ہیں، بعض لوگ قبروں کو سجدہ کرتے ہیں اور بھی طرح طرح کی باتیں رواج میں ہیں، لیکن خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ مکمل دین اور کامل شریعت کے داعی ہیں، آپؐ نے بارش کی دعا کے لئے جو عملی طریقہ اختیار کیا اس کا ذکر اس حدیث شریف میں ہے۔

آپؐ نے دو رکعت نماز پڑھائی، اس نماز کے لئے نہ اذان کہی گئی اور نہ تکبیر، نماز کے بعد رسول اللہؐ نے خطبہ دیا پھر قبلہ کی طرف منھ کر کے دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ سے دعا مانگی، اور اپنی چادر مبارک کو اس طرح پلٹایا کہ داہنی طرف کا حصہ بائیں طرف آ گیا اور بائیں جانب کا حصہ دائیں طرف آ گیا۔ یہ طریقہ ہے اس نماز کا جسے شرعی اصطلاح میں "صلوٰۃ استسقاء" یعنی بارش طلب کرنے کی نماز کہا جاتا ہے۔ ہمارے ملک میں جب بارش ہوتی ہے تو لوگ ناچتے ہیں گاتے ہیں، اسلام نے یہ تعلیم دی ہے کہ جب بارش ہو تو اللہ کا شکر ادا کریں، اس کا احسان اور فضل مانیں، قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهُ ۚ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيدُ ﴿28﴾

ترجمہ: "وہی ہے جو لوگوں کے مایوس ہو جانے کے بعد بارش برسا دیتا ہے اور اپنی رحمت کو پھیلا دیتا ہے، وہی سب کا ولی اور کارساز ہے اور بہت خوبیوں والا اور تعریف کے لائق ہے۔"

(42۔ الشوریٰ، آیت: 28)

اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ كَيْفَ يَشَآءُ وَيَجْعَلُهٗ
كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ
اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿48﴾ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ
لَمُبْلِسِيْنَ ﴿49﴾ فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ
اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿50﴾

ترجمہ: ''ہواؤں کو بھیجنے والا بھی اللہ ہی ہے جو بدلیوں کو ابھارتی ہیں، اللہ جس طرح چاہتا ہے ادھر میں بادلوں کو پھیلا دیتا ہے، پھر گھنگھور بادلوں کو بکھیر کر ٹکڑے کر کے دور دور تک پھیلا دیتا ہے اور تم دیکھتے ہو کہ بدلیوں کے بیچ سے اللہ تعالیٰ موسلا دھار بارش برساتا ہے اور پانے بندوں پر جب جس پر چاہتا ہے پانی برساتا ہے کہ وہ خوش خوش ہو جاتے ہیں۔ اور جب کہ اس کے پہلے یہ لوگ بارش نازل ہونے سے ناامید ہو چکے تھے۔ اللہ کی رحمت کے آثار اپنی آنکھوں سے دیکھتے رہو تو تم کو معلوم وہ گا کہ زمین مر چکی ہوتی ہے پھر اللہ بارش کے بعد اسے کس طرح زندہ کر دیتا ہے، ہقینا وہی اللہ مردوں کو زندہ کر کے دکھادے گا، وہ تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔''

(30۔الروم، آیت: 50-48)

اوپر لکھی آیات اور حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ مومن کو ہر کام ویسا ہی کرنا چاہئے جیسا رسول اللہؐ نے کر کے بتایا ہے۔ بعض روایات سے یہ بھی ثابت ہے کہ نماز استقاء کے بعد دعا کے لئے جو ہاتھ اٹھاتے ہیں تو ہتھیلیوں کو پلٹا لیا جائے اس سے بھی ایک طرح کا تذلل اور مسکنت و عاجزی ظاہر ہوگی کہ ہمارے پاس کچھ بھی نہیں رہا پانی کی ایک بوند بھی نہیں ہے اِلٰہَ الْعٰلَمِیْنَ ہماری اس قحط سالی اور سوکھے کی حالت کو خوشحالی اور باغ و بہار سر سبز و شادابی والی حالات سے بدل دیجئے۔

(296) قرآن مجید کی خوبیاں

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ اَمَا اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ يَقُوْلُ اَلَا اِنَّهَا سَتَكُوْنُ فِتْنَةٌ قُلْتُ مَا الْمَخْرَجُ مِنْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ كِتَابُ اللّٰهِ فِيْهِ نَبَأُ مَا قَبْلَكُمْ وَخَبَرُ مَا بَعْدَكُمْ وَحُكْمُ مَا بَيْنَكُمْ هُوَ الْفَصْلُ لَيْسَ بِالْهَزْلِ مَنْ تَرَكَهُ مِنْ جَبَّارٍ قَصَمَهُ اللّٰهُ وَمَنِ ابْتَغَى الْهُدٰى فِيْ غَيْرِهٖ اَضَلَّهُ اللّٰهُ وَهُوَ الْحَبْلُ الْمَتِيْنُ وَهُوَ الذِّكْرُ الْحَكِيْمُ وَهُوَ الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيْمُ هُوَ الَّذِيْ لَا يَزِيْغُ بِهِ الْاَهْوَاءُ وَلَا تَلْتَبِسُ بِهِ الْاَلْسِنَةُ وَلَا يَشْبَعُ مِنْهُ الْعُلَمَاءُ وَلَا يَخْلَقُ عَنْ كَثْرَةِ الرَّدِّ وَلَا يَنْقَضِيْ عَجَائِبُهُ هُوَ الَّذِيْ لَمْ تَنْتَهِ الْجِنُّ اِذْ سَمِعَتْهُ حَتّٰى قَالُوْا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا يَّهْدِيْ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ مَنْ قَالَ بِهٖ صَدَقَ وَمَنْ عَمِلَ بِهٖ اُجِرَ وَمَنْ حَكَمَ بِهٖ عَدَلَ وَمَنْ دَعَا اِلَيْهِ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۔ (مشکوٰۃ: باب فضائل القرآن، فصل ثانی)

ترجمہ: ”حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا کہ خبردار دنیا میں فتنہ اٹھے گا۔ میں نے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ اس سے بچنے کی ترکیب بھی بتایئے۔ آپؐ نے فرمایا کہ کتاب اللہ، اس میں خبریں ہیں تم سے پہلے لوگوں کی، اور باتیں ہیں تمہارے بعد کی اور احکامات ہیں تمہارے درمیان کے۔ وہ فیصلہ کن قول ہے، کوئی فضول بات نہیں ہے، جس نے قرآن کو زبردستی چھوڑا، توڑ کے رکھ دے گا اسے اللہ۔ جس نے قرآن کے علاوہ کہیں اور ہدایت کی تلاش کی، بھٹکا دے گا اسے اللہ، وہ ایک مضبوط رسی ہے اللہ کی طرف سے اور حکمت سے بھرپور نصیحت بھی، وہی سیدھی راہ بتاتا ہے۔ خواہشات اور نفس اس سے بے اعتدال نہ ہو سکیں گی زبانیں اس کی تلاوت سے تھکیں گی نہیں اس کتاب سے علماء کبھی بے نیاز نہ ہو پائیں گے۔ بار بار پڑھنے سے اس کے مضامین پرانے نہیں محسوس ہوں گے۔ یہ وہی چیز ہے جسے سن کر جنات بھی کہہ اٹھے کہ ”بے شک ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو راہ راست کی طرف ہدایت دیتا ہے سو ہم اس پر ایمان لے آئے“ جس نے اس کتاب کے ساتھ کہا سچ کو پہنچا۔

جس نے اس پر عمل کیا، اجر پائے گا، جس نے اس کے ذریعہ فیصلے کئے۔ انصاف کو پہنچے گا۔ جس نے قرآن شریف کی طرف دعوت دی ہدایت پائے گا وہ صراط مستقیم کی۔"

حدیث پاک کی عربی عبارت آپ نے پڑھ لی اور اس کا اردو ترجمہ بھی پڑھ لیا۔ حضرت علیؓ جو اس کے راوی ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سن کہ خبردار اس دنیا میں بڑے بڑے فتنے اٹھنے والے ہیں میں نے پوچھا یا رسول اللہ! ان سے بچنے کی ترکیب کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا "اللہ کی کتاب" اس میں ان واقعات وحالات کی بھی خبر ہے جو تم سے پہلے ہو چکے ہیں اور وہ باتیں بھی جو تمہارے بعد لوگوں کی حرکتوں کی وجہ سے ظہور میں آئیں گی۔ تمہارے درمیان ہونے والے اختلاف کے فیصلے بھی کتاب اللہ میں ہیں۔ قرآن مجید میں کوئی فضول اور بے فائدہ بات نہیں، جس نے قرآن مجید کو اکڑ اور گھمنڈ اور زور زبردستی سے چھوڑا تو اللہ تعالیٰ اسے توڑ کر رکھ دیں گے۔ اس میں چھوڑ دے یا اس کا کوئی پڑوسی، ساتھی، رشتہ دار وغیرہ بہکا دے، جس کا اشارہ قرآن مجید میں ہے۔

يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ﴿28﴾ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ ؕ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿29﴾

ترجمہ: "یہ مجھ پر کیسی بدبختی اور شامت آئی کاش میں فلاں کو اپنا دوست نہ بناتا، اس نے میرے پاس نصیحت کی بات کرنے کے بعد مجھے بہکا دیا۔"

(25۔ الفرقان، آیت: 28,29)

اس آیت کے مضمون کو ذہن میں رکھتے ہوئے دیکھئے کہ آج کے بہت سے واعظین بھی اپنی تڑک بھڑک بتانے کے لئے قرآن مجید کو نیچا دکھانے کی بات کرتے ہیں، حدیث کو اور واقعات کو اوپر اٹھاتے ہیں۔ ویسے ہم قرآن مجید کے کلام اللہ اور صحیح احادیث کے کلام الرسول ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں، یعنی قرآن

اللہ کا کلام ہے اور حدیث اس کی شرح ہے لیکن جو لوگ جعلی حدیثیں بیان کرتے ہیں جن کا نہ کوئی سر پیر ہوتا ہے اور ان کے عربی متن کا بھی جلکوئی پتہ نہیں ہوتا، ایسی ایسی باتیں کرتے ہیں جن سے لوگوں کے اعتقاد میں خرابی آتی ہے، ایسے سب واعظین اور مقررین سے بچنا چاہیئے۔ جو قرآن مجید کی تحقیر کرتے ہوں اور اس کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتے ہوں۔ ہم نے اپنے زمانے میں ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جو قرآن مجید کو گرا کر بات کرتے ہیں۔ اس حرکت سے اگر لوگوں نے توبہ نہ کی تو اللہ تعالیٰ انھیں توڑ کر رکھ دے گا۔ معاشرہ اور سماج نے اگر قرآن مجید سے بے پروائی کی تو ایسا معاشرہ بھی ٹوٹ کر بکھر جائے گا جس کا منظر ہم دیکھ ہی رہے ہیں۔

آگے آپؐ نے اور فرمایا کہ جس نے قرآن مجید کے علاوہ کہیں اور ہدایت تلاش کی اللہ اس کو بھٹکا دے گا۔ قرآن مجید ایک مضبوط رسی ہے یعنی اللہ کی وہ رسی جس کو آدمی اگر پکڑ لے تو منزل تک پہنچ جائے گا۔ اللہ سے اور رسول اللہ ﷺ سے اس کا تعلق ٹوٹے گا نہیں، قرآن حکیم میں بڑی نصیحت ہے اور صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرتا ہے۔ نفس کی بے تکی خواہشات اور بے اعتدالی سے انسان بچ جاتا ہے، قرآن مجید کو تلاوت کرنے والی زبانیں کبھی تھکیں گی نہیں اور نہ اکتائیں گی۔ قرآن مجید میں بیان کیئے گئے مضامین پرانے نہیں ہوں گے۔ یعنی اس کی ایک صفت محدث ہے جس کے معنی بالکل تازہ اور یکدم نئے کے ہوتے ہیں، قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

وَمَا يَأْتِيهِم مِّن ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمَٰنِ مُحْدَثٍ إِلَّا كَانُوا عَنْهُ مُعْرِضِينَ ﴿5﴾

ترجمہ: ”رحمٰن عالی شان کی طرف سے ان کے لئے تازہ نصیحت نامہ آیا ہے مگر اس کو بھی بے دھیان ہو کر انھوں نے ٹال دیا۔“

(26۔ الشعرآء، آیت: 5)

قرآن مجید بالکل تازہ نصیحت نامہ ہے اس میں کوئی بناوٹ اور ملاوٹ نہیں اس سے پہلے کے نصیحت ناموں میں لوگوں نے ملاوٹ اور ہیرا پھیری کردی ۔ اس سے پہلے ان میں اب کوئی ملاوٹ اور ہیرا پھیری ہوئی نہیں اور قیامت تک ہو بھی نہیں سکتی، اس لئے اس کے عجائب اور اس کے پڑھنے سننے کی لذتیں اور بشارتیں، اور اس سے تعلق رکھنے والوں کے مرتبہ کی بلندی کے دور کبھی ختم نہ ہوں گے۔ کتاب الٰہی سے علماء بے نیاز نہیں ہوسکتے۔ بار بار پڑھنے سے جی میں یہ خیال پیدا نہیں ہوگا کہ یہ تو ہوچکا اب دوسرا کچھ پڑھو جیسا کہ دوسری کتابوں کے ساتھ ہوتا ہے کہ ایک دو مرتبہ اس کے مضامین پڑھ لئے تو پھر پڑھنے کا دل نہیں ہوتا، قرآن مجید صبح شام رات دن کے اوقات میں پڑھنے کی کتاب ہے اسی لئے قرآن مجید کی سیٹنگ فٹنگ نماز میں اس طرح کی گئے کہ رات دن کے مختلف اوقات میں اس کی تلاوت ہوتی رہے۔ قرآن مجید وہ کتاب ہے جسے جناتوں نے سنا تو پکار اٹھے۔

إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا (1) يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ ۖ

ترجمہ: ”ہم نے بہت ہی عجیب قرآن سنا۔ جو بہت بھلی بات کی طرف راہ بتاتا ہے۔ بس ہم تو اس پر ایمان لاچکے۔“

(72۔الجن، آیت: 1,2)

حدیث پاک کے آخر میں آپؐ نے فرمایا کہ جس نے اس کتاب الٰہی کے سہارے سے بات کہی اس نے سچ کہا جس نے اس کے احکامات پر عمل کیا وہ اجر اور بدلہ پائے گا اور جس نے اس کے ذریعہ فیصلہ کیا اس نے ورا پورا انڈاف کیا جس نے قرآن مجید کی طرف لوگوں کو بلایا اور دعوت دی وہ سیدھے راستہ کی طرف رہنمائی کر رہا ہے۔

(297) مال کے عیب کو مت چھپاؤ

عَنْ وَّاثِلَةَ ابْنِ الْاَسْقَعِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ بَاعَ عَیْبًا لَّمْ یُبَیِّنْہُ لَمْ یَزَلْ فِیْ مَقْتِ اللّٰہِ وَلَمْ تَزَلِ الْمَلٰٓئِکَۃُ تَلْعَنُہٗ۔

(ابن ماجہ شریف: اَبْوَابُ التِّجَارَاتِ، بَابُ مَنْ بَاعَ عَیْبًا فَلْیُبَیِّنْہُ)

ترجمہ: ''حضرت واثلہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے فروخت کرتے وقت مال کا عیب ظاہر نہ کیا وہ ہمیشہ اللہ کے غضب میں مبتلا رہے گا اور ہمیشہ ہمیشہ فرشتے اس پر لعنت بھیجتے رہیں گے۔''

یہ حدیث ایسے تاجر کے بارے میں ہے جو عیب دار چیزیں بیچتا ہو۔ خریدنے والوں سے چیزوں کے عیب کو بیان نہ کرے واضح نہ کرے، ایک مطلب اس کا یہ بھی نکلتا ہے کہ چیزوں کا عیب چھپانے کے لئے بہت اچھی پیکنگ کردے، موجودہ دور میں ہم دیکھتے بھی ہیں کہ باہر سے پیکنگ بہت اچھی ہے لیکن اندر مال خراب ہوتا ہے، ایسا تاجر ہمیشہ اللہ کے غضب اور ناراضگی میں رہے گا، فرشتوں کی بھی اس پر لعنت و پھٹکار ہوتی رہے گی۔ لوگ اسلام کے بارے میں سمجھتے ہیں کہ وہ کوئی دھرم اور مذہب ہے بلکہ اسلام ایک دین ہے، دین کہتے ہیں پوری زندگی کے بندوبست کو، امیر، غریب، نوکر، مالک، رعایا، بادشاہ سب کی زندگی میں ایسے مرحلے آتے ہیں کہ انھیں دین کی رہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے، قرآن میں زندگی کی بہت سی گتھیوں کو سلجھایا گیا ہے۔ حدیث میں جو رسول اللہ ﷺ کی نصیحتیں ہیں ان کو بھی دیکھنے کی ضرورت ہے۔

بہت سے لوگ کاروبار میں اپنی چیزوں کے عیب چھپاتے ہیں یہ دین اسلام میں پسندیدہ بات نہیں ہے

اگر غلطی سے ایسا ہو جائے اور خریدار چیز کا عیب دیکھ کر اسے واپس لائے تو لے لیا جائے یا اس کی ضرورت کی نہ ہو اسے بدل کر دوسری لینا چاہے تو بدل دیا جائے، یا مال واپس رکھ لے اور اس کا پیسہ واپس کر دیا جائے ان صورتوں مین تاجر اللہ کے عذاب اور اس کی ناراضگی نیز فرشتوں کی لعنت سے بچ سکتا ہے، ایک صورت یہ بھی ہے کہ مال جیسا ہو ویسا ہی اسے کھلا ہوا (OPENLY) رکھے، جیسے منڈیوں میں پھل فروٹ کو الگ الگ چھانٹ کر رکھتے ہیں یہ اونچا ہے اس کا یہ ریٹ ہے یہ میڈیم ہے اس کا یہ بھاؤ ہے یہ تھرڈ کلاس کا یہ اتنے میں ہے، تو یہ ایک اچھی بات ہے کہ خریدنے والے کے سامنے اب اوپن ہے وہ اپنی پسند اور ضرورت کے مطابق جو چاہے لے لے، اس ایمانداری سے جہاں تجارت میں خیر و برکت ہوگی وہاں ان کی ایمانداری، اخلاص اور سچائی کے مارکیٹ میں چرچے بھی ہوں گے۔ مومن معاشرہ کو فائدہ بھی پہنچے گا۔ دنیا و آخرت میں ان کی عزت بھی بڑھے گی۔

(298) وصیت میں ایک تہائی کی اجازت

عَامِرِ ابْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ مَرِضْتُ عَامَ الْفَتْحِ حَتّٰى اَشْفَيْتُ عَلَى الْمَوْتِ فَعَادَنِىْ ﷺ فَقُلْتُ اَىْ رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِىْ مَالًا كَثِيْرًا وَّلَيْسَ يَرِثُنِىْ اِلَّا ابْنَةٌ لِّىْ اَفَاَتَصَدَّقُ بِثُلُثَىْ مَالِىْ قَالَ لَا قُلْتُ فَالشَّطْرُ قَالَ لَا قُلْتُ فَالثُّلُثُ قَالَ الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيْرٌ اَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ اَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِّنْ اَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَّتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ:

ترجمہ: ''عامر بن سعد اپنے والد حضرت سعدؓ روایت کرتے ہیں انھوں نے فرمایا کہ میں فتح مکہ کے سال بیمار ہو گیا حتی کہ مجھے اپنی موت کا یقین ہو گیا، حضورؐ میری عیادت کے لئے تشریف لائے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے پاس بہت سا مال ہے اور میری ایک لڑکی کے علاوہ کوئی وارث نہیں۔ کیا میں دو تہائی صدقہ نہ کر دوں؟ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کیا تو پھر آدھا مال صدقہ کر دوں؟

آپؐ نے فرمایا نہیں، میں نے عرض کیا تو پھر تہائی مال صدقہ کر دوں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں ایک تہائی کر سکتے ہو اگر چہ وہ بھی بہت زیادہ ہے اپنے ورثاء کو مال دار چھوڑنا اس سے بہتر ہے کہ تم انھیں فقیر چھوڑ کر مرو اور وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔"

عامر بن سعدؓ اپنے والد حضرت سعدؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فتح مکہ کے سال بیمار ہو گئے۔ یہاں تک کہ موت کا اندیشہ ہونے لگا، حضرت رسول اللہؐ ان کی عیادت اور مزاج پرسی کے لیے تشریف لے گئے، اس سے معلوم ہوا کہ بیمار کی عیادت اور مزاج پرسی کے لیے جانا سنت نبویؐ ہے، بہر حال جب نبیؐ عیادت کے لیے تشریف لائے تو بیمار صحابی حضرت سعدؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میرے پاس مال بہت ہے اور ایک بیٹی کے علاوہ میرا کوئی وارث نہیں ہے تو کیا میں اپنے مال کا دو تہائی حصہ دوسروں کے لئے صدقہ اور خیرات کر دوں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ نہیں پھر صحابیؓ نے پھر عرض کیا، کیا ایک تہائی مال خیرات کروں؟ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں ایک تہائی دوسروں کے لیے صدقہ کر سکتے ہو، اسی کے ساتھ آپؐ نے فرمایا ایک تہائی مال بھی زیادہ ہے، بہتر بات یہ ہے کہ مرنے والا اپنے ورثاء کو مال دار چھوڑے، اپنے ورثاء کو فقیر اور محتاج نہ چھوڑ جائے کہ وہ لوگوں کے سامنے سوال کرنے اور بھیک مانگنے کے لیے ہاتھ پھیلائیں یہ بہتر اور بھلا کام نہیں ہے، اس سے ہر کوئی سمجھ سکتا ہے کہ اسلام دین فطرت ہے۔ اناڑیوں کا دین نہیں ہے۔

اس حدیث میں صدقہ کی اجازت طلب کرنے والے صحابی رسولؐ ہیں ان کے خیال میں یہ بات ہوگی کہ وارثوں میں میرے صرف ایک بیٹی ہے اور مال بہت ہے، اکیلی لڑکی اتنا سارا مال کیا کرے گی، ادھر میری موت بھی قریب آ گئی ہے تو میں اپنے مرنے سے پہلے اپنے مال کا کچھ حصہ صدقہ خیرات کر دوں؟

دو تہائی مال خیرات کرنے کی اجازت چاہی تو اس کو رسولؐ نے ''نا'' کہہ دیا۔ پھر آدھا مال صدقہ کرنے کی اجازت چاہی اسے بھی آپؐ نے ''نا'' کہہ دیا، پھر انھوں نے ایک تہائی (one third) صدقہ کرنے کی اجازت مانگی تو فرمایا حضورؐ نے ایک تہائی صدقہ کرنے کی اجازت عطا فرمادی۔ اور فرمایا کہ ایک تہائی صدقہ کرنا بھی بہت ہے، اپنی اولاد اور اپنے وارثوں کو صاحب مال چھوڑنا بہتر ہے اس سے کہ ان کو فقیر اور محتاج چھوڑا جائے۔

حدیث پاک کے اس آخری جملہ سے دو باتیں سمجھ میں آرہی ہیں۔ ایک تو یہ کہ وراثت وغیرہ کے جو قوانین علماء بتاتے ہیں وہ انھیں سے پوچھنا چاہیے، علماء کرام یہ بھی بتاتے ہیں کہ غیر وارث کے لئے صرف ایک تہائی مال میں وصیت کی جاسکتی ہے شاید اسی حدیث سے یہ مسئلہ علماء نے نکالا ہو۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ آدمی خیر خیرات میں اتنا آگے نہ بڑھ جائے کہ خود یا اس کی آل اولاد محتاج ہو جائے اور اپنی ضرورت کے لئے دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلائے جیسا کہ ارشاد ہے۔

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا ﴿29﴾

ترجمہ: ''اور (بخیلی پر آمادہ ہوکر) اپنے ہاتھ گردن سے نہ باندھ لینا، اور ہر طرح سے ہاتھ کھول کر خرچ پر خرچ مت کرنا ورنہ ملامت سننی پڑے گی اور تھک ہار کر پڑے پچھتاؤ گے۔''

(17۔ بنی اسرائیل، آیت: 29)

ایک تو یہ کہ کنجوس مکھی چوس کی طرح دونوں ہاتھ گردن پر باندھے لئے کہ کسی کو کچھ دینا ہی نہیں، بعض کنجوس تو ایسے ہوتے ہیں کہ خود پر بھی خرچ نہیں کرتے، یہ ٹھیک بات نہیں ہے اور ایسا بھی نہ ہو کہ دونوں ہاتھ کھول کر خوب خرچ کئے اور پھر خود ہی فقیر ہو گئے، ملامت زدہ اور بے سہارا قیدی بن کر رہ گئے یہ بھی اچھی بات نہیں ہے اسلام کے ہر کام اور عمل میں میانہ روی اور بیچ کے راستے کا منظر دکھائی دے گا، اس لئے

مرنے والے کو بھی چاہئے کہ ایک تہائی میں جو کچھ وصیت اور خیر خیرات کرنی ہو وہ کر لے اور باقی مال اپنے وارثوں کے لئے چھوڑ جائے جو اس کے مرنے کے بعد وارثوں کے کام آئے اور وارثوں کو اپنی ضرورت کے لئے در در بھٹکنا پڑے۔

(299) مخلوق، اللہ کا کنبہ

عَنْ اَنَسٍ وَّ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْخَلْقُ عِیَالُ اللّٰہِ فَاَحَبُّ النَّاسِ اِلَی اللّٰہِ اَنْفَعُھُمْ لِعِیَالِہٖ ۔ (کنز العمال)

ترجمہ: ''حضرت انسؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ بے شک حضرت نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا کہ سب مخلوق اللہ کا کنبہ ہے، اس لئے لوگوں میں اللہ کو زیادہ محبوب وہ بندے ہیں جو اس کی مخلوق کو زیادہ نفع پہنچائیں۔''

حضرت محمد رسول اللہؐ کَافَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا ہیں رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ (تمام جہانوں کے لئے رحمت) بھی ہیں یعنی ساری انسانیت کو بشارت وخوشخبری سنانے والے، عذاب سے ڈرانے والے ہیں اور سارے عالم کے لئے رحمت بھی ہیں، عالم میں سب لوگ آ گئے۔ اللہ تعالیٰ کی دوسری جو مخلوق ہے اس پر بھی آپؐ رحمۃ للعالمین ہیں، اس حدیث پاک میں حضرت محمدؐ فرماتے ہیں مخلوق اللہ کا کنبہ ہے، یہ بڑی عجیب تمثیل ہے، کنبہ، قبیلہ، خاندان وغیرہ کے عیب سے اللہ کی ذات پاک ہے، لیکن اس مثال سے نبیؐ یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ اللہ کی کوئی بھی مخلوق ہو، جس طرح تمہیں اپنے کنبہ اور خاندان کے لوگوں سے محبت ہوتی ہے اسی طرح اللہ کی مخلوق سے بھی محبت ہونی چاہئے تمام انسانوں کا اللہ کی مخلوق ہونے میں کوئی فرق نہیں ہے، اس میں کافر، مشرک سب آجاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ شخص بہت محبوب اور پسندیدہ ہے جو اللہ کے کنبہ یعنی مخلوق کے کسی بھی فرد کو نفع پہنچائے۔

اس سے اس عاجز کے نزدیک یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ خیر خیرات کرنے میں، خدمت کرنے میں، بیماروں کو اسپتال پہنچانے میں، بھوکوں کو کھانا کھلانے میں، غریبوں کو کپڑا پہنانے وغیرہ جیسے کاموں میں مسلم غیر مسلم ذات پات، کالے گورے کی کوئی تمیز یا فرق کسی مسلمان کو نہیں کرنا چاہئے۔

بعض لوگ غیر مسلموں کے ساتھ خیر خیرات کرنے کو برا مانتے ہیں جب کہ قرآن وحدیث میں میری نظر سے کوئی ایسی چیز نہیں گذری ہے، نبیؐ اور صحابہ کرامؓ کی تو بڑی بات ہے ہمارے بزرگوں میں سے ایک بزرگ امام ابوحنیفہؒ کا واقعہ ہے کہ ان کے پڑوس میں ایک خاتون رہتی تھی اسی کے گھر کی طرف سے حضرت امام صاحبؒ کا آنا جانا تھا، جب راستے سے گذرتے تو یہودی خاتون ان پر گھر کا کوڑا کچرا ڈال دیتی، ایک مرتبہ وہ بیمار پڑ گئی اور کئی دنوں تک ابوحنیفہؒ پر کچرا نہیں ڈال سکی، اس سے امام ابوحنیفہؒ کو خیال ہوا اچانک یہ کیا بات ہوگئی، پتہ چلا کہ وہ عورت بیمار ہے تو حضرت امام ابوحنیفہؒ نے اس کی عیادت فرمائی اور اس کے گھر گئے، خود حضرت خاتم جالنبیینؐ کے ساتھ مکہ میں اسی طرح کا واقعہ ہوا کہ ایک بوڑھی مشرکہ خاتون پر کچرا پھینکتی تھی، جب وہ بیمار ہوگئی اور آپؐ کو اس کی بیماری کی اطلاع ملی تو آپؐ نے اس کے گھر جاکر مزاج پرسی اور عیادت فرمائی۔ اس طرح کے بہت سے واقعات سیرت اور سوانح کی کتابوں میں پڑھنے کو ملتے ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر مسلموں سے قطع تعلق کرنا اسلامی تعلیم نہیں حدیث میں تو یہاں تک آیا ہے کہ حضورؐ کی وفات کے وقت آپؐ کی زرہ مبارک ایک یہودی کے پاس رہن رکھی ہوئی تھی۔ تو اب غیر مسلموں سے ترک کا کیا سوال؟

یہ جو ہمارے یہاں کے جوشیلے جوان اور کم عقل لوگ دین کے بارے میں ایسی باتیں کرتے ہیں اس سے انسانیت کو نفرت ہوتی ہے، اسلام دین رحمت اور دین حق ہے لہذا ہم اسے اپنی بد اخلاقی اور بد کرداری سے اقوام عالم کی نگاہ میں بگاڑ کر پیش نہ کریں۔ آج کل مسلمانوں کی نئی نئی تنظیمیں جن کا مزاج

قومی اور سیاسی بہت زیادہ ہے۔وہ دین کی اصطلاحات بھی استعمال کرنے لگے ہیں جیسے جہاد وقتال وغیرہ جب کہ جہاد مومنین کے لئے زندگی کے وسیع میدان میں لاگو ہے جہاد کی آخری سرحد پر قتال کی سرحد شروع ہوتی ہے تب قتال کے لئے امیرالمومنین کا ہونا شرط ہے۔اس کے پہلے دعوت ایمانی کی طرف اپنے دور کے لوگوں کو اللہ کی توحید کا قرآن مجید کی تعلیم کے ذریعے تعارف کرایا جائے تاکہ مخلوق پر حجت قائم ہو۔اس کے بعد اگر مخالفین ہم سے مارکوٹ قتل وغارت گری کرنے لگیں تب داعیان حق کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں اٹھ کھڑے ہوں۔یہ احکامات قرآن اور سنت رسولؐ کا نچوڑ ہے۔

اسی کے مطابق تمام مسلمانوں کا عمل ہونا چاہئے۔خاص طور پر ہندوستانی مسلمانوں سے کہتا ہوں کہ آپ سے لین دین کرنے والے، آپ کے پڑوسی آپ کے دفتر اور کارخانہ میں جو غیر مسلم ملازم ہوں ان سب کے ساتھ معاملات اچھے ہوں اس طرح کہ اخلاق اور معاملات وغیرہ میں ہمارے اہل وطن ہمیں دیکھیں تو ان کو ایسا لگے کہ یہ اخلاق میں ہم سے اونچا ہے۔

پس مسلمان کو سمجھنا چاہئے کہ موجودہ زمانے میں ایسی ایسی تنظیمیں اٹھ کر کھڑی ہوتی ہیں ان کے ایسے ایسے لٹریچر اور فلسفے ہیں جن کا اسلام سے اور کتاب وسنت سے کوئی جوڑ نہیں ہے لیکن نام برابر وہ دین کی اصطلاحات کا لیتے ہیں، اس سے چوکنے رہیں اور اس بگاڑ کو اہل ایمان اپنے اندر نہ آنے دیں، خدمت خلق کا جہاں تک تعلق ہے اس میں کوئی بھی مسلم غیر مسلم، مذہبی غیر مذہبی کی تفریق نہ وہ، اس تفریق والے روگ نے یہاں تک جڑ پکڑ لی ہے کہ خود مسلمانوں کے اندر بھی شیعہ، سنی، وہابی، بریلوی، اہل حدیث وغیرہ کی ایسی تفریق اور دشمنیاں ہوگئی ہیں کہ ایک دوسرے کی مسجدیں جلانے اور اجاڑنے لگ گئے ہیں۔مسجدوں سے نکال باہر کرنے لگے ہیں، یہ دراصل مزاج کے اندر جو فساد شروع ہوا تھا مسلم اور غیر مسلم سے وہ اب خود اپنے گھر کے اندر گھس گیا ہے۔اس لئے میں اپنے نفس کو اور عام مسلمانوں کو نصیحت

کرتا ہوں کہ اس عیب سے بچیں، خلق خدا ہے۔ اور ہم سب اللہ کے ایک کنبہ کے افراد ہیں، دوسروں کو ہم سے جو بھی نفع اپنی حیثیت کے مطابق پہنچ سکے اسے ہم ضرور پہنچاتے رہیں۔ اسی طریقہ کو اختیار کر کے ہم اپنے اہل وطن بھائیوں کو دعوت ایمانی کا تعارف کرا سکیں گے۔

(300) میت کے چھوڑے ہوئے مال کی تقسیم

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اقْسِمُوا الْمَالَ بَیْنَ اَھْلِ الْفَرَآئِضِ عَلٰی کِتَابِ اللّٰہِ فَمَا تَرَکَتِ الْفَرَآئِضُ فَلِاَوْلٰی رَجُلٍ ذَکَرٍ۔ (ابن ماجہ شریف)

ترجمہ: ''حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق میراث وارثوں میں تقسیم کرو۔ جو ان سے بچے وہ میت کے قریبی رشتہ داروں کا ہوگا۔''

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا میراث کا مال وارثوں میں اللہ کے حکم کے مطابق تقسیم کرو۔ حدیث میں جو حکم ہے وہ قرآن مجید کی تفسیر اور شرح ہے، صحیح احادیث جتنی بھی ہیں ان کی خوبی یہ ہوتی ہے کہ قرآن مجید کی کسی نہ کسی آیت کی کھلاوٹ اور شرح اس میں ہوتی ہے تا کہ امت کو تفصیلی احکامات معلوم کرنے میں کوئی دشواری نہ رہے، پس جاننا چاہئے کہ جب تک آدمی زندہ ہے تب تک وہ اپنے مال کا مالک ہے۔ اور جب آدمی یا کسی عورت کی وفات ہوئی پھر اسکا چھوڑا ہوا مال اس کے وارثوں کا مال ہوا، کتاب وسنت کے حکم کے مطابق یہ مال ورثاء کے درمیان ان کے اپنے اپنے حصوں کے حساب سے تقسیم کردیا جائے گا، وراثت تقسیم کرنے کی تفصیلات مقامی علماء سے ضرور پوچھ لینا چاہئیے الحمد للہ ہمارے ہندوستان میں علماء وراثت کے بارے میں بہت ہی مفصل احکامات بتلاتے ہیں لوگوں کو چاہئیے کہ میت کی میراث تقسیم کرنے کے مسائل علماء سے پوچھیں، کتاب وسنت کا مزاج یہ ہے کہ جیسے ہی کسی آدمی یا عورت کا انتقال ہوا۔ تو اس کی نماز جنازہ اور تدفین ہوجانے کے بعد اس کا

مکان، دکان کھیت کھلیان، مال جائیداد اور آج کے زمانے میں بینک بیلنس جو بھی ہے، سونا، چاندی، سامان تجارت سب کا سب وارثوں کے درمیان تقسیم ہونا ہی ہونا ہے۔ وارثوں کے حصے قرآن وحدیث میں مقرر ہیں یہاں ہم اس پر بحث نہیں کریں گے بلکہ یہ کہنا ضروری سمجھتے ہیں کہ مسلمان چاہے خوش ہوں یا ناراض ہوں، میراث کی تقسیم میں ہمارا عمل برابر نہیں ہے۔ مرنے والا مر گیا تو تیجہ، فاتحہ، دسواں، چالیسواں، برسی اور قرآن خوانی تو کرتے ہیں، اس سے میں منع نہیں کرتا لیکن کچھ لوگوں کو چھوڑ کر اکثر مسلمان میراث کی تقسیم نہیں کرتے، لڑکیوں اور خواتین کا حصہ تو بالکل نظر انداز کر جاتے ہیں۔ لڑکے ہی آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں، کہیں کہیں تو ایسے کمزور ایمان اور لالچی لوگ ہیں کہ میت کا بڑا لڑکا ہی میراث کا پورا مال ہضم کر لیتا ہے۔ کچھ تو پہلے ہی اپنے نام سے کرا لیتے ہیں، یا پھر میراث کی تقسیم میں دیر لگا کر مال کو خرد برد کر دیتے ہیں، یہ سب کام گناہ کے ہیں، جو لوگ میراث تقسیم نہ کریں یا کرنے نہ دیں وہ بہت بڑے گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔

موجودہ ہندوستانی میں ہم اسلام کی بات کرتے ہیں لیکن ہماری زندگیوں میں مکمل طور پر اسلام دکھائی نہیں دیتا۔ مسلم محلوں میں جائیے تو اذان، نماز جمعہ وغیرہ الحمدللہ دکھ پڑتے ہیں۔ رمضان کے روزوں میں بھی ایک طرح کی منظر کشی ہوتی ہے۔ مگر میراث کی تقسیم کا رواج مسلمانوں کے درمیان نہ ہونے کی وجہ سے تقسیم وراثت کا منظر دکھائی نہیں دیتا۔ مسلمانان ہند سے میری درخواست ہے کہ وہ اسلام کو اگر چلتا پھرتا دکھانا چاہتے ہیں تو میراث کی تقسیم پر وہ سختی سے عمل کریں۔ اس میں مردہ کا تو کوئی نقصان ہے نہیں، وہ تو مر گیا اور اس کی جان چھوٹی، اب اس کا چھوڑا ہوا مال اس کے وارثوں، لڑکے لڑکیوں، مرنے والے کی بیوی اور ماں باپ وغیرہ میں تقسیم ہو جائے گا۔ تقسیم میراث میں سب وارثوں کا پورا پورا حصہ دینے کے بعد کوئی چیز اگر بچتی ہے تو وہ میت کے قریبی جو دوسرے رشتہ دار ہیں ان کو دیا جائے گا، قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿8﴾

ترجمہ: ''اور جب جوراثت کی تقسیم کے وقت رشتے ناطے والوں کے ساتھ یتیم محتاج بھی حاضر ہوں تو ان کو بھی اس میں سے کھلا دو اور بات کہو تو ان کو بھلے آدمیوں کی اچھی سی بات کہہ دو۔''

(4۔النسآء، آیت: 8)

تقسیم میراث کے وقت لوگ تو جمع ہوں گے ہی، اس موقع پر مساکین، یتیم اور غریب رشتہ دار آجاویں تو ان بھی کچھ کھانا کپڑا روپیہ پیسہ دے دو، اسلام کا جو مزاج ہے اور معاشی سانچے ڈھانچے میں اس کے جو اصول ہیں وہ مال کو گردش میں لے آنا ہے۔ مرنے والا تو مر گیا لیکن اس کا مال اس کے کئی وارثوں کے درمیان تقسیم ہو جائے گا۔ کچھ بچ جائے گا تو قریبی رشتہ داروں وغیرہ کو دے دیا جائے گا، تقسیم میراث والا عمل چوری چھپے نہیں ہونا چاہئے بلکہ کسی درجہ میں دکھنا بھی چاہئے جس طرح کہ تیجہ، فاتحہ، چالیسواں اور برسی وغیرہ ہوتے ہوئے لوگ دیکھتے ہیں ایسے ہی میت کی میراث تقسیم ہونی چاہئے۔ کہ اسے بھی لوگ دیکھ لیں تا کہ اس شرعی حکم کا مسلمانوں کے درمیان رواج ہو۔ آپ یہ کیجئے پھر دیکھئے ہندوستان میں کس طرح سے لوگوں میں اسلام اور اس کے احکامات کا تعارف ہوتا ہے۔ تقسیم میراث مال کو گردش کرانے کا بہت بڑا اصول ہے۔ جو زکوۃ کے بعد سب سے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ بہر حال مرنے والے نے جو کچھ چھوڑا ہے اسے وارثوں کے درمیان تقسیم ہونا ہی ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(301) دعا کے نتیجے میں تین باتیں

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ یَّدْعُوْ بِدَعْوَةٍ لَّیْسَ

فِيهَا إِثْمٌ وَّلَا قَطِيعَةُ رَحِمٍ إِلَّا أَعْطَاهُ اللّٰهُ بِهَآ إِحْدٰى ثَلٰثٍ إِمَّآ أَنْ يُّعَجِّلَ لَهٗ دَعْوَتَهٗ وَإِمَّآ أَنْ يَّدَّخِرَهَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ وَإِمَّآ أَنْ يَّصْرِفَ عَنْهُ مِنَ السُّوْءِ مِثْلَهَا قَالُوْٓا إِذًا نُّكْثِرُ قَالَ اللّٰهُ أَكْثَرُ۔

(رواہ احمد: معارف الحدیث، جلد 5 کتاب الاذکار والدعوات)

ترجمہ: ''حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ جو مومن بندہ کوئی دعا کرتا ہے جس میں کوئی گناہ کی بات نہ ہو اور نہ رشتہ داری و تعلق کا توڑنا ہو۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو تین چیزوں میں سے کوئی ایک چیز ضرور دی جاتی ہے۔ یا تو جو اس نے مانگا ہے وہی اس کو ہاتھ کے ہاتھ دیا جاتا ہے، یا اس کی دعا کو آخرت میں اس کے لئے ذخیرہ بنا دیا جاتا ہے۔ یا آنے والی کوئی مصیبت اور تکلیف اس دعا کے بدلے میں روک دی جاتی ہے، صحابہؓ نے عرض کیا: جب بات یہ ہے (کہ ہر دعا ضرور قبول ہوتی ہے اور اس کے بدلے میں کچھ نہ کچھ ضرور ملتا ہے) تو ت ہم بہت زیادہ دعا کریں گے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا: اللہ کے پاس اس سے بھی زیادہ ہے۔''

دور اول کے لوگوں نے حضورؐ سے جو بات سنی اسے حدیث کے ریکارڈ میں محفوظ کیا ہے، حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ ایمان والا جب بھی کوئی دعا کرتا ہے جس میں کوئی گناہ کی بات نہ ہو، رشتہ اور تعلقات کا توڑنا نہ ہو تو اس دعا کرنے والے مومن کو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کے بدلے میں تین چیزوں میں سے کوئی نہ کوئی ایک ضرور فرماتا ہے۔

(1) بندہ نے جو دعا کی ہے وہی اس کو ہاتھوں ہاتھ فوری طور پر دے دیتا ہے یعنی دنیا میں ہی اس کی دعا قبول ہو جاتی ہے اور بندہ کو سا کے اثرات اور نتائج دکھ جاتے ہیں۔

(2) مومن نے دو دعا کی اس کے نتائج اور اثرات دنیا میں ظاہر نہ کرتے ہوئے اللہ اس کی دعا کو آخرت کے لئے ذخیرہ فرما دیتے ہیں اور جب بندہ آخرت میں پہنچے گا تو اسے اس کا ثواب اور بدلہ مل

جائے گا۔

(3) کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مومن بندہ نے کوئی دعا کی جتو اللہ تعالیٰ اس کے نتائج اور اثرات تو ظاہر نہیں فرماتے اور بندہ نے جو مانگا وہ تو نہیں دیتے بلکہ اس پر آنے والی کسی مصیبت کو ہٹا دیتے ہیں۔

اوپر لکھی حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی سے کچھ جھگڑا یا ناراضگی ہو جائے تو اس کے لئے بد دعا کرنا ،موت کی دعا کرنا یا کسی مصیبت میں پھنس جانے کی دعا کرنا۔ یا کسی رشتہ دار سے ان بن ہو گئی تو اس سے قطع تعلق اور رشتہ توڑ لینے کی دعا کرنا وغیرہ منع ہے۔ لیکن مومن جو اپنے لئے یا اپنی آل اولاد اور بیوی بچوں کے لئے اور اپنی ذاتی ضرورت کے لئے دعا کرتا ہو تو ضرور دعا کرے اور صرف ایک اللہ سے دعا کرے اور مانگے ، جو لوگ مسلمان ہو کر بھی مزاروں ، وفات پائے پیروں فقیروں سے دعا کرتے ہیں وہ اپنے ایمان کی خیر منائیں۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ

ترجمہ: ''پس تم خالص عقیدے والے دین پر رہ کر صرف اللہ سے دعا کرو۔''

(40۔المومن، آیت: 14)

اس کے علاوہ قرآن مجید میں جگہ جگہ دعاء غیر اللہ سے منع کیا گیا ہے۔ مضمون لمبا ہو جائے گا ورنہ ہم وہ سب حوالے پیش کرتے۔ پھر بھی جو شخص ترجمہ کے ساتھ قرآن مجید پڑھے گا اس کو معلوم ہو جائے گا کہ غیر اللہ سے دعا کرنا اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔

اوپر لکھی حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ مومن کی ہر دعا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہوتی ہے البتہ دعا کے قبول ہونے کے تین طریقے ہیں۔

(1) جس کی دعا کی وہی مل جائے۔

(2) دعا کو آخرت کے لئے اللہ تعالیٰ ذخیرہ یعنی ڈپازٹ کر دیتے ہیں کہ حشر کے میدان میں دعا کرنے والے کو اس کا بدلہ ملے گا اور مومن کے لئے یہ بہت بڑی بات ہے۔ لیکن آدمی جی کا بڑا کچا ہے جیسا کہ قرآن نے کہا اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا۔ آدمی جی کا کچا ہے جلد دعا قبول ہو اور جس کی دعا کی وہ مل جائے اسی میں اسے اپنی خیریت نظر آتی ہے، دعا کے قبول ہونے کی اس حدیث میں جو ترتیب بتائی گئی ہے مومن اسے دھیان میں رکھے تو انشاء اللہ اس کے دل کو قرار آجائے گا۔

(3) دعا کے قبول ہونے کی تیسری صورت یہ ہے کہ کوئی مصیبت آنے والی تھی اسے اللہ تعالیٰ نے روک دیا۔ حدیث پاک کے آخری جملوں سے معلوم ہوا کہ کسی صحابیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! جب یہ بات ہے کہ اللہ پاک بندہ کی ہر دعا ضرور قبول کرتے ہیں اور دعا کے بدلہ میں کچھ نہ کچھ ضرور ملتا ہے تو ہم اب بہت زیادہ دعا کریں گے۔ یہ سن کر رسول اللہؐ نے دعا کرنے سے منع نہیں کیا بلکہ بڑے عجیب انداز میں جواب ارشاد فرمائے کہ اللہ کے دربار اور خزانے میں کوئی کمی آنے والی نہیں ہے۔ وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ زمین و آسمان کے تمام خزانے اللہ ہی کے قبضہ میں ہیں۔

(302) مالدار قرض ادا کرنے میں دیر نہ لگائے

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُالْاَعْلٰی عَنْ مَّعْمَرٍ عَنْ هَمَّامِ ابْنِ مُنَبِّهٍ اَخٍ وَهْبِ ابْنِ مُنَبِّهٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَؓ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ۔

(بخاری، جلد اول: کتاب فی الاستقراض)

ترجمہ: ''ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالاعلیٰ نے انھوں نے معمر سے انھوں نے ہمام بن منبہ سے جو وہب بن منبہ کے بھائی تھے، انھوں نے ابوہریرہؓ سے سنا وہ کہتے تھے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا مالدار کو قرض ادا کرنے میں دیر لگانا ستم (گناہ) ہے۔''

بخاری شریف کی اس روایت کو آپ پڑھیں گے تو مولوم ہوگا کہ راویوں کے نام کا ایک سلسلہ ہے لیکن حدیث بہت مختصر ہے، نبیؐ نے فرمایا کہ قرض لینے والا اگر مالدار ہے اور قرض ادا کرنے کا اس کے پاس اللہ نے انتظام کرادیا ہے پھر بھی قرض ادا کرنے میں وہ دیر لگائے، ٹال مٹول کرے تو یہ ظلم ہے، یہ بہت سخت لفظ ہے، ہم نے ظلم کا ترجمہ ستم اور گناہ کیا ہے۔ اس حدیث سے ایک نتیجہ یہ نکلا کہ قرض کی ادائیگی میں مقروض کو جلدی کرنا چاہئے، جیسے جیسے سہولت ہو قرض ادا کرتا رہے، آج کے دور میں یہ بھی مشورہ دیتے ہیں کہ اگر آپ نے پچاس ہزار روپیہ قرض لیا ہے، تو پانچ ہزار کا آپ کے پاس انتظام ہو تو پانچ ہی قرض دینے والے کے پاس پہنچادیں۔ دس کا انتظام ہو تو دس ہزار دیدیں، اس طرح سے قرض کا بوجھ دھیرے دھیرے کم ہوتا جائے گا۔ اور اگر آپ اس کا انتظار کریں گے کہ جب پچاس ہزار ہوں گے تب جا کر قرض ادا کریں گے تو پھر آپ شاید عمر بھر قرض ادا نہیں کرسکیں گے، میرا ذاتی تجربہ بھی ہے کہ جس کے پچاس پیسے دینا ہیں اس کو دینے میں تھوڑا تھوڑا دے کر جتنی جلدی کرتے ہیں تو سامنے والے کی رقم آہستہ آہستہ ہم پر سے کم ہوتی جاتی ہے اور مقروض جو آزادی ملتی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرض لینے سے بچائے اور اگر کسی نے ضرورت پر قرض لے لیا ہو تو اسے قرض ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(303) مالدار بننے کے لئے مانگتا نہ پھرے

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَاَلَ النَّاسَ اَمْوَالَهُمْ تَكْثِیْرًا

فَاِنَّمَا یَسْاَلُ جَمْرَ جَهَنَّمَ فَلْیَسْتَقِلَّ مِنْهُ اَوْ لِیُکْثِرْ ۔

(ابن ماجہ شریف: اَبْوَابُ الزَّکٰوۃِ، بَابُ مَنْ سَأَلَ عَنْ ظَھْرِ غِنًی)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا جس نے دولت جمع کرنے کے لئے لوگوں سے سوال کیا تو وہ دوزخ کے انگاروں کا سوال کرتا ہے اب اس کو اختیار ہے کہ کم حاصل کرے یا زیادہ۔''

سچے مومن کے حال پر یہ حدیث بہت گہرا اثر ڈالتی ہے، حضرت رسول اللہؐ نے اس بات پر بڑی وعید بتائی ہے ایسے لوگوں کو جوان سے مال اور روپیہ پیسہ مانگتے پھرتے ہوں اور کثرت سے مال جمع کرنے کی نیت رکھتے ہوں، ایسے لوگ طرح طرح کے حیلے بہانے سے پیسے مانگتے ہیں، قرض لیتے ہیں ادھار مانگتے ہیں۔ غرض کسی نہ کسی بہانے سے پیسہ نکالتے رہتے ہیں کہ خوب زیادہ مال ان کے پاس جمع ہوجائے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ انگاروں کا سوال ہے گویا وہ شخص مال نہیں بلکہ جہنم کے انگارے جمع کررہا ہے، مال کی زیادتی اور بڑھوتری کی نیت سے مانگنے والے کے لئے یہ بہت بڑی وعید ہے، اب یہ مانگنے والا شخص بھیک مانگ کر چاہے کم انگاروں کو حاصل کرے۔ یہ اس کی مرضی ہلچل دوڑ دھوپ پر موقوف ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مومن کو بلاضرورت سوال کرے اور مانگنے سے بچائے۔ آمین۔

(304) بری صحبت لوہار کی بھٹی

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْجَلِیْسِ الصَّالِحِ وَالْجَلِیْسِ السُّوْءِ کَمَثَلِ صَاحِبِ الْمِسْکِ وَکِیْرِ الْحَدَّادِ لَایَعْدَمُکَ مِنْ صَاحِبِ الْمِسْکِ اِمَّا تَشْتَرِیْہِ اَوْ تَجِدُ رِیْحَہٗ وَکِیْرُ الْحَدَّادِ یُحْرِقُ بَدَنَکَ اَوْ ثَوْبَکَ اَوْ تَجِدُ مِنْہُ رِیْحًا خَبِیْثًا ۔ (بخاری شریف: جلد اول کتاب البیوع)

ترجمہ: ''فرمایا حضورؐ نے اچھے صحبتی اور برے صحبتی کی مثال ایسی ہے جیسے مشک اور لوہار کی بھٹی کی ہشک والے (یعنی عطار) کے پاس جائے تو فائدے سے خالی نہیں آتا۔ یا تو مشک (عطر) خریدے گا اور اگر خریدے نہیں تو خوشبو ہی سونگھ لیتا ہے اور لوہار کی بھٹی یا تو بدن اور کپڑا جلاتی ہے۔ یا کپڑا کالا کر دیتی ہے یا پھر تکلیف دہ بدبو سونگھاتی ہے۔''

مشک ایک خوشبودار چیز ہے آدمی اس کی مہک دے مسرور ہوتا ہے تو نیک آدمی کے ساتھ رہنا بیٹھنا ایسا ہے جیسے کوئی مشک والے کے پاس بیٹھے تو اگر مشک نہ بھی خریدے پھر ابھی اس کی خوشبو اور مہک سے ہی اس کی طبیعت اور دل و جان کو فرحت ملے گی۔ برے آدمی کے ساتھ رہنے والے کی مثال ایسی ہے جیسے وہ لوہار کی بھٹی کے پاس بیٹھے جس کی چنگاریاں اڑ اڑ کر اس کے بدن اور کپڑے کو جلا رہی ہوں یا پھر بھٹی میں کوئلہ جلنے اور لوہے کے پگھلنے کی بدبو اور دھویں سے تکلیف پہنچ رہی ہو۔ ظاہر بات ہے کہ دونوں صورتیں عام انسان کے تجربہ کی باتیں ہیں۔ آپؐ کے فرمانے کا مقصد یہ ہے کہ انسان اچھی صحبت کو اختیار کرے، نیک اور بھلے لوگوں کے ساتھ رہیا اور برے لوگوں کے ساتھ نہ رہے، قرآن مجید کی بعض بعض آیات کے اندر اس کا اشارہ ملتا ہے۔ مثلاً فرمایا کہ:

وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا

ترجمہ: ''اس شخص کی صحبت میں نہ رہو جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل پایا۔''

(18۔الکہف، آیت: 28)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿68﴾

ترجمہ: ''نصیحت کرنے کے بعد ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھ، نصیحت ہو چکی بس آپ بھی چلتے بنو۔''

(6۔الانعام، آیت: 68)

بہر حال معلوم ہوا کہ کیس کی بھی صحبت اختیار کرنے سے پہلے دیکھنا یہ چاہئے کہ اس کی صحبت میں رہنے سے مجھے سرورنیکی للّٰہیت ملے گی یا یہ کہ مزاج میں تلخی، بری باتوں کی عادت پڑنا، خصلتوں کے اندر بگاڑ کا ہونا وغیرہ ہوگا تو پھر ایسے لوگوں کے ساتھ میں نہ رہے۔

آج کے دور میں تو اور نئے نئے فتنے کھڑے ہوگئے ہیں۔ گانے بجانے، تال طنبورے، قوالیاں مسلمانوں میں بھی خوب رواج پاگئی ہیں، مشاعرے بھی اس میں آگئے جو شروع کرتے ہیں صبح کی نماز کے بعد تک جاری رکھتے ہیں، ناچ گانے بھی اس عاجز نے بچپن میں دیکھے ہیں، اور عرس اور قوالی بھی جو ہوتی ہے رات بھر اس کا سلسلہ چلتا رہتا ہے، طوائفیں ناچتی ہیں اور پیسے وصول کرتی ہیں، بھیڑ ان کو دیکھنے سننے کے لئے جمع رہتی ہے، ان باتوں نے مسلمانوں کو بھی مشرکانہ عمل میں مبتلا کر دیا ہے۔

پھر اب حالات کی ستم ظریفی یہ ہے کہ .T.V آگیا ہے۔ .T.V میرے نزدیک اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے۔ دور دور کی خبریں ہمیں اس سے معلوم ہوتی ہیں اور جو چیزیں یا مناظر ہم دیکھ نہیں سکتے وہ اس سے ہمیں دیکھنے کو مل جاتی ہیں۔ سمندر کے جانور جنگلی درندے پھول پتے، پیڑ پودے، دھاتیں، آتش فشاں پہاڑ، سائنس و ٹیکنالوجی کی ایک سے ایک ایجادات اور بہت سی چیزیں دیکھنے کو ملتی ہیں اور ڈھیر ساری معلومات بھی حاصل ہوتی ہیں لیکن اللہ کی اس نعمت کو صحیح طور پر استعمال نہیں کیا جارہا ہے جن کے ہاتھ میں یہ نعمت آئی ہوئی ہے انھوں نے اس میں عورت کو نیم برہنہ کیا بلکہ پوری برہنہ کر دیا ہے۔ ناچ گانے تھرکنے مٹکنے، ڈھول دھماکے اور ایسا کچھ کر دیا کہ مومن تو الگ رہے اب غیر مسلموں میں T.V کی اس بے شرمی اور بے حیائی کے خلاف آواز اٹھنے لگی ہے کہ بھئی اتنا برہنہ پن. T.V کے ذریعہ مت کرو۔ میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ ٹی، وی کوئی دیکھے ہی نہیں بس صرف خبروں تک دیکھے، یا کسی لیڈر اور مذہبی عالم کی تقریر ہو رہی ہو وہ دیکھ لے۔ یا کچھ اور ایسے علمی سائنسی معلوماتی واقعات و تجربات بتائے دکھائے

جا رہے ہوں تو دیکھ لے۔ علمی مباحثے اور تحقیقاتی چیزوں کو بھی T.V. پر دیکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

لیکن اس میں بھی اتنی احتیاط ضرور برتیں کہ ننگا پن اور جنسی جذبات کو بھڑکانے والے منظر دیکھنے سے پرہیز کریں ایسے منظر آنے پر فوراً ٹی۔وی بند کر دیں۔

(305) لیلۃ القدر کی فضیلت

عَنْ اَنَسٍ ابْنِ مَالِكٍؓ قَالَ دَخَلَ رَمْضَانُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ هٰذَا الشَّهْرَ قَدْ حَضَرَكُمْ وَفِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ اَلْفِ شَهْرٍ مَنْ حَرَمَهَا فَقَدْ حَرَمَ الْخَيْرَ كُلَّهٗ وَلَا يَحْرَمُ خَيْرَهَا اِلَّا مَحْرُوْمٌ۔ (ابن ماجہ شریف: اَبْوَابُ مَاجَاءَ فِي الصِّيَامِ، بَابُ مَاجَاءَ فِي فَضْلِ شَهْرِ رَمَضَانَ)

ترجمہ: ''حضرت انس بن مالکؓ کا بیان ہے کہ رمضان جب آیا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا یہ مہینہ تم پر آگیا ہے۔ اس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے جو اس رات سے محروم رہا وہ تمام نیکیوں سے محروم رہا اور محروم وہی رہے گا، جس کی قسمت میں محرومی ہے۔''

اس حدیث شریف میں حضرت رسول اکرمؐ نے رمضان المبارک میں آنے والی رات کا تذکرہ فرمایا ہے، یہ رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اس خیر و برکت والی رات میں بھی جو شخص نیکیوں کے پانے اور حاصل کرنے سے محروم رہا وہ گویا تمام بھلائیوں سے محروم رہا اور نامراد و ناکام رہا۔ اور کوئی نیکی جا اس کے ہاتھ لگی نہیں، ایسی محرومی کسی بدقسمت کے حصے میں ہی آئے گی، اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ اسلامی تعلیمات کے نظام بندگی میں جو برکت والی خیر کی راتیں ہیں ان میں اللہ واحد کی بندگی کے جذبے سے شریک ہونا ہے۔ نمازیں، رکوع، سجود، توبہ استغفار، ذکر اذکار تلاوت قرآن، تہجد وغیرہ ہی ان میں بندہ مشغول رہے۔ رت جگا نہیں ہونا چاہئے، رت جگا ان جاہل قوموں کے اندر ہے جو ڈھول

تاشے بجالیتے ہیں، ناچ گانے کرلیتے ہیں، رات بھر جاگتے چیختے چلاتے رہتے ہیں، اللہ کا شکر ہے کہ مسلمان شب برات اور لیلۃ القدر وغیرہ میں ڈھول باجے تو نہیں بجاتے لیکن ہوٹلوں میں چکر لگانا، گھومنا، پھرنا یہ سب کچھ ہوتا ہے اللہ کا فضل ہے کہ یہ کم ہے کوئی اتنا زیادہ نہیں۔ تاہم دین اسلام میں جو با برکت راتیں بتائی گئی ہیں انھیں اس انداز سے گذارنا چاہئے جس طرح کہ رسول اللہ ؐ نے اشارہ فرمایا ہے اور کر کے بتایا بھی ہے۔ لیلۃ القدر کے بارے میں 97 نمبر کی ایک سورت ہے جس میں فرمایا گیا ہے۔ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ کہ طلوع فجر تک اس رات میں خیر و برکت کے اثرات رہتے ہیں، اس لئے انسان غروب آفتاب سے ہی اس میں لگ جاوے کہ کن کن عبادات کے ذریعہ میں اپنے رب کو راضی کرسکتا ہوں اور اپنے گناہوں کو بخشوا سکتا ہوں، اسلامی عبادات میں ناچ گانے، ڈھول تاشے، چیخنے چلانے کا کوئی جواز نہیں ہے، ان کو پسند بھی نہیں کیا گیا ہے۔ بلکہ عبادات کی ایسی ترتیب ہے جو دنیا میں امت محمدؐ کے سوا کسی اور کے پاس نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو یہ رات مبارک کرے۔

(306) ظلم کی تین قسمیں

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلظُّلْمُ ثَلَاثَةٌ : فَظُلْمٌ لَا يَغْفِرُهُ اللّٰهُ وَ ظُلْمٌ يَغْفِرُهُ وَ ظُلْمٌ لَا يَتْرُكُهُ فَاَمَّا الظُّلْمُ لَا يَغْفِرُهُ اللّٰهُ فَالشِّرْكُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ وَ اَمَّا الظُّلْمُ الَّذِىْ يَغْفِرُهُ اللّٰهُ فَظُلْمُ الْعِبَادِ اَنْفُسَهُمْ فِيْمَا بَيْنَهُمْ وَ بَيْنَ رَبِّهِمْ وَ اَمَّا الظُّلْمُ الَّذِىْ لَا يَتْرُكُهُ اللّٰهُ فَظُلْمُ الْعِبَادِ بَعْضُهُمْ بَعْضًا حَتّٰى يُدِيْنَ بِبَعْضِهِمْ مِنْ بَعْضٍ ۔ (مسند البزار)

ترجمہ: ''حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: ظلم تین طرح کا ہوتا ہے ایک ظلم وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ معاف نہیں کریں گے دوسرا وہ ظلم ہے جس کو اللہ تعالیٰ بخش دیں گے۔ تیسرا وہ ظلم ہے جسے اللہ تعالیٰ چھوڑیں گے نہیں۔ جس ظلم کو اللہ معاف نہیں کریں گے وہ شرک ہے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا

ارشاد ہے کہ شرک بہت بڑا گناہ ہے۔اور وہ ظلم جس کو اللہ تعالیٰ بخش دے گا وہ بندہ کا خود اپنے آپ پر ظلم ہے اس کا معاملہ بندوں اور ان کے رب کے دریان ہے۔اور وہ ظلم جس کو اللہ تعالیٰ نہیں چھوڑے گا وہ بندوں کا آپس میں ایک دوسرے پر ظلم ہے، اس ظلم کا ایک دوسرے کو بدلہ دلایا جائے گا۔''

اس حدیث پاک میں ظلم کی تین قسمیں بیان کی گئی ہیں۔

(1) ایک ظلم تو وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ معاف نہیں کریں گے اگر بندہ نے اپنے مرنے سے پہلے اس سے توبہ نہ کی ہو، یہ ظلم شرک ہے۔قرآن مجید میں اسے ظلم عظیم یونی اب سے بڑا ظلم کہا گیا ہے، شرک یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک مانا جائے، اللہ کا ساتھی بھا گیدار، پارٹنر یا اللہ کے لئے بیٹا اور بیوی مانا جائے، اللہ کے علاوہ کسی اور کو سجدہ کرے یا کسی اور کو روزی دینے والا صحت و تندرستی اور اولا دو غیرہ دینے والا سمجھے، یہ سب شرک کی وہ قسمیں ہیں جو ظلم عظیم کے دائرے میں آتی ہیں۔مرنے سے پہلے پہلے بندہ اگر ان سے توبہ نہ کرے تو پھر کبھی بھی معاف نہیں ہوں گی۔قرآن مجید میں بھی ارشاد ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ ایسے کو کبھی نہ بخشے گا جو اس کے ساتھ کسی کو شریک کرے گا اور اس کے سوا جس کی چاہے گا مغفرت کر دے گا۔''

(4۔النسآء، آیت: 48)

(2) ظلم کی دوسری قسم ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنی صفت غفور اور غافر و غفار کی بنا پر معاف کر دیں گے، یہ ایسا ظلم ہے کہ بندہ خود اپنے آپ پر کرتا ہے یعنی جو احکام، فرائض اللہ نے اس پر لاگو کیے ہیں ان میں کوتاہی کرتا ہے، شریعت کی اصطلاح میں علمائے کرام اسے ''حقوق اللہ'' کا ضائع کرنا کہتے ہیں۔

(3) تیسرا ظلم یہ ہے کہ بندوں کا بندوں پر خود آپس میں ایک دوسرے پر زیادتی کرنا ہے جسے شریعت کی اصطلاح میں "حقوق العباد" کہا جاتا ہے۔ اس کا بدلہ قیامت میں اللہ تعالیٰ دلائیں گے، کبھی کبھی تو دنیا میں ہی دبلہ مل جاتا ہے۔ مثلاً کسی نے کسی کو ناحق قتل کر دیا تو حاکم وقت اگر مومن ہے تو شریعت کے حکم کے مطابق بطور قصاص اس کو سزائے موت دے گا، یا پھر دیت یعنی خون کا ہرجانہ "لائف لاس" دلائے گا جس کا قرآن وحدیث میں مفصل ذکر آیا ہے۔ اس طرح سے دنیا میں ہی بدلہ ہو جائے گا، لیکن اگر دنیا میں کئی لوگوں کو قتل کیا ہے، مارا پیٹا ہے، کسی کی غیبت اور چغلخوری کی ہے، کسی پر جھوٹا الزام لگا کر اسے بے آبرو اور بے عزت کیا ہے۔ ناحق کسی کا مال ہڑپ لیا ہے، کسی نے امانت رکھی اس میں اس نے خیانت اور بد دیانتی کر دی ہے کسی کو ستایا ہے تکلیف پہنچائی ہے۔ رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے اس پر جو حق تھے وہ اس نے پورے نہیں کئے ہیں تو یہ سب ظلم ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں معاف نہیں کریں گے بلکہ ظالم سے مظلوم کو بدلہ دلائیں گے۔ ہاں اگر مظلوم بندہ ظالم کو معاف کر دے تو اور بات ہے اس لئے تمام اہل ایمان کو چاہئے کہ انسانوں کے ہم پر جو حقوق ہیں اس کا دھیان رکھ کر ہم اسی دنیا میں ادا کرتے رہیں اور اگر کچھ کوتاہی ہو جائے تو دنیا میں ہی مرنے سے پہلے ایک دوسرے سے معافی مانگ لیں ورنہ پھر آخرت میں یا تو آپ کی نیکیاں اس کو دے دی جائیں گی جس کے حق کو آپ نے ادا نہیں کیا ہے اور اگر آپ کے پاس نیکی نہ ہوگی تو پھر اس کی بدی لے کر آپ پر ڈال دی جائے گی، غرض یہ کہ "حقوق العباد" آخرت میں ہرگز معاف نہ ہونگے ان کا بدلہ دینا ہی دینا ہے۔

(307) تعلیمات نبویؐ میں خوشی کے دن

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ زَكٰوةَ الْفِطْرِ طُهْرَةً لِّلصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَطُعْمَةً لِّلْمَسَاكِيْنِ فَمَنْ اَدَّاهَا قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَهِيَ صَدَقَةٌ مِّنَ الصَّدَقَاتِ۔

(ابن ماجہ شریف: ابوابُ الزَّكٰوة، بابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ)

ترجمہ: ''حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ رسول اللہؐ نے صدقۂ فطر کو فرض کیا روزے دار کو لغو اور فضول باتوں سے پاک کرنے کے لئے اور مسکینوں کو کھانا کھلانے کے لیے۔ تو جس شخص نے عید الفطر کی نماز سے پہلے صدقہ فطر ادا کیا تو یہ اللہ کے دربار میں مقبول ہو جانے والی زکوٰۃ کی طرح ہے اور جس نے عید الفطر کی نماز کے بعد ادا کیا تو یہ عام صدقات کی طرح ایک صدقہ ہوتا ہے۔''

اس حدیث پاک کے عربی متن اور ترجمہ پر غور کر لیجئے۔ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت پر صدقہ فطر کو واجب کیا تاکہ روزہ داروں سے ماہ رمضان میں جو کچھ فضول اور لغو کام اور چھوٹے موٹے گناہ ہو گئے ہوں وہ معاف ہو جائیں، ختم رمضان پر عید یعنی جو خوشی کا دین آیا ہے اس دن غرباء مساکین اور نادار لوگوں کے لیے کھانے پینے کا انتظام ہو جائے، صدقۂ فطر ایک آدمی کی طرف سے تقریباً دو کلو اناج گیہوں یا چاول وغیرہ دیا جائے گا۔ علماء کرام جو صدقۂ فطر کی نپی تلی مقدار بتاتے ہیں وہ ان سے پوچھ لی جائے، شاید وہ ایک کلہ سات سو گرام بتاتے ہیں اس مقدار کے دینے سے الحمدللہ صدقۂ فطر ادا ہو جائے گا لیکن آج کے دور میں کچھ بڑھا کر دو کلو کے دینا چاہیے تاکہ سیدھا سیدھا حساب بیٹھ جائے۔

اس سے ایک نکتہ یہ بھی نکلا کہ چھوٹی موٹی بھول اور غلطی ہو جائے تو اس کو معاف کرانے کے لیے مسکینوں اور غریبوں کو کھانا کھلانے کی رسول اللہ ﷺ نے ترغیب دی ہے۔ عید الفطر کے دن جس آدمی نے عید کی نماز کے لیے عید گاہ جانے سے پہلے ''صدقۂ فطر'' ادا کر دیا تو اللہ کے دربار میں وہ مقبول ہونے والی زکوٰۃ کی طرح ہے، لیکن اگر بعض مجبوریوں کے سبب عید کی نماز کے بعد صدقۂ فطر ادا کرنیکی ترغیب شاید اس لیے دی گئی ہو کہ غرباء و یتامیٰ بھی کھانے پینے کا انتظام ہو جانے کے سبب کھلے دل کے ساتھ عید کی خوشی میں عام مسلمانوں کی طرح شریک ہو سکیں۔ جاننا چاہیے کہ اسلام میں تہواروں کا کوئی بھی سسٹم نہیں

ہے جیسے کہ ہمارے ہندو بھائیوں کے یہاں تہوار کے دن آتے ہیں کہ خوشی کا تہوار ہے ناچ رہ ہیں، ڈھول تاشے پیٹ رہے ہیں۔ نعرے لگا رہے ہیں اور جلوس نکال رہے ہیں، منڈپ سجا رہے ہیں اور گیٹ بنا رہے ہیں، تھرک رہے ہیں، بعض تو شراب اور نشہ کی چیزیں پیتے ہیں، ایسا کچھ اسلام میں نہیں ہے، اسلام میں نہیں ہے، اسلام میں تو تہوار کا لفظ بھی نہیں ہے بلکہ عید الفطر اور عید الضحیٰ نام دیا گیا ہے، عید کے ایک معنی خوشی کے ہیں اور ایک معنی پلٹنے کے بھی ہیں اس سے یہ بات سمجھ میں آئی کہ جن کو اللہ کی طرف پلٹنے اور رجوع ہونے کا دھیان ہے وہ اس دن ایسے کام انجام دیتے ہیں جو اللہ کو راضی کرنے والے ہوں اور انسانی معاشرہ اور سماج کو فائدہ پہنچانے والے ہوں، جیسے عید کا دن آیا تو صدقۂ فطر دیدیا جو غریبوں کے کام آیا، مسکینوں محتاجوں کو کھانا کھلا دیا۔

اس کے علاوہ عام طور پر جو صدقات ہوتے ہیں وہ بھی اپنی جگہ بڑی اہمیت رکھتے ہیں، جیسے رمضان میں کوئی شخص سفر یا بیماری کی وجہ سے روزہ رکھ سکے تو دوسرے دنوں میں ان روزوں کی قضا بھی کرلے اسے ایک طرح سے سہولت ملی اس کے شکرانہ کے طور پر ہر روزہ کے بدلہ میں دونوں وقت ایک مسکین کو کھانا بھی کھلادے، یا کوئی قسم کھالی پھر اس قسم کو توڑ دیا تو کفارہ کے طور پر دس مسکینوں کو کھانا کھلائے یا دس مسکینوں کو کپڑے پہنادے، عورت کو کچھ اول فول بک دیا کہ تو میرے لیے "میری ماں کی پیٹھ" کے جیسی ہے، اس کو شرعی اصطلاح میں "ظہار" کہا گیا ہے، ایسے آدمی کو یہ حکم ہے کہ اپنی بیوی کے پاس جانے سے پہلے یا تو لگاتار دو مہینے روزے رکھے اور یہ نہ ہو سکے تو ساٹھ مسکینوں کا کھانا کھلائے۔ اس پوری بحث کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اسلام میں جتنے خوشی کے موقعے ہیں اس میں غریبوں کا فائدہ ہے، مثلاً آپ مالدار ہوگئے، شریعت نے جو نصاب اور حد مقرر کی ہے اتنا مال آپ کے پاس ہوگیا اور اس پر ایک سال بھی گذر گیا تو آپ اپنے مال کا چالیسواں حصہ زکوۃ میں دیجئے زکوۃ کا یہ مال ان آٹھ طرح کے لوگوں پر خرچ ہوگا جن کا بیان قرآن کی سورۃ نمبر 9 کی آیت نمبر 60 میں آیا ہے اس سے بھی غریبوں اور

ضرورت مندوں کا فائدہ ہوگا اور بھی بہت سے ایسے موقع ہیں جہاں کھانا کھلانے کا حکم ہے۔

لفظ تہوار استعمال کرنا میں پسند ہی نہیں کرتا مگر مسلمانوں نے تہوار بنا لئے ہیں جن کا رسول اللہؐ کے زمانے میں وجود بھی نہیں تھا۔ نزول قرآن کی تکمیل اور حضورؐ کے وصال کے سوڈیڑھ سو سال بعد رسمیں ایجاد کیں دھیرے دھیرے وہ تہوار بن گئے جیسے گیارھویں، تیرھویں، عید میلاد، عرس، قوالی، سڑکوں پر محرم کے دھینگانے چہلم پاٹ، تعزیہ اور سواری نکالنا۔ یہ سب غیروں کی اور مشرک قوموں کی نقل ہے۔ اس میں غریبوں کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ یہ سب اپنی دھاک دھونس جمانے اور تکبر و بڑائی بتانے کے لئے ہیں، سنت نبویؐ میں عید کا جو لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ یہ وہ خوشی ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہو، کچھ عبادات کی جائیں اور اللہ کے نام پر مال اس طرح خرچ کیا جائے جو کسی کے کام آئے۔

(308) اماموں کو نصیحت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَمَّ اَحَدُکُمُ النَّاسَ فَلْیُخَفِّفْ فَاِنَّ فِیْهِمُ الصَّغِیْرَ وَالْکَبِیْرَ وَالضَّعِیْفَ وَالْمَرِیْضَ فَاِذَا صَلّٰی وَحْدَهٗ فَلْیُصَلِّ کَیْفَ شَآءَ۔

(ترمذی شریف: اَبْوَابُ الصَّلٰوۃِ، بَابُ مَاجَآءَ: اِذَا اَمَّ اَحَدُکُمُ النَّاسَ فَلْیُخَفِّفْ)

ترجمہ: ”روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا حضرت رسول اللہ ﷺ نے جب تم میں سے کوئی امامت کرے یعنی لوگوں کو نماز پڑھا جائے تو مختصر نماز پڑھائے یعنی قرأت تھوڑی کرے، اس لئے کہ مقتدیوں میں چھوٹا بھی ہوگا بوڑھا بھی ہوگا۔ کمزور اور بیمار لوگ بھی ہوں گے لیکن جب امام اکیلے اور تنہا پڑھے تو جتنی لمبی نماز پڑھنا چاہے پڑھ سکتا ہے۔“

جماعت کے ساتھ نماز پڑھانے والے شخص جس کو امام کہا جاتا ہے اسے رسول اللہ ﷺ نے نصیحت

فرمائی کہ جماعتی نماز مختصر اور ہلکی پھلکی پڑھائے جائے، فجر، مغرب، عشاء یہ تین جہری نمازیں ہیں یعنی ان میں بلند آواز سے قرآن مجید کی قرأت کی جاتی ہے، فجر کی نماز میں حضرت رسول اللہ ﷺ قرأت تھوڑی زیادہ کی ہے، باقی مغرب اور عشاء کی نمازوں میں چھوٹی اور اوسط سائز کی سورتوں کی قرأت فرمائی ہے، جیسے سورۂ الم نشرح، سورۂ ضحیٰ، سورۂ لیل، سورۂ اعلیٰ وغیرہ، مغرب میں سورۂ زلزال سے لے کر سورۂ ناس تک کی سورتوں میں سے کسی سورت کی تلاوت ہو۔ یا پھر بڑی سورتوں کے رکوع اور آیات میں سے چھوٹے سائز کا رکوع یا چند آیات کے گروپ کا انتخاب کر کے ان کی قرأت نماز میں کی جائے۔

حضرت رسول اللہ ﷺ نے اماموں کو یہ ہدایت فرمائی ہے کہ جماعت کی نماز مختصر پڑھائیں اس لئے کہ مقتدیوں میں بچے بھی ہوتے ہیں بڑے بھی ہوتے ہیں۔ بوڑھے کمزور اور مریض بھی ہوتے ہیں، ان سب کا خیال کرنا چاہئے۔ ہاں اگر امام یا اور کوئی اکیلے نماز پڑھ رہا ہو تو جتنی لمبی پڑھنا چاہے پڑھ سکتا ہے۔ اس زمانے میں ایک اور رواج پڑ گیا ہے۔ کہ کوئی کسی کو کچھ کہا جائے تو وہ برا مان جاتا ہے اور کہنے والے سے لڑنے یا اس کی مخالفت پر آمادہ ہو جاتا ہے، میں نے الحمد للہ حضرت مرشد روحانی مولانا علی میاں صاحبؒ کے ساتھ چھوٹے بڑے بہت سے اسفار کئے ہیں اور ہندوستان کے مختلف مقامات پر جانا ہوا ہے۔ حضرت کو میں نے کبھی امامت کرتے دیکھا نہیں، کبھی سفر میں کسی کے گھر یا کسی مقام پر ہوتے کوئی نہ ہوتا تو مجھ جیسے لوگوں سے بھی امامت کروا لیتے کبھی نماز کے لئے مسجد میں جانے کا اتفاق ہوتا ایک مسجد میں جانا ہوا تو امام صاحب نے قرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایسی لمبی قرأت کی کہ مجھے اندیشہ ہوا مولانا علی میاں صاحبؒ گر نہ جائیں ایک تو ضعف اور بڑھاپا دوسرے آپ کے گھٹنوں میں تکلیف بھی رہتی تھی، خود میرا ابھی اب حال یہ ہے کہ زیادہ دیر کھڑا نہیں رہ سکتا، دوران سفر کسی مسجد میں نماز کے لئے جانا ہوتا تو حضرت فرماتے کہ پاریکھ صاحب! آج ہم جیسے بوڑھوں کی خیریت نہیں ہے، میں نے

عرض کیا حضرت! کیوں، کیا بات ہوئی؟ فرماتے کہ آج ہمیں اور آپ کو دیکھ کر امام صاحب اپنے اپنے اچھے قاری ہونے کا مظاہرہ کریں گے۔ واقعی امام صاحب نے ایسا ہی کیا۔

ہماری ان معروضات پر اماموں کو برا ماننے کی ضرورت نہیں ہے، امام اگر مختصر نماز پڑھائیں گے تو لوگوں کا اس میں جی لگے گا کہ یہ جا وہ جا بس نماز ہوگئی۔ سنت طریقے پر تمام ارکان اختصار کے ساتھ ادا کئے جائیں اور قرأت بھی بہت زیادہ لمبی نہ ہو۔ پھر جماعت کے ساتھ فرض ادا ہونے کے بعد سنت و نوافل نمازیں جو ہیں وہ اپنے اپنے طور پر لوگ جتنی لمبی یا مختصر پڑھنا چاہیں پڑھیں۔ ہمارے اس دور میں اور بھی جھنجھٹیں کھڑی ہوگئی ہیں۔ مقتدیوں میں بچے، بڑے، بوڑھے کمزور، بیمار، ضرورتمند ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں اس کا خود حدیث پاک میں ذکر ہے، لیکن آج کے زمانے میں کہیں کرفیو لگ جائے، کہیں فسادات ہو جائیں، کبھی ماحول میں فرقہ وارانہ تناؤ بھی ہو جاتا ہے۔ کسی کو سفر میں جانا ہے یا کوئی اور ضرورت ہے، جماعت کہیں چھوٹی ہوتی ہے اور کہیں بڑی ہوتی ہے کہ سیکڑوں یا ہزاروں لوگ ہوتے ہیں، ہر ایک کی الگ الگ مختلف ضرورتیں ہوتی ہیں اس لئے جماعت کی نماز مختصر ہونی چاہئے اس بات کا امام صاحبان خیال رکھیں، ہم اس سے متعلق حضورؐ کے زمانہ کا ایک واقعہ بھی نقل کر رہے ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص جو کھیتوں میں پانی وغیرہ پہنچانے کی مزدوری کا کام کرتا تھا وہ کام سے فارغ ہو کر اپنے دو اونٹوں کو لے کر آیا، رات اندھیری ہوگئی تھی اس نے دیکھا کہ محلّہ کی مسجد میں حضرت معاذؓ عشاء کی نماز جماعت سے پڑھا رہے ہیں۔ اس نے مسجد کے باہر اپنے اونٹوں کو بٹھا دیا اور خود جماعت میں نماز پڑھنے کے لئے شریک ہوگیا، حضرت معاذؓ نے نماز میں سورۂ بقرہ یا سورۂ نساء کی لمبی قرأت شروع کی، وہ مزدور آدمی اکتا کر جماعت چھوڑ کر اکیلے نماز پڑھ کر واپس آ گیا بعد میں اس کو کسی نے خبر دی کہ جماعت کی نماز چھوڑ کر چلے جانے کی وجہ سے معاذؓ تم پر

ناراض ہو رہے تھے۔ وہ شخص آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت معاذؓ کی شکایت کی آپؐ نے معاذؓ سے فرمایا اے معاذؓ! کیا تم لوگوں کو بلا اور آزمائش میں ڈالتے ہو؟ کیا تم فسادی ہو؟ یہی کلمات آپؐ نے تین مرتبہ دہرائے۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ تم نے سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى ، وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا اور وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى جیسی سورتیں کیوں نہ پڑھیں؟ کیا تم نہیں جانتے کہ تمہارے پیچھے بوڑھے، ناتواں اور کام کاج وضرورت والے بھی نماز پڑھتے ہیں؟

(بخاری شریف: كِتَابُ الْاَذَانِ ۔ بَابُ مَنْ شَكَا اِمَامَهٗ اِذَا طَوَّلَ)

(309) پانچوں نمازوں کے اول اور آخر وقت

عَنْ سُلَيْمَانَ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَهٗ عَنْ وَقْتِ الصَّلٰوةِ فَقَالَ صَلِّ مَعَنَا هٰذَيْنِ الْيَوْمَيْنِ فَلَمَّا زَالَتِ الشَّمْسُ اَمَرَ بِلَالًا فَاَذَّنَ ثُمَّ اَمَرَهٗ فَاَقَامَ الظُّهْرَ ثُمَّ اَمَرَهٗ فَاَقَامَ الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ بَيْضَآءُ نَقِيَّةٌ ثُمَّ اَمَرَهٗ فَاَقَامَ الْمَغْرِبَ حِيْنَ غَابَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ اَمَرَهٗ فَاَقَامَ الْعِشَآءَ حِيْنَ غَابَ الشَّفَقُ ثُمَّ اَمَرَهٗ فَاَقَامَ الْفَجْرَ حِيْنَ طَلَعَ الْفَجْرُ فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْيَوْمِ الثَّانِىْ اَمَرَهٗ فَاَذَّنَ الظُّهْرَ فَاَبْرَدَ بِهَا وَاَنْعَمَ اَنْ يُّبْرِدَ بِهَا صَلَّى الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ اٰخَرَهَا فَوْقَ الَّذِىْ كَانَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ قَبْلَ اَنْ يَّغِيْبَ الشَّفَقُ وَصَلَّى الْعِشَآءَ بَعْدَ مَا ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ وَصَلَّى الْفَجْرَ فَاَسْفَرَ بِهَا ثُمَّ قَالَ اَيْنَ السَّآئِلُ عَنْ وَقْتِ الصَّلٰوةِ فَقَالَ الرَّجُلُ اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَقْتُ صَلٰوتِكُمْ بَيْنَ مَا رَاَيْتُمْ ۔ (ابن ماجہ شریف، كِتَابُ الصَّلٰوةِ)

ترجمہ: ”حضرت سلیمان بن بریدہ اپنے والد حضرت بریدہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص حضورؐ کی خدمت اقدس میں آیا اور آپؐ سے نماز کے اوقات کے بارے میں دریافت کیا آپ نے فرمایا یہ دو دن نماز ہمارے ساتھ پڑھو، پھر جب زوال ہوا تو آپؐ نے بلالؓ کو اذان کا حکم دیا۔ پھر تکبیر کا حکم دیا

ظہر پڑھی، پھر جب عصر کے لئے کھڑے ہوئے تو سورج بلندی پر تھا، سفید اور صاف تھا۔ مغرب سورج غروب ہوتے ہی پڑھائی اور عشاء اس وقت جب شفق غایب ہوگئی اور صبح کی نماز اس وقت جب صبح صادق ہوئی۔ دوسرے روز ظہر کی نماز خوب ٹھنڈے وقت میں پڑھائی، عصر کی نماز اس وقت پڑھائی جب کہ سورج اگرچہ اونچا تھا لیکن پہلے روز کے مقابلے میں ڈھل چکا تھا۔ مغرب کی نماز شفق غائب ہونے سے پہلے پڑھائی۔ عشاء کی نماز تہائی رات گذر جانے کے بعد اور صبح کی نماز جب روشنی پھیل گئی تھی، پھر فرمایا سائل کہاں ہے؟ اس شخص نے عرض کیا یارسول اللہ! میں حاضر ہوں آپ نے فرمایا جس طرح تم نے دیکھا نمازوں کا وقت اس کے درمیان ہے۔''

اس حدیث پاک میں پانچوں نمازوں کے اول اور آخر وقت کے سگنل حضرت رسول اللہؐ نے دے دیئے ہیں۔ ان دونوں کے بیچ میں پنج وقتہ نمازیں ادا کرو۔ راوی کہتے ہیں کہ ایک شخص حضرت نبیؐ کی خدمت میں آیا اور اس نے آپؐ سے نمازوں کے اوقات معلوم کئے۔ آپؐ نے فرمایا دو دن تک یہاں ٹھہرو اور ہمارے ساتھ نماز پڑھو تو تمہیں پریکٹیکل اور عملی طور پر نمازوں کے وقت معلوم ہو جائیں گے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ نماز کے اوقات یا نماز کے بارے میں کوئی اور بات کوئی شخص جاننا چاہے تو کسی عالم کے ساتھ دو ایک دن رہے، عالم بھی ایسا ہو کہ اچھی طرح ان سب کی معلومات رکھتا ہو تاکہ طالب علم کو صحیح ڈھنگ سے بتا سکے اور طالب علم بھی اچھی طرح سمجھ جائے۔ اس سے اہل مدرسہ کو بھی نصیحت ملتی ہے کہ عملی طور پر بچوں کو نماز کے اوقات اور نماز کے مسائل سکھائیں، اللہ کا فضل ہے کہ بہت سے مدرسوں اور مکتب میں اس کا انتظام ہے اور جہاں نہ ہو وہاں کے ذمہ داروں کو اس طرف دھیان دینا چاہئے۔

اس حدیث پاک کو پڑھنے والوں سے ہماری گذارش ہے کہ حدیث پڑھتے وقت عربی الفاظ اور اردو ترجمہ پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ حضرت رسول اللہؐ نے پوچھنے والے صحابیؓ کو سکھانے کے لئے پہلے

دن کی پانچوں نمازیں اول وقت میں پڑھیں یعنی نماز کا جیسے ہی وقت ہوا حضرت بلالؓ کو اذان کا حکم دیا پھر اقامت ہوئی اور آپؐ نے نماز پڑھادی، اور دوسرے دن پانچوں نمازیں ان کے بالکل آخری وقت میں پڑھائیں یعنی جب نماز کا وقت شروع ہوا تو آپؐ رکے رہے اور انتظار فرماتے رہے، جب آخر وقت ہوا تو آپؐ نے اذان واقامت کے بعد نماز پڑھائی۔ جب دو دن تک اس طرح آپؐ نماز پڑھا چکے تو نماز کے اوقات پوچھنے والے صحابیؓ کو بلایا اور فرمایا کہ دو دن تک تم نے جس طرح دیکھا بس پانچوں نمازوں کا وقت انہیں کے درمیان ہے۔

اس حدیث میں چند الفاظ ایسے آئے ہیں جن کے معنی عام شخص کو سمجھنے میں دشواری ہوسکتی ہے اس لئے ہم یہاں تفصیل سے ان کے معنی لکھ رہے ہیں۔

زوال: سورج جب بالکل آسمان کے بیچوں بیچ آجاتا ہے اس کے بعد مغرب یعنی پچھم کی طرف آہستہ آہستہ ڈھلتا ہے اسی کو زوال کہتے ہیں، جب سورج ڈھل جاتا ہے تو اس کے بعد ظہر کی نماز کا وقت شروع ہوتا ہے۔

شفق: مغرب یعنی پچھم میں جب سورج ڈوبتا ہے تو آسمان پر سرخی اور لالی چھائی ہوتی رہتی ہے۔ جب تک یہ سرخی اور لالی باقی رہتی ہے تب تک مغرب کا وقت رہتا ہے اس کے ختم ہونے کے فوراً بعد عشاء کا وقت شروع ہوجاتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ پہلے دن آپؐ نے مغرب کی نماز سورج ڈوبتے ہی پڑھائی اور دوسرے دن شفق کے غائب ہونے سے پہلے پہلے پڑھائی، یعنی مغرب کی نماز کا وقت بہت مختصر ہوتا ہے۔

صبح کاذب: یہ ہے کہ روشنی اور اجالا آسمان میں لمبائی یعنی مشرق ومغرب میں ظاہر ہو اس کے بعد پھر اندھیرا اکچھ رات کی طرح چھا جاتا ہے۔

صبح صادق: کی پہچان یہ ہے کہ آسمان کے مشرقی کناروں میں شمال وجنوب کی طرف دھیرے دھیرے سفیدی اور روشنی پھیلتی ہوئی نظر آتی ہے۔ اجالا بڑھتا جاتا ہے۔ یہ فجر کی نماز کا وقت شروع ہو گیا ہے سورج نکلنے سے پہلے تک فجر کی نماز ادا کی جا سکتی ہے۔

آج کا دور تو مشینوں اور گھڑی گھنٹوں کا ہے، مسجدوں میں گھڑیاں لگی ہوتی ہیں اور نماز کے اوقات بھی مقرر ہوتے ہیں تو مسجدوں میں اس کے مطابق ہی نماز پڑھنا چاہئے لیکن ٹرینوں، بسوں، کارخانوں، فلیٹوں، کھیت کھلیانوں میں جہاں وہاں چند لوگ اکٹھے ہو کر نماز پڑھیں تو حدیث میں بتائے ہوئے اول وآخر وقت کے درمیان سہولت کے مطابق نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ بہت سے لوگ گھڑی دیکھتے رہتے ہیں ایک منٹ دو منٹ پاؤ منٹ آدھا منٹ باقی ہے ایسا نہیں ہونا چاہئے بعض تو اس پر بحث اور جھگڑا بھی کر لیتے ہیں ان کا طریقہ سنت کے مطابق نہیں ہے۔ بس دونوں نمازوں کے بیچ وقت کا جو گیپ اور فاصلہ ہے اس کے بیچ میں حالات اور سہولت کو دیکھتے ہوئے نماز پڑھ لیں۔

(310) بچپن سے نماز کا عادی بناؤ

عَنْ سَبُرَةَ الْجُهَنِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِّمُوا الصَّبِيَّ الصَّلٰوةَ ابْنَ سَبْعِ سِنِيْنَ وَاضْرِبُوْهُ عَلَيْهَا ابْنَ عَشْرَةٍ ۔ (ترمذی شریف: اَبْوَابُ الصَّلٰوةِ، بَابُ مَاجَآءَ مَتٰى يُؤْمَرُ الصَّبِيُّ بِالصَّلٰوةِ)

ترجمہ: ”روایت کرتے ہیں سبرہ جہنیؓ کہ فرمایا حضرت رسول اللہؐ نے لڑکے جب سات برس کے ہو جائیں تو انہیں نماز سکھاؤ اور جب دس سال کے ہو جائیں تو نماز نہ پڑھنے پر انہیں مارا بھی جا سکتا ہے۔“

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ لڑکے جب سات برس کے ہو جائیں تو انہیں نماز سکھاؤ اور جب دس سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز نہ پڑھنے پر خاصی تنبیہ کرو اور ہلکی پٹائی بھی کی جاسکتی ہے۔ تعلیم نبویؐ سے معلوم ہوا کہ اولاد کو بچپن سے ہی نماز کا پابند بنانا چاہئے۔ جن گھرانوں میں اللہ کے فضل سے یہ عادت اور طریقہ ہے، ان کے بچے بوڑھے ہونے تک اور مرتے دم تک نماز کے پابند رہتے ہیں مگر بعض بعض دیندار گھرانوں میں دیکھا گیا کہ وہ بچوں کے نماز پڑھنے نہ پڑھنے کا کچھ خیال نہیں کرتے، ان کا یہ طریقہ صحیح نہیں ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے یعنی جہنم سے بچانے کی فکر کرو۔''

(66۔التحریم، آیت: 6)

اس آیت کے تحت خدا کے یہاں وہ لوگ پکڑ میں آسکتے ہیں جو اولاد اور بچوں کے نماز پڑھنے اور نہ پڑھنے کی طرف دھیان نہیں کرتے۔ قرآن مجید میں حضرت اسماعیلؑ کی ایک صفت بتائی۔

وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَكَانَ عِندَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا ﴿55﴾

ترجمہ: ''اور وہ یعنی حضرت اسماعیلؑ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوۃ کی بڑی تاکید کرتے رہتے تھے اور اپنے رب کو ایسا راضی کر لیا کہ منظور نظر ہو گئے۔''

(19۔مریم، آیت: 55)

اوپر لکھی حدیث پاک اور قرآن مجید کی دونوں آیات سے معلوم ہوا کہ گھر والوں اور بچوں بچیوں کو نماز پڑھنے کے لئے سخت تاکید کرتے ہی رہنا چاہئے، بھلے ہی مختصر نماز پڑھ لیں جیسے کہ فجر کی چار رکعت، ظہر کی دس رکعت، عصر کی چار، مغرب کی پانچ اور عشاء کی نو رکعت کی عادت ضرور ڈلوایئے اس کے علاوہ جو

دوسرے نوافل اور سنت مستحبہ وغیرہ ہیں ان کے پڑھنے پر زیادہ اصرار نہ کیجئے کہ بچے اور جوان آپ سے بدکنے لگیں اور بے نمازی ہو جائیں۔ بس اپنے نفس کو بھی نصیحت کرتے رہیں اور لوگوں کو بھی کہ بچوں کو چھوٹی عمر سے نماز کا عادی بنالیں، لڑکوں کو اپنے ساتھ مسجد میں لے جائیں، نماز میں کھڑا کریں اور مائیں گھروں میں جب نماز کے لئے کھڑی ہوں تو بچیوں کو اپنے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے کھڑی کرلیں۔

(311) فجر اور عصر کی نماز کی تاثیر

عَنْ جَرِيْرِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا نَظَرَ اِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ فَقَالَ اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا الْقَمَرَ لَا تُضَامُّوْنَ فِيْ رُؤْيَتِهٖ فَاِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَلَّا تُغْلَبُوْا عَلٰى صَلٰوةٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَصَلٰوةٍ قَبْلَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ فَافْعَلُوْا۔

(بخاری شریف: كِتَابُ التَّوْحِيْدِ، بَابُ قَوْلِ اللهِ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ)

ترجمہ: ''حضرت جریر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی اکرمؐ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں آپؐ نے چودھویں رات کے چاند کو دیکھا تو فرمایا تم ضرور (آخرت میں) اپنے رب کو اسی طرح دیکھو گے جیسے اس چاند کو دیکھ رہے ہو تمہیں اپنے رب کو (قیامت کے دن) دیکھنے میں کوئی اڑچن اور کشمکش نہ ہوگی، تو اب اگر تم سے ہو سکے تو خاص طور پر سورج کے نکلنے سے پہلے والی نماز یعنی فجر اور سورج ڈوبنے سے پہلے کی نماز یعنی عصر کو فوت نہ ہونے دو۔''

اللہ تعالیٰ نے ہم سب انسانوں کو پیدا کر کے اس دنیا میں زندگی گذارنے کا موقع دیا، انسانوں کی ہدایت ورہنمائی کے لئے انبیاء اور رسول بھیجے، ان پر آسمانی کتابیں اور صحیفے نازل فرمائے۔ جو لوگ کتاب اللہ پر نظر رکھتے ہیں اور قدرے اس سے واقف بھی ہیں انہیں اللہ کے وجود کا پورا یقین ہوتا ہے، جس زمین پر ان کے پاؤں ٹکے ہیں اور آسمان ان کے سر پر چھت کی طرح تنا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ ہزاروں،

لاکھوں، کروڑوں نعمتیں انسان دیکھ رہا ہے، ان تخلیقات کو دیکھ کر خالق پر ایک مؤمن کا ایمان بڑھتا ہے۔ اسی لئے قرآن شریف میں جگہ جگہ اشارہ ہے کہ پھلوں کی پیداوار کی طرف نگاہ ڈالو، بارش ہوتی ہے اس پر نظر کرو، آسمان کی طرف دیکھو، اس طرح دنیا میں ہزاروں ہزار چیزیں اور مخلوق ہر انسان کو دیکھنے کو ملتی ہیں، کبھی کبھی بعض ناسمجھ لوگ اس دنیا میں اللہ کو دیکھنے اور نہ دیکھنے کے بارے میں بھی بحث کرنے لگتے ہیں کہ ہم کو اللہ دکھائی کیوں نہیں دیتا؟ یہ دراصل ان کی کم عقلی ہے۔ اس دنیا میں رہتے ہوئے ہماری ان آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھ لینا ممکن نہیں ہے، آدمی جل بھن کر کباب ہو جائے گا اور بے وجود ہو جائے گا۔ البتہ حشر کے میدان میں نیک انسان اللہ تعالیٰ کو دیکھ سکے گا جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَىٕذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿22﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿23﴾

ترجمہ: ''اس دن بہت سے چہرے رونق سے بھرپور تازگی والے ہوں گے۔ اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہوں گے۔''

(75۔القیامۃ، آیت: 22,23)

یہ لوگ میدان حشر میں بہت خوش ہوں گے اس لئے کہ وہ اپنے نامۂ عمل کے لحاظ سے کامیاب ہو چکے ہوں گے، اللہ تعالیٰ کا انہیں دیدار ہو چکا ہوگا اور اس کی رضا ان بندوں کو نصیب ہو چکی ہوگی، اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی بات ہے وہ آخرت کی ہے۔ اس حدیث شریف میں دیدار الٰہی کے لئے حضرت رسول اللہؐ امت کو اس طرف متوجہ کرتے ہیں کہ فجر کی نماز اور عصر کی نماز کو خاص طور سے تم فوت نہ ہونے دو، ان کا وقت پر پڑھنے کا خاص اہتمام کرو، خود قرآن مجید میں بھی ایک جگہ اس کا اشارہ ملتا ہے۔

حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۗ وَ قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِیْنَ ﴿238﴾

ترجمہ: ''نماز پر نگہبان رہو خاص طور سے بیچ والی نماز پر اور اللہ کے حضور ادب سے کھڑے رہا کرو۔''

(2۔البقرہ، آیت: 238)

اس آیت میں جو "صَلٰوۃِ وُسطٰی" کا لفظ ہے اس سے بعض علماء کے نزدیک عصر کی نماز مراد ہے اور بعض کے نزدیک فجر کی نماز مراد ہے، اگر دیکھا جائے تو پانچوں نمازوں میں بیچ کی نماز فجر کی بھی ہے اور بیچ کی نماز عصر بھی ہے۔ ہمارے نزدیک دونوں ہی قول صحیح ہیں جس حدیث شریف کی ہم تشریح لکھ رہے ہیں اس میں حضرت نبیؐ نے رات کے وقت چاند کی طرف نظر ڈالی اور فرمایا کہ جس طرح تم چاند کو دیکھ رہے ہو اسی طرح آخرت میں تم اپنے رب کو دیکھو گے۔ اور اپنے رب کو دیکھنے میں کوئی دقت نہیں ہو گی، دنیا میں انسان چاند کو نظر بھر کر دیکھ سکتا ہے لیکن سورج کو نظر بھر کر نہیں دیکھ سکتا، بجلی جو چمکتی ہے اس کو بھی نہیں دیکھ سکتا اور بھی بہت سی چیزیں ہیں جن کو آنکھ ہونے کے باوجود دیکھ نہیں سکتا۔

حضرت موسیٰؑ کو جب اللہ تعالیٰ نے شرف ہمکلامی بخشا اور تورات نام کی آسمانی کتاب عطا فرمائی تو حضرت موسیٰؑ کی طبیعت میں تقاضہ ہوا کہ رب تعالیٰ کو دیکھیں، اس کا تفصیلی بیان قرآن مجید کی 7۔ سورۃ اعراف کی آیت 143 کی روشنی میں ہم لکھ رہے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْكَ ؕ کہ پروردگار! مجھے آپ دکھا دیجئے کہ میں آپ کو دیکھ سکوں، یہ نہیں کہا کہ میں آپ کو دیکھنا چاہتا ہوں بلکہ فرمایا کہ اے رب مجھے آپ دکھا دیجئے۔ یعنی آپ دکھائیں گے تو میں آپ کو دیکھ سکوں گا، رب تعالیٰ نے جواب میں ارشاد فرمایا: لَنْ تَرٰىنِیْ موسیٰؑ تم ہمیں ہرگز نہیں دیکھ سکو گے، یہ اس لئے کہ موسیٰؑ کے پاؤں اس وقت زمین پر تھے اور وہ اپنی دنیاوی زندگی پوری کر رہے تھے، آگے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہو: وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ ۚ لیکن اس پہاڑ کی طرف دیکھو اگر میری تجلی کے ظاہر ہونے پر بھی پہاڑ اپنی جگہ ٹھہرا رہا تو تم مجھے دیکھ سکو گے۔ اس کے اور آگے قرآن مجید کا بیان ہے۔ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ جب پروردگار نے ایک ہلکی سی تجلی پہاڑ پر فرمائی پہاڑ بکنی بکنی ہو کر ریزہ ریزہ ہو گیا اور موسیٰؑ بیہوش ہو کر گر پڑے، فَلَمَّآ اَفَاقَ جب موسیٰؑ ہوش میں آئے تو کہنے لگے سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَیْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿143﴾ پروردگار آپ کی ذات پاک ہے، میں

آپ کے حضور توبہ کرتا ہوں اور میں سب سے پہلے ایمان لایا، حضرت موسیٰ ؑ کے واقعہ کی تفصیل سے معلوم ہوا کہ اس دنیا میں رب تعالیٰ کو کسی انسان کے لئے دیکھنا ممکن نہیں ہے۔ حتیٰ کہ نبی کے لئے بھی ممکن نہیں لیکن آخرت میں اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ کا دیدار ضرور نصیب ہوگا۔ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی چیزوں کو دیکھ کر کے اللہ تعالیٰ سے ملنے، اسے دیکھنے اور اس کے احکامات پر چلنے کا شوق ایک مؤمن کے اندر پیدا ہونا چاہئے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے:

تَفَكَّرُوْا فِىْ آلَاءِ اللّٰهِ وَلَا تَتَفَكَّرُوْا فِىْ ذَاتِ اللّٰهِ۔

ترجمہ: ''اللہ کی نعمتوں میں غور کرو۔ اللہ کی ذات میں غور نہ کرو۔''

(312) آپسی جنگ وجدال سے بچو

عَنْ اَبِىْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا ضَلَّ قَوْمٌ بَعْدَ هُدًى كَانُوْا عَلَيْهِ اِلَّا اُوْتُوا الْجَدَلَ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ۔

(ابن ماجہ شریف: باب اجتناب البدع والجدل)

ترجمہ: ''حضرت ابوامامہؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میرے بعد ہدایت یافتہ لوگ اس وقت گمراہ ہو جائیں گے، جب ان میں جنگ وجدال شروع ہو جائے گا پھر آپ ﷺ نے یہ آیت بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ تلاوت فرمائی۔''

جن قوموں کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت سے نوازا، اور وہ ہدایت یافتہ ہوئے ان کی گمراہی کا دور اس وقت شروع ہوا جب آپس میں جنگ وجدال، انتشار، لڑائی اور مار کاٹ کرنے لگے، اوپر ہم نے جو حدیث لکھی ہے اس کا عربی متن اور اردو ترجمہ آپ نے پڑھ لیا یہ حدیث ہمیں تنبیہ کرتی ہے کہ فضول کی بحث تکرار شروع نہ کریں، آپس میں جنگ وجدال نہ کریں، تفرقہ اور گروہ بندی نہ کریں، خاص طور سے دینی

باتوں میں گٹ بندی اور تفرقہ بازی ہرگز نہ کریں۔قرآن مجید کی حسب ذیل آیت بھی ہمارے پیش نظر رہے۔

اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْهِ ط

ترجمہ: ''دین کو قائم رکھو اور اس میں پھوٹ ڈالنے سے لوگوں کو منع کرو۔''

(42۔الشوریٰ، آیت: 13)

(313) نکاح کی فضیلت

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ شَبَابٌ لَّانَقْدِرُ عَلٰی شَیْءٍ وَّقَالَ یَامَعْشَرَ الشَّبَابِ عَلَیْکُمْ بِالْبَاۗئَةِ فَاِنَّهٗ اَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَاَحْصَنُ لِلْفَرْجِ فَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ مِنْکُمُ الْبَاۗئَةَ فَعَلَیْهِ بِالصَّوْمِ فَاِنَّ الصَّوْمَ لَهٗ وِجَاۗءٌ ۔ (ترمذی شریف ابواب النکاح)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہؐ کے ساتھ باہر نکلے اور ہم نوجوان تھے نکاح کرنے کی قدرت نہ رکھتے تھے، تو آپؐ نے فرمایا اے نوجوانو کے گروہ! تم ضرور نکاح کرو، اس لئے کہ وہ آنکھوں کو نیچی رکھتا ہے یعنی تاک جھانک سے بچاتا ہے، نکاح کرنے سے انسان کی عزت اور ناموس محفوظ ہو جاتی ہے جو نکاح کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہو وہ روزے رکھے روزہ نفس کی خواہش کم کرتا ہے۔''

چند نوجوان، حضور اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپؐ نے ان کی جوانی پر نظر ڈالی اور فرمایا کہ نوجوانو! تم نکاح ضرور کر لو اس لئے کہ نکاح آنکھوں کی حفاظت کرتا ہے یعنی دیدہ بازی اور تانک جھانک سے بچاتا ہے، عفت اور پاکیزگی کا بھی ذریعہ ہے، یہ نوجوان نکاح پر قدرت نہ رکھتے تھے کہ مہر ادا کرنے اور بیوی کے اخراجات برداشت کرنے کی ان میں طاقت نہ ہوگی تو اس کا بھی علاج آپؐ نے

بتا دیا کہ جسے نکاح کی قدرت نہ ہو وہ روزہ رکھتا ہے۔ اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ شباب اور نوجونی کی عمر کو جیسے ہی کئی پہنچے تو اسے نکاح کر لینے کا اشارہ ہے، بہت سے لوگ جب تک، بوڑھے نہیں ہو جاتے یا چالیس پینتالیس سال کے نہیں ہو جاتے تب تک شادی ہی نہیں کرتے، بعض خاندان کے لوگ لڑکیاں ڈھونڈتے ڈھانڈھتے اور اپنی شرطوں، مانگوں گھوڑے جلوے باجے گاجے دنیا بھر کے نخروں کی وجہ سے اپنے لڑکوں کو بڑھاپے کی عمر کو پہنچا دیتے ہیں اس طرح لڑکے بھی بوڑھے ہو جاتے ہیں اور لڑکیاں بھی بوڑھی ہو جاتی ہیں، حدیث شریف میں شباب کا لفظ ہے یہ اس لڑکے کے لئے بولا جاتا ہے جس نے جوانی کی منزل میں قدم رکھا ہو، لڑکے لڑکیوں کے جوانی کی عمر کو پہنچتے ہی رشتے آنے جانے شروع ہوتے ہیں تو ایسے موقع پر کسی مناسب رشتہ کو طے کر لینا چاہئے، ٹال مٹول حیلہ بہانہ کر کے رشتوں کو ٹالیں نہیں ورنہ پھر ایک دن رشتے آنا ہی بند ہو جاتے ہیں کہ بھئی یہ تو کہیں رشتہ کرتے ہی نہیں ان کے یہاں جانے سے کیا فائدہ؟ اگر ٹھیک ٹھاک لڑکا ہے یا ٹھیک ٹھاک لڑکی ہے، تو رشتہ کر لینا چاہئے ساری فضیلتیں ڈھونڈتے نہ پھریں، ہر آدمی میں کچھ نہ کچھ کمزوری ہوتی ہے۔ دیکھنے دکھانے میں اچھا ہوگا تو غربت ہوگی، پیسہ اور مال بہت زیادہ ہوگا تو دیکھنے دکھانے میں لڑکی کچھ ایسی ویسی ہوگی، تو ایسے میں جو لوگ اپنی پسند کے معیار کو اتنا اونچا بنا لیتے ہیں یا پھر جوڑے گھوڑے، جلوے رسم ورواج وغیرہ کے چکر میں پڑ جاتے ہیں ان کے لئے رشتوں میں بڑی دشواریاں آجاتی ہیں۔ ان کے لڑکے یا لڑکیاں شادی کی عمر کو پار کر جاتے ہیں تب تک شادی نہیں ہو پاتی۔

کبھی کبھی تو ہم نے غریبوں کو بھی دیکھا ہے کہ شادی کے ایسے کارڈ چھپواتے ہیں کہ ایک کارڈ پانچ دس روپے کا ہوتا ہے جس سے لگتا ہے کہ یہ بہت پیسے والا ہے، حالانکہ بعض لوگ کارڈ چھپوا کر شادی کے لئے چندہ لینے آجاتے ہیں، یہ بات سماج کو بھی ذلیل کرتی ہے اور شخصیت کو بھی داغدار بناتی ہے، اسلام کی

بھی ایک طرح سے بدنامی ہوتی ہے، مسلمانوں سے میں یہ کہتا ہوں کہ تمہاری بدنامی اسلام کی بدنامی ہے، اس لئے شادی بیاہ میں سادگی اختیار کرنا چاہئے۔ شاہ خرچیوں کو کم کیا جائے۔ بڑے لوگ اور اونچی ناک والے تو مانتے ہی نہیں لیکن جب ان کی بھی لڑھک جاتی ہے اور مالی پریشانی ہوتی ہے تب ان کو ہوش آتا ہے، افسوس تو ان غریب لوگوں پر ہے جن کے پاس مال نہیں اور کھانے پہننے کا بھی کوئی ٹھکانہ نہیں وہ بھی شادی کے موقع پر اپنی شان اور تکبر بتانے کے لئے بہت سی حرکتیں کرتے ہیں، اس کی وجہ سے نکاح کا وقت نکل جاتا ہے بعض بعض لڑکے اور لڑکیوں کی جوانی ڈھل جاتی ہے۔ بس ہم آج کے زمانے کے مسلمان بھائیوں سے اپیل کرتے ہیں نکاح کرنے کرانے میں زیادہ دیر نہ لگائیں اور نکاح کرنے کرانے رشتے جوڑنے میں دلچسپی لیں، لڑکا ہو یا لڑکی ہو جب اس کا مناسب جوڑ مل جائے تو خاندان کے لوگوں کو نکاح کرا دینا چاہئے تاکہ مسلم معاشرہ اور سماج صاف ستھرہ اور پاک دامن بنا رہے۔

(314) گھر، آنگن اور صحن کو صاف ستھرا رکھو

عَنْ عَامِرِ ابْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ طَیِّبٌ یُحِبُّ الطَّیِّبَ، نَظِیْفٌ یُحِبُّ النَّظَافَةَ کَرِیْمٌ یُحِبُّ الْکَرَمَ جَوَادٌ یُحِبُّ الْجُوْدَ، نَظِّفُوْا اَفْنِیَتَکُمْ۔

(ترمذی شریف: اَبْوَابُ الْاِسْتِئْذَانِ وَالْاٰدَابِ، بَابُ مَا جَآءَ فِی النَّظَافَةِ)

ترجمہ: ”حضرت عامر ابن سعدؓ نے روایت کیا اور ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ حضرت نبیؐ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ پاک وصاف ہے اور پاکیزگی وصفائی کو پسند کرتے ہیں نظیف ہیں نظافت کو پسند کرتے ہیں عزت والے ہیں، کرم کرنے والوں کو چاہتے ہیں، سخی ہیں سخاوت کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں۔ لہٰذا تم اپنے مکان اور صحن و آنگن کو صاف ستھرا رکھو۔“

حضرت رسول اللہؐ نے اسلامی معاشرہ کو بڑے ہی پاکیزہ انداز میں نصیحت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ طیب یعنی پاک ہے۔ پاکی سے محبت کرتا ہے۔ نظیف یعنی صاف ستھرا ہے، صفائی ستھرائی کو پسند کرتا ہے، اس لئے مومن مسلم معاشرہ کو بھی پاکی اور صفائی کا خیال رکھنا چاہئے۔ اللہ رب العزت کریم ہیں، کریم کے معنی میں سخاوت، فیاضی، بزرگی عظمت وغیرہ بہت سے لفظ آجاتے ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی ایک صفت "جوّاد" ہے اس کے معنی فیاضی اور داد ودہش کے ہیں لہٰذا اہل ایمان بندوں میں بھی یہ اوصاف حسنہ ہونے چاہئے کہ وہ پاک ہوں، صاف ہو شریف اور کرم مزاج ہوں، سخی اور فیاض یعنی دل بڑا کر کے دینے والے بھی ہوں۔ ان کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ کیا اور بھی بہت سی صفات حسنہ ہیں جن کا ذکر قرآن و حدیث میں موجود ہے، اوپر لکھی حدیث پاک سے صاف ستھرے پن کا تصور بنتا ہے، پھر حضرت محمدؐ اس کی تشریح بھی فرماتے ہیں کہ مکان گھر، آنگن بھی صاف ستھرا رکھو، اس حدیث اور اس کی تعلیم کو دیکھئے اور پھر مسلم محلوں کو دیکھئے۔ سکھوں جینیوں ہندوؤں کے محلوں سے زیادہ گندگی مسلم محلوں میں دکھتی ہے۔ اس میں کسی کو ناراض ہونے یا برا ماننے کی ضرورت نہیں ہے ہماری اس بات کی تصدیق کے لئے کسی بھی شہر کے مسلم محلوں کا چکر لگالیں، مسلم محلوں کی گلیاں سڑکیں رہائشی مکان نیز جگہ جگہ گندگی اور کچرے کے ڈھیر نظر آتے ہیں اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہ کچھ لوگ ایسے ضرور ہیں جو صاف صفائی اور ماحول کی پاکیزگی کو پسند کرتے ہیں اور اس کا خیال بھی رکھتے ہیں مگر اکثریت کا یہ حال نہیں ہے کہیں کہیں گلیوں میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کچرا گھر بنا ہوا ہے ذرا خیال نہیں کرتے کہ ہم کس نبیؐ کی امت ہیں؟ اور نبیؐ نے پاکیزگی، طہارت صاف ستھرے پن کی کیا تعلیم دی ہے؟ جس نبیؐ نے صفائی طہارت نظافت کو پسند کیا ہو اور اس کی تعلیم دی ہو اس کی امت کے اندر یہ سب الٹا کیسے ہو گیا؟ اس عجز کے ٹیبل پر اللہ کا فضل ہے کہ ہر قسم کے لوگ ملنے جلنے کے لئے آتے رہتے ہیں، کبھی کبھی سرکاری عملہ کے افسران آتے ہیں تو وہ بھی شرمندگی اور دبی زبان سے مسلم محلوں کے اندر بڑی گندگی کی بات کہہ ہی دیتے ہیں کہ مسلمانوں کے محلوں کے اندر بڑی

عمدگی ہوتی ہے، ان کے منھ سے یہ سن کر بڑی خفت اور بے عزتی ہوتی ہے، امت مسلمہ کو تو صفائی کے لئے مہم چلانی چاہئے ،علماء اور قومی کارکنوں کو بھی اس طرف توجہ دلاتے رہنا چاہئے کہ کچرا گلی کوچوں میں سڑکوں پر نہ پھینکیں بلکہ گھروں میں کچرے کا ڈبہ رکھیں اس میں کچرا جمع کرتے رہیں اور میونسپل کی طرف سے جہاں کچرا ڈالنے کی جگہ بنائی گئی ہو وہاں کچرا ڈلوایا کریں۔ یا پھر کچرا جمع کرنے کی سرکاری گاڑی آئے تو اس کے حوالہ کردیں، ہم نے باہر کے ملکوں میں دیکھا ہے اللہ کے فضل سے مسلم ملکوں میں بھی یہ رواج ہے کہ کچرا ڈالنے کے لئے بنائی گئی جگہ پر ہی کچرا ڈالا جاتا ہے اور صفائی پاکیزگی کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ معلوم نہیں ہندوستانی مسلمانوں میں گندگی کی عادت کس طرح پڑگئی؟

باہر کے ملکوں میں دیکھا گیا ہے کہ آدمی وکیل ہو، ڈاکٹر ہو، انجنیئر ہو افسر ہو وہ فلیٹ سے نیچے اترے گا یا مکان سے باہر نکلے گا تو ہاتھ میں کچرے کی تھیلی لئے ہوگا بلڈنگ کے نیچے یا پھر جہاں بھی کارپوریشن کی طرف سے کچرا جمع کرنے کا ڈبہ رکھا ہوگا اس میں ڈال دے گا، ادھر سے سرکاری گاڑی آئیگی کچرے کا ڈبہ اٹھا کر لے جائے گی اور کچرا شہر کے باہر پھینک آئے گی، اس طرح سے شہر کے شہر بلکہ پورے پورے ملک میں صفائی اور پاکیزگی دکھائی دیتی ہے۔ سعودی عرب اور خلیجی ملکوں میں بھی صفائی ستھرائی کا اچھا ذوق ہے۔ اور حکومت کا بھی اس پر اچھا خاصا دباؤ ہے، بعض لوگ مسلمانوں کی غربت کو بھی ان کی گندگی کا سبب بتاتے ہیں جبکہ ایسا کچھ نہیں ہے، غریب آدمی بھی صاف ستھرا رہ سکتا ہے۔ پیسہ والا ہونا کوئی ضروری نہیں ہے، کیلا کھایا اور سڑک پر چھلکا پھینک دیا، بیڑی سیگریٹ پی اس کا جلتا ٹکڑا سڑک پر پھینک دیا، کھانسی کا بلغم آیا اور کہیں بھی تھوک دیا، اور کچھ نہیں خیال کیا کہ دوسروں کو اس سے کیا تکلیف ہوگی، پس مؤمن معاشرہ میں بھی لوگوں کو چوکنا ہونا چاہئے خاص طور پر خواتین کو بھی اس میں دلچسپی لینی چاہئے کہ ان کا آنگن، گھر، کمرے صحن وغیرہ صاف ستھرے اور ٹھیک ٹھاک ہوں۔

(315) پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور کام اچھے کرو

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰهَ طَیِّبٌ وَّلَا یَقْبَلُ اِلَّا طَیِّبًا وَّاِنَّ اللّٰهَ اَمَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِمَآ اَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِیْنَ فَقَالَ یٰاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ وَقَالَ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ قَالَ وَذَكَرَ الرَّجُلَ یُطِیْلُ السَّفَرَ اَشْعَثَ اَغْبَرَ یَمُدُّ یَدَهٗ اِلَى السَّمَآءِ یَارَبِّ یَارَبِّ وَمَطْعَمُهٗ حَرَامٌ وَّمَشْرَبُهٗ حَرَامٌ وَّمَلْبَسُهٗ حَرَامٌ وَّغُذِیَ بِالْحَرَامِ فَاَنّٰی یُسْتَجَابُ لِذٰلِكَ ۔

(ترمذی شریف: اَبْوَابُ تَفْسِیْرِ الْقُرْاٰنِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: اے لوگو: اللہ تعالیٰ پاکیزہ ہے، اور اللہ تعالیٰ نہیں قبول کرتے مگر پاکیزہ چیز۔ بے شک اللہ نے ایمان والوں کو وہی حکم دیا ہے جس کا حکم رسولوں کو دیا تھا کہ اے رسولو! پاکیزہ اور صاف ستھری غذا کھاؤ اور کام اچھے کرو۔ بے شک میں جانتا ہوں جو کچھ تم کرتے ہو اور فرمایا اے ایمان ولو! کھاؤ تم پاکیزہ غذا جو ہم نے تم کو دی ہے۔ راوی نے کہا کہ رسول اللہؐ نے ایک ایسے آدمی کا ذکر فرمایا جو لمبا سفر کرتا ہے، بال اس کے بکھرے ہیں، اس کے کپڑوں اور بدن پر خاک پڑی ہوئی ہے اس حال میں وہ اپنا ہاتھ آسمان کی طرف دعا کیلئے پھیلاتا ہے، اے رب! اے رب! پکارتا ہے لیکن اس کا کھانا بھی حرام ہے، پینا بھی حرام ہے اس کا لباس بھی حرام، یعنی اس نے حرام اور ناپاک مال سے غذا کھائی ہے پھر اسکی دعا قبول ہو سکتی ہے؟''

یہ حدیث پاک حضرت وبو ہریرہؓ کی روایت سے ہم تک پہنچی ہے، اس میں تعلیم نبوی کے خزانے کے خزانے بھرے ہوئے ہیں تشریح میں انشاء اللہ کچھ باتیں کی گی۔ حدیث کا آدھا حصہ تو اتنا صاف ستھرا اور واضح ہے کہ کچھ کہنے کی ضرورت نہیں لیکن آدھے کے بعد کا جو حصہ ہے اس میں رسول اللہؐ نے کسی ایسے

آدمی کا تذکرہ فرمایا ہے، جو لمبے لمبے سفر کرتا ہے اور بال بکھرے ہوئے ہیں، کپڑوں اور بدن پر خاک پڑی ہوئی ہے اس حال میں وہ شخص دعا کے لئے آسمان کی طرف ہاتھ پھیلاتا ہے جبکہ اس کا کھانا بھی حرام ہے اور پینا بھی حرام ہے۔ اس کا لباس اور غذا بھی حرام ہے تو پھر اس کی دعا کس طرح قبول ہوسکتی ہے؟ حدیث کا جو آخری حصہ ہے اس کے تشریح نکات انشاءاللہ ہم یہاں پیش کریں گے۔ معلوم نہیں ہو پاتا کہ یہ کون شخص ہے؟ ہوسکتا ہے کہ یہ کوئی تاجر آدمی ہو جو رات دن ادھر سے ادھر تجارتی سفر کرتا ہے یہاں مال خریدتا ہے وہاں بیچتا ہے۔ یہاں بھاگ رہا ہے وہاں بھاگ رہا ہے اسے حلال اور حرام کی کوئی تمیز نہیں ہے۔ وہ خود محنت کا جو پیسہ کماتا ہے اس کے بدن اور کپڑوں پر اس کا کوئی اثر نہیں کہ بھئی بدن صاف ستھرا ہو اور کپڑے اچھے پہنے ہوئے ہو، اس کی حالت سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ایک طرح سے معاشی حیوان ہوگیا ہے۔ اس معاشی حیوانیت میں کچھ اس کو خیال نہیں ہے کہ یہ چیز حلال ہے اور یہ حرام ہے۔ یہ مال میں نے دباؤ ڈال کر یا مجبور کر کے لے لیا ہے، دھوکا دھڑی سے لے لیا ہے، کسی کی امانت ہڑپ لی، ایسی کئی چیزیں ہوسکتی ہیں کہ کرنے والے کو معلوم بھی ہوجاتا ہے کہ یہ کام مجھ سے غلط ہوا۔

یہ آدمی اپنے مالک کو اے رب! اے رب! کر کے پکارتا ہے، ہاتھ اٹھاتا ہے، دعائیں کرتا ہے، حضورؐ فرماتے ہیں ناپاک مال سے کھائی ہوئی اس کی غذا ہے۔ اور ناجائز طور سے کمائے مال کا کپڑا اور لباس پہنے ہے اس لئے اس کی دعا کیوں کر قبول ہوسکتی ہے؟ اس سے ایک نکتہ یہ نکلا کہ دعائیں قبول ہونے کے لئے ضروری ہے کہ آدمی جو غذا اپنے پیٹ میں ڈالتا ہے چاہے وہ کھانے کی ہو یا پینے کی، اس کا حلال اور ستھرا ہونا ضروری ہے اور لباس بھی حلال اور ناجائز کمائی کا ہو، ہم تو اہل کتاب امت ہیں غیر بھی جانتے ہیں کہ حلال چیز کیا ہے؟ اور حرام کی چیز کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حلال کی روزی فرمائے اور حرام سے بچنے کی توفیق دے۔ آمین۔

(316) انسانی خون کا ہرجانہ

وَعَنْ عَمْرِو ابْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُقَوِّمُ دِیَةَ الْخَطَاءِ عَلٰی اَهْلِ الْقُرٰی اَرْبَعَمِائَةِ دِیْنَارٍ اَوْعِدْلَهَا مِنَ الْوَرِقِ وَیُقَوِّمُهَا عَلٰی اَثْمَانِ الْاِبِلِ فَاِذَا غَلَتْ رَفَعَ فِیْ قِیْمَتِهَا وَاِذَا هَاجَتْ رُخْصٌ نَقَصَ مِنْ قِیْمَتِهَا وَبَلَغَتْ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا بَیْنَ اَرْبَعَمِائَةِ دِیْنَارٍ اِلٰی ثَمَانِ مِائَةِ دِیْنَارٍ وَعِدْلَهَا مِنَ الْوَرِقِ ثَمَانِیَةَ اٰلَافِ دِرْهَمٍ قَالَ وَقَضٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی اَهْلِ الْبَقَرِ مِائَتَیْ بَقَرَةٍ وَعَلٰی اَهْلِ الشَّاءِ اَلْفَیْ شَاةٍ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَقْلَ مِیْرَاثٌ بَیْنَ وَرَثَةِ الْقَتِیْلِ وَقَضٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ عَقْلَ الْمَرْاَةِ بَیْنَ عَصَبَتِهَا وَلَا یَرِثُ الْقَاتِلُ شَیْئًا۔ (رواہ ابوداؤد والنسائی، مشکوٰۃ)

ترجمہ: ”اور حضرت عمرو بن شعیبؒ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ گاؤں والوں پر قتل خطاء کی دیت چار سو دینار یا اس کے برابر قیمت کی چاندی مقرر فرماتے اور یہ مقدار دیت کے اونٹوں کی قیمت کے برابر بھی ہوتی، چنانچہ جب اونٹوں کی قیمت میں اضافہ ہوتا تو آپؐ دیت کی مقدار میں بھی اضافہ کرتے تھے اور جب اونٹوں کی قیمت میں کمی واقع ہوتی تو آپؐ دیت کی رقم کی مقدار میں بھی کمی کر دیتے تھے، یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ کے زمانے میں دیت کی مقدار چار سو دینار آٹھ سو دینار یا اسکے برابر قیمت کی چاندی بھی رہی، راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے گائے والوں پر دو سو گائیں اور بکری والوں پر دو ہزار بکریاں دیت کے طور پر مقرر فرمائی تھیں، آپؐ نے فرمایا کہ دیت کا مال مقتول کے ورثاء کا حق ہے، اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورت کی دیت اس کے عصبات یعنی قریبی رشتہ داروں پر ہے، اور قاتل (نے اگر اپنے مورث ہی کو قتل کیا ہے تو وہ) مورث کی وراثت سے محروم رہے گا (مقتول کی دیت میں سے بھی کوئی حصہ نہ ملے گا اور ترکہ میں سے بھی نہیں ملے

گا)ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے۔"

نوٹ: دیت ،خونبہا اور قتل کے ہر جانہ کے تعلق سے تفصیلی حکم ہم تعلیم الحدیث حصہ دوم کی حدیث 111,112 کی تشریح کے تحت لکھ چکے ہیں، قارئین وہاں یہ تفصیل صفحہ 5 تا 12 پر دیکھ سکتے ہیں۔

یاد رکھنا چاہئے کہ اس حدیث شریف کا مضمون حضور اکرمؐ کی زبان مبارک سے ان بستی والوں کے لئے بیان ہوا ہے کہ جس میں بکریاں اور گائے پالنے والوں کی کثرت تھی اس لئے فرمایا کہ دیت میں دو ہزار بکریاں دی جائیں گی۔ یا پھر 200 سو گائے بھی دے سکتے ہیں اونٹ پانے والے لوگ ہوں تو وہ دیت میں ایک سو اونٹ بھی دے سکتے ہیں جیسا کہ دوسری احادیث میں اس کی وضاحت ہے یا پھر ان تینوں میں سے کسی ایک قسم کے جانورں کی بازار میں جو بھی قیمت ہو وہ لاگو کی جائے گی، مارکیٹ میں قیمتیں کم زیادہ بھی ہوتی رہتی ہیں۔ اس لئے حضورؐ نے اس حدیث میں اس کا خلاصہ بھی کر دیا ہے، خود آپؐ کے زمانے میں دیت کے سو اونٹوں کی قیمت کبھی گھٹ کر 400 دینار ہو جاتی اور کبھی بڑھ کر 800 دینار تک پہنچ جاتی، قیمتوں کے گھٹ بڑھ کا تسلسل آج بھی جاری ہے، اس وقت اگر 2000 بکریوں کی قیمت کا اندازہ لگایا جائے تو تقریبا چالیس لاکھ روپے ہوگی، آئندہ وقتوں میں یہ قیمت اور بھی بڑھ سکتی ہے۔ یہ بھی جاننا چاہئے کہ خون کا ہر جانہ یا قتل کی سزا وغیرہ جیسے احکام صرف وہی حکومت لاگو کر سکتی ہے جو نبیؐ کے طریقہ پر ہو۔

(317) یہودی کا جنازہ

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ اَبِیْ لَیْلٰی قَالَ کَانَ سَھْلُ ابْنُ حُنَیْفٍ وَّ قَیْسُ ابْنُ سَعْدٍ قَاعِدَیْنِ بِالْقَادِسِیَّۃِ فَمَرُّ عَلَیْھِمَا بِجَنَازَۃٍ فَقَامَا فَقِیْلَ لَھُمَآ اِنَّھَا مِنْ اَھْلِ الْاَرْضِایْ مَنْ اَھْلِ الذِّمَّۃِ

فَقَالَا اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَرَّتْ بِہٖ جَنَازَۃٌ فَقَامَ فَقِیْلَ لَہٗ اِنَّھَا جَنَازَۃُ یَھُوْدِیٍّ فَقَالَ اَلَیْسَتْ نَفْسًا۔ (بخاری شریف: کِتَابُ الْجَنَائِزِ، بَابُ مَنْ قَامَ لِجَنَازَۃِ یَھُوْدِیٍّ)

ترجمہ: ''حضرت عبدالرحمٰن ابن لیلیٰؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سہل بن حنیفؓ اور قیس ابن سعدؓ (صحابی) دونوں قادسیہ نام کے مقام پر بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں ایک جنازہ سامنے سے گذرا تو وہ دونوں کھڑے وہ گئے لوگو نے بتایا کہ یہ جنازہ یہاں کی رعایا یونی ذمی کا ہے۔ اس پر ان دونوں صحابیوںؓ نے بیان کیا کہ آنحضرتؐ کے سامنے سے بھی ایک جنازہ گذرا تھا جسے دیکھ کر آپؐ کھڑے ہوگئے تھے تو لوگوں نے کہا یہ ایک یہودی کا جنازہ ہے، آپؐ نے جواب میں فرمایا کیا یہودی کی جان نہیں ہے؟''

قارئین کرام پڑھ لیا آپ نے اس حدیث شریف کو؟ عربی بھی پڑھ لیجئے اور اس کا ترجمہ بھی دیکھ لیجئے، کیا سنت ہے حضرت رسول ﷺ کی؟ اور صحابہ کرامؓ نے کس طرح تسلسل کے ساتھ اس سنت پر عمل کیا؟ حضرت سہل بن حنیف اور حضرت قیس بن سعدؓ دونوں صحابی رسولؐ ہیں۔ یہ قادسیہ نام کے شہر میں کسی جگہ بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں ایک جنازہ گذرا تو دونوں کھڑے ہوگئے، قادسیہ کے سب لوگ ایمان لا چکے تھے اس لئے انھیں تعجب ہوا اور انھوں نے صحابیٔ رسولؐ سے کہا کہ یہ جنازہ تو ذمی جو غیر اہل ایمان ہوتے ہیں ان کا ہے پھر آپ دونوں ان کا جنازہ دیکھ کر کیوں کھڑے ہوگئے؟

حدیث شریف کی مزید تشریح لکھنے سے پہلے ہم ''ذمی'' کے بارے میں تھوڑی وضاحت کرتے ہیں ''ذمی'' اس کو کہتے ہیں کہ جو غیر مسلم، ایمان اور اسلام کو قبول نہ کرے اور رہنا چاہتا ہو اہل ایمان کے علاقہ اور ملک میں تو مسلم حکومت کی طرف سے ''جزیہ'' کے نام سے اس پر ایک رقم مقرر کردی جائے گی جسے وہ ادا کرکے مسلم سلطنت میں رہ سکتا ہے، اب اس کے جان مال سب چیز کی حفاظت کرنا مسلم حکومت کی ذمہ داری ہوگی۔

دین اسلام کی یہ خوبی ہے کہ ذمی کے مرنے کے بعد بھی اس کی انسانیت اور عزت پر ہاتھ نہیں ڈالا گیا، زندگی بھر ایک معمولی سالانہ رقم "جزیہ" کے طور پر وصول کر کے مسلم حکومت نے اس کے جان مال کا تحفظ کیا۔ گو اس نے اسلام و ایمان قبول نہیں کیا تو مرنے کے بعد آخرت میں اللہ کو اسے جو سزا دینی ہوگی دیں گے لیکن ابھی دنیا میں اس کی میت اور جنازہ کی بے ادبی نہیں کی جائے گی، اسی لئے قادسیہ نام کے شہر میں ذمی رعایا کے جنازہ کو دیکھ کر دونوں صحابیؓ کھڑے ہو گئے اور جب وہاں کے اہل ایمان نے ان کے اس کھڑے ہونے پر تعجب ظاہر کیا تو دونوں صحابیؓ رسولؐ نے بیان فرمایا کہ آنحضرتؐ کے زمانہ میں بھی آپؐ کے سامنے سے ایک جنازہ گذرا تھا جسے دیکھ کر آپؐ کھڑے ہو گئے تھے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! یہ تو یہودی کا جنازہ ہے۔ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کیا یہودی کی جان نہیں ہے؟ یعنی کیا وہ انسان نہیں ہے؟ اس کا صاف مطلب ہے کہ اسلامی مملکت میں غیر مسلم رعایا کے جان و مال کی حفاظت کی ہماری ذمہ داری ہے۔ وہ جب مر جائیں تو بھی ان کے احترام میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ایمان قبول نہ کرنے اور شرک پر جمے رہنے کی جو سزا ہے اس کا تعلق مرنے کے بعد آخرت سے ہے۔

دنیا میں ہمارے معاہدے جو غیر مسلموں سے ہوتے ہیں اس میں ایک معاہدہ "ذمی" کا ہے یعنی مسلم حکومت نے ان کی جان مال کی حفاضت کا ذمہ لے لیا جس کی تشریح ہم اوپر کر چکے ہیں۔ پا جاننا چاہئے کہ آج کے دور میں جس طرح ہماری جماعتوں میں فطری انتشار پھیل گیا ہے اور وہ لوگ جو باتیں بیان کرتے ہیں اس سے غیر مسلموں میں ہمارے خلاف تناؤ کی بھی فضا پیدا ہوتی ہے اور دشمنی کا ماحول بھی بنتا ہے، سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ وہ ہمارے خلاف مجتمع بھی ہوتے ہیں اور قوت پیدا کر کے ہمارے خلاف مشکلات بھی پیدا کرتے ہیں جیسا کہ آج ہم ہندوستان میں دیکھ رہے ہیں، اس لئے غیر مسلموں کے جو حقوق قرآن و سنت میں بتائے گئے ان کو سامنے رکھنا چاہئے، رہا ذمی کا معاملہ وہ بھی اب ہمارے قابو میں نہیں ہے، کیونکہ جہاں اسلامی اور ایمانی اقتدار قائم ہوگا وہاں ان سب احکامات کی

ترتیب قائم ہوگی، جب معاشرہ ایمانی نہیں ہے اور اقتدار بھی اسلامی نہیں ہے تو پھر ہمارے اختیار مین جو ہے وہی ہم کریں گے۔ اور ان چیزوں میں ہوتھ نہیں ڈالیں گے جو حکومت اور اقتدار کی سطح کے ہوں اور ہمارے اختیار سے باہر ہوں۔

(318) وارث کا حق نہ مارا جائے

عَنْ اَنَسٍ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فَرَّ مِنَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

(ابن ماجہ شریف: اَبْوَابُ الْوَصَايَا، بَابُ الْحَيْفِ فِي الْوَصِيَّةِ)

ترجمہ: ''حضرت انسؓ کہتے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: جو شخص اپنے وارث کو میراث دینے سے بھاگے گا قیامت کے دن اللہ اس کو جنت کی میراث سے کاٹ دے گا۔''

اہل ایمان معاشرہ سے گذارش ہے کہ خاص طور سے اس حدیث پاک پر نظر ڈالیں، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے وارث کی میراث کو مت کاٹو۔ اگر کسی نے یہ کام کیا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جنت کی جو میراث ہے اس سے اس آدمی کا حق کاٹ دیں گے۔ قرآن مجید کی ایک آیت ہے۔

تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ﴿63﴾

ترجمہ: ''یہ جنت جس کا تذکرہ کیا گیا ہے اس کے وارث ہمارے بندوں میں سے صرف ہو متقی لوگ ہوسکیں گے جن کو ہمارا خوف رہتا تھا۔''

(19۔مریم، آیت: 63)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جنت جو ہے وہ اک وراثت کی چیز ہے۔ اور وہ ایمان کی نسبت سے اور عمل کی نسبت سے اہل ایمان بندوں کو ملے گی لیکن دنیا کی میراث جو ہے انسان جب مرتا ہے اور مال چھوڑ جاتا

ہے وہ اس کے وارثوں کا حق ہوتا ہے، اس حق کی تفصیل قرآن وحدیث میں موجود ہے جن کو نہ معلوم ہو وہ علماء سے پوچھ لیں کہ کس کا کتنا کتنا حق میراث میں ہوتا ہے؟ میراث میں بھائی بہن، بیٹا بیٹی، ماں باپ بھی کا حق ہوتا ہے، افسوس کہ ہندوستان میں وراثت کی تقسیم ہی نہیں ہے۔ عرس، قوالیاں، تیجے فاتحے بہت کرتے ہیں۔ سواریاں تعزیئے بھی خوب نکالتے ہیں، دنیا بھر کی رسم اور بدعت کی پابندیاں کرتے ہیں لیکن جو احکامات قرآنی ہیں یا سنت قائمہ ہیں ان کی طرف لوگوں کا دھیان نہیں، مرنے والا تو مر گیا اب وہ وراثت میں کسی کا حق کیوں مارے؟ کیا فائدہ ہے اس کو اس سے؟ کہ فلاں کو دینا اور فلاں کو مت دینا، چنانچہ دوسری احادیث میں آتا ہے کہ وارث کا جو حق ہے وہ اس کو دیا جائے۔ لَا وَصِيَّةَ لِـــوَارِثٍ وارث کے لئے مردہ کوئی وصیت بھی نہیں کر سکتا، یعنی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرے فلاں بیٹے کو دو مکان دے دینا وہ دے دینا یہ دے دینا، زندگی میں دے جاوے تو بات الگ ہے، لیکن مرنے کے بعد تو جو کتاب وسنت میں وارثوں کا حق مقرر ہے اسی کے مطابق حصہ ملے گا، ہاں اگر مردہ نے اپنے چھوڑے ہوئے مال کے ایک تہائی کے اندر کسی غیر وارث کے لئے وصیت کی ہے تو یہ وصیت مانی جائے گی۔

اس وقت یہ بحث مقصود نہیں ہے اس حدیث شریف کے پیش نظر اس وقت یہ کہنا مقصود ہے کہ سب مسلمان سمجھ لیں جو کچھ مال مردہ نے چھوڑا ہے چاہے وہ ایک گز کپڑا ہی کیوں نہ ہو، وہ وارثوں کے درمیان تقسیم ہونا چاہئے۔ مالداروں کا مال جب وارثوں میں تقسیم ہوگا تو یکدم انشاءاللہ غریبی کے گھٹنے کے آثار آپ دیکھیں گے، خوشحالی بھی آئے گی، طبقاتی کشمکش بھی کم ہوگی، غیر مسلم جب ہماری اس حالت کو دیکھیں گے تو ان کی توجہ بھی اسلام کی طرف ہوگی۔ میں دعا کرتا ہوں ان لوگوں کے لئے جو وراثت کے احکام بھی نہیں سمجھتے۔ اس پر عمل بھی نہیں کرتے اللہ تعالیٰ ان کو توفیق دے کہ وراثت کی تقسیم کے احکامات پر عمل کریں اور جب بھی کسی مرد یا عورت کی میت ہو جائے تو دوسرے دھینگا نے جو کرتے ہیں، رسمیں کرتے ہیں۔ دسواں، بیسواں، چالیسواں، برسی اور معلوم نہیں کیا کیا کرتے ہیں؟ وہ کریں یا

نہ کریں ان کی مرضی پر ہے، اصل چیز یہ ہے کہ علماء سے پوچھیں کہ ہمارے باپ کا انتقال ہو گیا یا ہماری ماں وفات پا گئی ہے یا ہمارے فلاں کا انتقال ہو گیا ہے اور ان کے یہ یہ وارث ہیں اور وفات پانے والے نے اتنا اتنا مال چھوڑا ہے، بینک بیلنس ہے، دکان ہے مکان ہے کھیت کھلیان ہے جو بھی ہے بتا دے۔ وہ عالم اس حساب سے فتویٰ دے دیں گے۔ بس اس کے مطابق وراثت کی تقسیم کر لیجئے۔

تقسیم وراثت میں مردہ کا تو کوئی نقصان ہے نہیں بلکہ فائدہ ہی ہے کہ اس کا ترکہ اللہ اور رسولؐ کے حکم کے مطابق تقسیم ہو گیا۔ زندوں کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ ان کے درمیان کوئی جھگڑا ہی نہیں رہے گا اس لئے علماء سے مسئلہ معلوم کر کے وراثت کو ضرور تقسیم کر لیں۔ اس سے انشاء اللہ خیر و برکت بھی ہوگی اور دعوت ایمان کی راہیں بھی کھلیں گی۔

(319) مؤمن کی مثال

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ کَمَثَلِ الْخَامَةِ مِنَ الزَّرْعِ مِنْ حَیْثُ اَتَتْهَا الرِّیْحُ کَفَأَتْهَا فَاِذَا اعْتَدَلَتْ تَکَفَّأُ بِالْبَلَاءِ وَ الْفَاجِرُ کَالْاَرْزَةِ صَمَّاءَ مُعْتَدِلَةً حَتّٰى یَقْصِمَهَا اللّٰهُ اِذَا شَآءَ۔ (بخاری شریف: کتاب المرضی، باب ماجاء فی کفارة المرض)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ ارشاد فرمایا حضرت رسولؐ نے کہ مومن کی مثال کھیت کے پودے کے جیسی ہے، ہوا آئی تو جھک گیا پھر جب ہوا تھم گئی تو سیدھا کھڑا ہو گیا، ایسے ہی مومن بلا اور مصیبت کے آنے پر جھک جاتا ہے اور مصیبت دور ہو جانے پر ٹھیک کھڑا ہو جاتا ہے اور بدکار و نافرمان کی مثال ایسے اکڑے ہوئے درخت کی ہے جو ہر حال میں تنا ہوا اکڑا رہتا ہے، یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں جڑ سے اکھاڑ ڈالتے ہیں۔''

اس حدیث شریف میں اللہ کے رسول ﷺ نے مومن کی مثال بیان کی ہے کہ وہ ہرا بھرا سایہ دار اور مفید درخت کے جیسا ہے۔ زمین پر اس کی گھنی چھاؤں بھی پڑتی ہے کہ ادھر سے کوئی انسان، جانور یا کوئی قافلہ گذرے تو اس کے نیچے آرام بھی کر سکتا ہے اور بیٹھ بھی سکتا ہے، درخت تو سبھی اللہ کے اگائے ہوئے ہیں لیکن درختوں میں جو سیدھا اکڑ درخت ہوتا ہے کہ نہ اس میں ڈالیاں ہیں نہ پتے نہ چھاؤں ہے کوئی بیچارا مسافر اس کے نیچے بیٹھ بھی نہیں سکتا، یہ درخت بھی کوے، برا نہیں ہے وہ اپنے حساب سے ہے لیکن مومن آدمی کی صفت مخلوق کے درمیان ہرے بھرے سایہ دار درخت کی جس میں تھوڑا قدرے جھکاؤ بھی ہوتا ہے، گھنا درخت جس کے خاصے پتے ہوں اور نیچے خوب چھاؤں پڑتی ہو وہ تھوڑا جھکا جھکا نظر آتا ہے یہ مومن کی ایک ایسی تمثیل ہے کہ بلا اور مصیبت آنے کے وقت اپنی نرمی کے سبب جھک جاتا ہے اور مصیبت کے جھونکے گذر جاتے ہیں اور پھر یہ اللہ کا نام لے کر اس کا شکر ادا کرتے ہوئے سیدھا کھڑا ہو جاتا ہے جیسے کہ اس پر کوئی مصیبت آئی ہی نہ ہو۔ اس طرح اس کا وجود دیر تک رہتا ہے اور لمبی مدت تک مخلوق اس سے فائدہ اٹھاتی رہتی ہے۔

باقی جو اکڑ والے درخت ہوتے ہیں یہ صفت اگر انسانوں میں آجائے تو اس حدیث میں اشارہ دیا گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں ایسے لوگوں کو اکھاڑ کر توڑ تاڑ کر پھینک دیتے ہیں۔

(320) زمین گواہی دے گی

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ "يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا" قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا اَخْبَارُهَا قَالُوْا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّ اَخْبَارَهَا اَنْ تَشْهَدَ عَلٰى كُلِّ عَبْدٍ اَوْ اَمَةٍ بِمَا عَمِلَ عَلٰى ظَهْرِهَا اَنْ تَقُوْلَ عَمِلَ عَلَيَّ كَذَا وَكَذَا يَوْمَ كَذَا وَكَذَا قَالَ فَهٰذِهٖ اَخْبَارُهَا۔ (ترمذی شریف: اَبْوَابُ تَفْسِيْرِ الْقُرْآنِ، بَابُ سُوْرَةِ اِذَا زُلْزِلَتْ)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ایک آیت پڑھی جس کا ترجمہ یہ ہے ''اس دن زمین اپنی خبریں بیان کرے گی'' آپؐ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ زمین کی خبریں کیا ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا اللہ اور اس کے رسولؐ زیادہ جانتے ہیں آپؐ نے فرمایا زمین کی خبریں یہ ہیں کہ وہ ہر مرد اور عورت کے بارے میں گواہی دے گی کہ اس نے میری پیٹھ پر ایسا اور ایسا کیا اور فلاں فلاں دن کیا۔ یہی زمین کا اپنی خبریں بیان کرنا ہے۔''

قرآن مجید کی 99۔ نمبر کی ایک سورت ''زلزال'' ہے وہ پوری سورت اور اس کا اردو ترجمہ ہم یہاں لکھ رہے ہیں اوپر لکھی حدیث پاک اسی سورت شریف کی آیت:4 کی شرح اور تفسیر ہے۔

إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا (1) وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا (2) وَقَالَ الْإِنسَانُ
مَا لَهَا (3) يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا (4) بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَىٰ لَهَا (5) يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ
النَّاسُ أَشْتَاتًا لِّيُرَوْا أَعْمَالَهُمْ (6) فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ (7)
وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ (8)

ترجمہ: ''جب زمین بڑے زور کے زلزلہ سے ہلا دی جائے گی۔ اور زمین اپنے اندر کے سارے بوجھ باہر نکال پھینکے گی۔ اور انسان کہے گا کہ اس کو کیا ہوگیا، اس دن وہ خبریں بیان کرے گی۔ اس لئے کہ تمہارا رب زمین کو بیان کرنے کا حکم دے گا۔ اس دن لوگ الگ الگ ٹولیوں میں پھیل پڑے ہوں گے تاکہ اپنے اپنے اعمال کا نتیجہ خود دیکھ لیں۔ پھر جس نے ذرہ برابر بھی نیک عمل کیا ہے وہ اس کو دیکھ لے گا۔ اور جس نے ذرہ بھر برا کام کیا ہوگا وہ اس کو دیکھ لے گا۔''

(99۔ الزلزال، آیت: 8-1)

اوپر لکھی حدیث مبارک اور پھر اس کی تشریح کے تحت لکھی ہوئی آیات قرآنیہ میں جو واقعات بیان کئے گئے ہیں وہ ہو کر رہیں گے اور ہر انسان اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا۔ سورۃ زلزال میں حدیث شریف

سے متعلق جو الفاظ ہیں وہ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا (اس دن زمین اپنی خبریں بیان کرے گی) ہیں، آج کے سائنس وٹکنالوجی کے دور میں یہ ثابت ہوگیا کہ زمین گھوم رہی ہے، اپنے مدار پر بھی گھوم رہی ہے اور اپنے محور پر بھی گھوم رہی ہے بالکل اسی طرح جیسے چکے گھومتے ہیں، آپ نے دیکھا ہوگا کہ ایک زمانے میں انسان نے لاکھ کے ذریعہ ایک توے جیسی طشتری بنائی تھی اس کو گراموفون کہتے تھے اس کے اوپر صابن نما ایک چھوٹی سی ڈبی رہتی تھی جس کے اندر ایک باریک سوئی ہوتی تھی۔ مشین چالو کریں تو اس میں ریکارڈ کی ہوئی آواز سنائی دیتی تھی، اور اب تو کیسٹ، ویڈیو، آڈیو، سی ڈی، کمپیوٹر ان بے جان چیزوں میں آدمی کی آواز جوں کی توں قید ہوجاتی ہے پھر جب اسے سننا چاہتے ہیں سن لیتے ہیں اور دیکھے جانے والے مناظر دیکھ بھی لیتے ہیں۔

ان سب کو دیکھ کر آج کے دور میں اس بات پر ایمان لانا کہ زمین اپنی خبریں بیان کرے گی کچھ بھی مشکل نہیں ہے جبکہ ہم جیسے مٹی کے پتلے یعنی انسان جو پیدا ہو کر مر بھی جاتے ہیں، زمین میں دفن بھی ہوجاتے ہیں۔ انہوں نے جب ایسی چیزیں بنالی ہیں تو اللہ تعالیٰ کے لئے کیا مشکل ہے کہ وہ زمین کے اوپر بندوں نے جو زندگی گذاری ہے اور جو کچھ کام کاج کئے ہیں وہ سارا ریکارڈ زمین اس طرح بیان کرے گی جیسے ٹیپ ریکارڈ وغیرہ سے کسی کی آواز ہم سنتے ہیں پس ہر مومن قرآن مجید کی سورۂ زلزال کی روشنی میں اس حدیث کو مزید دیکھے، علماء کرام کی تفسیریں دیکھیں گے تو آپ کو اور بھی بہت سی عجیب عجیب باتیں معلوم ہوں گی۔

(321) غم کے آنسو، رحم کا اثر

عَنْ اُسَامَةَ ابْنِ زَيْدٍ اَنَّ ابْنَةً لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِ وَهُوَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَعْدٌ وَّاُبَيٌّ نَحْسَبُ اَنَّ ابْنَتِيْ قَدْ حُضِرَتْ فَاشْهَدْنَا فَاَرْسَلَ اِلَيْهَا السَّلَامَ وَيَقُوْلُ

اِنَّ لِلّٰهِ مَا اَخَذَ وَمَآ اَعْطٰی وَکُلُّ شَیْءٍ عِنْدَهٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّی فَلْتَحْتَسِبْ وَلْتَصْبِرْ فَاَرْسَلَتْ تُقْسِمُ عَلَیْهِ فَقَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَقُمْنَا فَرُفِعَ الصَّبِیُّ فِیْ حَجْرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَنَفْسُهٗ تَقَعْقَعُ فَفَاضَتْ عَیْنَا النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهٗ سَعْدٌ مَّا هٰذَا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ هٰذِهٖ رَحْمَةٌ وَّضَعَهَا اللّٰهُ فِیْ قُلُوْبِ مَنْ شَآءَ مِنْ عِبَادِهٖ وَلَا یَرْحَمُ اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهٖ اِلَّا الرُّحَمَآءَ۔ (بخاری شریف: کتاب المرضی، باب عیادة الصبیان)

ترجمہ: ''حضرت اسامہ ابن زیدؓ بیان کرتے ہیں کہ میں اور حضرت سعد اور حضرت ابیؓ، نبیؐ کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپؐ کی ایک صاحبزادی نے خبر بھجوائی کہ ان کی بیٹی مرنے کے قریب ہے آپؐ تشریف لائیے، جواب میں آپؐ نے سلام کہلا بھیجا اور فرمایا: سب اللہ ہی کا ہے جو چاہے لے اور جو چاہے دے اور ہر شخص کی زندگی کا ایک وقت اس نے مقرر کر رکھا ہے۔ تم صبر کرو اور اللہ سے ثواب اور جزا کی امید رکھو۔ پھر دوبارہ آپؐ کی صاحبزادی نے خبر بھیجی کہ آپ ضرور تشریف لائیے تو آپؐ کھڑے ہوئے اور ہم بھی آپؐ کے ساتھ ہی کھڑے ہوئے (اور جب صاحبزادی حضرت زینبؓ کے مکان پر پہنچے) تو بچی (یعنی آپؐ کی نواسی) کو آپؐ کی گود مبارک میں دیدیا گیا، اس وقت بچی کا سانس اٹک رہا تھا، یہ حال دیکھ کر آپؐ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے سعد بن عبادہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ رونا کیسا؟ آپؐ نے فرمایا یہ تو اس رحم کا اثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے جن بندوں کے دل میں چاہا رکھا اور اللہ بھی ان بندوں پر رحم کرے گا۔ جو اس کے بندوں پر رحم کرتے ہیں۔''

ہر وہ انسان جسے اللہ نے پیدا فرمایا ہے اسے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ اسی لئے فرمایا:

کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط

ترجمہ: ''ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھے بغیر چارہ نہیں۔''

(21۔الانبیاء، آیت: 35)

عام آدمیوں اور عورتوں کی بات تو کیا ہے۔ خود انبیاء اور مرسلین کے بارے میں فرمایا گیا:

وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ﴿8﴾

ترجمہ: ''اور ہم نے ان تمام پیغمبروں میں کسی کو بھی ایسا بدن نہیں دیا تھا کہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور ان رسولوں میں کوئی ایک بھی دنیا میں ہمیشہ رہنے کے لئے نہیں آیا تھا۔''

(21۔الانبیاء، آیت: 8)

اللہ تعالیٰ نے خود حضور اکرمؐ کے بارے میں فرمایا:

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴿30﴾

ترجمہ: ''بے شک آپؐ کا انتقال ہونا ہے اور یہ بھی ایک دن مر جائیں گے۔''

(39۔الزمر، آیت: 30)

اور حضرت یعقوبؑ کے بارے میں فرمایا:

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ

ترجمہ: ''کیا تم اس جگہ موجود تھے جب یعقوبؑ کی موت کا وقت آ گیا؟''

(2۔البقرہ، آیت: 133)

ان آیات اور ان کے جیسی اور دوسری آیات قرآنیہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مرنا سب کو ہے، موت کے بارے میں ایک جگہ فرمایا گیا۔ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ (56۔الواقعہ، آیت: 60) ''ہم نے تمہاری تقدیر میں موت کو لکھ دیا ہے'' جاننا چاہئے کہ اعزاء کی موت ہے جوان لڑکوں کی موت ہے، معصوم بچوں کی موت ہے اس سب موقعوں پر رشتے ناتے والے غمگین ہوتے ہیں اس غمگینی کی حالت میں غم کے آنسو بہنا کوئی گناہ کی بات نہیں ہے، دین میں منع بھی نہیں ہے۔ یہاں رسول اللہؐ فرماتے ہیں کہ جس آدمی کو میت کے اوپر بھی غم نہ ہو اور اس کی آنکھوں سے دو آنسو نکل نہ سکیں گویا اس

کے اندر سے ترحم اور مہربانی کا جذبہ ختم ہوگیا۔ جس کے اندر سے رحم اور ترحم ختم وہ گیا پھر ایسے انسان کو انسان نہیں کہیں گے۔

میت پر غم کے آنسو بہانا منع نہیں البتہ بین کرنا، چیخنا، چلانا، سر پیٹنا، گریبان اور کپڑے پھاڑنا بال اور چہرہ نوچنا، یہ سب منع ہے۔ عربوں میں تو دستور تھا کہ رونے والی کرایہ کی عورتیں ہوتیں تھیں انھیں پیسے دے کر رونے کو لگاتے۔ آج بھی ہمارے ملک ہندوستان کے صوبہ راجستھان وغیرہ میں یہ رسم جاری ہے یہ سب اسلام میں ناجائز ہے لیکن فطری طور پر آنکھوں سے غم کے آنسو بہہ نکلیں وہ ممنوع نہیں بلکہ مطلوب ہیں۔

(322) والدین کی وفات کے بعد؟

عَنْ اَبِیْ اُسَیْدِ السَّاعِدِیِّ قَالَ کُنَّا عِنْدَالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ هَلْ بَقِیَ مِنْ بِرِّ اَبَوَیَّ شَیْءٌ بَعْدَ مَوْتِهِمَا اَبَرُّهُمَا قَالَ نَعَمْ خِصَالٌ اَرْبَعٌ اَلدُّعَاءُ لَهُمَا وَالْاِسْتِغْفَارُ لَهُمَا وَاِنْفَاذُ عَهْدِهِمَا وَاِکْرَامُ صَدِیْقِهِمَا وَصِلَةُ الرَّحِمِ الَّتِیْ لَا رَحِمَ لَكَ اِلَّا مِنْ قِبَلِهِمَا۔ (الادب المفرد، صفحہ:10)

ترجمہ: ”حضرت ابو اسید ساعدیؓ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ نبیؐ کی خدمت میں موجود تھے کہ ایک شخص نے حضورؐ سے پوچھا اے اللہ کے رسولؐ کیا والدین کی وفات کے بعد بھی میں ان کے ساتھ نیکی کا سلوک کرسکتا ہوں؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں چار بھلی خصلتیں ہیں (1) ان کے لئے دعا استغفار کرتے رہو (2) ان کے کئے ہوئے وعدے اور وصیت کو پورا کرو (3) باپ کے دوستوں اور ماں کی سہیلیوں کی عزت اور خاطر مدارات کرو۔ (4) ان لوگوں کے ساتھ صلہ رحمی اور حسن سلوک کرو جو ماں باپ کے رشتوں سے تمہارے رشتہ دار ہیں۔“

ماں باپ کی خدمت کرنا ان کی ضرورتوں کو پورا کرنا، ان کے ساتھ نرمی سے پیش آنا، والدین کی خدمت کرنے اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کے لئے قرآن مجید میں جگہ جگہ حکم ہے اور حدیث شریف میں بھی کثرت سے اس کی تعلیم ملتی ہے۔ تعلیم الحدیث حصہ اول اور تعلیم الحدیث حصہ دوم میں ہم نے ایسی کئی حدیثیں نقل کی ہیں اور قرآن مجید کی آیات کے حوالے سے ان کی مفصل تشریح بھی لکھی ہے قارئین سے گذارش ہے کہ ان کا مطالعہ فرمائیں۔

قرآن وحدیث میں والدین کے احترام اور عزت کرنے کا حکم تو ہے ہی خود ہندو فلاسفی میں بھی دیکھنے کو ملتا ہے کہ ماتا پتا کا آدر اور سمان کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ 31۔ سورہ لقمان کی آیت: 15 کے حوالے سے ہم یہاں لکھتے ہیں کہ ماں باپ اگر غلط راستہ پر چلنے والے ہوں، کوئی ڈھنگ کے نہ ہوں، گنہگار ہوں۔ شرک کرتے ہون یا کسی گناہ اور پاپ مین لگے ہوئے ہوں تو ماں باپ کے طریقے کو اختیار نہ کرو لیکن دنیا میں بھلے طریقے سے ان کے ساتھ گذارا کرتے رہوان کے کھانے پینے اور ادب واحترام کا پورا خیال رکھو۔

اوپر جو حدیث ہم نے نقل کی اس کی خاص تعلیم یہ ہے کہ اگر ماں باپ مر جائیں تو بھی کیا ان کے ساتھ کچھ نیکی اور بھلائی کی جاسکتی ہے؟ دنیا میں جو کچھ ان کی خدمت کرتے تھے وہ سلسلہ تو ان کی وفات سے ختم ہوگیا۔ اس حدیث شریف میں حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ چار بھلی خصلتیں اور عادتیں اولاد میں ہونی چاہئے، انھیں اختیار کر کے ماں باپ کے مرنے کے بعد بھی ان کے ساتھ بھلائی کرنے کا سلسلہ جاری رکھا جاسکتا ہے، ایک تو ان کے لئے دعا اور استغفار اللہ تعالی سے کرتے رہو، جیسے حضرت ابراہیمؑ کی دعا ہے۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ﴿41﴾

ترجمہ: ”اے ہمارے پالنہار! جس دن حساب قائم ہو میری مغفرت فرما اور میرے ماں باپ کی اور ایمان والوں کی مغفرت فرما۔“

(14۔ابراہیم، آیت: 41)

(2) دوسرے یہ کہ ماں باپ نے جو وعدے کسی سے کئے ہوں، کسی کا پیسے کا لین دین ہے، کسی کو کوئی چیز دینے کو کہی ہو یا کوئی کام کرنے کے لئے ماں باپ اپنے مرنے سے پہلے کہہ گئے ہوں تو اولاد پر لازم ہے کہ ان کے قول اور ان کے وچن کو پورا کرے۔

(3) تیسری بات حضرت محمدؐ نے یہ فرمائی کہ باپ کے دوستوں اور ماں کی سہیلیوں کی بھی عزت اور خاطر مدارات کرے باپ کے دوستوں میں چچا تو پہلے آتا ہے پھر باپ سے سمبندھ رکھنے والے، ملنے جلنے والے ان کی بھی عزت کرے ماں کی سہیلیوں اور ہمجولیوں کی بھی عزت کرے، حسن سلوک سے پیش آئے۔

(4) ان لوگوں کے ساتھ بھی اچھے تعلق اور سمبندھ رکھے جن سے ماں باپ کے واسطہ سے ہی رشتہ بنا ہو چاہے وہ دور کے ہوں یا نزدیک کے، پس جاننا چاہئے کہ خاندان اور سماج کی اصلاح کے لئے اس حدیث کی تعلیم بہت ضروری ہے۔ ہم اپنے ابنائے وطن کو بھی اس تعلیم سے روشناس کرائیں اس طرح انشاء اللہ ایمان کی روشنی لوگوں میں پھیلے گی۔

(323) یہودی کی بیمار پرسی

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ غُلَامًا لِيَهُوْدَ كَانَ يَخْدِمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرِضَ فَاَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُهُ فَقَالَ اَسْلِمْ فَاَسْلَمَ ۔ (بخاری شریف: كِتَابُ الْمَرْضٰى بَابُ عِيَادَةِ الْمُشْرِكِ)

ترجمہ: ''حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی لڑکا حضور اکرمؐ کی خدمت کیا کرتا تھا، وہ ایک مرتبہ بیمار ہوگیا تو حضورؐ اس کی عیادت یعنی بیمار پرسی کے لئے تشریف لے گئے اور اس کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی۔ پھر اس نے اسلام قبول کرلیا۔''

یہ دیکھئے رسول اللہؐ کا مبارک عمل، ایک یہودی لڑکا حضورؐ کی خدمت کیا کرتا تھا، اس سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ غیر مسلم کو ملازم بھی رکھ سکتے ہیں اور خدمت گار بھی رکھ سکتے ہیں، قرآن وحدیث کے پورے سانچے میں غیر مسلموں سے ترک موالات کا ذکر کہیں آپ کو نہیں ملے گا کہ ان سے تعلقات ختم کیجئے، بات چیت بند کردیجئے، کاروبار بند کردیجئے، آج کے زمانے میں بعض ناسمجھ اور دینی تعلیم سے ناواقف مسلمانوں کی طرف سے کچھ ایسی باتیں جو چل پڑی ہیں وہ حضرت نبیؐ کے اسوۂ حسنہ سے میل نہیں کھاتیں، مسلمانوں کو یہ طریقہ اختیار نہیں کرنا چاہئے۔

دوسری بات اس میں یہ ملی کہ وہ یہودی لڑکا جب بیمار ہوگیا تو حضورؐ اس کی عیادت اور بیمار پرسی کے لئے تشریف لے گئے، اب راستہ کھلا کہ اس کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی جائے یہ دراصل تعلقات کی استواری اور خدمت خلق کا نتیجہ ہے، معلوم ہوا کہ غیر مسلم بھی ہو تب بھی اس کی مزاج پرسی کے لئے جاوے، اس سے محبت بڑھتی ہے اور اگلے کے دل میں داعی کی عظمت بیٹھتی ہے، ہمارے زمانے میں دعوت کا کام کرنے والوں نے اپنا حلیہ اور چہرہ مہرا، مزاج، آواز، لباس ایسے بنالئے ہیں کہ دوسرا ان کو دیکھ کر ڈر جاتا ہے، کسی کو اپنے سے قریب لانے کے لئے قرآن وحدیث میں جو بہت ساری باتیں بتائی گئیں وہ تو اپنی جگہ پر ہیں، یہاں حضورؐ کا یہ عمل بتاتا ہے کہ آپؐ کی جو محبت پیدا ہوئی ہوگی وہ دیکھنے کے لائق ہے۔ اس اخلاق حسنہ کی بنا پر دعوت اسلام کے دروازے جیسے ہی کھلے، حضورؐ نے دعوت اس کو پیش فرمادی اور وہ لڑکا مسلمان ہوگیا۔ اس حدیث پر بار بار غور کیجئے کہ ہمارے زمانے میں جو دینی دعوت

کی تنظیمیں بنتی ہیں وہ بھی ایسا طریقہ اختیار کرتی ہیں جس کے سبب غیر مسلم عوام میں "خُلُقِ عَظِیْم" (اخلاق کا اعلیٰ پیمانہ) کا جو رسولؐ کا دعوتی وصف ہے وہ اگر غیر مسلموں کو دکھائی نہ دے تو اسلام کے بارے میں ان کے دل میں محبت کیسے پیدا ہوگی؟ اور وہ قبول اسلام کی طرف کس طرح مائل ہوں گے۔

(324) اگر، مگر سے بچو

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِیُّ خَیْرٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِیْفِ وَفِیْ کُلٍّ خَیْرٌ، اِحْرِصْ عَلٰی مَایَنْفَعُکَ وَاسْتَعِنْ بِاللّٰہِ وَلَا تَعْجِزْ وَاِنْ اَصَابَکَ شَیْءٌ فَلَا تَقُلْ لَوْ اَنِّیْ فَعَلْتُ کَانَ کَذَا وَکَذَا، وَلٰکِنْ قُلْ قَدَّرَ اللّٰہُ مَاشَآءَ فَعَلَ، فَاِنَّ "لَوْ" تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّیْطَانِ۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ طاقتور مومن بہتر ہے کمزور مومن سے اور ہر ایک میں کچھ نہ کچھ بھلائی ہے، تم اس چیز کو حاصل کرو جو تم کو نفع دینے والی ہو اللہ سے مدد مانگو اور ہمت نہ ہارو، اور اگر تمہارے اوپر کوئی مصیبت آئے تو یہ نہ کہو کہ اگر میں نے ایسا اور ایسا کیا ہوتا تو بچ جاتا بلکہ یہ کہو اللہ کا جو فیصلہ تھا وہ ہوا، اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، بیشک ''اگر مگر'' شیطان کے عمل کا دروازہ کھول دیتا ہے۔''

آدمی اس دنیا میں امتحان کے لئے بھیجا گیا ہے وہ نیک عمل کرتا ہے یا برے عمل کرتا ہے سب ریکارڈ میں محفوظ ہو جاتا ہے اسی نسبت سے اللہ تعالیٰ اسے آخرت میں جزا اور سزا دیں گے، اللہ کو تو معلوم ہے کہ کون آدمی کیا کرنے والا ہے لیکن دنیا میں بھیج کر اس کو امتحان میں بیٹھنے کا اس نے موقع دیا تاکہ خود انسان پر بھی واضح ہو جائے کہ اس نے کیا کچھ کیا ہے اور کیا نہیں کیا ہے؟ اس حدیث شریف کو سامنے رکھئے کہ کمزور اور ضعیف مومن کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک قوی اور طاقتور مومن زیادہ بہتر مانا

گیا ہے۔اس میں تھوڑی سوچنے کی بات یہ ہے ضعیف اور قوی سے مراد کیا ہے؟ قوی مؤمن یہ ہے کہ نیکی بھلائی کرنے کی اس میں قوت باقی رہے،بعض ایمان والے بھی ایسا مریل چہرہ بناتے ہیں اور ایسے مرے مردہ رہتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ ان کی زندگی کا کوئی خاص مقصد ہی نہیں ہے،غریبی آئے تو ہائے ہائے کریں گے،بعضے تو ایسے ہوتے ہیں کہ مال سے بھی اللہ تعالیٰ نوازے پھر بھی ان کا مزاج بنتا نہیں ہے یعنی ناخوش جیسے ہی معلوم ہوتے ہیں،کوئی آدمی ان کا چہرہ دیکھے تو معلوم ہوتا ہے کہ صابن کھا گیا ہے اور مکروہ سا چہرہ نظر آتا ہے۔تو مؤمن کو بشاش بھی رہنا چاہئے۔چاق وچوبند رہنا چاہئے۔فطری اعتبار سے کبھی غم،کبھی غصہ آتا ہے یہ الگ بات ہے مگر مزاج ایسا نہیں بنانا چاہئے جس کی وجہ سے سماج میں داغ دھبہ والی اس کی سیرت نظر آوے۔

دوسرے یہ کہ ضعیف کا لفظ اس حدیث میں استعمال ہوا ہے اس کو قوی کی ضد سمجھنا چاہئے کہ مالی اعتبار سے بھی مؤمن اپنی قوت کو بڑھانے کی کوشش کرے۔اخلاق،علمی اعتبار سے بھی تاکہ وہ اللہ کے دین کی خدمت بھی کر سکے ضعیف سے مراد بوڑھا پا نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ بعض بالکل ایسی مریل طبیعت کے ہوتے ہیں کہ ان کو دیکھے آدمی تو کوئی اثر قبول نہ کرے بعض اوقات سماج میں ایسے لوگ ہوتے ہیں اور ہمارے سماج میں تو اَستَغفِرُ اللہَ کثرت سے ایسے لوگ ہیں کہ کبھی اللہ تعالیٰ نے ان کو مال سے نوازا اور خوشحالی دی تو الٹی سیدھی رسمیں اور شرک وبدعت کی چیزیں کرتے ہیں۔الٹے سیدھے خرچ کرکے پھر اپنے آپ کو مالی اعتبار سے کمزور بنالیتے ہیں،جب مالی اعتبار سے کمزور بنے تو پھر دوسری چیزیں بھی پیچھے لگ جاتی ہیں،اس ضعف اور کمزوری کی بنا پر کبھی کبھی اسے لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانا پڑتا ہے،اس لئے پسندیدہ آدمی اسے بتایا گیا ہے جو قوی ہو اور اپنا بوجھ آپ سنبھالنے والا ہو۔

ایک بات اس حدیث شریف میں یہ بتائی گئی ہے کہ اللہ سے اچھی چیز مانگے اور ہمیشہ خیر و بھلائی مانگتا رہے اور جب بھی مدد کی ضرورت ہو تو اللہ تعالیٰ سے ہی مدد مانگے، جو لوگ قبروں، پیروں، فقیروں، مجاوروں سے مدد چاہتے ہیں مسلمان ہوتے ہوئے بھی ان کی خیریت نہیں ہے، رہے غیر اہل کتاب اور دوسرے شرکیہ مذاہب کے لوگ تو ان کا سارا سانچہ ڈھانچہ ہی شرک کے اوپر کھڑا ہوا ہے اس لئے ان کے بارے میں تو ہم کچھ کہہ ہی نہیں سکتے جب تک توحید کی دعوت جو ہمارے پاس امانت ہے اس کو ان کے سامنے پیش نہ کریں، توحید کی دعوت کو بے نقاب کئے بغیر ہم کوئی مثبت عمل ان کے سامنے نہیں رکھ سکتے۔ ہر مؤمن مرد اور عورت استعانت لغیر اللہ یعنی اللہ کے سوا دوسرے سے مدد مانگنے کو حرام سمجھے۔

یہ دنیا دارالامتحان ہے یہاں نَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً (ہم تمہیں ہر طرح بری بھلی حالت میں ڈال کر تمہارا امتحان لیں گے) کے تحت اچھی اور بری دونوں حالتیں پیش آئیں گی۔ بندہ ایک مفعولی حالت میں ہے، یعنی تختۂ مشق کہہ لیجئے، اس لئے بندہ یہ نہ کہے کہ ایسا کرتا تو یہ ہوتا ویسا نہ کرتا تو وہ نہ ہوتا بلکہ اچھی یا بری حالات جو بھی پیش آئے اسے یہ سمجھے کہ اللہ نے جو میری تقدیر میں لکھ دیا تھا وہ ہوا اور جو اللہ نے چاہا وہ ہوا، اس طرح انسان کے دل کو تسلی بھی ملے گی اور مصیبت میں اسے صبر کرنے میں سہارا بھی ملے گا ورنہ اگر مکر کا ہی مزاج اس کا بنا رہا تو پھر شیطان اپنے عمل کے دروازے کھولے گا، درج ذیل آیت بھی مؤمن کو دھیان میں رکھنا چاہئے۔

قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿51﴾

ترجمہ: ''آپ کہہ دو کہ کوئی مصیبت ہم پر کیا پڑے گی مگر وہ مصیبت تو پڑ کر رہے گی جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ دی ہے، وہی ہمارا کام بنانے والا ہے اور ایمان والوں کو اللہ پر بھروسہ کرنا چاہئے۔''

(9۔التوبہ، آیت: 51)

اس آیت کے ترجمہ پر غور کریں تو آپ اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ کسی مصیبت کی طاقت نہیں کہ وہ ہم پر آپڑے لیکن اِلَّا مَا کَتَبَ اللّٰہُ لَنَا کے تحت جو مصیبت اللہ نے ہمارے لئے لکھ دی ہے وہ آ کر رہے گی۔ اللہ ہمارا مولا اور کارساز ہے جب اس نے فیصلہ کسی مصیبت کے ڈالنے کا کر ہی دیا ہے تو ہم اسے اللہ کی مدد کے بغیر کیسے روک سکتے ہیں؟ یہ آیت ہم سب کو بڑا سہارا دیتی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔

(325) سفر کا مقصد پورا ہو تو جلد گھر لوٹو

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ السَّفَرُ قِطْعَةٌ مِّنَ الْعَذَابِ یَمْنَعُ اَحَدَکُمْ نَوْمَهٗ وَطَعَامَهٗ فَاِذَا قَضٰی نَهْمَتَهٗ مِنْ وَّجْهِهٖ فَلْیُعَجِّلْ اِلٰی اَهْلِهٖ ۔

(بخاری شریف: کتاب الاطعمة باب ذکر الطعام)

ترجمہ: ''روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ سے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا سفر ایک طرح کی تکلیف کا سبب ہے سفر میں نہ اچھی طرح سونا ہوتا ہے اور نہ کھانا ہوتا ہے اس لئے جب سفر کا مقصد پورا ہو جائے تو جلد اپنے گھر لوٹ آئے۔''

یہ سادہ حدیث ہمارے قارئین کو اور خود کو بھی بڑا سہارا دیتی ہے۔ یوں حضرتؐ نے فرمایا کہ سفر ایک طرح سے تکلیف کا سبب ہوتا ہے، بھلے سے ہی کتنی سہولت والا ہو پھر بھی سفر، سفر ہے اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے سفر میں نماز آدھی کر دی ہے۔ آج کے دور میں سفر تو بہت ہی آرام دہ ہو گئے ہیں تب بھی کچھ نہ کچھ پریشانی اور الجھن ہوتی ہے کبھی جہاز لیٹ ہو گیا، ہڑتال ہو گئی، ایکسیڈنٹ ہو گیا۔ مشینی خرابی آ گئی کرفیو لگ گیا، فساد ہو گیا تو گھر پہنچنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس حدیث پاک میں یہ فرمایا گیا کہ جس مقصد کے لئے سفر کیا تھا ہو پورا ہو جائے۔ چاہے لین دین کا، کاروبار کا ہو، شادی بیاہ رشتہ ناتہ کا ہو یا کسی کو کوئی معاملہ نپٹانا ہو، بہر حال جب کام پورا ہو جائے تو گھر کا رخ کرنا چاہئے بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ

گھر کی طرف رخ ہی نہیں کرتے کام ہو جاتا ہے تب بھی اس رشتہ دار کے یہاں ملنے جانا ہے، اس کے یہاں جانا ہے۔ بعضوں کو تو دیکھا ہے کہ پندرہ پندرہ، بیس بیس دن گھر پر ہی نہیں آتے ادھر ادھر، ان کے یہاں ان کے یہاں گھومتے ہی رہتے ہیں۔

خاص طور پر عید الفطر اور عید الضحیٰ میں تو رشتہ داروں کے یہاں خوب ملنے جاتے ہیں اور لمبی چھٹیاں مارتے ہیں، وہ اس کے یہاں جا رہا ہے اور یہ اس کے یہاں جا رہا ہے۔ کبھی کبھی تو بڑی مضحکہ خیز بات ہوتی ہے کہ جب سب کے سب ایک دوسرے سے ملنے کے لئے اپنے اپنے گھروں سے نکل پڑتے ہیں تو یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کون کس سے ملتا ہے؟ کیا یہ لوگ ایک دوسرے کے گھر اور دروازے، کھڑکیوں سے ملتے ہیں؟ اہل ایمان معاشرہ کو اس میں ذرا احتیاط کرنی چاہئے، مہمان بن کے بھی آپ باہر گاؤں جائیں یا اپنے ہی شہر میں کسی سے ملنے جائیں اور اس کے یہاں اس کے یہاں چکر لگاتے ہیں انھیں خود بھی سوچنا چاہئے کہ کسی کے یہاں ملنے جانے کے لئے بھی معتدل اور بر بنائے انصاف مجھے کتنا وقت لگانا چاہئے؟ بس جب سفر کا مقصد پورا ہو جائے طا ہے ملاقات کا ہو یا جس قسم کا بھی ہو تو آدمی اپنے گھر لوٹے اور اپنے بیوی بچوں میں واپس آ جائے۔

(326) مہمان اور میزبان کو نصیحت

عَنْ اَبِیْ شُرَیْحِ الْخُزَاعِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُکْرِمْ ضَیْفَهٗ وَجَائِزَتُهٗ یَوْمٌ وَّلَیْلَةٌ وَّلَا یَحِلُّ لَهٗ اَنْ یَّثْوِیَ عِنْدَ صَاحِبِهٖ حَتّٰی یُحْرِجَهٗ، اَلضِّیَافَةُ ثَلَاثَةُ اَیَّامٍ وَمَآ اَنْفَقَ عَلَیْهِ بَعْدَ ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ فَهُوَ صَدَقَةٌ۔ (ابن ماجہ شریف: بَابُ حَقِّ الضَّیْفِ)

ترجمہ: ’’حضرت ابو شریح خزاعیؓ کا بیان ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہؐ نے جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو اسے مہمان کا احترام کرنا چاہئے۔ مہمان داری اور ضیافت ایک دن ایک رات ہے، مہمان

کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے میزبان کے یہاں اتنا ٹھہرے کہ اسے تکلیف ہونے لگے اور اگر تین دن کے بعد بھی میزبان کسی مہمان کی ضیافت اور مہمان داری کرتا ہے تو یہ صدقہ ہے۔''

ہم سب کے لئے یہ حدیث پاک، ہدایت کا دروازہ کھولتی ہے، مہمان وہ ہے جو کسی کے گھر جائے اور میزبان وہ ہے جس کے گھر کوئی مہمان آیا ہوا ہے، حضرتؐ فرماتے ہیں ضیافت جو ہے یونی ٹھیک ٹھاک کھانا وغیرہ بنانا وہ صرف ایک دن اور ایک رات کی ہے بس، پھر ضیافت اور مہمانی کی آخری سرحد بھی بتا دی کہ مہمان کو تین دن سے زیادہ نہیں ٹھہرنا چاہئے، تین دن ہوگئے تو اس کو اپنا رستہ لینا چاہئے یہ مہمان کو نصیحت ہوئی کہ میزبان پر بوجھ نہ بنے، اس کی بھی تو زندگی کے معاملات ہوتے ہوں گے، جس میں اس کی مشغولیت لازم ہے، پھر ادھر میزبان کو بھی نصیحت کر ہی دی گئی کہ اگر کوئی ٹیڑھے مزاج کا مہمان ایسا ہو کہ تین دن کے بجائے دس دن ہوگئے تب بھی ہٹنے کا نام نہیں تو اس حال میں بھی اگر اس کی ضیافت کرتا ہے اور اس کی دی ہوئی تکلیف کو برداشت کرتا رہے تو یہ میزبان کی طرف سے صدقہ ہوگا، لیکن یہ صدقہ بھی بڑے صاحب نصیب لوگوں کو ہی ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس شخص کا بڑا مرتبہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی اکھڑ مزاج مہمان ہو جو تین دن کے بعد بھی ہٹے ہی نہیں، ڈیرہ ڈال کر بیٹھ جائے اور میزبان اس کی میزبانی کرتا رہے تو اسے صدقہ کا ثواب ملے گا۔

ویسے ہم میں سے ہر شخص کو اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ کسی کے یہاں مہمان ہو تو تین دن سے پہلے ہی اپنا چل چلاؤ کر لینا چاہئے تا کہ میزبان کو کوئی زحمت نہ ہو۔

(327) ظالم کے مددگار نہ بنو

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَعَانَ عَلٰى خُصُوْمَةٍ بِظُلْمٍ

اَوْيُعِيْنُ عَلٰى ظُلْمٍ لَمْ يَزَلْ فِىْ سَخَطِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْزِعَ ۔

(ابن ماجہ شریف: اَبْوَابُ الْاَحْكَامِ، بَابُ مَنِ ادَّعٰى مَالَيْسَ لَهٗ وَخَاصَمَ فِيْهِ)

ترجمہ: ''حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسولؐ نے ارشاد فرمایا: جو شخص ناجائز مقدمہ میں کسی کی مدد کرے یا ظلم وزیادتی کرنے کے کام میں کسی کی مدد کرے تو جب تک اس بری حرکت سے توبہ نہ کرلے تب تک وہ اللہ کے غضب میں رہے گا۔''

حدیث کا مضمون بالکل واضح ہے کہ ظالم کے مددگار نہ بنو، فصل خصوصیات (آپسی معاملات) میں اگر کوئی ظلم پر اڑ گیا تو اس میں اس کی ہرگز مدد نہ کی جائے، اگر کسی نے ظالم کی مدد کی تو جب تک اس حرکت سے باز نہیں آئے گا تب تک وہ اللہ کے غضب میں گھرا رہے گا، یہاں دیکھنے کی بات یہ ہے کہ آج تو پورا سماج اور معاشرہ ہی ظالم اور مظلوم میں بٹ گیا ہے، اور تو اور مسلمان خود اپنی مسجدوں میں بھی چھوٹے چھوٹے مسئلے اور مسلک کے اختلاف پر اتنی مارا ماری کرتے ہیں کہ نمازیوں کو قتل کرنے اور مسجدوں کو جلانے تک بات پہنچ جاتی ہے ہمارے پڑوسی ملک پاکستان میں تو یہ ظلم عام ہو چکا ہے یہ ان کے ظلم کی ایسی انتہا ہے کہ اس کی وجہ سے اس کو بڑی مصیبتیں جھیلنی پڑتی ہیں، اس عاجز کو ایسا لگتا ہے کہ بلاوجہ مسلمانوں کے اندر تفریق پیدا کرنا تو کیا دوسروں کے اندر بھی ہم ایسی تفریق پیدا نہیں کر سکتے کہ معمولی باتوں کے سبب ان پر ظلم کریں اور ان سے مارا ماری لڑائی جھگڑا کریں۔

اس حدیث پاک کی تعلیم کو دھیان میں رکھیں، خود بھی کسی پر ظلم وزیادتی نہ کریں اور کسی بھی ظالم کی کسی بھی طرح ہرگز ہرگز مدد نہ کریں بلکہ اس کو ظلم سے روکنے کی اپنی طاقت بھر کوشش کریں۔

(328) مانگنے والے کو تنبیہ

عَنْ حُبْشِيِّ ابْنِ جُنَادَةَ السَّلُوْلِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَهُوَ وَاقِفٌ بِعَرَفَةَ اَتَاهُ اَعْرَابِيٌّ فَاَخَذَ بِطَرَفِ رِدَآئِهٖ فَسَاَلَهٗ اِيَّاهُ فَاَعْطَاهُ وَذَهَبَ فَعِنْدَ ذٰلِكَ حُرِّمَتِ الْمَسْاَلَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمَسْاَلَةَ لَا تَحِلُّ لِغَنِيٍّ وَّلَا لِذِيْ مِرَّةٍ سَوِيٍّ اِلَّا لِذِيْ فَقْرٍ مُّدْقِعٍ اَوْ غُرْمٍ مُّفْظِعٍ وَمَنْ سَاَلَ النَّاسَ لِيُثْرِيَ بِهٖ مَالَهٗ كَانَ خُمُوْشًا فِيْ وَجْهِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَرَضْفًا يَّاكُلُهٗ مِنْ جَهَنَّمَ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُقِلَّ وَمَنْ شَآءَ فَلْيُكْثِرْ۔

(ترمذی شریف: ابواب الزکوۃ، باب ماجاء من لاتحل لہ الصدقۃ)

ترجمہ: ''روایت ہے حبشی بن جنادہ سلولی سے کہا سنا میں نے رسول اللہؐ سے حجۃ الوداع میں کہ آپ کھڑے تھے عرفات میں اور آیا ایک اعرابی اور پکڑ لیا آپؐ کی چادر کا کونا پھر سوال کیا آپ سے، آپ نے دیا اور چلا گیا وہ اور اسی وقت سے بلاضرورت سوال کرنا منع ہوا کہ فرمایا رسول اللہؐ نے بیشک سوال جائز نہیں امیر کو اور نہ قوی تندرست کو مگر فقیر خاکسار کو یا سخت حاجت والے کو اور جو سوال کرے آدمیوں سے اس لئے کہ بڑھاوے اپنا مال قیامت کے دن اس کے چہرہ پر کھروچ کے نشانات ہوں گے اور وہ شخص جہنم سے آگ کے ٹکڑے کھا رہا ہوگا، اب یہ مانگنے والا دنیا میں چاہے کم لے اور چاہے زیادہ لے۔''

حضورؐ کے اس قول مبارک میں نکتہ کی ایک بات ایسی ہے جو سرسری طور پر ترجمہ پڑھ کر نکل جائے گا اس کے ہاتھ نہیں آئے گی وہ یہ ہے کہ آدمی اگر حاجتمند نہ ہو تو اسے کسی سے مانگنا نہیں چاہئے اور کسی چیز کا سوال کرنا چاہئے، قوی اور تندرست ہو، کام کاج کر سکتا ہو تو نہیں مانگنا چاہئے، باقی ان کے علاوہ جن کو سوال کی اجازت ہے وہ سب جانتے ہیں۔ یہاں حضرت رسول اللہؐ نے یہ فرمایا کہ بہت سے لوگ ایسے

ہوتے ہیں جو محتاجی اور ضرورت کی بنا پر نہیں مانگتے بلکہ زیادہ مال دولت جمع کرنے کے لالچ کی وجہ سے مانگتے پھرتے ہیں۔

ہمارے سماج میں آج بھی ایسے لوگ بہت ہیں کہ وہ بس مانگتے ہی پھرتے ہیں۔ چاہے ان کو ضرورت ہو یا نہ ہو گویا مانگنے اور سوال کرنے ہی کو پیشہ اور کاروبار بنا لیا ہو۔ اس سے لو اس سے مانگو۔ ادھار لو، قرض لو، قرض حسنہ مانگ لو۔ کسی سے لین دین کرو پھر اس کے پیسے ہی نہ دو۔ اس طرح سے لوگ اپنی مالی حالت مضبوط کر لیتے ہیں اور مالدار بن جاتے ہیں لیکن قیامت کے دن ایسے لوگوں کے چہرے پر کھروچ اور نوچنے کے نشانات ہوں گے اور ایسے لوگ جہنم کی آگ کے ٹکڑے کھا رہے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور ان سب لوگوں کو جو اس مرض میں مبتلا ہیں اس گناہ سے بچائے۔ آمین۔

(329) خود بھی گمراہ ہوں گے دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے

وَعَنْ عَمْرٍو ابْنِ الْعَاصِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ اِنْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهٗ مِنَ النَّاسِ وَلٰكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ فَاِذَا لَمْ يَبْقَ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوْسًا جُهَّالًا فَسُئِلُوْا فَاَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا ۔ (ابن ماجہ شریف: بَابُ اِجْتِنَابِ الرَّاْيِ وَالْقِيَاسِ)

ترجمہ: ''حضرت عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ علم کو ایسے نہیں اٹھائے گا کہ لوگوں کے دلوں سے چھین لے۔ لیکن علم کو علماء کی موت کے ذریعہ چھینا جائے گا۔ جب کوئی عالم باقی نہ رہے گا تو لوگ جہلاء کو اپنا سردار بنا لیں گے ان سے سوالات کریں گے وہ علم کے بغیر فتویٰ دیں گے خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔''

اس حدیث سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ایک زمانہ امت پر ایسا آنے والا ہے کہ متبحر علماء اٹھا لئے جائیں گے ہمارے موجود زمانہ میں یہ چیز دکھ رہی ہے، اس عاجز نے 1948ء کا زمانہ دیکھا ہے کہ ہندوستان میں ایک سے ایک عالم دین تھے، جیسے حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی صاحبؒ، حضرت مولانا ابوالکلام آزاد صاحبؒ، حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی صاحبؒ، حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی صاحبؒ، حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ، حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحبؒ، حضرت مولانا عبدالماجد دریا آبادی صاحبؒ، حضرت مولانا ابواللیث صاحبؒ اور ہمارے مرشد محترم مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحبؒ، حضرت امیر شریعت مولانا منت اللہ رحمانی صاحبؒ، حضرت مولانا قاری صدیق صاحب باندویؒ وغیرہ ان کے علاوہ اور بھی علماء تھے سب کے نام کا احاطہ کرنا مشکل ہے حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کو میں نے دیکھا نہیں لیکن ان کے کام اور اثرات سے واقف ہوں، ان میں سے جس عالم ربانی کی وفات ہوئی ان کا کوئی بدل مجھے پچاس برسوں میں دکھائی نہیں دیا۔ یہ بھی نہیں کہ ویسا پیدا نہیں ہوا تو انیسا ہی پیدا ہو گیا ہو، بلکہ اب علم کی سطح اتنی گری ہوئی ہے جیسے خود اس حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ جب اعلیٰ درجہ کے علماء اٹھ جائیں گے اور کوئی بڑا عالم باقی نہ رہے گا تو پھر لوگ جہلا اور بے علم لوگوں کو ہی اپنا سردار بنالیں گے، لاعلمی اور ناواقفیت کی وجہ سے ایسی ایسی باتیں کہیں گے اور بتائیں گے کہ خود بھی بے راہ ہو جائیں گے اور عوام کو بھی صحیح راستہ سے بھٹکا دیں گے۔

اب آپ دیکھئے اپنے زمانہ کی جماعتوں اور تنظیموں میں سے کچھ کو چھوڑ کر اکثر کی قیادت اور لیڈری جو لوگ کر رہے ہیں وہ اور تو اور خود قرآن مجید سے ہی واقف نہیں ہیں، ایسے ایسے فیصلے اور ایسی ایسی حرکتیں کرتے ہیں کہ آپ اچھی طرح ترجمہ کے ساتھ قرآن مجید کو پڑھ لیجئے دو چار پانچ ترجمے اور ہلکی پھلکی

قرآن کی حد تک عربی سیکھ لیں، صحیح احادیث مبارکہ اور سیرت نبوی کو سامنے رکھئے اور پھر آپ ان قائدین اور رہنماؤں کے فیصلوں پر نظر ڈالیں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ ان کے علم کی سطح کتنی گری ہے، اس لئے مجھے تو بالکل ڈر پڑ گیا ہے کہ اس حدیث میں رسول اللہؐ نے جس زمانہ کی پیشن گوئی فرمائی ہے وہ ہمارے زمانے میں سچ ثابت ہوتی نظر آرہی ہے، فتوے بھی ایسے ایسے دیتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی سوچ صحیح نہیں ہے، جیسے اس وقت امریکہ، برطانیہ، طالبان، پاکستان، انڈیا، عراق وغیرہ کی کشمکش کی وجہ سے بے مطلب کے مسائل پیدا ہو گئے ہیں، دینی دعوت سے ان کا کوئی تعلق نہیں، جہلا تو جہلا ٹھہرے لیکن پچھلے زمانے میں جو متبحر علماء چلے گئے ان کی مسند پر بیٹھے ہوئے علماء بھی ان حالات میں ایسے فتوے دیتے ہیں مثلاً ''کوکا کولا'' پینا حرام ہے اور امریکہ و برطانیہ کی مصنوعات یا ان کی شراکت سے جو چیزیں تیار ہوتی ہیں ان کا استعمال کرنا حرام۔ پھر کچھ دنوں کے بعد سب کوکا کولا پینے لگے اور یورپی ممالک کی مصنوعات بھی استعمال کرنے لگے۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ علم کی سطح گری یا بڑھی؟ یہ جو خودکش دستہ کے طور پر بم باندھ کر اپنے دشمنوں کو مارنے جاتے ہیں اور خود بھی مرجاتے ہیں یہ سخت حرام اور خودکشی کے جیسا ہے۔

ہم یہاں بخاری شریف: کِتَابُ الْجِهَادِ وَالسِّيَرِ کے بَابُ لَا يُقَالُ فُلَانٌ شَهِيدٌ سے ایک حدیث پاک کا خلاصہ نقل کر رہے ہیں کہ: حضورؐ کے ساتھ صحابہ کرامؓ ایک جہاد میں شریک تھے اور ایک شخص جہاد میں بہت پارنگت اور بڑا ماہر دکھائی دے رہا تھا، کتنوں کو اس نے قتال کرتے ہوئے ہلاک کیا، لوگ اس کی مہارت، محنت اور جدوجہد کی بڑی تعریف کرنے لگے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ شخص دوزخی ہے، لوگوں کو آپؐ کے اس فرمان پر بڑا تعجب ہوا کہ فی سبیل اللہ جہاد و قتال میں اتنا بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہا ہے، بھلا دوزخی کس طرح ہوگا؟ بات سمجھ میں آنے والی نہیں تھی، لیکن بات سمجھ میں آئے یا نہ آئے رسول اللہؐ کی

جو بات ہے وہ صحیح ہے اور سچ ہو کر رہے گی، جہاد کے ایک موقع پر اس شخص کو دشمنوں کی طرف سے ایک تیر آلگا جس سے وہ شدید زخمی ہو گیا۔ زخموں کی تاب نہ لا سکا پھر خود اپنا ہی خنجر اس نے اپنے پیٹ میں گھونپ لیا اور مر گیا۔ اس طرح صحابہؓ کی سمجھ میں بات آ گئی کہ خودکشی کرنے والا دوزخی ہوتا ہے۔

حدیث کی اس واضح تعلیم کے باوجود اب فتوے دینے لگے ہیں کہ خودکش بم باندھ کر دشمنوں پر حملہ کرنا جائز ہے۔ تو اب مسلم نوجوان خودکش بم اپنے جسم پر باندھ کر کہیں موٹر میں، بس میں، ٹرین میں، بازار ہاٹ میں، ہوٹلوں میں یا کسی ایسی جگہ جہاں لوگوں کی بھیڑ ہو وہاں حملہ کر دیتے ہیں، اس میں اپنوں کو بھی مار ڈالتے ہیں اور دشمنوں کے بھی کچھ افراد مارے جاتے ہیں۔ بے گناہ عورتیں اور معصوم بچے بھی اس کا شکار ہوتے ہیں۔ اس کو جہاد و قتال کہتے ہیں، بعض اہل علم بھی جہاد و قتال کے فتوے دینے لگے تو اب ہم آپ کہاں جائیں گے؟ اللہ کا شکر ہے کہ ہندوستانی عالموں نے ایسے فتوے کبھی نہیں دیئے۔

سود کے بارے میں بھی ہیرا پھیری کرنے لگے ہیں ایسے فتوے بھی آنے لگے۔ ''حلالہ'' کی بات بھی سامنے آنے لگی ہے بعض رقمیں ایسی ہوتی ہیں جن کے خرچ کرنے کے مخصوص طریقے طے ہوتے ہیں جیسے زکوٰۃ کی رقم ہے اسے 9۔ التوبہ کی آیت: 60 میں بیان کی گئی آٹھ مدوں میں ہی خرچ کیا جائے گا اس کے علاوہ اگر کوئی اپنے من چاہے طریقے سے کہنے لگے کہ اس کو دیدو اس کو دیدو، اس کی ملکیت میں دیدو پھر وہ واپس تم کو دیدے ایسی ہیرا پھیری بھی زکوٰۃ کی رقم میں ہونے لگی ہے اور خود بتاتے بھی ہیں کہ ایسا نہیں ایسا کرو۔ یہ سب باتیں ایسی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اب علم کی سطح گری ہے، ہمارے زمانے میں یوں اللہ کا شکر ہے کہ سائنس و ٹکنالوجی کے دور میں حصول علم کی سہولتیں بہت ہو گئی ہیں لیکن جب علم کی سطح گری ہے تو اب ہم کو ان مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا جن کی پیشن گوئی حدیث شریف میں کی گئی ہے۔ بس اللہ تعالیٰ ہی ہماری مدد فرمائے اور ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔

(330) قوم کی بدسلوکی اور نبیوں کا درگذر

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَحْکِیْ نَبِیًّا مِّنَ الْاَنْبِیَاءِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَیْهِمْ، ضَرَبَهٗ قَوْمُهٗ فَاَدْمَوْهُ وَهُوَ یَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَّجْهِهٖ وَیَقُوْلُ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۔ (بخاری و مسلم)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ گویا میں رسول اللہؐ کو دیکھ رہا ہوں، آپؐ نبیوں میں سے ایک نبیؑ کا حال بیان کر رہے تھے کہ ان کو ان کی قوم نے مارا پیٹا، یہاں تک کہ ان کے جسم سے خون بہنے لگا، وہ اپنے چہرہ سے خون پونچھ رہے تھے اور دعا کر رہے تھے کہ یا اللہ! میری قوم کو معاف فرما دے کیونکہ وہ جانتے نہیں۔''

اللہ کی طرف لوگوں کو بلانے والوں کے لئے اس حدیث شریف میں نبیوں کا ایک نمونہ بتایا گیا ہے، بعض بعض نبیوں کی قوم نے ان کو بہت ستایا، تکلیفیں پہنچائیں کہ ان کے جسم لہولہان ہو گئے بقول قرآن مجید کے تو یہ بھی ہوا

فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِیَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿91﴾

ترجمہ: ''ایمان کے دعوے میں اگر تم سچے تھے تو اس کے پہلے تم نے اللہ کے نبیوں کا خون کیوں بہایا؟''

(2۔البقرہ، آیت: 91)

نام کا مؤمن معاشرہ بھی کبھی کبھی کافروں اور مشرکوں کے جیسی حرکت کرتا ہے، جیسے پچھلے وقتوں میں بنی اسرائیل کے زمانے میں ایسا ہوا ہے کہ اللہ کا ایک نبی آیا جس نے آسمانی کتاب کی تعلیم اور وحی کے ذریعہ لوگوں کی اصلاح کی، مسلم معاشرہ کا قیام ہوا سب مسلم ہی مسلم ہو گئے، نبی کی وفات کے بعد جب ان میں بگاڑ ہوا تو پھر ان کی اصلاح اور ہدایت کے لئے اللہ نے دوسرا نبی بھیجا۔ اس نبی کو نام کے ان

مسلمانوں نے قتل کر ڈالا، اسرائیلی مسلمانوں کا یہ حال بڑی لمبی چوڑی تاریخ رکھتا ہے، جگہ جگہ قرآن مجید کی آیات میں بیان آیا ہے اور حدیث شریف میں بھی ان کے واقعات بیان ہوئے ہیں، یہاں ہم دو باتیں کہنا چاہیں گے۔ایک بات تو ہمارے یہاں جو دعوتی کام کرتے ہیں ان کے لئے ہے کہ اپنوں اور غیروں میں دعوت کا کام کرتے وقت ان کی طرف سے جو مشکلات آتی ہیں ان کو اللہ کی رضا کے تحت برداشت کیا جائے۔فی سبیل اللہ جہاد کی یہ بہت اعلیٰ قسم ہے۔

دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ سے ان کی ہدایت اور ان کے جرم کی معافی کی دعا بھی کی جائے جیسے کہ حضورؐ فرما رہے ہیں کہ پچھلے زمانے میں انبیاء اپنی قوموں کی تکلیفوں اور مار پیٹ کو سہتے برداشت کرتے لہولہان ہو جاتے اپنے چہرے اور جسم سے خون پونچھتے رہتے اور قوم کے لئے ہدایت و معافی کی اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرتے رہتے خود حضورؐ کا بھی اپنی دعوتی زندگی میں اس پر عمل رہا۔مکہ میں جب قرآن مجید کا خاصا حصہ اتر چکا پھر بھی وہاں کے اکثر لوگوں نے دعوت ایمان کو قبول نہیں کیا بلکہ قریش مکہ نے آپؐ پر اور آپؐ کے صحابہؓ پر ظلم ڈھایا تو حضورؐ مکہ سے قریب "طائف" نام کے شہر تشریف لے گئے، طائف کے سرداروں اور وہاں کی عوام کے سامنے ایمان کی دعوت پیش کی۔مگر انہوں نے بھی دعوت ایمانی کو قبول نہ کیا اور آپؐ کے پیچھے گلی کوچوں کے اوباش لڑکوں کو لگا دیا جنہوں نے پتھر مار کر آپؐ کو لہولہان اور زخمی کر دیا۔اس پر رحمۃ للعالمینؐ نے صبر فرمایا اور اہل طائف کے لئے جو دعا کی اس کے الفاظ حدیث شریف میں اس طرح منقول ہیں۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ

ترجمہ: "اے اللہ! میری قوم کو معاف فرما دے اس لئے کہ وہ جانتے نہیں ہیں۔"

ہم نے اپنے مرشد روحانی حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ کے ایک مجلسی بیان میں سنا کہ حضرت رسول

اللہؑ نے مختلف مصائب کے موقع پر اللہ تعالیٰ سے جو دعائیں کیں اس کی تشریح اس طرح جا سکتی ہے کہ: یا اللہ! جیسے بھی ہیں یہ، ہمیں موقع دیجئے اور ہماری مدد کیجئے کہ ہم ان کی اصلاح کا کام کر سکیں ہو سکتا ہے کہ آپ کا فیصلہ ان کے بارے میں ہدایت سے نوازنے کا ہو جائے، یعنی ہمیں ایمان کی دعوت پیش کرنے کا موقع دیجئے، ان دعاؤں کا مطلب یہ ہوا کہ نبی اللہ سے کام کرنے کا موقع مانگتا ہے کہ جس کو سنورنا ہے سنور ے گا اور جس کو نہیں ماننا ہے وہ نہیں مانے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ ایمان کی دعوت دینے کے وقت داعی کو جو بھی مشکلات پیش آئیں انہیں برداشت کرنا ہے، مدعو قوم کی طرف سے داعی ستائے جاتے ہیں اس موقع پر صبر اور اللہ پر بھروسہ ہی ایسی چیز ہے جس سے داعی کے دل کو ڈھارس ملتی ہے کہ مدعو قوم کی کھری کھوٹی، ان کی تکلیف پر صبر کرے، داعی کو دیکھنا یہ چاہئے کہ میں کس کے لئے کام کر رہا ہوں؟ ویسے بشری تقاضہ کے تحت آدمی کو کبھی کبھی غصہ بھی آجاتا ہے اس لئے کہ ہم کوئی نبی تو نہیں ہیں اور بڑے مصلح بھی نہیں ہیں۔ پھر بھی جہاں تک ہو سکے صبر کریں اور مخالفین کے لئے ہدایت کی دعا کرتے رہیں۔

(331) گھریلو کام میں نبیؐ کا تعاون

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْصِفُ نَعْلَهٗ وَيَخِيْطُ ثَوْبَهٗ وَيَعْمَلُ فِيْ بَيْتِهٖ كَمَا يَعْمَلُ اَحَدُكُمْ فِيْ بَيْتِهٖ وَقَالَتْ كَانَ بَشَرًا مِّنَ الْبَشَرِ، يَحْلِبُ شَاتَهٗ وَيَخْدِمُ نَفْسَهٗ۔ (ترمذی شریف)

ترجمہ: ''حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ حضرت رسول اللہؐ اپنے جوتے ٹانک لیتے تھے، اور اپنے پھٹے کپڑے سی لیتے تھے، آپؐ اپنے گھر میں وہ سب کام کرتے تھے جو تم میں کا کوئی شخص اپنے گھر میں کرتا ہے، آپؐ انسانوں میں سے ایک تھے، آپؐ اپنی بکری دوہتے اور اپنے دوسرے کام بھی خود کر لیتے۔''

آپؐ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی یہ روایت پڑھی۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت رسول اللہؐ اپنے نعلین مبارک یونی جوتے خود اپنے ہاتھ سے ٹانک لیتے تھے، اپنے پھٹے پرانے کپڑے بھی سی لیتے تھے، گھریلو کام کاج میں اسی طرح تعاون کرتے جیسے کہ عام انسان کے لئے گھر کے کام کاج میں ہاتھ بٹانا ضروری ہوتا ہے حتیٰ کہ آپؐ اپنی بکری کا دودھ بھی دوہ لیتے تھے اور بھی اپنے دوسرے کام خود اپنے ہاتھوں آپؐ کر لیتے۔

یہ خاتم النبیین حضرت محمدؐ کی خصوصیات ہے کہ مذہبی لوگ جیسی بناوٹی مذہبیت کا اظہار کرتے ہیں، خاص قسم کے کپڑے پہنتے ہیں اور کچھ امتیازی لباس اختیار کرتے ہیں ایسا آپؐ نہیں کرتے تھے بلکہ آپؐ نے عام بشری اور انسانی زندگی کو ترجیح دی پس اہل ایمان کو جاننا چاہئے کہ وہ بھی اپنی عملی زندگی اور گھریلو زندگی میں اسی سادگی کو اختیار کریں کہ گھر کی خواتین بھی متاثر ہوں اور معاشرہ میں انسانی زندگی کے صحیح اور سادہ نقشہ پر عمل ہوتا ہوا دکھے تاکہ ابناء وطن کو ہماری عملی زندگی دیکھ کر دین وایمان کی طرف جھکاؤ ہو۔

(332) قبروں پر سجدہ کرنے والوں پر اللہ کا غضب

عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَللّٰهُمَّ لَاتَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًا يُّعْبَدُ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى قَوْمٍ اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَآئِهِمْ مَسَاجِدَ ۔ (موطا امام مالکؒ: باب جامع الصلوٰة)

ترجمہ: ’’حضرت عطاء بن یسارؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہؐ نے اے اللہ! میری قبر کو بت نہ بنا کہ لوگ اس کو پوجیں، ان لوگوں پر اللہ کا بہت بڑا غضب ہوا جنھوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ کرنے کی جگہ بنالیا۔‘‘

ہمارے زمانے کے نام کے مسلمان قبروں اور مزاروں پر جو کچھ کرتے ہیں وہ خود ہم بھی دیکھتے ہیں اور ابناءِ وطن بھی دیکھتے جن کی نظر قرآن مجید اور احادیث مبارکہ پر ہے وہ ان حالات کو دیکھ کر غمگین ہوتے ہیں لیکن اگر مسلمانوں کو منع کریں تو دوسری طرف قبر پرستی کی اہمیت وفضیلت اور فوائد بتانے والوں کی بھی کمی نہیں ہے جو بلاوجہ کی جھوٹی باتیں اور من گھڑت قصے کہانیاں سنا کر قبروں کے پوجنے کا جواز نکالتے ہیں اور وہاں پھر دنیا بھر کے تماشے ہوتے ہیں شرک کے جو دو بڑے ذریعے ہیں ایک بت پرستی اور دوسرے قبر پرستی، یہ دونوں ہی صورت پرستی اور سامنے موجود چیزوں کے پوجنے کا مظہر ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے معاف کرے کہ بت پرستی میں دکھتا تو ہے کہ سامنے کیا ہے؟ بت آدمی کا ہے یا کسی عورت کا، یا جانور اور سانپ کا ہے۔ کسی بادشاہ کو ہے یا کسی مذہبی پیشوا کا ہے لیکن قبر میں جو لاشہ دفن ہے اس کے بارے میں تو صحیح طور پر بتایا نہیں جا سکتا کہ کیا ہے؟ کیا ہر قبر کے بارے میں صحیح روایات مل جاتی ہیں کہ یہ فلاں بزرگ کی قبر ہے؟ بلکہ ہم نے اپنے مرشد روحانی حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ سے سنا کہ ہندوستان میں بہت سی ایسی قبریں ہیں جن میں صاحب قبر ہی موجود نہیں، لوگوں نے اپنے شرکیہ کاروبار کے لئے یا کسی زمین پر قبضہ کرنے کے لئے جعلی قبریں بنا ڈالیں۔

اوپر لکھی حدیث صاف طور پر اہل ایمان کو نوٹس دیتی ہے کہ وہ قبروں کو بت بنانے اور پوجنے سے بچتے رہیں۔ حضورؐ اللہ کی طرف متوجہ ہوئے اور دعا کی کہ یا اللہ! میری قبر کو ایسی نہ ہونے دے کہ لوگ اسے بت کی طرح پوجیں، اور پھر آپؐ نے اہل ایمان کو ڈرایا بھی کہ ان لوگوں پر اللہ کا بہت بڑا غضب ہوا جنھوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا۔ اس حدیث پاک کے ذریعے سب مسلمانوں کو نصیحت سناتے ہیں کہ وہ اس پر غور کریں اور بلاوجہ قبر پرستی میں نہ پھنسیں، قبروں میں دفن بزرگ ہوں یا بت ہوں کوئی کسی کو کچھ دے نہیں سکتے نہ نفع دے سکتے ہیں اور نہ کچھ نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ ایسی پچاسوں آیات قرآن مجید میں آپ دیکھ سکتے ہیں ان سب کو ہم یہاں لکھیں تو مضمون طویل ہوگا۔ اس حدیث کو

بار بار خود بھی پڑھئے دوسروں کو پڑھائے قبر پرستی کے رواج کو بند کیجئے جب تک مسلمان میں قبر پرستی رہے گی اس وقت تک اسلام اور توحید کا صحیح نقشہ ہم دوسروں کو بتا نہیں سکیں گے۔ اور بتوں کی تنقیص بھی نہیں کر سکیں گے۔ اور بتوں کا احترام جو مشرکین کے دلوں میں بیٹھا ہوا ہے اسے نکال بھی نہ سکیں گے۔

ہم یہاں ایک اور نکتہ بیان کرنا چاہیں گے کہ حضورؐ اور آپؐ کے صحابہؓ کو جن قریشیوں کی اذیت کا سامنا کرنا پڑا وہ قریش کوئی اصطلاحی کافر اور مشرک نہیں تھے جیسا کہ آج ہمارے ملک ہندوستان میں پائے جاتے ہیں بلکہ وہ قریشی لوگ بھی نام کے مسلمان تھے، ان کے نام بھی ہمارے آپ کے ناموں کے جیسے تھے عبدالرحمن، ابوطالب، عبداللہ، خالد، عباس، ابوسفیان، سعید وغیرہ یہ دین ابراہیمی کے ماننے والے تھے، جس طرح ہم نے آج قبر پرستی اختیار کر کے دین اسلام کی شکل بگاڑ دی ہے اسی طرح مکہ کے قریشیوں نے دین اسلام کی شکل بگاڑ ڈالی تھی، حضرت ابراہیمؑ۔ حضرت مریمؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے بت بنا کر خانہ کعبہ میں رکھ دئے تھے، انکی عبادت کرتے تھے اور ان سے اپنی حاجتیں اور منتیں مانگتے تھے اور ان کے علاوہ 360 بت خانہ کعبہ میں رکھ لئے تھے جس طرح کہ آج کے نام کے مسلمان ہندوستان، بنگلہ دیش، پاکستان میں ہزاروں ہزار قبروں کو سجدہ گاہ اور دعائیں مانگنے مرادیں پانے کی جگہ بنائے ہوئے ہیں۔ خانہ کعبہ میں قریشیوں کی نماز اور عبادت کا بھی قرآن مجید میں ذکر ہے۔

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِندَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصْدِيَةً ط

ترجمہ: ''اللہ کے گھر میں ان کی نماز کیا تھی بس سیٹیاں بجانا اور تالیاں بجانا۔''

(8۔الانفال، آیت: 35)

ہم بھی قبروں پر آج یہی سب کرتے ہیں، عرس، صندل میں کیا ہوتا ہے؟ اب کو معلوم ہے، قوالی، ناچ، گانے، ہجڑوں اور طوائفوں کا ناچ اور اسی کو ہمارے زمانے کے مسلمان عبادت اور ثواب کا کام سمجھتے

ہیں۔ہم اس حدیث پاک کی تشریح لکھ ہی رہے تھے کہ ہمارے آفس کے باہر ایک نوجوان خاتون آئی ہمارے آدمیوں نے معلوم کیا تو پتہ چلا کہ بمبئی سے اپنے مریض اور بیمار باپ کو تاج الدین بابا کی درگاہ پر شفاء پانے کے لئے لے کر آئی تھی، وہاں کسی نے ان کے پیسوں اور سامان پر ہاتھ صاف کر دیا اور اب جوان عورت پورے شہر میں کرایہ کے لئے چندہ کرتی پھر رہی ہے تاکہ بمبئی واپس جا سکے۔ بیمار بوڑھے باپ کو شفاء پانے کے لئے مزار پر لے کر آنا اس سے بڑا شرک کیا ہو سکتا ہے؟ جب کہ حضرت ابراہیمؑ کا قرآن مجید کی 26۔سورۂ شعراء کی آیت: 80 میں یہ قول نقل کیا گیا ہے۔ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ (80) (میں بیمار پڑتا ہوں تو اللہ کے شفاء عطا فرمانے سے مجھے تندرستی ملتی ہے) ادھر قرآن اور نبی کے ذریعہ ہمیں تعلیم دی جا رہی ہے کہ شفاء دینے والا اللہ ہے۔ اور ہمارے زمانے کے بگڑے ہوئے مسلمان شفاء پانے کے لئے درگاہوں کے چکر لگاتے ہیں، اوپر لکھی تفصیل سے مولوم ہوا کہ مکہ کے قریشی لوگ بگڑے ہوئے مسلمان تھے اور پھر ایسا بگڑے ایسا بگڑے کہ قرآن مجید نے ان پر مشرک اور کافر ہونے کا فتویٰ لگا دیا۔ اس حدیث کی روشنی میں موجودہ زمانے کے قبر پرست مسلمان بھی اپنے مسلمان ہونے کی جانچ پڑتال کر لیں۔

(333) بچوں کو کنکر پتھر پھینکنے سے روکو

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مُغَفَّلٍ اَنَّهُ كَانَ جَالِسًا اِلٰى جَنْبِهٖ ابْنُ اَخٍ لَّهٗ فَخَذَفَ فَنَهَاهُ وَقَالَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْهَا وَقَالَ اِنَّهَا لَا تَصِيْدُ صَيْدًا وَّلَا تُنْكِيْ عَدُوًّا وَّاِنَّهَا تَكْسِرُ السِّنَّ وَتَفْقَاُ الْعَيْنَ ۔ (ابن ماجہ شریف، بَابُ تَعْظِيْمِ حَدِيْثِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ ابن مغفلؓ کے پہلو میں ان کا ایک بھتیجا بیٹھا ہوا تھا، اس نے کنکر پتھر پھینکنا شروع کئے تو حضرت عبداللہ ابن مغفلؓ نے اسے روکا اور فرمایا کہ رسول اللہؐ نے کنکریاں پھینکنے سے منع کیا

ہے اور ارشاد فرمایا کہ کنکری پھینکنے سے نہ تو کوئی شکار کیا جاسکتا ہے اور کسی دشمن کو زخمی بھی نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ کسی راہ چلتے آدمی کا اس سے دانت ٹوٹ سکتا ہے یا آنکھ پھوٹ سکتی ہے۔"

بچے کھیل کود میں حصہ لیتے ہیں یہ ایک فطری بات ہے لیکن بچے جب کھیل کود میں بھی حد اعتدال سے بڑھیں اور ایسا طریقہ اختیار کریں جس سے لوگوں کے لئے ان کا کھیل ایذا اور تکلیف کا سبب بنے تو بچوں کو ایسے کھیل سے روکنے کے لئے ہمیں رسولؐ یہ حدیث سہارا دیتی ہے، حدیث کے راوی حضرت عبداللہ ابن مغفلؓ کے پہلو میں ان کا ایک بھتیجا بیٹھا ہوا تھا جو بچے ہوں گے ادھر ادھر کنکر پتھر پھینک کر کھیلنا شروع کردیے۔ حضرت عبداللہ ابن مغفلؓ نے ان کو اس طرح کھیلنے سے منع کیا اور رسول اللہؐ کی حدیث بھی سنائی کہ اس طرح کنکر پتھر پھینکنے سے نہ تو کسی پرندہ کا شکار کرسکتے ہو اور کسی دشمن کو زخمی بھی نہیں کرسکتے البتہ تمہارے کنکری پھینکنے سے کسی کے دانت ٹوٹ جائیں گے یا کسی کی آنکھ پھوٹ سکتی ہے۔

اس حدیث کو سامنے رکھتے ہوئے ہم سب کو چاہئے کہ اپنے بچوں کو کنکر پتھر پھینک پھاک کرنے سے اور ایسے کھیل جس سے دوسروں کو تکلیف ہوسکتی ہو ان سے منع کریں۔ اللہ تعالیٰ کے رسولؐ کی نگاہ کی باریکی اور تعلیم وتربیت کی نزاکت اور پاکیزگی کا اس حدیث سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے، ایسی تعلیم ہمیں دوسری مذہبی کتابوں میں مشکل سے ہی ملے گی۔

(334) غیر مسلموں سے لین دین منع نہیں

عَنْ عَائِشَةَؓ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِشْتَرٰى مِنْ يَهُوْدِيٍّ طَعَامًا اِلٰى اَجَلٍ وَّرَهَنَهٗ دِرْعَهٗ ۔ (بخاری شریف: کِتَابُ الشَّرِكَةِ، بَابُ مَنْ رَهَنَ دِرْعَهٗ)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ آنحضرتؐ نے ایک یہودی (ابوشحم) سے ایک مدت کے وعدے پر اناج خریدا، اور اپنی زرہ اس یہودی کے پاس رہن یعنی گروی رکھ دی۔''

بخاری شریف کی یہ حدیث آپ نے پڑھ لی اور اس کا ترجمہ بھی پڑھ لیا، حضرت رسول اللہؐ نے ایک یہودی سے اناج ادھار خریدا اور اس یہودی کے پاس اپنی زرہ مبارک کو گروی یونی رہن کے طور پر رکھ دیا زرہ اس لوہے سے بنے جالی دار کرتہ کو کہتے ہیں جو لڑائی میں بچاؤ کے لئے پہنا جاتا ہے، اسے انگریزی میں ARMOURCHAIN کہتے ہیں۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ غیر مسلموں سے مقاطعہ کرنا، لین دین، خرید و فروخت بند کرنا کہ ان سے نہ کوئی چیز خریدیں اور نہ ان کے ہاتھ کوئی چیز بیچیں یہ اسلامی تعلیم سے مطابقت نہیں رکھتا، ہمارے زمانے میں بہت سی دعوتی تنظیموں نے یہ طریقہ اختیار کیا، میں نے دہلی میں دیکھا کہ بعض تنظیموں کے جلسے ہوتے تو وہ اس میں ایسی تجویزیں اور RESOLUTION پاس کرنے کی کوشش کرتے کہ غیر مسلموں سے لین دین نہ کیا جائے، لیکن اللہ کا شکر ہے کہ سنت کے خلاف ایسی بے ڈھنگی چیزیں پاس نہ ہوسکیں۔

ہندوستان میں تو یہ فیصلہ کرنا بڑی بے وقوفی کی بات ہے اس لئے کہ آپ کی اکثریت بھی نہیں ہے اور پھر پڑوس میں پاکستان کے نام کا ایک ملک بھی آپ نے بنالیا ہے اس کے بعد بھی یہاں کی غیر مسلم آبادی اور رعایا سے لین دین اور خرید و فروخت کا مقاطعہ کریں گے تو پھر یہاں رہ کیسے سکتے ہیں؟ سلام ہو حضرت محمدؐ پر کہ اپنے عمل سے یہ ثابت کردیا کہ غیر مسلموں سے کوئی معاہدہ کرنا، ان سے اناج خریدنا، یا رہن اور گروی رکھنے کا معاملہ کرنا، ایک مدت کے لئے کوئی چیز غیر مسلم کے حوالے کرنا منع نہیں، سنت نبوی سے صاف یہ جھلکتا ہے کہ ترک موالات یعنی تعلقات کا ختم کرنا دعوت ایمانی کے کارکنوں کے لئے بالکل مفید نہیں ہے بلکہ مضر بھی ہے اور دشمنی بھڑکانے کا سبب بھی ہے۔

(335) اخلاق کی بلندی

عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍؓ اَنَّ يَهُوْدِيَّةً اَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَاةٍ مَسْمُوْمَةٍ فَاَكَلَ مِنْهَا فَجِيْئَ بِهَا فَقِيْلَ اَلَا نَقْتُلُهَا قَالَ لَا، قَالَ فَمَا زِلْتُ اَعْرِفُهَا فِيْ لَهَوَاتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (بخاری شریف: کِتَابُ الْهِبَةِ، بَابُ قَبُوْلِ الْهَدِيَّةِ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ)

ترجمہ: ''حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک یہودی عورت زہر ملا ہوا بکری کا گوشت آپؐ کے پاس تحفہ میں لائی آپؐ نے اس میں سے کچھ کھایا (زہر کا احساس ہوتے ہی آپؐ نے کھانا بند فرمادیا) صحابہؓ اس یہودی عورت کو پکڑ کر لائے اور آپؐ سے پوچھا کہ کیا ہم اس عورت کو قتل کرڈالیں؟ آپؐ نے فرمایا نہیں، انسؓ کہتے ہیں کہ میں اس زہر کا اثر آپؐ کے تالوؤں پر محسوس کرتا رہا۔''

اس حدیث پاک میں حضورؐ کے صبر و برداشت اور اخلاق کا پیمانہ دیکھئے کہ کسی دشمن یہودی عورت نے بکری کا گوشت بطور ہدیہ آپؐ کی خدمت میں پیش کیا اور اس میں کچھ زہریلا مادہ ملادیا تھا۔ حضورؐ نے اس میں سے تھوڑا سا کھایا پھر زہر کا احساس ہوتے ہی آپؐ نے کھانا بند کردیا، صحابہ کرامؓ اس یہودی عورت کو پکڑ کر لائے اور آپؐ سے پوچھا کہ کیا ہم اس عورت کو قتل کرڈالیں؟ آپؐ نے فرمایا نہیں، یہ دیکھئے کتنا بڑا اخلاق ہے حضرت رسول اللہؐ کا یہی وہ بلند اخلاق جس کے بارے میں قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝ اے محمدؐ! آپ کے اخلاق کا پیمانہ بہت بلند ہے۔ اس طرح کے بیشمار اور سیکڑوں واقعات نبیؐ کی حیات طیبہ میں دیکھنے اور پڑھنے کو ملتے ہیں، آپؐ نے اپنے چچا حضرت حمزہؓ کے قاتل کو معاف کردیا۔ آپؐ کے خاندان کے لوگوں کے دوسروں پر جو قرضے تھے وہ آپؐ نے معاف فرمادیئے بعض بعض خون اور قتل کے مقدمے آپؐ کے خاندان والوں کے دوسروں پر تھے انہیں بھی آپؐ نے معاف فرمادیا۔ غرض یہ ہے کہ آپؐ کا جو بھی حق مخلوق پر نکلتا تھا وہ سب معاف

فرمادیا۔قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

لَقَدۡ جَآءَکُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ عَزِیۡزٌ عَلَیۡہِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِیۡصٌ عَلَیۡکُمۡ بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ ﴿128﴾

ترجمہ: ''بے شک تمہارے پاس جو رسول آئے ہیں وہ تمہارے اپنے ہیں ذرا تکلیف تم کو پہنچے تو انہیں بہت بھاری دکھ لگتا ہے تمہاری آسانی کی ان کو بڑی تمنا ہے اور ایمان والوں سے بڑی نرمی اور مہربانی کا معاملہ چاہتے ہیں۔''

(9۔التوبہ، آیت: 128)

س آیت میں آپ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ کے الفاظ پر غور کریں، یہ دونوں ہی اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہیں جن کا اس آیت میں رسولؐ کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔رَءُوۡف یعنی سامنے والے کی غلطی پر ایسا محاسبہ نہ کرے جس سے کہ اسے پتہ چل جائے کہ یہ میری پکڑ کر رہا ہے۔رَحِیۡم کے معنی تو سب جانتے ہیں مہربانی، دیا کرنا، ممتا وغیرہ۔آپؐ کو اللہ نے ان بلند القاب سے نوازا۔پس ہمیں بھی اپنے ہم وطن بھائیوں کے ساتھ میں اسی طرح کی نرمی اور رأفت ورحمت کا معاملہ کرنا چاہیے۔

(336) جو کرے گا وہی بھرے گا

عَنۡ عَمۡرِو ابۡنِ الۡاَحۡوَصِ قَالَ سَمِعۡتُ رَسُوۡلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ یَقُوۡلُ فِیۡ حَجَّۃِ الۡوَدَاعِ اَلَا لَا یَجۡنِیۡ جَانٍ اِلَّا عَلٰی نَفۡسِہٖ لَا یَجۡنِیۡ وَالِدٌ عَلٰی وَلَدِہٖ وَلَا مَوۡلُوۡدٌ عَلٰی وَالِدِہٖ۔

(ابن ماجہ شریف: بَابُ لَا یَجۡنِیۡ اَحَدٌ عَلٰی اَحَدٍ)

ترجمہ: ''حضرت عمرو بن الاحوصؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہؐ نے حجۃ الوداع میں ارشاد فرمایا۔جو شخص بھی قصور کرے گا وہ خود اس کا جوابدار ہوگا۔باپ کے قصور میں بیٹا اور بیٹے کے قصور میں باپ نہیں پکڑا جائے گا۔''

اس حدیث پاک میں حضرت رسول اللہؐ کے آخری حج کے خطبے کے جملے ہیں جو حجۃ الوداع میں آپؐ نے ارشاد فرمائے تھے، اسکا خلاصہ یہ ہے کہ جو جرم کرے گا وہ خود اپنے جرم کا جوابدار ہوگا اور اسی سے اس کا بدلہ لیا جائے گا، باپ سے نہیں لیا جائے گا۔ زمانہ جاہلیت یونی رسول اللہؐ کو نبی بنا کر بھیجے جانے سے پہلے ایسا ہوتا تھا کہ کسی معمولی آدمی نے کسی قبیلہ کے بڑے آدمی کو قتل کر دیا ہے، اس سے نہیں لیتے بلکہ اس کے قبیلہ کے سردار اور چودھری کو بدلہ میں قتل کرتے، یہ سراسر ناانصافی کی بات ہے قرآن مجید نے اس کو بند کیا۔ ملاحظہ ہو آیت اور اس کا ترجمہ:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى ۖ الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثَىٰ بِالْأُنْثَىٰ ۚ فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ۗ ذَٰلِكَ تَخْفِيفٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ۗ فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ (178)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! حکم کیا گیا تم پر کہ قتل کئے گئے لوگوں کے خون کا بدلہ دلاؤ، آزاد قاتل ہو تو آزاد، غلام خونی ہو تو وہی غلام قتل کیا جائے اور عورت نے یہ جرم کیا ہو تو اسی عورت سے قصاص لیا جائے ہاں اگر قاتل کو بھائی چارہ کے لحاظ سے کچھ معافی دی جائے تو بھلے طریقہ سے احسان مان کر خون بہا کی رقم ادا کر کے راضی نامہ کرا لے بوجھ ہلکا ہوا اور یہ ایک سہولت ملی تم کو تمہارے رب کی طرف سے یہ اس کی مہربانی سمجھو اس کے بعد بھی کوئی زیادتی کرنا نہ چھوڑے تو اسے دردناک عذاب ہوگا۔''

(2۔ البقرہ، آیت: 178)

معلوم ہوا کہ قصاص بندے کا حق ہے اور مقتول کے وارثوں کو معافی کا بھی حق ہے اور قصاص میں زندگی محفوظ ہوگی ورنہ خون خرابہ کا آزادانہ رواج پڑے گا، دورِ جاہلیت میں خون کا بدلہ دلانے میں امیر، غریب اشراف، کم ذات، حاکم محکوم، مرد عورت کا فرق مانا جاتا تھا، قرآن نے اس کی اصلاح کر دی کہ قاتل جو

بھی ہو صرف اسی کو قتل کیا جائے، یہ نہ ہو کہ کسی مالدار یا حاکم، چودھری سردار کو کسی غریب نے قتل کر دیا ہو تو اس غریب کو سزا دینے کے بجائے اس کی قوم کے کسی مالدار حاکم چودھری کو بے گناہ قتل کیا جائے اللہ نے اس رسم قبیح کو منع فرما دیا اور اللہ نے انصاف کا قانون جاری فرما کر اس میں ایک صورت راضی نامے کی جاری فرما دی کہ اگر مقتول کے وارث خونی سے معاوضہ لے کر اسے خوشی سے معاف کر دیں تو قاتل سے معاوضہ دلا کر معاملے کو ختم کیا جا سکتا ہے تاکہ قاتل کی جان بچے اور مقتول کے وارثوں کو اپنے خاندان کے فرد کے قتل ہو جانے پر مالی معاوضہ بھی مل جائے گا۔ اس کے بعد بھی کسی کے دل میں بدلہ لینے کی خلش ہو تو اسے آخرت میں عذاب دیا جائے گا۔

(337) مشرک کو تحفہ دینا جائز

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ رَاٰى عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ حُلَّةً سِيَرَاءَ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوِاشْتَرَيْتَهَا فَلَبِسْتَهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلِلْوَفْدِ قَالَ اِنَّمَا يَلْبَسُهَا مَنْ لَّا خَلَاقَ لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ ثُمَّ جَاءَتْ حُلَلٌ فَاَعْطٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمَرَ مِنْهَا حُلَّةً فَقَالَ اَكَسَوْتَنِيْهَا وَقُلْتَ فِيْ حُلَّةِ عُطَارِدٍ مَّا قُلْتَ فَقَالَ اِنِّيْ لَمْ اُرْسِلْهَا لِتَلْبَسَهَا فَكَسَا عُمَرُ اَخًا لَّهٗ بِمَكَّةَ مُشْرِكًا۔ (بخاری شریف: کِتَابُ الْهِبَةِ، بَابُ هَدِيَّةِ مَا يُكْرَهُ لُبْسُهَا)

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ عمرؓ نے مسجد کے دروازہ پر ایک ریشمی دھاریدار جوڑا بکتے ہوئے دیکھا تو آنحضرتؐ سے عرض کیا اگر آپؐ کپڑے کا یہ جوڑا خرید لیں اور جمعہ کے دن یا جب باہر سے کوئی وفد آپؐ کے پاس آئے تو یہ جوڑا پہن لیں، آپؐ نے فرمایا ریشمی کپڑے کا جوڑا تو وہ پہنے گا جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں، پھر ایسا ہوا کہ اسی قسم کے چند ریشمی کپڑے آپؐ کے پاس کہیں سے آئے، ان میں سے ایک ریشمی جوڑا آپؐ نے عمرؓ کے پاس بھجوایا، عمرؓ نے کہا آپؐ مجھے یہ پہناتے ہیں جبکہ جو ریشمی جوڑے لایا تھا ان کے بارے میں آپؐ ایسا ایسا فرما چکے ہیں، آپؐ نے جواب دیا کہ یہ

ریشمی جوڑا میں نے تمہارے پاس اس لئے نہیں بھیجا ہے کہ تم خود اس کو پہنو، اس کے بعد حضرت عمرؓ نے یہ ریشمی کپڑا اپنے ایک مشرک بھائی کو پہننے کے لئے بھیج دیا جو مکہ میں رہتا تھا۔"

اس واقعہ کا جو نقشہ بنتا ہے وہ یہ کہ مسجد نبوی کے دروازے پر کوئی تاجر دھاریدار ریشمی کپڑے سے تیار کئے گئے جوڑے بیچ رہا تھا، حضرت عمرؓ شاید حضرت رسول اللہؐ کے ساتھ ساتھ چل رہے ہوں گے انھوں نے دیکھا تو عرض کیا یا رسول اللہؐ! اس میں سے کپڑے کا ایک جوڑا خرید لیا جائے جسے آپؐ جمعہ کے دن یا جب باہر سے کوئی وفد آئے یا لوگ ملاقات کے لئے جائیں تو پہن لیا کریں۔ یہ بہت ہی واجبی بات تھی لیکن وہ ریشمی کپڑے کا جوڑا تھا اس لئے رسول اللہؐ نے اسے خریدنے کو ناپسند فرمایا، اسی حدیث کو بنیاد بنا کر علماء جو کپڑوں کے بارے میں تشریح کرتے ہیں کہ ریشمی کپڑا مردوں کے لئے پہننا حرام ہے البتہ عورتیں کپڑے ریشمی کپڑے پہن سکتی ہیں۔ خیر یہاں تک تو بات ہو گئی لیکن کچھ دنوں کے بعد حضورؐ کی خدمت میں اسی طرح کے ریشمی کپڑے ہدیہ کے طور پر آئے۔ ان میں سے ایک جوڑا آپؐ نے حضرت عمرؓ کے پاس بھجوا دیا۔ یہ بھی ایک بہت لطیف بات ہے، حضرت عمرؓ کے پاس جب یہ جوڑا آیا تو انھیں وہ پچھلی بات یاد آ گئی کہ میں جب آپؐ سے ریشمی کپڑے کا جوڑا خریدنے کی بات کہی تھی تو آپؐ نے اس وقت ناپسند فرمایا تھا اور اب ریشمی جوڑا خود میرے پاس کس طرح بھیجے ہیں؟ صحابہ کرامؓ اصل میں مزاج شناس رسولؐ تھے حضرت عمرؓ سمجھ گئے کہ اس میں میرا امتحان ہے، شاید مقصد یہ ہو کہ عمرؓ اس ریشمی جوڑے کا کیا کرتے ہیں؟ حضرت عمرؓ رسول اللہؐ کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ! آپؐ تو پہلے ایسا ایسا فرمائے تھے اور اب ریشمی کپڑا میرے پاس بھیجے ہیں؟ حضورؐ نے جواب ارشاد فرمایا کہ میں نے تم پہننے کے لئے نہیں بھیجا ہے؟ اس موقع پر حضرت عمرؓ امتحان میں کامیاب ہوئے اور نبیؐ کے مقصد کو بھی سمجھ گئے لہٰذا ریشمی کپڑے کا جوڑا اپنے ایک مشرک بھائی کو تحفہ میں دے دیا جو مکہ میں رہتا تھا۔

اس حدیث پر نظر ڈالئے ایک تعلیم تو یہ مل رہی ہے کہ ریشمی کپڑا مرد نہیں پہنیں گے لیکن دوسرے مذہب کا کوئی پڑوسی ہو یا اس سے کاروباری اور بھائی چارہ وغیرہ کے تعلقات ہوں تو ان کو ہدیہ تحفہ کے طور پر دے سکتے ہیں اس سے ہندوستانی مسلمان یہ سمجھ لیں کہ ان کے اخلاق کا پیمانہ اس ملک میں دعوتی لحاظ سے کیسا ہونا چاہئے، پڑوس والوں کے ساتھ میں، شہر اور گاؤں، محلہ وغیرہ میں رہنے والوں کے ساتھ میں، حدیث میں جو واقعہ ہے وہ مدینہ کا ہے اور حضرت عمرؓ نے جسے تحفہ بھیجا ہو مکہ میں رہتا تھا یعنی دشمنوں کے علاقہ کا مشرک آدمی تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ غیر مسلموں کو ہدیہ تحفہ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ یہ رسولؐ کی تعلیم کے عین مطابق ہے، یہ کیا ہوا ہمارے زمانے کے لوگوں کو؟ کہ بعض تنظیموں نے اسے کتابچے اور لٹریچر چھاپنے شروع کئے اور بیانات دینے لگے جس سے غیر مسلموں کو ہمارا دشمن بنا دیا گیا۔

دعوت توحید کی بنیاد پر اگر دشمنی بنتی ہے تو وہ الگ بات ہے لیکن اپنی بد اخلاقی کی وجہ سے دشمنی بنتی ہے یہ بہت بری چیز ہے اس سے اسلام کی دعوت رک جاتی ہے اور دین اسلام کی بدنامی ہوتی ہے۔ قرآن مجید نے فرمایا اور خوب فرمایا۔

وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۚ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ﴿34﴾

ترجمہ: ’’اور نیکی بدی کبھی دونوں برابر نہیں ہو سکتی، کوئی برائی کرے تو اسے بھلے طریقے سے ٹال دو، پھر اس کا نتیجہ نکلے گا کہ تمہارے اور جس کے درمیان عداوت ہوگی وہ گہری دوستی میں بدل جائے گی۔‘‘

(41۔حم السجدہ، آیت:34)

(338) جنت میں لے جانے والے کام

عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَكَ الْكِذْبَ وَهُوَ بَاطِلٌ

بُنِیَ لَہٗ قَصْرٌ فِیْ رَبَضِ الْجَنَّۃِ وَمَنْ تَرَکَ الْمِرَآءَ وَھُوَ مُحِقٌّ بُنِیَ لَہٗ فِیْ وَسْطِھَا وَمَنْ حَسَّنَ خُلُقَہٗ بُنِیَ لَہٗ فِیْ اَعْلَاھَا ۔ (ابن ماجہ شریف: بَابُ اجْتِنَابِ الْبِدَعِ وَالْجَدَلِ)

ترجمہ: ''حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا جو شخص جھوٹ بولنے کو باطل اور گناہ سمجھ کر چھوڑ دے اس کے لئے جنت کے کنارے محل تیار کیا جائے گا اور جو شخص حق پر ہونے کے باوجود جھگڑنا چھوڑ دے اس کے لئے جنت کے بیچوں بیچ محل بنایا جائیگا اور جو انسان خوش خلقی اختیار کرے گا اس کے لئے جنت کے سب سے بلند اور اونچے حصہ میں محل تیار کیا جائے گا۔''

اس حدیث پاک میں حضورؐ نے تین فرمان جاری کئے ہیں۔ایک جھوٹ بولنے کو باطل اور گناہ سمجھ کر آدمی چھوڑ دے۔دوسری بات یہ ہے کہ اپنے معاملہ میں حق پر ہونے کے باوجود جھگڑا کرنا چھوڑ دے چاہے اس کو اپنے حق سے دستبردار ہونا پڑے۔تیسرا کام یہ ہے کہ جو آدمی خوش خلقی اختیار کرے گا یعنی جس کے عادات واخلاق بہترین ہوں گے۔انسانیت کی سطح کے اعتبار سے بہت بلند واعلیٰ ہوں گے اس کے لئے جنت کے سب سے بلند درجہ میں محل اور خوب صورت مکانات میں مستقل رہائش دی جائے گی۔

(339) ماں چاہے مشرک ہو سلوک اچھا کرو

عَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍؓ قَالَتْ قَدِمَتْ عَلَیَّ اُمِّیْ وَھِیَ مُشْرِکَۃٌ فِیْ عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاسْتَفْتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قُلْتُ وَھِیَ رَاغِبَۃٌ اَفَاَصِلُ اُمِّیْ قَالَ نَعَمْ صِلِیْ اُمَّکِ ۔ (بخاری شریف: کِتَابُ الْھِبَۃِ، بَابُ الْھَدِیَّۃِ لِلْمُشْرِکِیْنَ)

ترجمہ: ''حضرت ابوبکرؓ کی بیٹی اسماءؓ بیان کرتی ہیں کہ میری مشرک ماں آنحضرتؐ کے زمانے میں

میرے پاس آئی، میں نے رسول اللہؐ سے پوچھوایا کہ میری والدہ محبت کی وجہ سے میرے پاس آئی ہے کیا میں اس سے سلوک اور محبت سے پیش آؤں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں اپنی ماں سے اچھا سلوک اور برتاؤ کرو۔"

اس حدیث میں مشرک ماں کا معاملہ ہے، اور ادھر ایک صحابیہ خاتون حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ ہیں وہ حضرت رسول اللہؐ سے پوچھتی ہیں کہ میری مشرک ماں میری محبت میں مجھ سے ملنے کے لئے آئی تو کیا میں اس سے سلوک اور محبت سے پیش آؤں؟ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں ہاں تم اپنی ماں سے اچھا سلوک کرو اس حدیث سے بھی اہل ایمان کو سمجھ لینا چاہئے کہ عام سماجی زندگی میں جبکہ لڑائی، جنگ اور قتال کا موقع نہیں ہے اور نارمل حالات میں ہم زندگی گذار رہے ہیں تو اس میں غیر مسلموں کے ساتھ سلوک کس طرح کا ہو؟ جو دینی دعوت کے نام پر دھینگا مشتی کر کے اہل وطن کے جارح عناصر کو جگا کر اپنے خلاف بھونکنے والا بنا دیتے ہیں ان کے لئے ان کا دعوتی کام نفع مند نہیں ہوتا بلکہ یہ الٹے دشمنی کے گھیرے میں پھنس جاتے ہیں اور دعوت دین کو چھوڑ کر دوسرے راستے اختیار کر لیتے ہیں اور اپنے اصلی مقصد سے ہٹ جاتے ہیں۔ لہٰذا ذخیرہ احادیث میں اوپر درج تعلیم نبوی کی طرح جو تعلیمات نبیؐ سے ہم کو ملتی ہیں ان کو دھیان میں رکھ کر ہی ہمیں اپنی ایمانی اور عملی و دعوتی زندگی کو آگے بڑھانا چاہئے۔

(340) کسی کی عزت سے کھلواڑ کرنا بڑا گناہ ہے

عَنْ أُسَامَةَ ابْنِ شَرِيْكٍ قَالَ شَهِدْتُ الْاَعْرَابَ يَسْأَلُوْنَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعَلَيْنَا حَرَجٌ فِيْ كَذَا، اَعَلَيْنَا حَرَجٌ فِيْ كَذَا فَقَالَ عِبَادُ اللّٰهِ مَا وَضَعَ اللّٰهُ الْحَرَجَ اِلَّا مَنِ اقْتَرَضَ مِنْ عِرْضِ اَخِيْهِ شَيْئًا فَذٰلِكَ الَّذِيْ حَرَجٌ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ عَلَيْنَا جُنَاحٌ اَنْ لَّا نَتَدَاوٰى قَالَ

تَدَاوَوْا عِبَادَ اللّٰهِ! فَاِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ لَمْ يَضَعْ دَاءً اِلَّا وَضَعَ مَعَهٗ شِفَاءً اِلَّا الْهَرَمَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا خَيْرُ مَا اُعْطِيَ الْعَبْدُ قَالَ خُلُقٌ حَسَنٌ ۔ (ابن ماجہ شریف: ابواب الطب)

ترجمہ: ''حضرت اسامہ ابن شریکؓ بیان کرتے ہیں کہ دیہات کے لوگ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھنے لگے یارسول اللہؐ! ہم پر فلاں چیز میں کیا گناہ ہوگا؟ اور فلاں چیز میں ہم پر کیا گناہ ہے؟ آپؐ نے فرمایا اللہ کے بندو! اس میں اللہ تعالیٰ نے تم پر کوئی گناہ نہیں رکھا ہے البتہ اگر کوئی اپنے بھائی کی عزت سے کھلواڑ کرتا ہو تو اس میں گناہ ہے پھر انھوں نے سوال کیا اے اللہ کے رسولؐ! اگر ہم دوا علاج نہ کریں تو کیا ہم پر کچھ گناہ ہے؟ آپؐ نے فرمایا اللہ کے بندو! دوا علاج ضرور کرو اس لئے کہ اللہ نے بوڑھاپے کے علاوہ ہر بیماری سے شفاء رکھی ہے پھر انھوں نے پوچھا یارسول اللہؐ! بندہ کو جو چیزیں دی گئی ہیں ان میں سب سے بہتر کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا اچھے اخلاق۔''

گاؤں دیہات کے کچھ لوگ حضور اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھنے لگے یہ کیا ہے وہ کیا ہے؟ فلاں کام میں کیا گناہ ہے؟ ایسا کر سکتے ہیں کیا؟ حضرتؐ نے جواب دیا اللہ کے بندو! ان میں تم پر کوئی گناہ اور حرج نہیں، گناہ اصل میں یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے بھائی کی عزت آبرو سے کھلواڑ کرتا ہو۔ یہ سمجھنے کی چیز ہے۔ موجودہ زمانے میں اہل ایمان تنظیمیں اور ادارے بناتے ہیں پھر ان کو توڑتے ہیں دو ٹکڑے کرتے ہیں ایک دوسرے پر لاچھن اور عیب لگاتے ہیں۔ الزام اور بہتان تراشی سے بھی باز نہیں آتے، دونوں طرف سے اخباری بیان بازی بھی ہوتی ہے ایک دوسرے کا مقاطعہ اور بائیکاٹ بھی کیا جاتا ہے۔ یہ بات مسجدوں میں بھی عام ہے اور قومی رفاہی اداروں میں بھی۔ رشتے ناتوں میں بھی کبھی اس طرح کی بات ہو جاتی ہے، پڑوسیوں پڑوسیوں میں بھی ان بن ہو جاتی ہے۔ ان حالات میں تعلیم رسولؐ یہ کہے کہ ہم اپنے کسی بھی مسلمان بھائی کی عزت آبرو سے کھلواڑ نہ کریں فضول اور بے فائدہ سوالات کی پوچھ پرچھ بھی نہ کریں، جیسے اس حدیث میں ہے کہ دیہات سے آئے ہوئے لوگوں نے

پوچھا کہ ہم دوا علاج کریں یا نہ کریں؟ بھلا یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے؟ اس طرح کے فضول سوال کرنے سے منع کیا گیا ہے، یہ بات قرآن مجید میں بھی ان الفاظ میں آئی ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَاِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿101﴾
قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ ﴿102﴾

ترجمہ: ”اے ایمان والو! ایسی بات مت پوچھو کہ اگر اس کا جواب مل جائے تو تمہارا برا حال ہو جائے اور اگر یہ باتیں اسے وقت میں پوچھو گے جبکہ قرآن نازل فرمایا جا رہا ہے تو تم پر اس کا جواب ظاہر کر دیا جائے گا، اس کے پہلے جو ہو چکا اللہ نے معاف کر دیا اور اللہ تو بڑا ہی مغفرت فرمانے والا اور سنبھلنے کا موقع دینے والا ہے۔ تم سے پہلے کے لوگ بھی ایسے ایسے سوالات کر کے جواب آنے پر کافر ہو چکے ہیں۔“

(5۔المائدہ، آیت: 101,102)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ سوال در سوال کی عادت نہ ڈالو کہ یہ کیسا وہ کیسا بلکہ اللہ نے جو فرمایا اس پر عمل کرو، جو نہ فرمایا اسے معاف جانو تو اس میں دین آسان رہتا ہے اور اگر ہر بات کا جواب آتا رہے تو دین پر چلنا مشکل ہو۔ اور عمل بن نہ پڑے جیسے اگلے لوگوں نے بہت پوچھ پرچھ، حجت بحث، سوال جواب میں تکرار کر کے دین کو الجھا دیا اور خود بھی بے یقین ہوئے اور ان کے بعد میں آنے والے لوگ ان گتھیوں کو سلجھا نہ سکے اور شک وشبہ میں پڑ کر وہ بھی کفر میں جا گرے۔ ہمارے زمانے میں بھی مسلمانوں کی عادت ماشاء اللہ یہ ہے کہ بہت باریک باریک مسئلے پوچھتے ہیں اور پوچھ پوچھ کر خود ہی اس میں الجھ جاتے ہیں۔ اس سے بچنا چاہئے ورنہ دین کی بڑی بڑی اور اہم باتوں پر چلنا عمل کرنا بھی مشکل ہو جائے گا۔

(341) سب عذاب کے گھیرے میں آسکتے ہیں

عَنْ اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ اَنَّهٗ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اِنَّ النَّاسَ اِذَا رَاَوُا الظَّالِمَ فَلَمْ یَاْخُذُوْا عَلٰی یَدَیْهِ اَوْشَكَ اَنْ یَّعُمَّهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابٍ مِّنْهُ۔

(ترمذی شریف: ابواب الفتن)

ترجمہ: ''حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جب لوگ ظالم کو ظلم کرتا ہوا دیکھیں پھر بھی اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے ظلم سے نہ روکیں تو عنقریب اللہ تعالیٰ ایسا عذاب نازل کریں گے جو سب کو گھیر لے گا۔''

یہ ایک اور حدیث تحفتاً قبول فرمالیجیے کہ حضورؐ فرماتے ہیں لوگو! جب تم ظالم کو ظلم کرتے ہوئے دیکھو تو اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے ظلم سے روکنے کی کوشش کرو۔ اگر اس ظالم کو ظلم سے روکا نہ گیا تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا عذاب بھی آسکتا ہے جو ظالم کو بھی گھیر لے گا اور جنھوں نے روکنے کی طاقت رکھنے کے باوجود اسے ظلم سے نہیں روکا اس کو بھی وہ عذاب گھیر لے گا۔ قرآن مجید میں بھی ارشاد ہے۔

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِیْبَنَّ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ
وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿25﴾

ترجمہ: ''اور اس آفت سے بچتے رہو وہ جب ٹوٹ پڑے گی تو تم میں سے صرف قصور والوں پر ہی نہیں آئے گی۔ اور خوب سمجھ لو کہ اللہ کی پکڑ بہت سخت ہے۔''

(8۔الانفال، آیت: 25)

جماعتی اور سماجی زندگی میں نیک لوگ چاق و چوبند اور چوکنے رہیں۔ بری رسمیں، بدعات اور شرک، ظلم و زیادتی کو پنپنے نہ دیں، فتنہ اٹھتے ہی کچل ڈالیں اگر ایسا نہیں ہوا اور سمجھدار لوگ غفلت میں پڑے رہے تو

آفت فقط ظالموں پر ہی آئے گی ایسا نہیں ہے بلکہ سب کے سب اس کی لپٹ میں آجائیں گے پھر نیک لوگ حالات کو قابو میں لانے کے لئے آویں تب بھی معاملہ سنبھل نہیں سکے گا۔

(342) بھوکے پڑوسی کو کھانا کھلانا

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا اٰمَنَ بِیْ مَنْ بَاتَ شَبْعَانَ وَجَارُهٗ جَائِعٌ اِلٰی جَنْبِهٖ وَهُوَ یَعْلَمُ بِهٖ۔ (رواہ البزار والطبرانی)

ترجمہ: ''حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا وہ آدمی مجھ پر ایمان نہیں لایا جو اپنا پیٹ بھر کر رات کو بے فکر سو جائے اور بازو میں اس پڑوسی بھوکا ہو اور اس آدمی کو اپنے پڑوسی کے بھوکے ہونے کی خبر بھی ہو۔''

حضورؐ نے اس شخص کو ڈانٹ پلائی ہے کہ خود تو پیٹ بھر کے کھایا اور سو گیا بازو میں اس کا پڑوسی بھوکا ہے۔ فرمایا رسول اللہ نے کہ یہ آدمی مجھ پر ایمان ہی نہیں لایا۔ یہ بڑی سخت تنبیہ ہے۔ اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ آدمی اپنے پڑوسیوں، رشتہ ناتہ والوں، دوست احباب ملازم اور اپنے یہاں کام کرنے والوں کی خبر گیری کرے۔ مدد اور تعاون کی ضرورت ہو تو مدد بھی کرے کچھ زیادہ نہ ہو سکے تو ایک دو وقت یا بھوک کے وقت کھانا ہی کھلا دے، جیسی روکھی سوکھی ہم کھا لیتے ہیں ویسے یہ اس کو بھی کھلا دے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهٖ مِسْكِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا ﴿8﴾

ترجمہ: ''اللہ کی محبت میں مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے رہو۔''

(76۔الدہر، آیت: 8)

قرآن وحدیث میں بھوکوں، مسکینوں، یتیموں، قیدیوں اور غریبوں کو کھانا کھلانے کی جو ترغیب دی گئی ہے اس کو عام کرنا چاہئے وسعت اور گنجائش کے مطابق اس پر عمل بھی کرنا چاہئے۔

(343) میل جول والوں کی تکلیف برداشت کرو

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُؤْمِنُ الَّذِیْ یُخَالِطُ النَّاسَ وَیَصْبِرُ عَلٰی اَذَاهُمْ اَعْظَمُ اَجْرًا مِنَ الْمُؤْمِنِ الَّذِیْ لَا یُخَالِطُ النَّاسَ وَلَا یَصْبِرُ عَلٰی اَذَاهُمْ۔

(ابن ماجہ شریف: بَابُ الصَّبْرِ عَلَی الْبَلَاءِ)

ترجمہ: ''حضرت ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا وہ مومن جو لوگوں سے میل جول رکھتا ہو اور لوگوں کی طرف سے دی جانے والی تکلیفوں اور اذیتوں کو برداشت کر کے صبر بھی کرتا ہو تو اس کا درجہ اس مومن سے زیادہ ہے جو لوگوں سے میل ملاپ نہ رکھتا ہو اور لوگوں کی طرف سے دی جانے والی تکلیفوں پر صبر بھی نہ کرتا ہو۔''

مومن جو ہے وہ خانہ نشین اور کوئی سادھو سنیاسی نہیں ہوتا کہ گھر میں، یا کہیں جنگل میں جا کر جھاڑ پہاڑ کے نیچے بیٹھ جائے اور لوگوں سے ملنا جلنا بند کر دے بلکہ مومن کی صفت یہ بتائی گئی کہ لوگوں کے ساتھ میں میل کول رکھتا ہے۔ کاروبار میں منڈیوں میں بازاروں میں سماجی معاشرتی کاموں میں، شادی بیاہ لین دین بیچنا خریدنا رشتے ناتے ہیں سب میں وہ ایک دوسرے سے بات چیت میل ملاقات کرتا رہتا ہے اور ہر طرح کے لوگوں کی طرف سے اذیت اور تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے کوئی ٹیڑھا دوکاندار سے لین دین میں الجھ جاتا ہے، کبھی ملازموں اور ماتحتوں کی طرف سے بھی خلاف مزاج حرکت ہو جاتی ہے، کبھی آقا اور سیٹھ بھی ملازم کے ساتھ بدتمیزی کر بیٹھتا ہے ان سب موقعوں پر جتنا ہو سکے مومن کو صبر کرنا چاہئے اذیت اور تکلیف کو برداشت کر لینا چاہئے تاکہ معاشرہ میں کھنچاؤ تناؤ کی فضا جڑ نہ پکڑنے پائے

جن ایمان والوں میں یہ اوصاف اور خوبیاں پائی جاتی ہیں وہ ان ایمان والوں سے بہتر ہیں جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر کے بیٹھ جاتے ہیں اور کسی سے ملتے جلتے ہی نہیں، سماجی اور معاشرتی کاموں میں کچھ حصہ بھی نہیں لیتے۔

(344) دنیا ہی میں معاف کرالو

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَتْ لَهٗ مَظْلِمَةٌ لِاَحَدٍ مِنْ عِرْضِهٖ اَوْ شَیْءٍ فَلْیَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْیَوْمَ قَبْلَ اَنْ لَّا یَکُوْنَ دِیْنَارٌ وَّلَا دِرْهَمٌ اِنْ کَانَ لَهٗ عَمَلٌ صَالِحٌ اُخِذَ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلِمَتِهٖ وَاِنْ لَّمْ تَکُنْ لَهٗ حَسَنَاتٌ اُخِذَ مِنْ سَیِّاٰتِ صَاحِبِهٖ فَحُمِلَ عَلَیْهِ۔

(بخاری شریف: کِتَابُ الْمَظَالِم، بَابُ مَنْ کَانَتْ لَهٗ مَظْلِمَةٌ عِنْدَ الرَّجُلِ فَحَلَّلَهَا لَهٗ هَلْ یُبَیِّنُ مَظْلِمَتَهٗ)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ارشاد فرمایا رسول اللہؐ نے جس نے بھی کسی پر ظلم کیا ہو، یا بے عزتی کی ہو یا کوئی اور زیادتی کی ہو تو وہ آج دنیا میں ہی اسے معاف کرالے، اس دن یعنی قیامت کے آنے سے پہلے جہاں کوئی روپیہ پیسہ اور مال نہ ہوگا، ظلم کرنے والے کے پاس اگر نیک عمل ہوں گے تو اس کے ظلم کے برابر وہ اس سے لیکر مظلوم کو دیدیئے جائیں گے، اور اگر ظالم کے پاس نیک اعمال نہیں ہوں گے تو مظلوم کی برائیاں لے کر ظالم پر ڈال دی جائیں گی۔''

یہ حدیث پاک ہم سب کو متنبہ اور خبردار کرتی ہے کہ جو کچھ دوسروں کا لین دین ہو۔ یا کسی کا حق مارا ہو، ستایا اور تکلیف پہنچائی ہو وہ سب دنیا میں ہی معاف کرالو یا اپنے پر جو بھی دوسروں کا حق نکلتا ہو وہ سے دلا کر دنیا میں ہی برابر کر دو اور ہر معاملہ یہیں صاف کرلو، ورنہ آخرت میں بڑی تکلیف اور مصیبت اور مصیبت کا سامنا کرنا پڑے گا وہاں روپیہ پیسہ مال دولت سامان اسباب بھی نہیں ہوگا دوست احباب رشتہ ناتہ والے بھی کچھ کام نہ آئیں گے۔ کسی کی بے عزتی کی ہو، کسی پر ظلم زیادتی کی ہو یا ناانصافی کی ہو ان

سب باتوں پر آدمی اپنا محاسبہ کرے اور کوشش کرے کہ اسے دنیا میں ہی متعلق آدمی سے کسی طرح معاف کرالے، معاملہ درست کرلیوے، اگر دنیا میں نہیں ہوا اور آخرت تک معاملہ جا پہنچا اور وہاں ریکارڈ میں یہ آیا کہ اس آدمی نے یہ جرم اور گناہ کئے ہیں تو وہاں جو بدلہ دلایا جائے گا ہو روپیہ پیسہ سے نہیں بلکہ نیک اعمال اور برے اعمال کی ادلا بدلی ہوگی، مظلوم کی برائیاں ظالم پر ڈال دی جائیں گی اگر ظالم کے پاس نیکیاں نہ ہوں گی۔ اور اگر ظالم نے اور حق برباد کرنے والے نے کچھ نیکیاں کی ہوں گی تو وہ اکسچینج میں بدلہ میں مظلوم کو دے دی جائیں گی اس وقت دنیا کی یہ زیادتی اور حق تلفی بہت مہنگی پڑے گی اس لئے رسول اللہؐ نے لوگوں کو خوب مشورہ دیا کہ دنیا کا معاملہ دنیا میں ہی سلٹا لو۔

(345) جس غیر مسلم سے سمجھوتہ ہو اس کے قاتل کا حال

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍ وعَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا مُّعَاهِدًا لَّمْ يَرِحْ رَآئِحَةَ الْجَنَّةِ وَاِنَّ رِيْحَهَا يُوْجَدُ مِنْ مَّسِيْرَةِ اَرْبَعِيْنَ عَامًا۔ (بخاری شریف: بکتاب الدیات)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ ابن عمروؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی ایسے غیر مسلم کو قتل کیا جس سے معاہدہ ہو چکا ہو، تو ہو وہ جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھ سکے گا جبکہ جنت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت کی دوری سے ہی محسوس ہوتی ہے۔''

بخاری شریف، کتاب الدیات کی یہ حدیث سامنے رکھتے ہوئے میں پاکستان اور ہندوستان کے مسلمانوں سے پوچھتا ہوں کہ کس نبی پر آپ کا ایمان ہے؟ جس نبی پر آپؐ کا ایمان ہے وہ حضرت محمد رسول اللہؐ ہیں انھیں پر اور ان لے لائے ہوئے دین پر ایمان لانے کے سبب آپ کی ملت بنی ہے، انھیں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآن عطا فرمایا۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ اسی نبی حضرت محمد رسولؐ کا فرمان سنا رہے ہیں کہ جس نے کسی ایسے غیر مسلم کو قتل کیا۔ جس سے معاہدہ ہو چکا تھا، معاہدہ کو قرآن میں

"میثاق" کہا گیا ہے اسے ہم اور آپ ناجنگ معاہدہ اور عہد نامہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ اس کے لئے صلح سمجھوتہ کے الفاظ بھی بولے جاسکتے ہیں۔ جس غیر مسلم سے صلح صفائی ہو چکی ہو یا ناجنگ معاہدہ ہو چکا ہو اس کو کسی مسلمان نے قتل کر دیا تو جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکے گا۔ جنت کی خوشبو چالیس سال کی دوری کی مسافت سے ہی محسوس ہونے لگتی ہے۔

اب سوچیں وہ مسلمان جو TERRORIST آتنک وادی، دہشت گردی کی حرکتیں کرتے ہیں خود کشی کے بم اپنے جسم پر باندھ کر کے بسوں، ٹرینوں، بازاروں میں حملہ کر کے مسلمانوں اور غیر مسلموں کو مار ڈالتے ہیں۔ کشمیر اور اس کی سرحدوں پر دیکھئے اور دوسرے مقامات پر بھی دیکھئے کیا ہو رہا ہے۔ مسلمانوں کے علاوہ دوسرے جو ہیں وہ بھی کچھ دودھ دھلے ہوئے نہیں ہیں لیکن اخباروں میں میڈیا میں زیادہ مسلمانوں اور پاکستانیوں کے نام آتے ہیں پھر بھی وہ چوکس نہیں ہوتے اور انھیں اپنے دین و ایمان اور قرآن وحدیث کی تعلیم کی عزت کا ذرا خیال نہیں آتا۔ ہمارے زمانے کے علماء بھی کچھ نہیں بولتے وہ شاید ڈرے ہیں کہ اگر ہم کچھ کہیں گے تو دہشت گرد ہمیں کو مار ڈالیں گے چنانچہ پڑوسی ملک پاکستان میں ایسا ہوا بھی کہ کسی عالم نے ان کو نصیحت کے لئے روک ٹوک کے لئے ذرا زبان کھولی تو اسی کو گولی ماردی گئی، حد یہ ہے کہ پڑوسی ملک میں مسجدوں میں گولیاں چلا کر نمازیوں کو شہید ڈالتے ہیں۔ اس منزل میں مسلمان کیسے پہنچ گیا؟ اگر یہ حدیث مسلمانوں کے سامنے ہوتی تو وہ کبھی بھی یہ رویہ اختیار نہیں کرتے۔ ہاں میں یہ ضرور کہتا ہوں کہ اس میں میڈیا والوں، اخبار والوں کی رنجشیں بھی کام کرتی ہیں لیکن یہ کہنا کہ مسلمان کچھ بھی نہیں کرتے اور بہت بر بنائے انصاف زندگی گذارتے ہیں، بڑے پاک صاف ہیں یہ بات بالکل صحیح نہیں ہے، بے گناہ مسافروں کے ہوائی جہاز کو اغوا کر لینا، کچھ مسافروں کو مار ڈالنا۔ چند دنوں کا شادی جوڑا ہے اس کے شوہر کو گولی ماردینا یہ سب باتیں ہمارے زمانے میں ہوئی ہیں، میں تو یہ کہتا ہوں کہ ہندوستان میں گھروں میں وہ جو غیر مسلم خواتین ہیں وہ اسلام کی دشمن ہوگئی ہیں

بلکہ رحمۃ للعالمین حضرت محمد رسول اللہؐ کی دشمن ہوگئی ہیں ۔ پھر بھی کچھ نادان جہاد کے نام سے اپنی گاڑی چلاتے ہیں، حالانکہ جہاد خدمت انسانی کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے، صبر و برداشت کا بڑے پیمانے کا نمونہ ہے جس پر ایمان والے کھڑے ہوتے ہیں ۔ اور جب مجبور ہوجاتے ہیں یہاں تک کہ قتال کی نوبت آتی ہے ۔ تب یہ سلسلہ چلتا ہے مگر ان نادانوں نے جہاد کے اندر ہی قتال کو داخل کر دیا، مارا ماری، خون خرابہ کے راستہ کو اپنا لیا، پس چوکس ہوجائیں سب مسلمان، ان کی تنظیمیں اور ان کے افراد چاہے ان کا مقصد کچھ بھی ہو، ملک کی سرحدوں کے کچھ حصے چاہیں یا کچھ اور ان کے مطالبات ہوں وہ اپنی جگہ پر ہیں لیکن اگر کسی قوم سے معاہدہ ہے "اِلَّا عَلٰی قَوْمٍ بَیْنَکُمْ وَ بَیْنَھُمْ مِّیْثَاقٌ" (مگر یہ کہ تمہارے اور ان کے درمیان صلح قائم ہو) کے تحت اگر "صلح" اور "میثاق" ہے جس کو اس حدیث میں "معاہدہ" کہا گیا ہے ۔ تو آپ اس پر ہاتھ نہیں اٹھا سکتے اور اگر ہاتھ اٹھاتے ہیں، خون خرابہ کرتے ہیں تو پھر جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکیں گے ۔ جنت میں داخل ہونا تو الگ رہا اس کی خوشبو بھی آپ پر حرام ہوجائے گی ۔ جبکہ اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت دوری تک بھی سونگھی جاسکتی ہے ۔

(346) جس پر احسان کرو اس کی بدسلوکی پر صبر کرو

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ لِیْ قَرَابَۃً اَصِلُھُمْ وَیَقْطَعُوْنِیْ وَاُحْسِنُ اِلَیْھِمْ وَیُسِیْئُوْنَ اِلَیَّ وَاَحْلُمُ عَنْھُمْ وَیَجْھَلُوْنَ عَلَیَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَئِنْ کُنْتَ کَمَا قُلْتَ فَکَاَنَّمَا تُسِفُّھُمُ الْمَلَّ وَلَا یَزَالُ مَعَکَ مِنَ اللّٰہِ ظَھِیْرٌ عَلَیْھِمْ مَادُمْتَ عَلٰی ذٰلِکَ ۔

(مسلم شریف: کِتَابُ الْبِرِّ وَالصِّلَۃِ وَالْاٰدَبِ، بَابُ صِلَۃِ الرَّحْمِ وَتَحْرِیْمِ قَطِیْعَتِھَا)

ترجمہ: "حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، کہ ایک شخص نے رسول اللہؐ سے کہا: میرے کچھ رشتے ناتے والے ہیں میں رشتہ داری کا خیال رکھتا ہوں اور وہ توڑنا چاہتے ہیں ۔ میں ان کے ساتھ احسان کرتا ہوں ۔ اور وہ میرے ساتھ برائی کرتے ہیں، میں صبر اور درگذر سے کام لیتا ہوں اور وہ جہالت و نادانی

سے پیش آتے ہیں، آپؐ نے فرمایا اگر حقیقت میں تو، ایسا ہی کرتا ہے تو ان کے منہ پر جلتی راکھ ڈالتا ہے اور ہمیشہ اللہ کی طرف سے تیرے ساتھ ایک فرشتہ معاون رہے گا جب تک تو اپنی اسی حالت پر قائم رہے گا۔"

اس حدیث شریف کا عربی متن اور اردو ترجمہ دیکھ لیجئے۔ حضرت رسول اللہؐ سے ایک شخص عرض کرتا ہے کہ میرے رشتے ناتے والے کچھ ایسے ہیں میں احسان کرتا ہوں تو بھی وہ میرے ساتھ برا سلوک کرتے ہیں، میں رشتہ داری کا خیال کر کے جوڑے رکھنا چاہتا ہوں اور وہ رشتہ داری توڑنے کو دیکھتے ہیں، میں صبر، برداشت کدر گذر سے کام لیتا ہوں تو وہ مجھ سے جہالت اور نادانی سے پیش آتے ہیں۔ رسول اللہؐ اس کی باتیں سن کر ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر تو ایسا ہی کرتا ہے جیسا کہ بیان کر رہا ہے تو ان کے منہ پر جلتی راکھ ڈال رہا ہے، اور ہمیشہ اللہ تعالٰی کی طرف سے تیرے ساتھ ایک فرشتہ رہے گا جو تیری معاونت BACKING کرتا رہے گا جب تک تو اپنی ان اچھی عادتوں پر قائم رہے گا۔

ہم نے اپنے مرشد روحانی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحبؒ کو ایک مجلسی بیان میں یہ نصیحت کرتے ہوئے سنا کہ "جس پر احسان کرو اس کے حسد اور شر سے بچنے کی دعا بھی کرو"۔ مجھے خیال ہوا کہ بھئی کسی کے ساتھ احسان کیا جائے تو وہ کیا حسد کرے گا؟ وہ احسان کرنے والے کا شکر گذار اور قدردان رہے گا۔ لیکن بعد میں تجربہ سے بات سمجھ میں آئی کہ نہیں ایسا نہیں ہوتا۔ اس حدیث میں بھی ایک صحابیؓ کا اسی طرح کا تجربہ ہے کہ وہ تو اپنے رشتے ناتے والوں کے ساتھ حسن سلوک اور احسان کرتے ہیں اور رشتہ ناطے والے ان کے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں رشتہ داری ختم کرنا چاہتے ہیں، احسان کرنے والے کو اس میں اس پہلو کی طرف دھیان کرنا ہے کہ جو کچھ کیا بس اللہ تعالٰی کی رضا کے لئے کیا اس کا اجر اس کے دربار میں ملنا ہے۔ جس پر احسان کیا ہے اس کی بدسلوکی اور حسد کو صبر کر کے

برداشت کرلے۔ایک معاون فرشتہ اس کے ساتھ لگا رہے گا جو اس میں معاون بنا رہے گا یہ بڑے مرتبہ کی بات ہے۔قرآن وحدیث کی نصیحتوں پر عمل کرتے کرتے صابرین کا درجہ پا کر اس دنیا سے چلا جائے اسی میں عافیت ہے۔

(347) نقصان پہنچانے والے سے انتقام نہیں لیا

عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ مَاضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَیْئًا قَطُّ بِیَدِہٖ وَلَا امْرَاَۃً وَّلَا خَادِمًا اِلَّا اَنْ یُّجَاھِدَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا نِیْلَ مِنْہُ قَطُّ فَیَنْتَقِمُ مِنْ صَاحِبِہٖ اِلَّا اَنْ یُّنْتَھَکَ شَیْئًا مِّنْ مَّحَارِمِ اللّٰہِ فَیَنْتَقِمُ لِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ ۔ (مسلم شریف: کِتَابُ الْفَضَائِلِ بَابُ تَرْکِ الْاِنْتِقَامِ اِلَّا لِلّٰہِ)

ترجمہ: ’’ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے رسول اللہؐ نے کبھی کسی کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا، نہ عورت کو اور نہ خادم کو، ہاں آپؐ نے اللہ کے راستے میں جہاد فرمایا ہے، آپؐ کو اگر کسی نے کوئی نقصان پہنچایا تو آپؐ نے اس سے کوئی بدلہ نہیں لیا، ہاں اگر کسی نے اللہ کے حدود میں سے کسی حد کو توڑا تو آپؐ نے اللہ کے لئے اس پر شرعی حد ضرور جاری فرمائی۔‘‘

اس حدیث پاک میں حضرت رسول اللہؐ کی یہ صفت بتائی گئی ہے کہ کسی مرد، عورت یا کسی خادم سے آپؐ نے کوئی بدلہ یا انتقام کبھی نہیں لیا۔ ہاں اللہ کے راستے میں جہاد وقتال کی منزلوں میں جب آئے اور لوگ اللہ کے احکامات کو پورا کرنے میں آڑے آئے، جتھابندی کی لڑائی مار پیٹ پر اتر آئے تو پھر آپؐ نے ان کا دفاع کیا۔ اللہ تعالیٰ نے جو حدیں مقرر کی ہیں ان کو جنہوں نے بھی توڑا ان پر حضرت رسول اللہؐ نے شرعی حد بھی قائم کی۔ یہ کوئی بدلے اور انتقام کی بھاؤ نا نہیں ہے جیسے قاتلوں، زانیوں، چوروں کو سزا دینا اور حد جاری کرنا یہ تو حُدُوْدُ اللّٰہِ قائم کرنے کی بات ہوئی۔

مشرک لوگ جتھا بندی کر کے اہل ایمان کو شرک کی طرف گھسیٹنے کی کوشش کریں۔ ان کو ایمانی زندگی گذارنے پر انہیں ظلم وستم کا نشانہ بنائیں تو پھر اہل ایمان مقابلہ کے لئے اگر اٹھتے ہیں تو یہ بدلہ کی بات نہیں ہوئی بلکہ اللہ کے راستے میں جہاد وقتال کی بات ہوئی۔ آپؐ کی ذات اقدس پر لوگوں نے جو ظلم کیا اس کو آپؐ نے معاف کر دیا اور کوئی بدلہ نہیں لیا۔ البتہ حدود اللہ کے توڑنے پر آپؐ نے مجرموں پر اللہ کے حکم کے تحت قانونی سزا ضرور جاری فرمائی ہے۔

(348) بہتر عورت کی صفات

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ، قِیْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ النِّسَآءِ خَیْرٌ؟ قَالَ الَّتِیْ تَسُرُّهٗ اِذَا نَظَرَ، وَتُطِیْعُهٗ اِذَا اَمَرَ، وَلَا تُخَالِفُهٗ فِیْ نَفْسِهَا وَمَالِهَا بِمَا یَكْرَهُ ۔ (نسائی شریف)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ سے پوچھا گیا کہ عورتوں میں بہتر عورت کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا وہ عورت جس کو اس کا شوہر دیکھے تو وہ اس کو خوش کر دے شوہر کوئی حکم دے تو وہ اس کی اطاعت کرے، اپنے بارے میں اور اپنے مال کے بارے میں کوئی ایسا رویہ اختیار نہ کرے جس کو شوہر ناپسند کرتا ہو۔''

ہماری شادی شدہ بہنوں کو یہ حدیث مبارک ہو۔ آپؐ سے پوچھا گیا کہ بہترین عورت کون ہے؟ تو نبیؐ نے اس کی تشریح یہ فرمائی کہ جس عورت کو اس کا شوہر دیکھے تو وہ خوش ہو جائے اور وہ عورت بھی اپنے شوہر کو خوش کر دے۔ شوہر کوئی حکم دے کوئی بات کہے تو اس کی اطاعت کرے اپنے بارے میں اور اپنے مال کے بارے میں کوئی ایسا رویہ اور طریقہ اختیار نہ کرے جو شوہر کو ناپسند ہو یہ تین صفات جس خاتون کے اندر ہوں گی وہ اپنے شوہر کے لئے محبوب تو ہے ہی اس کے ساتھ اللہ و رسولؐ کی بارگاہ میں بھی اس خاتون کو بڑا درجہ اور مرتبہ حاصل ہے۔

(349) زیادہ اختلاف کرنا ہلاکت کا سبب

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا نَهَیْتُكُمْ عَنْهُ فَاجْتَنِبُوْهُ وَمَا اَمَرْتُكُمْ بِهٖ فَافْعَلُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ فَاِنَّمَا اَهْلَكَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَثْرَةُ مَسَآئِلِهِمْ وَ اِخْتِلَافُهُمْ عَلٰی اَنْبِیَآئِهِمْ ۔ (مسلم شریف، کِتَابُ الْفَضَائِلِ ، بَابُ کَرَاهَةِ اِكْثَارِ السُّوَالِ مِنْ غَیْرِ ضَرُوْرَةٍ)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہؐ نے فرمایا: میں جس کام سے تم کو منع کردوں تم اس سے رکے رہو اور جس کام کے کرنے کا حکم دوں وہ جہاں تک تم سے ہو سکے کرو، تم سے پہلے کے بہت زیادہ سوال کرنے اور اپنے پیغمبروں کے سامنے اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔''

حضرت نبی کریمؐ نے صاف حکم دیا کہ جس کام سے تم کو منع کردوں تم اس سے رک جاؤ اور جس کام کے کرنے کا حکم دوں جہاں تک تم سے ہو سکے اس کو کیے جاؤ۔ تم سے پہلے کے بہت سے لوگ سوال در سوال اور اختلاف کی عادت ڈالے ہوئے تھے اس کے سبب وہ ہلاک اور برباد ہو گئے، ہم برصغیر کے مسلمان بھی اس وقت اس منزل میں ہیں کہ کتنے تفرقے؟ کتنے اختلافات کے معاملات؟ کتنی گروہ بندیاں اور گٹ بازی؟ کتنی جماعتیں اور تنظیمیں ایسا معلوم ہوتا ہے بقول حضرت مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے کہ سانپ کی قسمیں گنی جا سکتی ہیں مگر موجودہ دور میں مسلمانوں کی قسمیں گنی نہیں جا سکتیں، ظاہر بات ہے کہ امت واحدہ کا جو طرز ہونا چاہئے اس کے خلاف ہمارا عمل ہے، پس اس حدیث کی روشنی میں سب لوگوں کو آپسی اختلافات اور مسائل مارا ماری سے بچنے کی ہم نصیحت کرتے ہیں۔

اس حدیث میں دیکھ بھی لیجئے کہ كَثْرَةُ مَسَآئِلِهِمْ وَاخْتِلَافُهُمْ عَلٰی اَنْبِیَآئِهِمْ کے الفاظ ہیں یعنی خوب زیادہ سوال کرنے، مسائل میں اختلاف کرنے اور اپنے انبیاء کی تعلیمات میں بھی اختلاف کرنے کے چکر میں جو لوگ گھر گئے وہ ہلاک و برباد ہوئے، اس نسبت سے یہ عاجز عرض کرتا ہے کہ مسائل میں جتنے

اختلافات ہمارے یہاں پائے جاتے ہیں دوسروں میں بھی ہیں لیکن ہم کو یہ زیب نہیں دیتا جب ہمارے نبیؐ نے ہم کو منع کیا تو پھر ہم مسائل میں بہت زیادہ اختلاف نہ کریں۔ سیدھے ہاتھ میں گھڑی باندھتے ہیں یا الٹے ہاتھ میں باندھتے ہیں۔ ایک ہاتھ سے مصافحہ کرتے ہیں یا دو ہاتھ سے، رفع یدین کرتے ہیں یا نہیں کرتے زور سے آمین بولتے یا آہستہ سے بولتے، صلوٰۃ وسلام کھڑے ہو کر پڑھتے ہیں یا بیٹھ کر درود شریف پڑھتے ہیں۔ رسولؐ کا اسم مبارک آتا ہے تو انگوٹھا چومتے ہیں یا نہیں، نماز کے کھڑے ہوتے وقت پیر سے پیر ملاتے ہیں یا نہیں ملاتے یہ سب مسائل ایسے ہیں جن کی وجہ سے مسلمانوں میں ٹولی بازی اور گروہ بندی ہو۔ جب ہم خاتم النبیینؐ کے امتی ہیں جن کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں، قرآن مجید کے سوا آسمانی کتاب بھی اترنے والی نہیں تو پھر اس طرح کے اختلاف مناسب نہیں ہیں جبکہ دین اسلام میں توحید، رسالت، آخرت، بعث بعد الموت، حشر وحساب، نماز، روزہ، حج وزکوۃ، وراثت، وصیت، عشر اور اس سطح کے جو احکامات ہیں وہ دین کا اصل نقشہ بتانے والے ہیں، باقی جو چھوٹے چھوٹے مسائل ہیں ان میں مختلف آراء ہونے کے سبب اپنی رائے پر مومن عمل کر سکتا ہے لیکن دوسروں پر اپنی رائے اور نظریہ کو لاد نہیں سکتا۔

(350) سورج بھی اللہ کو سجدہ کرتا ہے

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فَلَمَّا غَرَبَتِ الشَّمْسُ قَالَ یَا اَبَا ذَرٍّ! هَلْ تَدْرِیْ اَیْنَ تَذْهَبُ هٰذِهٖ؟ قَالَ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّهَا تَذْهَبُ فَتَسْتَاْذِنُ فِی السُّجُوْدِ فَیُؤْذَنُ لَهَا فِی السُّجُوْدِ وَكَاَنَّهَا قَدْ قِیْلَ لَهَا ارْجِعِیْ مِنْ حَیْثُ جِئْتِ، فَتَطْلُعُ مِنْ مَغْرِبِهَا ثُمَّ قَرَاَ ذٰلِكَ مُسْتَقَرٌّ لَّهَا۔

(بخاری شریف: کِتَابُ التَّوْحِیْدِ، بَابُ قَوْلِهٖ وَكَانَ عَرْشُهٗ عَلَی الْمَاءِ)

ترجمہ: ''حضرت ابوذر غفاریؓ بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد نبوی میں داخل ہوا تو آنحضرتؐ وہاں بیٹھے ہوئے تھے جب سورج ڈوبنے لگا تو آپؐ نے فرمایا ابوذر! کیا تم جانتے ہو کہ یہ سورج کہاں جاتا ہے؟ میں (ابوذرؓ) نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ ہی خوب جانتے ہیں کہ یہ کہاں جاتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا یہ جا کر سجدہ کی اجازت مانگتا ہے، سجدہ کی اجازت دی جاتی ہے پھر وہ اپنی جگہ (یعنی مشرق) سے طلوع ہوتا ہے، لیکن ایک دن (قیامت کا) ایسا آئے گا کہ سورج کو حکم ہوگا کہ تو جہاں سے آیا ہے وہیں لوٹ جا تو وہ اس دن مغرب سے طلوع ہوگا۔ پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی کہ ''اپنے ٹھکانے کی طرف چلا جا رہا ہے۔''

اس حدیث کے عربی متن اور اردو ترجمہ پر غور کر لیجئے، حضرت رسول اللہؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ سورج بھی اللہ ہی کو سجدہ کرتا ہے۔ قرآن مجید نے کہا:

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۩ (15) السجدة

ترجمہ: ''آسمانوں اور زمین میں جو بھی مخلوق ہے کوئی چاہتے ہوئے کوئی لاچاری سے تمام اس کے آگے سجدہ کرتے ہیں اور ان کی پرچھائیاں صبح اور شام اللہ کو سجدہ کرتی رہتی ہیں۔''

(13۔الرعد، آیت: 15)

اوپر لکھی ہوئی آیت پڑھنے پر سجدہ واجب ہوتا ہے اس لئے اس آیت کو پڑھنے کے بعد سجدہ کیا جائے۔ مؤمن اور مسلم چاہ کر محبت سے اللہ کے سامنے سجدہ میں پیشانی ڈالتا ہے، مشرک اور منکر مصیبت کے وقت لاچار اور مجبور ہو کر سر ڈال دیتا ہے اور یوں بھی صبح و شام ہر ایک چیز کے سائے سجدہ میں زمین پر پڑتے ہیں پہاڑوں، درختوں اور کھڑی ہوئی چیزوں کی پرچھائیاں اللہ کے سامنے رکوع اور سجود میں جھکتی

رہتی ہیں۔ اوپر لکھی حدیث میں فرمان نبیؐ یہ ہے کہ سورج اللہ کو سجدہ کرتا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ سورج کا سجدہ روز روز کا نہیں ہے بلکہ ہر ہر لمحہ اور ایک ایک وقفہ کا سجدہ ہے اس لئے کہ پوری کائنات میں ہر وقت کسی نہ کسی جگہ طلوع ہوتا ہے اور غروب ہوتا ہے۔ ہمارے یہاں کبھی پانچ چھ بجے فجر کی نماز ہوتی ہے تو کسی دوسرے ملک میں اس وقت رات ہوتی ہے۔ سورج ہر غروب کی منزل پر اللہ کے سامنے سجدہ کرتا ہے اور طلوع ہونے کی اجازت چاہتا ہے لیکن دنیا میں غیر اہل کتاب لوگوں نے سورج کو سجدہ کیا۔ اس لئے قرآن مجید میں کہا گیا کہ سورج اور چاند کو سجدہ نہ کرو بلکہ اس کو سجدہ کرو جس نے ان کو پیدا کیا ہے۔ تخلیق جس نے کی ہے اس خالق کو سجدہ کرو۔ ملاحظہ ہو آیت:

وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۭ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿37﴾

ترجمہ: ''تم نہ تو سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو، بلکہ صرف ایک اللہ کو سجدہ کرو جس نے ان کو بنایا ہے اگر تم ایک اللہ کی بندگی کرنے والے ہو تو غیر اللہ کو سجدہ کرنے سے تم کو دور رہنا ہے۔''

(41۔حم السجدہ، آیت: 37)

برا ہو جاہلیت کا مسلمانوں میں تو ایسی باتیں چل پڑی ہیں کہ سورج جب تک حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے مزار پر جا کر سجدہ نہیں کر لیتا اور اجازت نہیں لے لیتا تب تک طلوع نہیں ہوتا، پیٹ بھرو جاہل مجاوروں نے ایسی جاہلانہ جھوٹی باتیں چلا دی ہیں اور جاہل عوام ان کے پیچھے چل پڑے ہیں۔ مسلمانو! قرآن وحدیث کی تعلیمات پر دھیان اور غور کرو اور غیر اللہ کو سجدہ کرنے سے رک جاؤ۔ غیر اللہ سے دعا کرنا، غیر اللہ کو سجدہ کرنا کھلم کھلا حرام اور ناجائز ہے۔ ایک حدیث پاک کا مفہوم ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اگر میں کسی غیر اللہ کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو میں بیوی کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے لیکن میں ایسا حکم کسی بیوی کو بھی نہیں دیتا اور نہ ہی کسی اور کو جاننا چاہئے کہ قرآن مجید میں حضرت عیسیٰؑ کی تقریر کا ایک

حصہ ان الفاظ میں ارشاد ہوا ہے۔

وَقَالَ الْمَسِيحُ يٰبَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ۖ إِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ۖ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿72﴾

ترجمہ: ''اور حضرت مسیح ؑ نے کہا کہ اے بنی اسرائیل! عبادت کرو صرف اللہ کی جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ سچ جانو کہ جس نے بھی اللہ کے ساتھ کسی کو بھی شریک ٹھہرایا تو بس اللہ نے ایسے شخص پر جنت کو حرام کر دیا اور دوزخ کو اس کا ٹھکانہ بنا دیا ایسے ظالموں کا تو کوئی بھی مددگار نہیں۔''

(5۔المائدہ، آیت: 72)

اس آیت کی روشنی میں آج کے مسلمان بھی خوب سمجھ لیں کہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا سخت حرام اور کھلا ہوا شرک ہے، پیروں فقیروں کو تو کیا جو لوگ اللہ کے پیغمبروں کی قبروں کو بھی سجدہ کریں وہ بھی قرآن کی اصطلاح میں مشرک ہیں اور مشرک پر جنت حرام ہے۔

(351) چار چیزوں سے بچنے کی دعا

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ مِنْ دُعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ وَمِنْ دُعَاءٍ لَا يُسْمَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ۔

(ابن ماجہ: بَابُ الْاِنْتِفَاعِ بِالْعِلْمِ وَالْعَمَلِ بِهٖ)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں رسول اللہؐ کی یہ دعا ہے کہ اے اللہ میں اس علم سے تیری پناہ چاہتا ہوں جو نفع نہ دے اور اس دعا سے جو سنی نہ جائے اور اس دل سے جو نہ ڈرے اور اس نفس سے جو سیر نہ ہو۔''

حضرت نبیؐ نے اپنی دعا میں فرمایا کہ اے اللہ! میں دعا کرتا ہوں اور آپ کی پناہ میں آتا ہوں ایسے علم سے بچنے کے لئے جس میں کوئی فائدہ نہ ہو، یعنی بے فائدہ علم سے مجھے بچالیجئے، اور ایسی دعا سے مجھے اپنی حفاظت میں لے لیجئے جو نہ سنی جائے اور نہ قبول کی جائے، اور ایسے دل سے جو آپ کا خوف نہ رکھتا ہو، اور ایسے جی اور طبیعت سے بھی بچا کر مجھے اپنی پناہ میں لے لیجئے جو کتنی بھی نعمت آپ کی طرف سے ملے پھر بھی اسے اس پر سیری نہ ہوتی ہو۔

پس جاننا چاہئے کہ ہم موجودہ دور میں جو زندگی گذار رہے ہیں تو پچھلے زمانہ کے مقابلہ میں اللہ کی نعمتیں ہم پر بہت زیادہ ہیں اس پر اللہ کا شکر گذار ہونا چاہئے اور اس کی نعمتوں کی قدر کرنا چاہئے۔

(352) موت کی یاد قرآن کی تلاوت

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوْبَ تَصْدَءُ كَمَا يَصْدَءُ الْحَدِيْدُ اِذَا اَصَابَهُ الْمَآءُ، قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا جِلَاۤؤُهَا؟ قَالَ كَثْرَةُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَتِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ ۔ (مشکوٰۃ: کِتَابُ فَضَائِلِ الْقُرْاٰنِ، اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ)

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا دلوں کو زنگ لگتا ہے، جس طرح لوہے کو زنگ لگتا ہے، جبکہ وہ پانی سے بھیگ جائے، پوچھا گیا یارسول اللہؐ! اس کے صاف کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ آپؐ نے کہا کہ موت کو زیادہ یاد کرنا اور قرآن مجید کی تلاوت کرنا۔“

حضرت رسول اللہؐ نے اپنے ایک وعظ میں ارشاد فرمایا کہ دلوں کو زنگ لگ جاتا ہے جیسا لوہے کو زنگ لگتا ہے اس کو دور کرنے کی کوشش کرو۔ پوچھا گیا یارسول اللہ! دل کے زنگ کو دور کرنے کا کیا طریقہ ہو سکتا

ہے؟ آپؐ نے فرمایا موت کو کثرت سے یاد کرنا اور قرآن مجید کی زیادہ سے زیادہ تلاوت کرنا۔ یہ دونوں باتیں آسان ہیں، موت کی یاد بھی کرنا آسان ہے، جنازہ میں شریک ہو، اللہ کا ذکر کرے، موت کی یاد تازہ کرے اور ہمیشہ یہ خیال رکھے کہ دنیا ایک دن چھوڑنی ہے چاہے آج یا کل جب اللہ کا حکم ہو، رہی بات قرآن مجید کی تلاوت کی تو اللہ رب العزت کا ارشاد ہے

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿17﴾

ترجمہ: ''یقیناً نصیحت حاصل کرنے کے لئے ہم نے اس قرآن کو آسان کر دیا ہے تو کیا کوئی ہے اس نصیحت کو قبول رکھنے والا۔''

(54۔ القمر، آیت: 17)

اہل ایمان کو چاہئے کہ موت کو کثرت سے یاد کریں اور قرآن مجید کی تلاوت کریں۔ رکوع دو رکوع ترجمہ کے ساتھ بھی پڑھیں انشاء اللہ اس میں خیر ہے، دل کا میل کچیل بھی صاف ہوگا اور زنگ بھی دور ہوگا۔ لوہے کا زنگ گھسنے سے یا پالش سے یا آگ میں تپانے سے دور ہوتا ہے لیکن دل کا زنگ رسول اللہؐ کی تعلیمات پر عمل کرنے سے ہی دور ہوگا۔

(353) مرحومہ والدہ کی طرف سے صدقہ

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ سَعْدَ ابْنَ عُبَادَةَ تُوُفِّيَتْ اُمُّهٗ وَهُوَ غَائِبٌ عَنْهَا فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اُمِّيْ تُوُفِّيَتْ وَاَنَا غَائِبٌ عَنْهَا اَيَنْفَعُهَا شَيْءٌ اِنْ تَصَدَّقْتُ بِهٖ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاِنِّيْ اُشْهِدُكَ اَنَّ حَائِطِي الْمِخْرَافَ صَدَقَةٌ عَلَيْهَا۔ (بخاری شریف)

ترجمہ: ''حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ سعد بن عبادہؓ کی والدہ کا انتقال ایسے وقت ہوا کہ سعدؓ موجود نہیں تھے جب وہ واپس آئے تو رسول اللہؐ کی خدمت میں انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ!

میری غیر حاضری میں میری والدہ کا انتقال ہو گیا، تو اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا وہ ان کے لئے نفع مند ہو گا۔ رسول اللہؐ نے فرمایا ہاں پہنچے گا، سعدؓ نے کہا اے نبیؐ میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنا باغ مخراف اپنی مرحومہ والدہ کے لئے صدقہ کر دیا۔"

صحابی رسولؐ حضرت سعد بن عبادہؓ کی والدہ کا انتقال ہوا تو وہ گھر موجود نہیں تھے کہیں باہر کسی کام سے گئے ہوئے تھے، واپس ہوئے تو حضور اکرمؐ کی خدمت میں حاضری دی اور عرض کیا یا رسول اللہؐ! میری غیر حاضری میں میری ماں کی وفات ہو گئی تو اب میں کیا کروں؟ کیا ان کی طرف سے کچھ صدقہ کروں وہ ان کو لئے نافع ہو گا؟ رسول اللہؐ نے فرمایا ہاں ضرور اس کا نفع ان کو پہنچے گا، سعد نے کہا کہ یا رسول اللہؐ! میں آپؐ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں اپنا باغ جس کا نام مخراف ہے اسے اپنی والدہ کی طرف سے صدقہ میں دیتا ہوں، معلوم ہوا کہ باغ باغیچوں کے بھی نام ہوا کرتے ہیں، یہ بہت بڑا باغیچہ ہو گا انھوں نے اپنی مرحومہ والدہ کی طرف سے اس کو صدقہ کر دیا، یا کسی کو دے دیا ہو گا یا پھر رفاہ عامہ کے طور پر دیدیا ہو گا کہ عام لوگوں کا اس کے پھل فروٹ سے فائدہ پہنچے، یا پھر جو بھی صدقہ کی صورت ہوئی ہو۔ اس میں یہ تعلیم ملتی ہے کہ اپنے والدین کے لئے ان کی وفات کے بعد صدقہ کیا جا سکتا ہے۔

بس نیت کر لیوے ثواب کی اور کسی مسکین کو کھانا کھلا دیا، کسی کا قرض ادا کر دیا، کسی کی دوا علاج کرا دیا، کسی کی تعلیم کا انتظام کر دیا، اور نیت کر لی کہ یا اللہ! میرے ماں باپ کو اس کا ثواب پہنچے، یہ سب جائز تو ہیں ہی بلکہ مطلوب بھی ہیں اور اللہ تعالی کے یہاں محبوب بھی ہیں۔ دکھاوے کی جو چیزیں ہوتی ہیں۔ کارڈ چھاپتے ہیں فاتحہ خوانی ہو گی۔ پھر زردے پلاؤ پکا کر امیر لوگ کھاتے ہیں موٹروں پر بیٹھ بیٹھ کر آتے ہیں۔ غریبوں کو کچھ دیتے تو ہوں گے مگر اصل بات یہ ہے کہ صدقہ ان لوگوں کے ہاتھ میں جانا چاہئے جو اس کے مستحق ہوں۔ اس کی تفصیل قرآن وحدیث میں موجود ہے۔

(354) ہاتھ کی کمائی سے صدقہ

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ قَالَ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ فَقَالُوْا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَقَالَ يَعْمَلُ بِيَدِهٖ فَيَنْفَعُ نَفْسَهٗ وَ يَتَصَدَّقُ قَالُوْا فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ قَالَ يُعِيْنُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْهُوْفِ قَالُوْا فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ قَالَ فَلْيَعْمَلْ بِالْمَعْرُوْفِ وَلْيُمْسِكْ عَنِ الشَّرِّ فَاِنَّهَا لَهٗ صَدَقَةٌ ۔

(بخاری شریف: كِتَابُ الزَّكٰوةِ بَابُ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَلْيَعْمَلْ بِالْمَعْرُوْفِ)

ترجمہ: ''حضرت نبی کریمؐ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا ہر مسلمان کو خیرات کرنا ضروری ہے، لوگوں نے کہا یارسول اللہ! جس کے پاس مال نہ ہو؟ آپؐ نے فرمایا ہو اپنے ہاتھ سے محنت کر کے کمائے، خود بھی فائدہ اٹھائے اور صدقہ بھی کرے، لوگوں نے کہا اگر یہ بھی نہ ہو سکے؟ آپؐ نے فرمایا کسی پریشان حال ضرورتمند کا کوئی کام کر کے اس کی مدد کرے، لوگوں نے کہا کہ اگر وہ یہ بھی نہ کر سکے تو؟ آپؐ نے فرمایا کہ اچھی باتوں پر عمل کرے اور برائی سے رکا رہے یہی اس کے لئے صدقہ ہے۔''

اس حدیث میں فرمایا گیا ہو مسلمان پر صدقہ کرنا لازم ہے، لوگوں نے پوچھا یارسول اللہؐ! کسی کے پاس کچھ نہ ہو تو؟ آپؐ نے فرمایا ہاتھ سے محنت کر کے کمائے خود بھی کھائے اور نفع اٹھائے اور دوسروں کو بھی نفع پہنچائے، ایک اور حدیث کا مفہوم ہے کہ ہاتھ سے محنت کر کے کما کر کھانے والا اللہ کا حبیب ہے، یہاں صدقہ کی کوئی خاص مقدار مطلوب نہیں ہزاروں کی رقم کا صدقہ ہو بلکہ اپنی حیثیت کے مطابق جو بھی ہو سکے چند کھجوریں بھی صدقہ میں دے سکتا ہے، کسی ایک کو کھانا کھلا دے، کسی سے میٹھی بات کہہ دی یا مسکرا کر چہرا سامنے کر دیا یہ سب بھی صدقہ ہے۔ اگر کبھی بھی صدقہ نہ دے سکے تو کسی ضرورتمند پریشان حال کی کسی کام میں ہاتھ سے یا کسی اور طرح کوئی مدد کر سکتا ہو تو مدد کر دے۔ بھلی بات کا حکم کرنا۔ برے کام سے روکنا بھی ایک طرح سے صدقہ ہے اس میں تو کوئی پیسہ وغیرہ لگتا نہیں صرف زبان ہلانی پڑتی ہے۔ برے کام سے خود رک کے رہنا بھی صدقہ ہے۔ کوئی ایسا کام کر دیا جس سے لوگ یا اپنے خاندان

کے افراد آزمائش اور پریشانی میں پڑ جائیں۔ انھیں دکھ تکلیف اٹھانا پڑے ایسے خراب کام کرنے سے کر جانا بھی صدقہ ہی ہے۔

(355) تین نیک کاموں کا بدلہ دنیا میں ہی مل جائے گا

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، صَنَائِعُ الْمَعْرُوْفِ تَقِیْ مَصَارِعَ السُّوْءِ وَصَدَقَۃُ السِّرِّ تُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَصِلَۃُ الرَّحِمِ تَزِیْدُ فِی الْعُمْرِ۔

(رواہ الطبرانی فی الکبیر، مجمع الزوائد)

ترجمہ: ''حضرت ابوامامہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: نیک اور بھلے کام کرنا بری موت سے بچالیتا ہے، چھپا کر اور خاموشی سے صدقہ خیرات کرنا اللہ تعالیٰ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے اور صلہ رحمی یعنی رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرنے سے عمر میں برکت ہوتی ہے۔''

اوپر لکھی ہوئی حدیث پاک میں تین باتوں کی طرف حضرت محمدؐ نے امت کو متوجہ فرمایا ہے۔

(1) نیک اور بھلے کام کرتے ہی رہنا چاہئے۔ نیک اور بھلے کام کا مطلب بہت سے لوگ اپنی سادہ دینداری میں اس طرح لے لیتے ہیں کہ بس نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ کر لیا تو بس بہت ہو گیا، یہ تو نیک کام ہیں ہی لیکن یہ سب فرائض میں ہیں اور ان کا کرنا مومن کے لئے ضروری ہے، اس حدیث میں حضورؐ نے تین کام کرنے جو بتائیں ہیں وہ فضیلت والے ہیں اور مزید ایسی نیکیوں میں آئیں گے جن سے انشاء اللہ دنیا میں ہی مومن انسان کو راحت ملے گی، حدیث میں بہت سادگی سے فرمایا گیا اس لئے زیادہ تشریح کی ضرورت نہیں ہے تاہم اتنا عرض کرتے ہیں کہ راستے سے پتھر کانٹا، کیلے کا چھلکا یا اور کوئی تکلیف پہنچانے والی چیز ہو اس کا ہٹا دینا، کسی نے سخت کلامی کی تو اس کو برداشت کر لینا، پاس پڑوس کے لوگ تکلیف پہنچاتے ہوں اس پر صبر کر لینا ایسی پچاسوں قسم کی باتیں ہیں جن میں آدمی کو اپنے نفس کا

محاسبہ کرنے کا اور اس کو قابو میں لینے کا اچھا موقع ملتا ہے، ان چھوٹی چھوٹی نیکیوں میں بھی اللہ تعالی دنیا میں انسان کے بہت سے کام بنا دیتا ہے اسی لئے رسول اللہؐ فرماتے ہیں کہ نیک اور بھلے کام کرنے کی طرف متوجہ رہو تو موت کی بری حالت سے اللہ تعالیٰ تمہیں بچائے گا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موت میں انشاء اللہ نیک کاموں کے سبب آسانی ہوگی۔

(2) دوسری بات حدیث پاک میں یہ ارشاد فرمائی گئی ہے چھپا کر اور خاموشی سے صدقہ دینا، اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اپنے غضب کو ایسے شخص سے ہٹا دے گا اور غضب کے رخ کو رحمت میں بدل دیگا۔ صدقہ خیرات کرنے کے تعلق سے قرآن مجید میں بھی بیان آیا ہے۔

اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِیَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ

ترجمہ: ''صدقہ اگر ظاہر میں دو تو بھی اچھا ہے اور اگر چھپا کر دو اور حاجتمند کو جا کر پہنچا دو تو تمہارے لئے اس میں بھی خیر ہے۔''

(2۔البقرہ، آیت: 271)

صدقہ ظاہر کر کے دینا یا چھپا کر دینا دونوں ہی اپنی اپنی جگہ پر ہیں ایک میں نعمت کی بشارت ہے اور ایک میں خیر و بھلائی کی خوشخبری ہے حدیث پاک میں حضرت رسول اللہؐ چھپے طور پر صدقہ دینے کو سبب بتاتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور غضب کے رخ کو رحمت کی طرف موڑ دیتا ہے اور غضب کو ٹھنڈک میں بدل دیتا ہے۔

(3) تیسری بات حدیث شریف میں صلہ رحمی یعنی رشتہ ناتہ والوں سے اچھا سلوک کرنے کو کہا گیا ہے اس کی وجہ سے انسان کی عمر میں خیر و برکت ہوتی ہے، اس میں دیکھنے کی چیز یہ ہے کہ رشتے ناتے میں

چھوٹے بڑے بھائی ہیں، بہنیں ہیں، بہنوئی ہیں، چچازاد بھائی، خالہ زاد بھائی ہیں فلاں ہیں یہ ہیں وہ ہیں، آدمی کوئی جانور تو ہے نہیں اس لئے اس کے کئی طرح کے رشتے ہوتے ہیں، اور بہت سارے لوگ اس کے رشتہ ناتہ والوں میں اچھے بھلے ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں بعض برے بھی ہوتے ہیں، بعض تو سانپ بچھو سے زیادہ خراب ہوتے ہیں۔ پھر بھی ان سے اچھا سلوک کرنا اور ان کی تکلیف کو جتنا ہو سکے برداشت کرے اور پی جاوے، پورے طور پر پی جانے کے لئے تو میں نہیں کہتا کہ انسان بہر حال انسان ہے۔ ایک سرحد ایسی آتی ہے اس کا جی بے قابو ہو جاتا ہے۔ اصل میں اپنے آپ کو سنبھالنے کی ضرورت ہے کہ رشتہ داروں کی بدسلوکی کو صلہ رحمی اور حسن سلوک سے دھکیلتا رہے، ادفع بالتی ھی احسن والی بات ہے جو قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے فرمائی کہ برے سلوک کو نیک سلوک سے دھکیلو، گندگی کو گندگی سے نہیں دھویا جا سکتا، گندگی کو پاک صاف پانی سے دھوئیں جب ہی وہ پاک ہوگی۔ (دیکھئے 41۔حٰم السجدہ، آیت: 34 سے 36)

(356) مال کے عیب کو گراہک سے چھپایا نہ جائے

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰی صُبْرَةِ طَعَامٍ فَاَدْخَلَ یَدَهٗ فِیْهَا، فَنَالَتْ اَصَابِعُهٗ بَلَلًا، فَقَالَ: مَا هٰذَا یَا صَاحِبَ الطَّعَامِ؟ قَالَ: اَصَابَتْهُ السَّمَآءُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَفَلَا جَعَلْتَهٗ فَوْقَ الطَّعَامِ کَیْ یَرَاهُ النَّاسُ، مَنْ غَشَّ فَلَیْسَ مِنِّیْ۔

(مسلم شریف: بَابُ قَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ غَشَّنَا فَلَیْسَ مِنَّا)

ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت رسول اللہؐ کا بازار میں غلہ کے ڈھیر کے پاس سے گذر ہوا، آپؐ نے اپنا ہاتھ مبارک اناج کے ڈھیر کے اندر ڈالا تو ہاتھ میں کچھ گیلا پن محسوس ہوا، آپؐ نے غلہ بیچنے والے سے پوچھا یہ تراوٹ کیسی ہے؟ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! غلہ پر بارش کا پانی پڑ گیا تھا آپؐ نے ارشاد فرمایا: تم نے بھیگے ہوئے غلہ کو ڈھیر کے اوپر کیوں نہیں رکھا؟ تا کہ خریدنے

والے اس کو دیکھ سکتے، جس نے دھوکہ دیا ہو میرا نہیں یعنی میری اتباع کرنے والا نہیں۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہؐ بازاروں کا بھی پھیرا لگاتے تھے کہ کہاں کیا ہو رہا ہے؟ پیغمبر بازار میں تانک جھانک اور سیر سپاٹے کے لئے نہیں جاتے تھے بلکہ اپنی انسانی ضرورتوں کے تحت بیچنے خریدنے کے لئے جاتے ہوں گے، بازاروں میں اگر کہیں پیغمبروں کو برائی دکھائی دیتی تو اس پر نکیر کرتے اور اس کا نوٹس لیتے، اوپر لکھی حدیظ سے ہمیں یہ تعلیم ملتی ہے کہ حضورؐ نے بازار کا ایک پھیرا لگاتے وقت اناج کے کسی بیوپاری کے غلہ کے ڈھیر کے اندر ہاتھ ڈال کر چیک کیا تو اس میں کچھ گیلا پن محسوس ہوا، آپؐ نے اس سے پوچھا کہ اس میں یہ گیلا پن کیسا ہے اور اناج اندر سے بھیگا کیوں ہے؟ وہ مومن بیپاری رہا ہوگا سچ سچ بتا دیا کہ یا رسول اللہؐ! غلہ پر بارش کا پانی پڑ گیا تھا، معلوم ہوا کہ وزن بڑھانے کے لئے بیوپاری نے خود پانی نہیں ملایا تھا، حضورؐ نے نرمی کے ساتھ اس فرمایا کہ بھیگے ہوئے اناج کو ڈھیر کے اوپر کر لیتے تو زیادہ اچھا تھا تاکہ خریدنے والا اس کو دیکھ سکے کہ یہ اناج بھیگا ہوا ہے اور اس کا اتنا وزن بڑھ سکتا ہے، اس پر حضرت نبیؐ نے ایک اور جملہ ارشاد فرمایا "جس نے دھوکا دیا وہ میرا نہیں"، یعنی میری بات ماننے والا، میری اتباع کرنے والا نہیں ہے۔

اب اس کو ذرا وسیع پیمانے پر لیتے ہیں تو ناپ تول میں کمی کرنا، چیز بتانا کچھ اور دینا کچھ، کپڑے میں تین میٹر کی بجائے پونے تین میٹر ہی دے کر ٹرخا دینا کھانے پینے کی چیزوں میں کمی بیشی اور ملاوٹ کرنا، تیل گھی وغیرہ میں ملاوٹ کرنا یہ سب اس حدیث پاک سے منع ثابت ہوا، موجودہ دور کے مسلمان اگر اس طرف متوجہ ہوں تو ان کو دینی اور دنیوی دونوں طرح کا نفع حاصل ہوگا اور انکی دوکانوں پر گراہکوں کی لائن لگی رہے گی کہ بھئی یہ مسلمان ہے خالص چیز دیتا ہے اور کسی طرح کی ملاوٹ یا کمی بیشی نہیں کرتا۔ وہ زندگی جو رسول اللہؐ کے نمونہ پر ہو ہمیں سماج میں اونچا اور بلند مقام دلائے گی۔

(357) مزدوری پسینہ سوکھنے سے پہلے دو

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُعْطُوا الْاَجِیْرَہٗ اَنْ یَجِفَّ عَرَقُہٗ ۔ (ابن ماجہ: باب اجر الاجرآء)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: مزدور کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے پہلے اس کی محنت کی مزدوری دیدیا کرو۔''

اس حدیث شریف میں رسول اللہؐ کی مزدور طبقے کے لئے سہولت کی ایک اہم تعلیم ملتی ہے، عام طور پر واعظین اس طرف زیادہ دھیان دیتے نہیں۔ مثلاً آپ کے یہاں دس مزدور کام کرتے ہیں، قلی حمالی کا کام کرتے ہیں تو ان کو پسینہ اور سخت محنت کا سامنا کرنا پڑتا ہے، عام ملازم جو آج کل ائیر کنڈیشن، کولر اور پنکھے میں بیٹھتے ہیں ان کے لئے یہ حکم نہیں ایسا میں نہیں کہتا لیکن رسول اللہؐ نے نچلے طبقے کو نوازا ہے کہ بھئی اس محنت کش، غریب مزدور کا خیال رکھو، حدیث میں ''اَجِیر'' یعنی مزدور کا لفظ آیا ہے۔ اس میں آفیسر، انسپکٹر، کلرک اس طرح کے لوگ نہیں آئیں گے، ایک اعتبار سے دیکھا جائے تو آ بھی سکتے ہیں کہ ان کی تنخواہ کا وقت جب ہو جائے تو وقت پر تنخواہ دیدینا چاہئے، بہت سے سیٹھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ مہینہ بھر جاتا ہے پھر بھی پندرہ پندرہ دن تک اپنے ملازموں کو تنخواہ ہی نہیں دیتے ایسے لوگ بھی اس حدیث کی روشنی میں اپنا سدھار کر لیں۔ لیکن زیادہ سدھار ان لوگوں کو کرنا ہے جن کے پاس بدن کی محنت کرنے والے مزدور ہوں ان کی مزدوری اگر ماہانہ یا ہفتہ واری ہے تو مہینہ یا ہفتہ پورا ہونے پر دیدیجائے ٹال مٹول کر کے دیر نہ کی جائے۔ اور اگر روزینہ سے ہیں تو شام کو پانچ بجے کام کر کے جانے لگیں تو ان کا پسینہ سوکھنے سے پہلے ان کو پیسہ دیدو۔ مطلب یہ ہے کہ کام ہو جانے پر مزدوری جتنی جلدی ہو سکے اتنی جلدی دیدی جائے۔ بلا وجہ دیر کر کے اس کو تکلیف نہ پہنچائی جائے۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ

مزدور کہہ دے ابھی مجھے پیسوں کی ضرورت نہیں آپ اپنے پاس جمع رکھئے، جب مجھے ضرورت ہوگی تو اکٹھے لے لوں گا۔ ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(358) لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی تلقین کرو

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِفْتَحُوْا عَلٰی صِبْیَانِکُمْ اَوَّلَ کَلِمَۃٍ بِلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَقِّنُوْھُمْ عِنْدَ الْمَوْتِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: ”حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: جب بچے تمہارے بولنے لگیں تو سب سے پہلے ان کی زبان سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہلواؤ، اور جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت قریب آ گئے تو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی تلقین کرو۔“

اس حدیث پاک میں بھی بہت سادہ تعلیم ہے کہ بچے بولنے لگیں تو ان کی زبان سے سب سے پہلے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ یعنی کلمہ طیبہ کہلونے کی کوشش کرو۔ بہت سے فیشن والے لوگ ٹاٹا ممی، ڈیڈی، بابا وغیرہ لفظ سکھاتے ہیں اور بہت خوش بھی ہوتے ہیں، میں یہ نہیں کہتا کہ بچہ یکدم سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ سیکھ جائے گا، لیکن بعض مومن ماؤں کو ہم نے دیکھا ہے کہ جب بچہ بیٹھنا سیکھ گیا اور بیٹھ کر جھومتا ہے تو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہہ کر اس کو جھماتی ہیں اور بچہ اللّٰہ اللّٰہ بولنے لگتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ بچہ جیسے ہی بولنا سیکھے تو اس سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہلوائیں، ایسے ہی جب کوئی انسان موت کی منزل میں ہو اور لگے کہ اب یہ دنیا سے جانے کی تیاری میں ہے تو دھیرے دھیرے اسے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی تلقین کریں کہ مرنے والے کی زبان پر بھی یہ کلمہ چڑھ جائے اور اسے خاتمہ بالخیر نصیب ہو۔

(359) فرسٹ کلاس اور سکنڈ کلاس کی کشتی کے مسافر

عَنِ النُّعْمَانِ ابْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ الْقَائِمِ عَلٰى حُدُوْدِ اللّٰهِ وَالْوَاقِعِ فِيْهَا كَمَثَلِ قَوْمٍ اسْتَهَمُوْا عَلٰى سَفِيْنَةٍ، فَاَصَابَ بَعْضُهُمْ اَعْلَاهَا وَبَعْضُهُمْ اَسْفَلَهَا، فَكَانَ الَّذِيْنَ فِيْ اَسْفَلِهَا اِذَا اسْتَقَوْا مِنَ الْمَآءِ مَرُّوْا عَلٰى مَنْ فَوْقَهُمْ فَقَالُوْا: لَوْ اَنَّا خَرَقْنَا فِيْ نَصِيْبِنَا خَرْقًا وَّلَمْ نُؤْذِ مَنْ فَوْقَنَا، فَاِنْ يَّتْرُكُوْهُمْ وَمَا اَرَادُوْا هَلَكُوْا جَمِيْعًا وَّاِنْ اَخَذُوْا عَلٰى اَيْدِيْهِمْ نَجَوْا وَنَجَوْا جَمِيْعًا۔ (بخاری شریف، باب ھل یقرع فی القسمۃ والاستہام)

ترجمہ: ''حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: اس شخص کی مثال جو اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہے اور اس شخص کی جو اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے ان لوگوں کی طرح ہے جو ایک بڑی کشتی پر سوار ہوں قرعہ ڈال کر کشتی کی منزلیں مقرر ہوگئیں کہ بعض لوگ کشتی کے اوپر کے حصہ میں ہوں اور کچھ لوگ نیچے میں ہوں نیچے کی منزل والوں کو جب پانی لینے کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ اوپر آتے ہیں اور اوپر کی منزل والوں کے پاس سے پانی لے کر گذرتے ہیں۔ نیچے والوں نے سوچا کہ اگر ہم کشتی کے نیچے حصہ میں سوراخ کر کے پانی لے لیں اور اپنے اوپر والوں کو تکلیف نہ دیں تو کیا ہی اچھا ہو، اب اگر اوپر بیٹھے والے لوگ اپنے نیچے والوں کو ان فرمان کے حال پر چھوڑ دیں اور ان کو کشتی میں سوراخ کرنے سے نہ روکیں تو کشتی ڈوبے گی اور سب کے سب ہلاک ہوجائیں گے لیکن اگر نیچے والوں کو سوراخ کرنے سے روک دیں تو سب کے سب ڈوبنے سے بچ جائیں گے۔''

آج کا دور علوم کے کھل جانے اور جمہوریت کا دور ہے حقوق انسانی کی بھی بہت دہائی دی جاتی ہے، ملکوں ملکوں کے لوگ ایک دوسرے سے دست و گریباں ہیں اور دوسروں کو تباہ کرنے و برباد کرنے پر بھی انسان تلا ہوا ہے۔ پوری انسانیت الجھ گئی ہے، ایسے میں اس حدیث کو پڑھنے والوں کے لئے حضرت

رسول اللہؐ کی طرف سے ایک تحفہ سمجھنا چاہئے، حدیث کا متن اور ترجمہ پڑھنے والا تو بات کو سمجھ جائے گا لیکن اس میں ایک پہلو اور بھی مستور ہے کہ دنیا کی کشتی ہے اس میں بھی کچھ اوپر والے ہوتے ہیں اور کچھ نیچے والے ہوتے ہیں۔ اوپر والوں کے پاس نیچے والے لوگ پانی لینے کے لئے جاتے ہوں گے، تو یہ مثال اگر رسولؐ نے اس وقت دی ہو جبکہ آپؐ نے کوئی سمندری سفر کیا ہو تو بھی کمال کی بات ہوتی مگر سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ زندگی میں آپؐ نے کوئی سمندری سفر کیا ہی نہیں بلکہ اغلب یہ ہے کہ آپؐ نے کشتی دیکھی ہی نہ ہوگی اور آج کے زمانے کی بڑی بڑی کشتیاں تو یقیناً نہیں دیکھی تھیں جن میں کتنے کلاس اور درجے ہوتے ہیں، فرسٹ کلاس، سکنڈ کلاس، تھرڈ کلاس، ڈیک کلاس وغیرہ ہوتے ہیں ڈیک کلاس والے بیچارے یکدم نیچے ہوتے ہیں اور اپنی ہر حاجت کے لئے ان کو اوپر جانا پڑتا ہے، ظاہر بات ہے کہ مسافروں کی ہلچل ہو ایک منزل سے دوسری منزل پر تو اوپر والے لوگوں کو تکلیف ہونا ایک قدرتی بات ہے، سب مسافر سمجھدار بھی نہیں ہوتے کہ پانی لینے کے لئے جارہے ہیں تو پانی چھلکے نہیں اور کسی کے سامان اور کپڑے پر گرے نہیں، کسی کا بستر خراب نہ ہو۔ بہت سے لوگ لاپرواہی بھی کرتے ہیں، اوپر لکھی حدیث شریف میں حضور پاکؐ نے جو مثال دی اس میں نیچے والے لوگ شریف معلوم ہوتے ہیں کہ خود ہی انھوں نے پانی لینے کے لئے اوپر جانا بند کر دیا کہ اوپر والوں کو ہم تکلیف کیوں دیں؟ آج کے دور میں شاید اتنے شریف آدمی نہ ملیں اوپر کلاس والے ہی تالہ لگا دیں کہ خبردار جو تم ہمارے یہاں آئے، جاؤ یہاں سے بار بار پانی لینے آتے ہو پانی چھلکاتے ہو اور ہمارا سامان، بستر کپڑے وغیرہ خراب کرتے ہو۔

ایسے موقع پر نچلی منزل والے اگر فیصلہ کریں کہ ہمارے پانی لینے جانے کی وجہ سے اوپر والوں کو تکلیف ہوتی ہے تو ہم کشتی کے نچلے حصہ میں سوراخ کر کے پانی نکال کر اپنی ضرورت پوری کریں گے۔ تو ایسے حالات میں اوپر کی منزل والوں کا کیا فرض ہونا چاہئے؟ ذرا بھی اگر غور کیا جائے تو ہر قاری سمجھ سکتا ہے

کہ اوپر والے اگر نیچے والوں کو ان کے فیصلے سے روکتے نہیں اور کشتی کے نچلے حصہ میں سوراخ کرنے سے منع نہیں کرتے تو کشتی ڈوبے گی اور پھر سب ڈوب مریں گے، حدیث پاک کے الفاظ ہیں کہ هلكوا جميعاً کہ سب کے سب ہلاک و برباد ہو جائیں گے۔ اس حال میں اوپر والی منزل کو چاہئے کہ نیچے والے کی ضرورت کا خیال رکھیں، یہ حدیث بڑی ہی معنی خیز ہے اس کی تشریح و تفصیل حضرت مرشد روحانی مولانا علی میاں صاحبؒ سے جب بھی میں نے کسی مجمع میں سنی تو ہندوؤں کے مجمع میں بھی اس انداز میں بیان کرتے ہیں کہ ہندو لوگ گرویدہ ہوتے اور ان کی آنکھیں آبدیدہ ہو جاتیں۔

اوپر والے اب چاہے مالدار ہوں، خوش حال ہوں یا حاکم کی حیثیت کے ہوں، بڑے عالم یا بڑے مذہبی چودھری ہوں اور نیچے والے کتنے ہی گرے پڑے ہوں ان کی ضرورتوں میں اگر اوپر والے آڑے آئے یا نیچے والوں نے خود ہی سوچا کہ بھئی انھیں کون تکلیف دے؟ ہم خود ہی الٹا سیدھا راستہ نکال کر اپنی ضرورت پوری کر لیں گے تو پھر کسی کی بھی خیریت نہیں ہے۔ حدیث پاک سے ہمیں جو تعلیم ملتی ہے وہ ہمارے ملک ہندوستان کے لئے بھی بہت ہی اہم ہے کہ طبقاتی کشمکش کو بڑھنے نہ دیں چاہے وہ مذہبی ہو یا وطنی ہو۔ کاروباری یا علاقائی ولسانی ہو، یا اپنی کسی طلب اور ضرورت کی ہو۔ بلکہ ہم اپنے سے نیچے والوں کا خیال رکھیں۔ جس کام سے امت کا یا ملک اور انسانوں کا نقصان ہو اس کے کرنے سے پہلے نچلے طبقے کے لوگوں کو ہاتھ جوڑ کر اپیل کریں کہ بابا! اپر کلاس میں آتے رہو، 100 دفعہ پانی لے جاؤ ہم تمہیں بالکل نہیں روکیں گے لیکن اللہ کا واسطہ دیتے ہیں کہ پانی لینے کے لئے کشتی میں چھید مت کررو۔ ایسا کرنے سے ناؤ ڈوب جائیگی، ہم تو ڈوب مریں گے آپ بھی موت کا شکار ہو جاؤ گے۔

(360) سات باتوں کا حکم نبیؐ

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَمَرَنِیْ خَلِیْلِیْ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعٍ اَمَرَنِیْ بِحُبِّ

الْمَسَاكِيْنِ وَالدُّنُوِّ مِنْهُمْ وَاَمَرَنِیْ اَنْ اَنْظُرَ اِلٰی مَنْ هُوَ دُوْنِیْ وَلَا اَنْظُرَ اِلٰی مَنْ هُوَ فَوْقِیْ وَ اَمَرَنِیْ اَنْ اَصِلَ الرَّحِمَ وَاِنْ اَدْبَرَتْ وَاَمَرَنِیْ اَنْ لَا اَسْاَلَ اَحَدًا شَیْئًا وَّ اَمَرَنِیْ اَنْ اَقُوْلَ بِالْحَقِّ وَاِنْ كَانَ مُرًّا وَّ اَمَرَنِیْ اَنْ لَّا اَخَافَ فِی اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ وَّ اَمَرَنِیْ اَنْ اُكْثِرَ مِنْ قَوْلِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ فَاِنَّهُنَّ مِنْ كَنْزٍ تَحْتَ الْعَرْشِ ۔ (مسند احمد: 5/159)

ترجمہ: ''حضرت ابوذرؓ روایت فرماتے ہیں کہ مجھے میرے حبیبؐ نے سات باتوں کا حکم فرمایا:

(1) مجھے حکم دیا کہ میں مساکین سے محبت رکھوں اور ان سے قریب رہوں (2) یہ بھی حکم فرمایا کہ میں دنیا میں ان لوگوں پر نظر رکھوں جو (دنیاوی ساز و سامان میں) مجھ سے کم حیثیت کے ہوں اور ان پر نظر نہ کروں جو مجھ سے اونچی حیثیت کے ہوں (3) آپؐ نے مجھے حکم فرمایا کہ میں اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کروں اگرچہ وہ مجھ سے منہ موڑیں (4) یہ بھی حکم فرمایا کہ میں کسی سے کوئی چیز نہ مانگوں (5) میں حق بات کہوں اگرچہ وہ (لوگوں کے لئے) کڑوی ہو (6) اور مجھے آپؐ نے حکم فرمایا کہ میں اللہ کے دین اور اس کے پیغام کو ظاہر کرنے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈروں (7) اور مجھے حکم دیا کہ میں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ بہت زیادہ پڑھا کروں کیونکہ یہ کلمہ اس خزانہ میں سے ہے جو عرش کے نیچے ہے۔''

اس حدیث کے راوی مشہور صحابی رسولؐ حضرت ابوذرؓ ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ میرے خلیل حضرت محمدؐ نے مجھے سات باتوں کا حکم فرمایا۔

(1) مسکینوں سے محبت رکھوں اور ان کے قریب رہوں، مسکینوں سے محبت والی بات تو واضح ہے کہ بھوکے ہیں، قرض کے بوجھ سے دب گئے ہیں ان کا کروباری بھٹہ بیٹھ گیا ہے، مسکین کا مادہ ''سکن'' ہے اس کے معنی ہوتے ہیں کہ پہلے تو کچھ کھاتا پیتا تھا لیکن اب اس کی چھت بیٹھ گئی ہے۔ ان سے قریب رہنے کا مطلب یہ ہوگا کہ ان کے مسائل اور ان کی مشکلات پر نظر رکھوں، پاس پڑوس کا ہو یا محلّہ گاؤں کا

ہو حاجتمند پر مومن کی نظر رہنی چاہئے کہ وہ کس حال میں ہے؟ بیمار ہے۔ قرض کے بوجھ سے دب گیا ہے یا پھر اس کی کیا ضرورت اور پریشانی ہے اس کا جائزہ لے کر اسے دور کرنے کی کوشش کرے اور ضرورت مند، محتاج مسکین کی مدد کرے۔ دھیان رکھے گا تو دکھ جائے گا کہ اس کی کیا حاجت وضرورت ہے؟

(2) دنیاوی مال ومتاع، ساز وسامان میں جو کچھ مجھ سے کم حیثیت کے لوگ ہوں انھیں دیکھوں تاکہ اللہ تعالی نے مجھے جو حیثیت دی ہے اس پر مجھے اللہ کا شکر آوے اور مجھے تسلی ہو، اونچی حیثیت والے اور مالدار، بڑے سیاسی لوگ، حاکم، راجے مہاراجے ہیں، کروڑ پتی ہیں ان کی طرف نظر نہ کروں کہ بلاوجہ کا لالچ بڑھے گا اور انھیں دیکھ کر حسد ہوگا اور یہ دونوں ہی چیزیں شریعت میں معیوب بتائی گئی ہیں۔ ہاں یہ بات منع نہیں ہے کہ اپنے حالات بدلنے کے لئے مسلسل محنت اور جدوجہد کرتا رہے اس میں کسی سے رقابت، حسد اور جلن کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔

(3) رشتہ داروں سے اچھا سلوک کیا جائے، انسانی زندگی رشتوں کے اندر گتھی ہوئی ہے، آپ اپنے اردگرد دیکھیں پچاسوں رشتہ دار ہیں، اس میں کچھ ایسے بھی ہوں گے جو آپ کو اچھا نہ سمجھتے ہوں گے، بر بنائے عزت و دولت یا علم کے یا کوئی اور فضیلت آپ کو اللہ نے دی ہو اس پر وہ حسد کرتے ہوں تب بھی ایسے رشتہ داروں کی مدد کی جائے۔ پھر ہو رشتہ ناتہ والے اور پڑوسی اچھا سلوک کریں تو سبحان اللہ اور برا سلوک کریں تو استغفر اللہ لیکن ہمارا سلوک اور برتاؤ ان سب کے ساتھ اچھا ہی ہونا چاہئے۔

(4) چوتھی بات حضرتؐ نے یہ فرمائی کہ آدمی سوالی نہ بنے مانگتا نہ پھرے، پھر بعض لوگوں کی ایسی عادت ہوتی ہے کہ ہر چیز لوگوں سے مانگتے پھرتے ہیں، اس زمانے میں آپ بعض فقراء کو دیکھیں گے مانگتے مانگتے وہ ایسے پیسے والے ہو گئے کہ بیاج سے اپنا پیسہ دوسروں کو دیتے ہیں، اخبارات میں آئے دن ایسی خبریں چھپتی بھی ہیں۔ اس میں مسلمان فقیروں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔

(5) حق بات کو سلیقہ اور ڈھنگ سے واضح کرتے رہو۔ کوئی ناخوش ہو یا کسی کو بری لگے، کڑواہٹ محسوس ہو تو اس کی پرواہ کرنے کی نہیں ضرورت ہے۔

(6) اللہ کے حقوق اور احکامات کے ادا کرنے میں کسی کی ملامت اور لین طعن کی بھی پرواہ نہ کی جائے بلکہ اس کی تبلیغ واشاعت بولتے بتانے اور پھیلانے میں، لوگوں تک اللہ کا پیغام پہنچانے میں مشغول رہا جائے اور خود بھی عمل کرتے رہیں چاہے کوئی کچھ بھی کہے۔

(7) ساتویں بات اللہ کے رسول اللہؐ نے ایک دعا کو بہت پڑھنے کا حکم دیا ہے وہ دعا یہ ہے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ، بعض لوگ اسے لَا حَوْلَ بِلَا قُوَّةَ پڑھتے ہیں جو بالکل غلط ہے، حدیث پاک میں جو الفاظ آئے ہیں انھیں ہم نے جوں کا توں صحیح صحیح لکھ دیا ہے اسے یاد کرلیں اور کثرت سے پڑھا کریں۔
اس دعا کا ترجمہ کرتے بنتا نہیں پھر بھی ہم لکھتے ہیں۔ اللہ کرے ہم آپ اسے سمجھ جائیں۔ حَوْلَ کے معنی ہیں ''گھیرا ڈالنے اور قابو پانے کے'' تو اس دعا کے معنی یہ ہوئے۔

''کوئی مجھ پر گھیرا نہیں ڈال سکتا، کسی کی طاقت مجھ پر اثر انداز نہیں ہو سکتی، کوئی میرا کچھ بگاڑ نہیں سکتا سوائے اللہ کے۔''

یہ ساتویں بات آپؐ نے بطور وظیفہ کے حکم فرمائی ہے جسے مومن اپنی زبان پر جاری رکھے، یہ دعا عرش کے نیچے کے خزانوں میں سے ہے۔

....